

وہ قرآن کی طرف بلائیں گے، لیکن اس کے ساتھ کچھ تعلق نہ ہوگا

يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلِإِسْرَائِيلَ فِي شَيْءٍ  
(المائدہ: ۶۴)

حج کے موقع پر حجاج کو سعودی عرب سے ملنے والی تفسیر کی حقیقت

# سعودی تفسیر

## پرایک نظر



مقدمہ

الاستاذ الفاضل مولانا غلام تفسیری سائیں جہی زید

مؤلف

الشیخ الاسلام سید مرتضیٰ حسین کاشانی قادری



يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلِيُصَوِّمَهُ فِي شَيْءٍ  
(۲۲۲/۴۱)

وہ قرآن کی طرف بلائیں گے، لیکن اس کے ساتھ کہ تعلق نہ ہوگا

حج کے موقع پر حجاج کو سعودی عرب  
سے ملنے والی تفسیر کی حقیقت

# سعودی تفسیر پر ایک نظر

مؤلف

الاعمال اللہ سید منقرل حسین کاظمی قادری

مقدمہ

ابو اسحاق ملا مولانا غلام تفسیر ساقی مجددی زید مجاہد

مکتبہ قادریہ عالمیہ

نیک آباد مراٹھیاں شریف کجرات 0300-6272130



جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب

سعودی تفسیر پرایک نظر

مؤلف

ابو عبد اللہ سید منیر حسین کاظمی قادری

0321-6229347

مقدمہ

ابو اسحاق علاؤ الدین غلامی تفسیر ساقی مجددی زید مجدہ

تعداد ..... 600

صفحات ..... 576

مکتبہ قادریہ عالمیہ

نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات 0300-6272130



## فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	انتساب	1
2	عرض مؤلف	22
3	تقریظ: از مناظر اسلام علامہ کاشف اقبال مدنی رضوی	24
4	مقدمہ: (تاریخ) از ابوالحقائق علامہ غلام مرتضی ساقی مجددی	27
5	باب: ۱ = سعودی حکومت کی چالاکی، پاکستانی حکومت کی سستی	38
6	سعودی حکومت کو علماء اہل سنت پاکستان کا کھلا چیلنج	40
7	باب: ۲ = گمراہ ٹولے (خارجیوں) کی احادیث میں علامات	41
8	قرآن سنا کر گمراہ کرنے والا، گمراہ ٹولا	45
9	گمراہ ٹولے کی بنیادی علامات	47
10	ان لوگوں کی حقیقت؟	48
11	باپ دادا کے مسلک پر قائم اور گمراہوں سے دور رہو	49
12	باب: ۳ = منافقت کی نشانیاں	50
13	اعتقادی منافقت کی چند علامات	51
14	(۱) تعظیم کو شرک کہنا	51
15	(۲) اللہ والوں کو ذلیل کہنا	53
16	(۳) فساد و فتنہ کو اصلاح کا نام دینا	54
17	(۴) مولائے کائنات علی شیر خدا سے بغض رکھنا	55



56	(۵) علم رسول ﷺ پر اعتراض کرنا	18
57	(۶) تفرقہ بازی کے لیے مساجد تعمیر کرنا	19
57	(۷) سب کے ساتھ، (دہابی بھی، سنی بھی)	20
58	باب: ۳ = سعودی تفسیر کی حیثیت اور مسلک سلف؟	21
59	دہابیوں کے مخصوص سلف	22
60	دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں کیا فرق ہے؟	23
63	اشر فطی تھا نوی اور عطاء اللہ حنیف غیر مقلد کی گواہی	24
65	امت میں قصد التفرقہ ڈالنے اور شرک کی تہمت کا اقرار	25
66	مسلک سلف سے لا تعلق کا اقرار	26
68	دہابی سلف صالحین کے گستاخ ہیں	27
69	دہابی اپنی تفسیر سلف سے ثابت کریں (اہمیت مسلک سلف)	28
71	مسلمانوں کے معمول کی اہمیت	29
73	قرآن و سنت کی کیسی تشریح معتبر ہے (اہمیت مسلک سلف)	30
74	نجدی سلف کو علی الاعلان مشرک کیوں نہیں کہتے؟	31
75	دہابی اہل سنت نہیں، اور کیا سارے فرقے حق پر ہیں؟	32
76	کفار کے متعلق آیات، مومنین پر چسپاں کرنے والے کون؟	33
77	کیا کفار کے متعلق آیات کا، مومنین کیساتھ تعلق ہو سکتا ہے؟	34
79	گمراہ فرقوں کے قرآن سے استدلال کرنے کی حیثیت؟	35
80	بدعتی کون، سعودی و دہابی یا پاکستانی و دہابی؟	36
80	باب: ۵ = کیا قرآن پاک ترجمہ و تفسیر کے لیے آسان کر دیا گیا؟	37



83	”ولقد یسرنا القرآن“ کا صحیح مفہوم	38
84	سیدنا فاروق اعظم کا ارشاد کہ قرآن ماہرین سے سمجھو	39
85	بغیر اتباع سلف، قرآن و حدیث سمجھنا ممکن نہیں (اہمیت مسلک سلف)	40
88	سعودی تفسیر میں تقلید، اور فرقوں کا ذکر	41
88	جن سلف کرام اور کتب سلف کا ذکر کیا گیا	42
89	سلطان صلاح الدین ایوبی (قبل آذان درود)	43
89	فرقہ داریت کا سبب فروعی اختلاف نہیں، تفرقہ پسند ٹولا؟	44
90	آزادی رائے، ترک مسلک سلف و تقلید و اجماع کا انجام (نیا فرقہ؟)	45
95	باب: ۶ = وہابیوں کے (۴۳) جھوٹوں کی نشاندہی	46
95	”حقیقت التوحید“ کے جھوٹ	47
97	”سعودی تفسیر“ کے جھوٹ	48
98	”تقویۃ الایمان“ کے جھوٹ	49
99	ایک اور کتاب کے جھوٹ	50
100	وہابیوں کے مزید جھوٹ	51
101	باب: ۷ = اہلسنت پر بدعت کی تہمت	52
102	صحابہ کرام اور سلف عظام پر بدعت کے فتوے	53
104	وہابیہ سے بدعت کی تعریف	54
107	بدعت کی تشریح احادیث مبارکہ سے	55
111	مکررین کے اکابر کے حوالے	56
113	اکابرین وہابیہ کے حوالے کیوں نقل کیے جاتے ہیں؟	57



114	سعودی تفسیر میں بدعت کی تعریف	58
115	وہابیوں کی (۹۷) بدعتوں کی نشاندہی	59
120	اسماعیل دہلوی کی (۲۵) بدعتیں	60
130	بدعات وہابیہ کے متعلق اہم سوال	61
131	باب: ۸ = نجدی توحید کی حقیقت	62
133	اہل سنت کا عقیدہ الوہیت	63
135	باب: ۹ = سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مشرک تھیں (معاذ اللہ!)	64
138	مفسرین کا محبت و ادب بھرا انداز	65
138	علمائے اسلام کا مسلک	66
140	علامہ جلال الدین سیوطی کی وصیت	67
140	نجدیوں کا عقیدہ ہے، کہ والدین رسول و وزخی ہیں (معاذ اللہ!)	68
141	وہابیوں کے اکابرین کا مسلک	69
142	باب: ۱۰ = موسیٰ علیہ السلام کی احتیاط اور خارجیوں کی منہ زوری	70
143	باب: ۱۱ = مسلمانوں کے کلمہ (اقرار ایمان) کو رد کرنا	71
147	باب: ۱۲ = ”من دون اللہ“ کے متعلق وجہ اختلاف کیا ہے؟	72
147	کیا، اولیاء من دون اللہ، اولیاء اللہ، ایک ہیں؟	73
149	آیات، ”من دون اللہ“ کے متعلق ضروری توضیحات	74
154	مخالفین کی دوغلی پالیسی، اور ہمارا مطالبہ	75
156	اللہ والوں کو ظالم اور باطل لکھ دیا	76
158	”من دون اللہ“ کے متعلق سعودی تفسیر کی فیصلہ کن عبارات	77



161	ایک دھوکا اور تضاد	78
162	ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی حقارت کرنا	79
163	چند آیات ”من دون اللہ“ کی وضاحت	80
163	(۱) وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر	81
164	(۲) ان الذین یدعون من دون اللہ	82
165	وہابیوں سے مطالبہ (قیود ثابت کرو)	83
165	(۳) ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم	84
167	ایک اہم نوٹ، اور قلم کار	85
168	(۴) اموات غیر احياء وما يشعرون ايانا يعثون	86
170	(۵) لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له	87
172	(۶) ما یملکون من قطمیر	88
174	(۷) اولئک الذین یدعون یتفون الی ربهم الوسيلة	89
177	(۸) من لا یتستجیب له الی یوم القیامة الخ	90
178	(۹) واذا ذکر الذین من دونہ	91
182	(۱۰) من یتخذ من دون اللہ الدادا یحبونہم کحب اللہ	92
183	(۱۱) ویقولون ہولاء شفعاؤنا عند اللہ	93
185	تضاد، اور جھوٹ کہ مشرک بتوں کو الہ نہیں جانتے تھے	94
185	(۱۲) ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا	95
187	سعودی تفسیر کا، سلفی تفاسیر سے اختلاف	96
188	”من دون اللہ“ کے متعلق، منکرین سے سوالات	97



190	باب: ۱۳ = دعاہیوں کے ہاں عبادت کی تعریف	98
191	سلف کرام سے عبادت کی تعریف	99
193	”تقویۃ الایمان“ سے، تعریف عبادت (بدعت و تضاد)	100
195	دہلوی کی جہالت یا مکاری (تضاد)	101
196	”صراط مستقیم“ سے تعریف عبادت (تضاد)	102
198	عبادت کی حقیقت	103
199	عبادت و تعظیم میں فرق؟	104
201	اب سجدہ تعظیسی بھی حرام ہے	105
201	اللہ تعالیٰ، فرشتوں، برادرانِ یوسف اور صحابہ پر فتویٰ شرک (تضاد)	106
202	مزارات کے تعظیسی امور کو عبادت قرار دینا، غلو فی الدین ہے	107
203	باب: ۱۴ = رسول اللہ ﷺ کی امت آپ کی عبادت نہیں کرے گی	108
205	عقائد اہل سنت برحق ہیں	109
206	باب: ۱۵ = ”الدعاء هو العبادۃ“ کا مفہوم	110
207	لفظ ”دعا“ کا استعمال اور مفہوم	111
210	اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بھی مجرم کیوں؟	112
211	”ادع احب الناس الیک،۔۔۔ قال یا محمد؟“	113
212	امام بخاری مشرک کیوں نہیں؟	114
212	غیر مقلدین کے اکابرین کی گواہی، اور اجماع سلف	115
213	باب: ۱۶ = الوہیت کا مدار کن صفات پر ہے؟	116
214	اہلسنت کے ہاں مدار الوہیت؟	117



215	کیا الوہیت کا مدار عالم غیب اور متصرف ہونے پر ہے؟	118
216	جہان غیب اور مافوق الاسباب امور میں اللہ والوں کا تصرف	119
216	نجدی اپنے لیے متعدد ”الہ“ تسلیم کر لیں	120
217	باب: ۱۷ = کیا مساجد میں یا رسول اللہ ﷺ پکارنے والے ظالم ہیں؟	121
217	”وَانِ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ الْخ“ کا صحیح ترجمہ	122
218	”وَانِ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ الْخ“ کی تفسیر	123
220	وہابی حضرات سے ایک گزارش	124
221	صحابی کا مسجد میں، رسول اللہ سے استعاذہ کرنا	125
222	بعد از وصال، مسجد میں دورانِ دعاء، استعاذہ	126
223	صحابی اور وہابی کے عمل میں تضاد	127
224	ظالم و ناداں، صحابی ہیں یا وہابی؟	128
226	باب: ۱۸ = اغثنی یا رسول اللہ پکارنا، خلاف قرآن اور شرک ہے؟	129
227	صحابی کا دور سے، رسول ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا	130
227	نجدیوں کو سند پر جرح کا کوئی حق نہیں	131
230	”یا محمد، یا رسول اللہ“ ﷺ کے سر عام بتائیا نہ نعرے	132
231	بعد از وصال آپ کو پکارنا، صحابہ کرام کا معمول، اور اجماع امت	133
234	امام بخاری، امام نووی، قاضی شوکانی وغیرہ کا عقیدہ	134
234	صحابہ کرام اور ائمہ دین مشرک کیوں نہیں؟	135
235	اجماع امت اور صحابہ کرام کا مخالف کون؟	136



236	باب: ۱۹ = کیا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، خانہ ساز درود ہے؟	137
239	تضاد و بدعت	138
242	”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ آپ سے منقول ہے	139
244	وہابی مولویوں سے صلوٰۃ و سلام کا ثبوت	140
245	سودی عرب کے مطبوعہ کتب میں صلوٰۃ و سلام	141
246	صلوٰۃ و سلام کے منکرستی نہیں وہابی ہیں، اہل حرمین کا عمل؟	142
246	کیا آپ کے خود، درود سماعت فرمانے کا عقیدہ قاسدہ ہے؟	143
251	کیا اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا بدعت ہے؟	144
256	باب: ۲۰ = ”اتھا ک نستعین“ کی تفسیر	145
256	کیا مافوق الاسباب استمداد شرک؟ (بدعت، تضاد، اور غلو)	146
258	ما فوق الاسباب استمداد، اور پکار قرآن میں	147
260	تضاد و ہابیہ اور اقراری شرک (خلاف عادت میں اختیار)	148
262	وہابی صیانتوں کو کیا جواب دیں گے؟	149
263	آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا تصرف	150
264	اولیاء کے تصرف کا نظریہ، سنت انبیاء ہے	151
265	اولیاء اللہ شریک نہیں، بلکہ قدرت خدا کا مظہر ہوتے ہیں	152
266	وہابی مولویوں کے مافوق الاسباب تصرفات	153
268	باب: ۲۱ = فوت شدہ وغیرہ سے استمداد کو شرک کہنا خود شرک ہے	154
270	باب: ۲۲ = داتا، غریب نواز وغیرہ کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں	155



272	حتی الامکان "عرف عام" کا لحاظ ضرور	156
273	وہابیوں کا شرک فی الصفات	157
275	حقیقی و مجازی صفات کی تقسیم (شرک وہابیہ)	158
276	تضاد وہابیہ	159
276	صدیق (اکبر)، فاروق (اعظم) اور عثمان (غنی) کی دلیل؟	160
277	القاب اولیاء کا مفہوم، اور وجاہت و عظمت	161
278	اللہ والوں کا مشکل کشاء، حاجت روا، وافع بلا، متصرف ہونا	162
278	اللہ والوں کا داتا، گنج بخش، غریب نواز ہونا	163
278	اللہ والوں کی وجاہت و قدرت (احادیث مبارکہ)	164
280	مزید آیات و احادیث مبارکہ	165
286	تضادات وہابیہ	166
287	باب: ۲۳ = مشہور حدیث قدسی کا صحیح مفہوم	167
288	یہ حدیث قدسی قرآنی واقعے کی تفسیر ہے	168
290	باب: ۲۳ = کیا "سمع موئی"، کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے؟	169
293	"انک لا تسمع الموائی"، کے متعلق مفسرین کی وضاحت	170
294	"سمع موئی" پر اجماع امت	171
296	فوت شدہ کی ارواح کا زعموں کی ارواح سے رابطہ ممکن ہے	172
300	باب: ۲۵ = فوت شدہ صالحین کی مدد کا مطلب؟ (دہلوی کی بغاوت)	173
303	نجدی ہندوؤں کو کیا جواب دیں گے؟	174
305	باب: ۲۶ = رسول اللہ ﷺ اور باقی صالحین مردہ، مجبور اور بے خبر ہیں؟	175



306	اللہ والوں کو مردہ کہنا بے ادبی اور بے دینی، بے عقلی ہے	176
309	اللہ والوں کی موت کا معنی	177
313	سیدنا فاروق اعظم اور عقیدہ حیات اولیاء	178
314	حیات شہداء کی کیفیت اور اجسام کی سلامتی	179
317	سیدنا ابوبکر صدیق کا عقیدہ حیات النبی	180
318	قبرانور میں آپ کی حیات مبارکہ	181
322	نجدیوں کی بدعت و دھوکا، اور علما اسلام کا موقف	182
328	نجدیوں کے اکابرین کا مسلک	183
229	باب: ۲۷ = انبیاء و اولیاء کو شفاعت کا اختیار تو کجا، مفہوم سے بھی بے خبر ہیں	184
334	آپ آج بھی شافع ہیں (تضاد)	185
337	وہابیوں کے پاس (النساء: ۶۴) کو خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں	186
339	النساء (۶۴) کے متعلق مسلک سلف کرام	187
341	”باب فاطمہ“ رضی اللہ عنہا (امام یوسفی پر فتویٰ کفر)	188
342	باب: ۲۸ = رسول اللہ ﷺ پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے	189
347	مکرمین پر سوال	190
348	نجدی مولویوں اور کتابوں کا نفع رساں ہونا	191
349	قاضی شوکانی کی دورنگی، اور عداوت	192
351	باب: ۲۹ = فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ شیطانی فلسفہ، مشرکوں کا فعل ہے	193
352	نجدیوں کا اہل سنت پر بہتان	194
353	اہل سنت کے ہاں وسیلے کی قسمیں	195



353	نجدی شریعت اور محمدی شریعت	196
354	عمر فاروق کو بدعتی کہنے والوں کا آپ پر بہتان، اور آپ کی پناہ لینا	197
355	فوت شدہ بزرگوں کے وسیلے کو شرک کہنے کی کوئی دلیل نہیں	198
356	مسلک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	199
359	وحید الزماں، قاضی شوکانی وغیرہ کا فیصلہ (اجماع امت)	200
360	وحید الزماں وہابیوں کی مسلمہ شخصیت ہے	201
361	اجماع کا مخالف، اور وسیلے کا پہلا منکر کون؟	202
361	فاروقی دور میں صحابی کا قبر رسول سے استغاثہ کرنا (اجماع صحابہ)	203
367	ایک دردمند مبلغ و مصلح کا حسین انداز	204
367	وہابی پانچ نمازیں پڑھ کر مشرک کیوں بنتے ہیں؟	205
368	امام علی رضا کے حزار سے استعانت	206
369	آدم علیہ السلام، وسیلہ مصطفیٰ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ	207
373	مفسرین کرام کی تصریح	208
374	یہود کا، ہمارے نبی کے وسیلے سے دعاء کرنا	209
376	”بحق فلاں“ دعا کرنا، (تضاد و بدعت وہابیہ)	210
378	بحق فلاں، اور احادیث مبارکہ	211
380	رسول اللہ کا خود اپنے وسیلے سے دعا فرمانا (انبیائے کرام پر بہتان)	212
381	آپ کے وسیلے اور مدد کا انکار، بے ادبی ہے	213
382	باب: ۳۰ = کیا قبور صالحین پر گنبد، عرس وغیرہ، انکی عبادت اور شرک ہے؟	214
384	وہابی علماء کی حاضری مزارات	215



386	کوئی فعل خود عبادت نہیں ہوتی	216
386	مکرمین کی دورگی و منافقت	217
389	وقت کی تعمیر پذیری	218
391	مزارات صالحین اور اجماع امت	219
392	کیا صرف قبور کو ہی پختہ بنانا بدعت اور منع ہے؟	220
394	مساجد کو آراستہ کرنا بدعت کیوں نہیں؟	221
395	گنبد خضراء کے متعلق نجدیوں کے عزائم	222
398	قبریں اور مزار گراما (تضاد)	223
400	نجدی فتویٰ، کہ قبر کو ہان کی مانند، بالشت اونچی ہونی چاہیے (بدعت)	224
401	باب: ۳۱ = مزارات اولیاء پر جہلاء کی غیر شرعی حرکات	225
403	باب: ۳۲ = "جنت البقیع" میں نصب شدہ بورڈ کی گمراہ کن عبارات	226
403	قبرستان میں قرآن مجید کی تلاوت سنت رسول کے خلاف ہے	227
404	خطباء اہل سنت کی خدمت میں گزارش	228
405	تلاوت کے ایصال ثواب کے بارے میں احادیث مبارکہ	229
407	علامہ قرطبی، علامہ سیوطی، علامہ نووی اور دیگر علماء	230
410	ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی وغیرہ کی تصریح	231
412	امام الوہابیہ شیخ نجدی، اور قرأت کا ایصال ثواب	232
413	ابن تیمیہ کی موت پر ختم قرآن، اور اسے چوم کر برکت حاصل کرنا	233
413	وہابی علماء کے مزید حوالہ جات	234
414	قبر کے اندر بھی تلاوت قرآن	235



415	کیا قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے؟	236
417	ابن تیمیہ کی قبر کی مٹی سے شفاء، و تبرک حاصل کرنا	237
418	باب: ۳۳ = کیا آثار و تبرکات صالحین کو مٹا دینا، فشاء تو حید ہے؟	238
420	مدینہ طیبہ، طور سینہ، قبر موسیٰ اور مولد عیسیٰ علیہا السلام کی طرف سفر	239
421	خاندانی برکت	240
422	وسیلہ بننے والی ذات کا بھی کمال ہوتا ہے (دھوکے کار)	241
432	کرامات اولیاء کے انکار کی وجہ	242
424	سیدنا فاروق اعظم کا تبرکات کے متعلق عقیدہ	243
425	وہابیوں پر سوال، نماز میں تعظیم تبرکات، حضرت عمرؓ پر بہتان	244
426	تبرکات اور سعودی تفسیر (تضاد)	245
429	باب: ۳۳ = سعودی نجدیوں کا اسلامی یادگاریں اور تبرکات مٹا دینا	246
431	شبیر عثمانی دیوبندی کی گواہی، کہ نجدیوں کا شرک کا فتویٰ جھوٹا ہے	247
432	باب: ۳۵ = آج کے مسلمان بھی مشرکین مکہ کی طرح کے مشرک ہیں	248
434	شرک کیا ہے؟، اور مشرکین مکہ کا شرک؟ (تضاد و کذب)	249
436	باب: ۳۶ = ”وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون“ کا مفہوم	250
438	(یوسف: ۱۰۶) کے متعلق مفسرین کی تصریح	251
439	نجدیوں پر سوال: کہ کوئی مشرک محض بھی ہے؟	252
441	باب: ۳۷ = کیا آج امت کی اکثریت مشرک و بدعتی ہے؟	253
444	شیخ نجدی رسول اللہ کے مقابلے میں	254



446	نجدیوں پر چند سوالات	255
447	نجدی اپنی قلت کا دکھ پیٹتے ہیں	256
448	امت کی اکثریت (سواد اعظم) کبھی گمراہ نہیں ہو سکتی	257
450	مسلمانوں کو بار بار مشرک اور مردہ پرست لکھا گیا	278
450	اکثر امت مشرک ہو جانے کی کوئی خبر رسول اللہ نے نہیں دی	279
451	اللہ کی قسم مجھے تم پر شرک کا کوئی خوف نہیں ہے (تضادات و ہابیہ)	280
453	آپ کو امت پر بت اور پتھر کی عبادت کا کوئی خوف نہیں تھا	281
455	وہابی جن احادیث کی بناء پر اکثر امت کو مشرک کہتے ہیں (تضادات)	282
457	رسول اللہ کو امت پر اہل قبور کی عبادت کا بھی کوئی خوف نہیں تھا	283
461	”میری قبر کو بت نہ بنانا“، کیا قبر اور بت ایک جیسے ہیں	284
462	نجدی قرب قیامت کے اس وقت کا تعین کریں (دہلوی کی دہاء علی)	285
464	حالات کے تعین والی احادیث کیوں چھپاتے ہیں؟	286
466	نجدیوں پر سوالات	287
467	امت کی اکثریت کو مشرک کہنا، ختم نبوت اور تکمیل دین کا انکار کرنا ہے	288
468	قرآن کی بناء پر امت کے ایمان کی بقا کی دلیل ہے	289
469	ایسا وقت تب آئے گا جب قرآن اٹھ جائے گا	290
471	رسول اللہ کو امت پر کن امور کا خوف تھا؟	291
471	آپ کو امت پر شرک کرنے کا نہیں، بلکہ تہمت شرک کا خوف تھا	292
474	مسلمانوں کو مشرک کہنے والا، خود مشرک ہوگا	293
475	نجدی خود مشرک ہیں۔	294



476	وحید الزماں کی گواہی، کہ مسئلہ شرک میں غالی اور خارجی کون؟	295
477	سعودی مفتی بن باز کی گواہی، اس حدیث کا مصداق کون؟	296
476	مزید علامتیں ”نجدی اور تمیمی“ ہونا	297
479	اس حدیث کا مصداق اگر شیخ نجدی نہیں تو اور کون ہے؟	298
481	شیخ نجدی کا رد اس کے بھائی، شیخ سلیمان سے۔ (توحید و رسالت کی گواہی کی اہمیت)	299
481	سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد (عبادت کی حقیقت، مسلک سلف کا باغی، نئے دین کا بانی، چیلنج)	300
482	تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث، (ہر پکارنا عبادت نہیں، مسلک سلف)	301
483	تم بغیر کسی نص کے، محض قیاس فاسد سے تکفیر کرتے ہو۔ (مسلک سلف)	302
484	دوسری حدیث: (عقائد اہلسنت پر اجماع امت)	303
485	تیسری حدیث: (فتنہ مشرق (نجد) سے ظاہر ہوگا)	304
485	اہل حرمین و یمن کا صدیوں سے معمول: (نجد میں پہلا بڑا فتنہ؟)	305
486	رسول اللہ نے امت کی اکثریت کے مشرک ہو جانے کی خبر کیوں نہ دی؟	306
487	چوتھی حدیث: (تم نیا دین لائے ہو، ان تشرک کو ابعادی)	307
488	پانچویں حدیث: (جزیرہ عرب میں شرک نہیں ہو سکتا)	308
489	چھٹی حدیث: (مکہ میں شرک نہیں ہو سکتا، اہل مکہ نجدیوں پر لعنت کرتے ہیں)	309
491	علامہ ابن عابدین شامی، اور نجدی تحریک (حرمین پر قبضہ)	310
491	نواب صدیق غیر مقلد اور شیخ نجدی (اہل حرمین کی نفرت)	311
492	حسین احمد مدنی دیوبندی کی شیخ نجدی اور دین نجدی کے متعلق تصریحات	312



493	چند عقائد وہابیہ کی نشاندہی	313
495	دیوبندیوں کی گمراہی، ان کے گمراہی گواہی	314
495	شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی کی تصریح، (شیخ نجدی، پلید اور جاہل تھا)	315
496	پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کا شیخ نجدی کے متعلق نظریہ	316
496	شیخ نجدی کے مزید عقائد فاسدہ	317
497	باب: ۳۸ = اگر یہ امور شرک تھے تو آپ نے واضح تعلیم کیوں نہ فرمائی؟	318
499	باب: ۳۹ = حج و عمرے کے دیزے کیوں جاری کیے جاتے ہیں؟	319
501	باب: ۴۰ = بزرگوں کے نام کا صدقہ حرام، اور کرنے والے مشرک ہیں	320
501	نجدیوں کا سارا دھند مسلمانوں پر ”بدگمانی“ سے چلتا ہے	321
502	کتاب اللہ پر بہتان اور اندھی تقلید	322
503	اجماع امت اور مخالفین	323
505	شاہ ولی اللہ اور عبدالعزیز محدث دہلوی کا مسلک؟	324
507	نجدیوں نے ہر چیز حرام کر دی (تحریف قرآن، ذاکر ٹائیک)	325
509	اگر نام پکارنا جرم ہے، تو صدقہ کیسے کریں؟ (تساو)	326
510	گیارہویں کی بجائے اللہ کے نام کا صدقہ کیوں نہیں کرتے؟	327
512	کیا صحابہ کرام نے کبھی گیارہویں کی تھی؟	328
513	گیارہویں کو حرام کہنے والوں کی سزا	329
513	ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں جائز ہے (وہابی فتوے)	330
514	باب: ۴۱ = کیا حدیث (نور) جابر رضی اللہ عنہ باطل ہے؟	331
516	مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے ۱۰ اہم گشتہ ابواب کی بازیابی	332



517	حدیث نور (جابر)، مع سند	333
518	حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے، مزید حوالہ جات	334
520	اولیت نور مصطفیٰ کے متعلق، مخالفین کی گواہیاں	335
520	وہابی مولویوں کے مزید حوالہ جات	336
521	قد جا کم من اللہ نور و کتاب مبین کی تفسیر	337
521	وہابی مولویوں کی تفسیر	338
522	جسم نبی کا سایہ نہ تھا (غیر متولد مولوی)	339
522	اول مخلوق، (نور، قلم اور عقل وغیرہ) کے متعلق احادیث میں تطبیق	340
524	نور نبیک من نورہ، (نور من نور اللہ) کی تشریح	341
527	ہمارے آقا و مولیٰ ”نور“ کے بھی قاسم ہیں	342
527	باب: ۴۲ = اہلسنت رسول اللہ کو بشر نہیں مانتے (جھوٹ و بہتان)	343
529	عقیدہ اہلسنت	344
532	بابائے وہابیت اسماعیل دہلوی کی دریدہ دہنی (بشری بھی تعریف نہ کرو)	345
532	صحابہ کرام، رسول اللہ کو بے مثل بشر جانتے (تعظیم رسول)	346
535	باب: ۴۳ = جشن میلاد کو بدعت و اسراف کہنا، بے ادبی ہے	347
536	مسلمان جشن میلاد سے خوش ہوتے ہیں	348
536	فضول خرچی کیا ہے؟	349
539	باب: ۴۴ = علم غیب اور عالم الغیب (تضاد وہابیہ)	350
542	کیا آپ کو غیب کا علم نہیں، اطلاع دی گئی؟	351
543	باب: ۴۵ = حرمین پر نجدیوں کا قبضہ، صداقت کی دلیل اور انعام الہی ہے؟	352



543	یزیدی لشکر کا حرمین پر حملہ، مگر فوراً عذاب نہ آتا	353
544	قراмпہ کا حاجیوں کا قتل، کعبہ کی بے حرمتی، ہجر اسود کو اُکھاڑ لے جانا	354
545	خدا تعالیٰ کبھی کافر و فاسق سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے	355
546	کیا حج امام کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؟	356
548	نجدی امام (حرم) کے پیچھے نماز کا حکم	357
550	علمائے اہلسنت کا اتفاق، اور یہ پہلا دور نہیں	358
552	صرف سنی امام کے پیچھے نماز پڑھو!	359
554	باب: ۴۶ = اسماعیل دہلوی کی "صراط مستقیم"	360
555	صراط مستقیم کے متعلق، دہلوی کا اپنا بیان	361
555	اسماعیل دہلوی اور حدیثِ قدسی کا مفہوم (تائید نظریاتِ صوفیاء)	362
558	مسلکِ صوفیاء کرام (وحدت الوجود وغیرہ) اور اسماعیل دہلوی	363
560	حضرت داتا گلی بخشہ رحمۃ اللہ علیہ کی گستاخی	364
562	صراط مستقیم، پہلے باب کے مفید حوالہ جات (تائید اہلسنت)	365
566	باب: ۴۷ = وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مختصر تعارف	366
570	جو تیری پیروی کرے اس کے لیے بربادی ہے	367
571	صالحین نے رسول اللہ کو دیکھا یا شیطان کو؟	368
574	باب: ۴۸ = سعودی تفسیر کے حوالہ جات (قوائد و مسائل)	369
575	سعودی مفتی ابن باز کے فتوے	370





## انتساب

آل رسول ﷺ نائب رسول ﷺ سید اکاظمین امام المسلمین  
جگر گوشہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوالحسن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

اور

نائب غوث الوریٰ، شہباز ولایت، شیخ طریقت رہبر شریعت،  
سیدی و مرشدی

حضرت پیر سید محمد نصیر شاہ صاحب بخاری قادری

آستانہ عالیہ بنون شریف، ثم راو پندی

کے مبارک نام!

نیاز مند

ابو عبد اللہ سید منزل حسین کاظمی قادری



### عرشِ مؤلف

اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے، جس نے مجھ جیسے ناکارہ کو مسلک اہل سنت کی اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔

کچھ عرصہ قبل ایک وہابی لڑکے کو ”سعودی تفسیر“ کے ذریعے ایک سنی نوجوان کو گمراہ کرتے دیکھا تو بڑا دکھ ہوا، اور عوام کے لیے سعودی تفسیر کو بڑا خطرناک پایا۔

۔ کبھی حدیث کے متن بدل کے لوٹ لیا

کبھی فریب سے قرآنِ شہا کے لوٹ لیا

سعودی حکومت نے یہ تفسیر پاکستانی مولوی صلاح الدین یوسف سے لکھوائی، اس کو حاجیوں میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ ”دارالسلام پبلشرز“ نے اس کو لاہور اور ریاض سے ”تفسیر احسن البیان اردو“ کے نام سے عام خرید کے لیے بھی شائع کیا ہے۔ جب معلوم ہوا کہ کسی سنی عالم دین نے اس کا رد نہیں کیا، تو خیال ہوا کہ اس کا رد کرنا چاہیے۔ مناظر اسلام ابوالحق حضرت علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ سے اس ارادے کا اظہار کیا، تو آپ نے اپنی کریمانہ طبیعت کے مطابق کافی حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے نام سے کام کا آغاز کر دیا، علامہ صاحب ہر قدم پر رہنمائی فرماتے رہے۔ اور مزید یہ کہ مدلل مقدمہ تحریر فرما کر کتاب کو زینت و مقام بخشا۔ آپ کا انتہائی احسان مند ہوں، اور دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ اور مزید اہل سنت کے لیے تحقیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا کاشف اقبال مدنی دام اقبالہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے کلمات محبت سے نوازا۔ مولیٰ کریم آپ کو ایمانی جسمانی عافیت عطا فرمائے۔

بالخصوص میرے لیے یہ بڑی سعادت ہے، کہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشرف القادری دامت برکاتہ محدث نیک آبادی نے انتہائی شفقت و مہربانی فرمائی، باوجود مصروفیت اور بزرگی کے کتاب کے متعلق کلمات طیبات تحریر فرمائے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری کسی کوتاہی کی وجہ سے ضائع ہو گئے۔ دوبارہ عرض کرنا بے ادبی سمجھا جس کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔

دعا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ قبلہ حضرت مشرق صاحب کا سایہ صحت کے ساتھ ہم پر قائم و دائم فرمائے۔ اور میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

ابو عبد اللہ سید منزل حسین کاظمی قادری

ان ارید الا اصلاح ما استطعت، وما توفیقی الا باللہ علیہ

تو کلت والیہ انیب۔





## تقریظ

مناظر اہل سنت، حضرت علامہ

مولانا کاشف اقبال مدنی رضوی دام ظلہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم والہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! رسول اکرم ﷺ کی محبت اور ادب ایمان ہے، اور آپ ﷺ کی ادنیٰ توہین و تنقیص کفر ہے، مگر نجدی وہابی مذہب کی بنیاد ہی توہین رسالت پر ہے، یہی وجہ ہے کہ نجدیوں وہابیوں کی کتب حضور اکرم ﷺ کی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔

جب سے انگریز سے ساز باز کر کے وہابیوں نجدیوں نے حجاز مقدس پر قبضہ کیا، تو صحابہ کرام ازواج مطہرات کی قبور مطہرہ پر بلڈوزر چلا دیے، تمام آثار مقدسہ مٹا دیے، بے شمار مسلمانوں کی قتل و غارت کی گئی۔ اب بھی یہ نجدی گستاخانہ لٹریچر حاجیوں میں زبردستی تقسیم کرتے رہتے ہیں،

اور ان کا سارا لٹریچر کفریات سے بھرا پڑا ہے، کہیں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کو بت لکھتے ہیں۔ (شرح الصدور: ۳۵، حاشیہ)

کہیں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر گنبد خضراء کو بہت بڑی جہالت لکھتے

ہیں۔ (تطہیر الاعتقاد: ۳۶)

کہیں گنبد خضراء کو شرک والحاد کا بہت بڑا ذریعہ لکھتے ہیں۔ (فتح المجید: ۲۱۸)

کہیں انبیاء و اولیاء کی قبور کی طرف سفر کو شرک لکھتے ہیں۔ (فتح المجید: ۲۸۰)



کہیں آپ ﷺ کو مردہ لکھتے ہیں۔ (زیارت کی احکام اور اداب: ۱۵)

یہاں تک لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ مملکت سعودیہ عربیہ کو توفیق دے، کہ اسے سنت کے مطابق کر دیں، جیسے کہ عہد صحابہ میں قائم تھی، یعنی گنبد خضراء زمین بوس کر دیں۔

(زیارت مسجد مصطفیٰ: ۱۳۶)

کیا اب بھی وہابیوں نجدیوں کے دشمن رسول ہونے میں کسی کو کوئی شک ہے؟  
پھر مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

موجودہ امام کعبہ عبدالرحمان السدیس نے توجج کے خطبہ کے موقع پر پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہوئے، یہاں تک کہہ دیا ”اسلامی ممالک میں سے اکثر لوگ مشرک ہیں، ان میں بڑی قسم کا شرک پکا ہو چکا ہے، کیونکہ وہ قبروں پر گنبد بناتے ہیں، ان کے لیے نذریں مانتے ہیں، اور امید میت سے قبور پر حاضری دیتے ہیں۔ (الدینہ اخبار، ۲۰۰۷، ۱۳، ۱)

اس جملے میں موجودہ امام کعبہ نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے دیا، یہ ہے نجدی وہابی مذہب!۔

پھر اپنی نجدیت و وہابیت کو پھیلانے کے لیے وہابی مولوی جو ناگڑھی کا قرآن مجید کا ترجمہ، اور وہابی مولوی صلاح الدین یوسف کی تفسیر حجاج کرام میں فری تقسیم کرتے ہیں، جس میں بھی اہل سنت کے عقائد پر کفر و شرک کے فتوے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کو پڑھ کر بھی کبھی لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ اس سعودی تفسیر کا کتاب و سنت سے رد کیا جائے،

تو الحمد للہ! ہمارے محترم دوست مولانا سید منزل حسین کاظمی قادری نے وقت کی اس اہم



ضرورت کو پورا کر دیا۔

انشاء اللہ! مولانا موصوف کی یہ تصنیف بدعتیہ کی کے اس طوفان بدتمیزی کے آگے بند باندھنے میں مددگار ہوگی۔ مولانا تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی محمود کو قبول فرمائے، اور عام و خاص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق انیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

کتبہ:

محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

خادم دارالافتاء جامع غوثیہ رضویہ مظہر اسلام سمندری (فیصل آباد)

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ یوم الثلاثاء





## مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين

وعلى آله واصحابه اجمعين

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس دوران کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے اور آپ ہمارے درمیان (مال) تقسیم فرما رہے تھے، آپ کے پاس ذوالخویصرہ (جو کہ بنو تمیم کا ایک شخص ہے) آیا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ عدل کیجئے!۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو جائے اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو بے شک تو خائب و خاسر ہو جائے۔ پس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیجئے! تاکہ میں اس کی گردن مار دوں۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، بے شک اس کے کچھ ساتھی ہوں گے، تم ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانو گے..... الخ۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹، مسلم ج ۱ ص ۳۴۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ جملے بھی ہیں:

بے شک اس کی نسل سے ایسی قوم نکلتے گی جو قرآن بہت پڑھے گی لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۷۲، مسلم ج ۱ ص ۳۴۰)

سیدنا ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں بھی پوری تفصیل موجود ہے۔ ان کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے تقسیم فرمایا۔ دائیں، بائیں والوں کو دیا اور پچھلی جانب والوں کو نہ دیا تو پیچھے والوں



میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے محمد! آپ نے انصاف سے تقسیم نہیں کیا، وہ آدمی سیاہ فام، کٹے بالوں والا تھا اس پر دو سفید چادریں تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت شدید غضب ناک ہوئے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میرے بعد کوئی ایک شخص بھی مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا نہ پاؤ گے۔ پھر فرمایا: آخر زمانے میں ایک (بے ادب) قوم پیدا ہوگی گویا کہ یہ انہیں میں سے ہے۔ وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلقوں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے، ان کی نشانی سرمنڈانا ہوگی۔ وہ مسلسل نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری دستہ دجال کے ساتھ ہوگا۔ پس جب تم ان کو پاؤ تو انہیں قتل کر ڈالو۔ وہ تمام انسانوں اور جانوروں سے بدتر ہیں۔ (نسائی ج ۲ ص ۱۷۳، ۱۷۴، مشکوٰۃ ص ۳۰۹)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ پہلا گستاخ ”تمیمی“ تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر طعن و تشنیع کرتا تھا۔ وہ چٹاننگا کافر نہ تھا بلکہ اوپر سے مومن اور اندر سے بے ایمان اور کافر تھا۔ وہ قرآن پڑھتا اور نماز، روزہ بجالاتا تھا۔ خود کو اسلام اور دین کا ٹھیکیدار سمجھتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی غلطیاں نکالتا تھا۔ اپنے خیال میں وہ مومن، مسلمان اور موحّد بنا پھرتا تھا۔ لیکن درحقیقت گستاخ، مرتد، واجب القتل اور دائرہ اسلام سے خارج تھا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ تنہا نہیں بلکہ اس کی نسل سے ایک گستاخ اور بے ادب گروہ نکلے گا وہ بھی خود کو دین کا محافظ اور اسلام کا وفادار یقین کرے گا۔ ان کی ایک نشانی یہ ہوگی یقتلون اهل الاسلام، ویدعون اهل الاوثان۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹) وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔



اب ظاہر ہے جن ظالموں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا کوئی احترام نہیں وہ آپ کی امت کا لحاظ کیا کریں گے۔

چنانچہ اسی طرح ہوا بارہویں صدی ہجری میں ”ذوالخویصرہ تمیمی“ کی نسل سے ”محمد بن عبدالوہاب تمیمی“ نجد کے علاقہ میں پیدا ہوا اور بڑا ہو کر اپنے ”جد امجد“ کا جانشین بنا اور اس کی بے ادبی، گستاخی، توہین، تنقیص اور بدعتیہ کی تحریک کو جاری کیا۔ اور اس کی اولاد ہونے کا حق ادا کر دیا۔

اتفاق سے نجد کا علاقہ بھی ایسا مکروہ، پر فتن اور ناپسندیدہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے لیے رحمت و برکت کی دعا نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی حقیقت کو یوں نمایاں کیا: **هنا لك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان**۔  
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۰)

وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطان کا سینگ (گروہ) نکلے گا۔

محمد بن عبدالوہاب کے نجدی اور تمیمی ہونے پر کوئی اختلاف نہیں، یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف اس کے حامیوں نے بھی کر رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو! (۱) مقدمہ کتاب التوحید عربی ص ۳۔ (۲) مقدمہ تحفہ وہابیہ ص ۲۔ (۳) مقدمہ کتاب التوحید مترجم ص ۱۵، ۲۲۔ (۴) الحفظہ ص ۱۵۰۔ (۵) حیات طیبہ ص ۲۵۸۔ (۶) ہدایۃ المستفید ص ۷۱، ۷۹۔ (۷) ترجمان وہابیہ ص ۱۰، ۱۸، ۱۹، ۵۸، (۸) محمد بن عبدالوہاب ص ۱۳، از مسعود سلفی۔ (۹) فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۱۴۔ (۱۰) اظہار حقیقت ص ۱، از عبدالستار خاں وغیرہ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمی کی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے مفتی مکہ علامہ سید زینی دحلان مکی فرماتے ہیں: ”یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب قبیلہ تمیم میں سے



ہے، تو (قوی) احتمال ہے کہ وہ ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے ہو جسکے متعلق بخاری میں حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔ (الدرر السنیہ مترجم ص ۵۱، ۵۲، گوجرانوالہ)

اس ظالم نجدی تمیمی نے مسلمانوں کو مشرک قرار دیا۔ اولیاء و صالحین و دیگر مسلمین کی قبور کو مسمار کیا، شرک و بدعت کے فتوے جاری کرنے میں وہ اس قدر دور نکل گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کافر کہنے لگا۔ انہیں شرک سے ناواقف بتلانے لگا۔ حتیٰ کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی مشرک بنا ڈالا۔ چند حوالہ جات بطور خلاصہ ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو اس ظالم کے قرن الشیطان اور تمیمی الاصل ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہ رہے اور ہم پر جانب درای کا الزام نہ آئے۔

- (۱)..... حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء سلام اللہ علیہما نے شرک کیا تھا۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۱۷۳ تا ۱۷۵)۔ (۲)..... حضور ظالموں میں ہوتے۔ (ایضاً ص ۷۷)۔
- (۳)..... صحابہ کا کفر یہ کلمہ۔ (الجامع الفرید ص ۲۹)۔ (۴)..... صحابہ کافر ہو گئے۔
- (ایضاً ص ۲۵)۔ (۵)..... صحابہ توحید نہ جانتے۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۳۸)۔
- (۶)..... صحابہ پر شرک کی نوعیت چھپی رہی۔ (ایضاً ص ۴۶، قرۃ عیون المیودین ص ۱۷۷)۔ (۷)..... انبیاء بھی کلمہ کی فضیلت کو جاننے کے محتاج ہیں۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۲۳)۔ (۸)..... امام بوسیری مشرک۔ (ایضاً ص ۱۶۲)۔ (۹)..... ابو جہل اور مسلمان برابر کے مشرک۔ (الجامع الفرید ص ۷۸)۔ (۱۰) قبر نبوی کی طرف سفر کرنا شرک ہے۔ (ہدایۃ المستقید ج ۱ ص ۷۰)۔ وغیرہ و لک۔



کیا کوئی غیرت مند، صاحب ایمان، وفادار مسلمان ان عقائد و نظریات کو درست قرار دے سکتا ہے؟۔

صرف اسی پہ بس نہیں کیا بلکہ اس درندہ صفت نجدی نے پوری زندگی مسلمانوں کو تہ تیغ کیا، اس کی تلوار اہل ایمان کے گلے کاٹتی رہی اور کسی غیر مسلم، کافر کے خلاف اسے قدم اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ جیسا کہ نواب صدیق بھوپالوی وہابی نے خود لکھا ہے:

”جہاد ان کا صرف وہاں کے مسلمین بادیہ نشین کے ساتھ تھا نہ دوسرے ملت والوں کے ساتھ“۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۱)

اسی نواب صدیق نے بھی جگہ جگہ محمد بن عبدالوہاب کی کاروائیوں، غارت گریوں اور فتنہ سامانیوں کو ”فتنہ نجد“ کہہ کر یاد کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں! ترجمان وہابیہ ص ۲۲، ۴۱، ۴۲، ۵۵، ۶۰۔

جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری آب و تاب کے ساتھ اس پر پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے کہ نجد سے اُگنے والا یہی وہ ”قرن الشیطان“ (شیطانی گروہ) ہے جو مسلمانوں کو قتل کرے گا اور غیر مسلمانوں کو چھوڑ دے گا۔

اس سفاک و مکار نے اپنی مکروہ کوشش اور خبیث نظریات کو پروان چڑھانے کی خاطر حرمین شریفین پر قبضہ جمانا ضروری خیال کیا۔ چنانچہ اپنے ارادہ بد کی تکمیل کے لیے یمن و دود شروع کر دی۔ اولاً: اپنے آبائی علاقہ عیینہ کے امیر عثمان بن احمد بن معمر کو ساتھ ملا کر اہل عیینہ پر قتل و غارت کا بازار گرم کیا وہاں سے نکل کر حرملاء پہنچا اور مسلمانوں کو مشرک بنایا۔ لوگوں نے وہاں سے نکالا تو پھر نجد کے علاقہ درعیہ جا کر حاکم



شہر محمد بن سعود کو ساتھ ملا یا۔ یہ محمد بن سعود موجودہ سعودی حکمرانوں کا جد اعلیٰ ہے۔

اس نجدی شاطر نے اپنی وہابی تحریک کو مضبوط بنانے کے لیے اپنی لڑکی بھی اس کے نکاح میں دے دی ملاحظہ ہو! ترجمان وہابیہ ص ۳۳، حیات طیبہ ص ۳۰۲، التاج المکمل ص ۳۰۵ وغیرہ۔ ثابت ہوا کہ لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنے کے لیے اپنی لڑکیوں کو پیش کر دینا نجدیوں، وہابیوں کا پرانا شیوہ ہے۔

درعیہ کے مقام پر نجدی نے اپنے حواریوں کو جمع کیا اور یہی علاقہ وہابی تحریک کا پہلا ہیڈ آفس (مرکز) قرار پایا۔ لیکن ۱۸۱۸ء میں ابراہیم پاشا نے اس کا محاصرہ کر کے اسے پسپا کیا تو نجدیوں نے اپنا مرکز ”الریاض“ کو بنالیا۔ یاد رہے یہ سارے علاقے نجد ہی میں واقع ہیں۔ درعیہ میں محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود کے درمیان یہ طے پایا کہ مذہب ہمارا اور تلوار ابن سعود کی ہوگی (سوانح ابن سعود ص ۴۲)

پھر کیا ہوا قتل و غارت گری اور ظلم و سفاکی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ، کبھی تو طائف میں تقریباً پانچ ہزار ہاشمی فوجیوں کا قتل اور کبھی والی ریاض کے بہت سارے اونٹوں کی کونچیں کاٹ دینا اور مقابلہ میں کثیر تعداد کا قتل، نجد کے دیگر علاقہ جات میں مسلمانوں کے جان اور اموال کی لوٹ مار اور عورتوں کو قید کرنا، بچوں کو ان کی ماؤں کے سینوں پر ذبح کرنا۔ (تفصیل کے لیے تاریخ نجد و حجاز اور شرح حدیث نجد وغیرہ ملاحظہ ہوں!)

حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے محمد بن یوسف سواتی وہابی نے لکھا ہے:

”ابن سعود نے شیخ کی مرضی کا آخر دم تک احترام و اعزاز کیا، اور ان کی تعلیم

و ملتین کی بدولت وہ اور اس کا خاندان تمام ممالک نجد و عراق و حجاز وغیرہ پر رفتہ رفتہ قابض

ہو گئے۔ (مقدمہ کتاب التوحید مترجم ص ۲۴)



ثابت ہو گیا کہ یہ نجدی ظالم "قبضہ گروپ" ہے۔ جو آج بھی مسلمانوں کی مساجد پر قبضے کر رہے ہیں۔

اسی ابن سعود کے بارے میں ظفر علی خاں نے لکھا ہے:

ابن سعود کیا ہے؟ فقط اک حرم فروش

برطانیہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر

اسلامیوں پر اس نے برسوائیں گولیاں

پھر کیوں نہ کشتنی ہو زمیندار کا مدیر

(نگارستان ص ۲۵۲)

اپنے ظالمانہ، سنگدلانہ بلکہ بہیمانہ اقدام کے بل بوتے نجدی درندوں نے شریف خاندان سے حکومت چھینی، مختلف ادوار میں حرمین شریفین پر نجدیوں کا قبضہ ہوتا اور چھٹتا رہا۔ محمد بن سعود کے بعد اس کا بیٹا عبدالعزیز اور پھر اس کا پوتا سعود بن عبدالعزیز وہابی اقتدار کا وارث ہوا۔ یہ دونوں ماردھاڑ اور درندگی و سفاکی میں ابن سعود سے بھی بازی لے گئے۔ ان بھیڑیوں نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی۔ اسلامی شعائر کی بے حرمتی کی اور دینی نشانات کو ملیا میٹ کیا۔ سرزمین مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ قتل و غارت گری کی انتہاء کر دی۔ جنت البقیع کی قبور کو مسمار کیا۔ حتیٰ کہ گنبد خضراء شریف کو بھی گرانے کا ناپاک ارادہ کیا لیکن قدرت نے ان کی شرانگیزی سے اس کو محفوظ رکھا۔ ۱۲۲۸ھ میں سعود مر گیا اور امیر عبداللہ حکمران ہوا۔ طولون پاشا نے وہابیوں سے سارے علاقے واپس لے لیے اور ۱۲۳۳ھ میں وہابیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ وہابیوں کا مکمل استیصال کر کے ابراہیم پاشا واپس چلا گیا۔ لیکن قبائل پر مضبوط گرفت نہ ہونے کی وجہ سے وہابی دوبارہ



حرکت میں آئے اور ترکیوں اور نجدیوں کے درمیان چھینا چھٹی رہی۔ بالآخر عبدالعزیز نے ایک جتنا منظم کیا اور ہلہ بول دیا۔ ریاض اور دوسرے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے گوریلا طرز جنگ کو ترجیح دی۔ اور ۱۹۰۲ء سے ۱۹۲۵ء تک کے تقریباً بائیس سالوں میں گرد و نواح کے علاقوں کو تباہ و برباد کیا اور ان پر مضبوط قبضہ کر لیا۔ اس دوران ہونے والی جگر پاش اور دلدوز تفصیلات پڑھ کر پہاڑوں کا جگر کانپ اٹھتا ہے۔ پتھروں کے کلیجے شق ہو جانے لگتے ہیں اور انسان خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ (تفصیل کے لیے تاج نجد و حجاز، شرح حدیث نجد اور گنبد خضراء اور اسکے مکین، دیکھیے) چنانچہ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۵ء/ ۱۳۲۴ھ کو ابن سعود نے جدہ اور حجاز پر مکمل قبضہ جما کر اپنے مقبوضہ علاقہ جات کو ”مملکت نجد و حجاز“ کا نام دے دیا۔

وہابیوں کی اس مار دھاڑ، وحشت و بربریت، درندگی و سفاکی اور دہشت گردی و غنڈہ گردی کے خلاف پورے عالم اسلام نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اپنے غم و غصہ اور درد و کرب کا ہر ممکنہ صورت میں اظہار کیا۔ عبدالعزیز ابن سعود کے پاس اپنے وفود روانہ کیے اور اس سے سہار شدہ مقابلہ و مساجد کو از سر نو تعمیر کرانے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم سے باز رہنے کے مطالبے کیے۔ وہ شریعہ و عہد ابتداء میں مطالبے پورے کرنے کے وعدے کرتا رہا لیکن پھر انتہائی غدارانہ رویہ اختیار کیا اور تمام وعدوں سے منحرف ہو گیا۔ وہ مطلق العنان، ظالم و جابر حکمران بن گیا اور نجد و حجاز پر مشتمل علاقہ جات کو ”سعودی عرب“ کا نام دے دیا۔ اور پوری حکومت خود ”بادشاہ“ کی ذات قرار پائی۔ نہ کوئی مجلس اور نہ وزارت۔ اب سعودی حکومت قائم ہوتے ہی وہابیوں نے لوگوں کو ایک منظم طریقے سے وہابی بنانے کے لیے مؤثر طریقہ کار اپنایا گیا۔ بجائے گھر گھر جانے کے



اور ملک ملک پھرنے کے چونکہ ہر مسلمان کا مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے ساتھ ایمانی و روحانی تعلق ہے۔ اس لیے دنیا بھر کے مسلمان وہاں حاضری دینا باعث سعادت دارین یقین کرتے ہیں۔ وہابیوں نے ایک موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حرمین شریفین میں دعوت و تبلیغ اور نشر اشاعت کا کام مضبوط کر دیا۔ ہر زبان میں گفتگو کرنے والے وہابی مبلغین اور کتابیں تیار کر دیں۔ اپنے نجدی جراثیم عام کرنے کی خاطر وہاں متعدد مقامات پر مرد اور عورتیں بٹھادیں۔ جو نجدی عقائد و نظریات کو سادہ لوح عوام کے ذہنوں میں منتقل کرنے لگے۔ قرآن و حدیث کے غلط تراجم و مفہیم بیان کر کے ان کی متاع ایمان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے لگے۔ لوگ عشق و محبت کی دولت لے کر جاتے ہیں، لیکن بد قسمتی سے کئی بد نصیب وہابیت کی بھینٹ چڑھ جاتے اور خوش عقیدگی کی جگہ بد عقیدگی اور گستاخی و بے ادبی کے ناپاک اثرات مرتب ہو جاتے۔ اور رہی سہی کسر وہابی لٹریچر سے پوری کر دی جاتی۔ کیونکہ واپسی پر حجاج و معتمرین کو اتنا سارا مواد تھما دیا جاتا ہے کہ اگر کسی معتبر عالم سے رہنمائی حاصل نہ کی جائے تو آدمی کا وہابی نجدی بن جانا یقینی امر ہے۔ وہابیوں کا مقصد تھا کہ لوگ وہابی نہ بنیں گے تو کم از کم پختہ سنی بھی نہیں رہیں گے۔ اسی منصوبہ کے تحت سعودی عرب میں نجدی افکار کا حامل لٹریچر تیار کیا جاتا ہے اور اسے شائع کر کے لوگوں کو مفت دیا جاتا ہے۔ لوگ حرمین شریفین کا تحفہ سمجھ کر ساتھ لے آتے ہیں اور ان کی خفیہ سازش کی نذر ہو جاتے ہیں۔

صرف نجدی مصنفین ہی نہیں ہمارے پاکستان و ہندوستان کے غیر مقلد وہابی نجدیوں کا لٹریچر بھی سعودی عرب میں چھپنے لگا۔ اور پاکستانی وہابی سعودیوں کی عربی کتب کے تراجم کر کے یہاں شائع کرنے لگے۔ پاکستانی نجدی وہابی سعودی نجدیوں کے



ترجمان نہیں بلکہ پالتو بھی ہیں۔ اسی سلسلہ وہابیت سازی کی ایک کڑی وہ مترجم مع حاشیہ قرآن مجید ہے جو حاجیوں کو دیا جاتا ہے۔ شاہ فہد نے اسے

بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ اس میں ترجمہ پاکستانی وہابیوں کے ”امام العصر“ محمد جونا گڑھی اور حاشیہ یعنی تفسیر صلاح الدین یوسف آف لاہور کی ہے۔ یہ بھی مختلف علاقوں سے آنے والے مسلمانوں پر وہابیت کی چھاپ لگانے کا ایک خطرناک منصوبہ ہے۔

قرآن کا نام لے کر مسلمانوں کو گستاخ و بد مذہب بنانے کا پروگرام ہے۔ سنی ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ پر پابندی عائد کرنے والوں نے محض نبیوں، ولیوں کو بتوں سے ملانے، مسلمانوں کو مشرک و بدعتی بنانے اور اللہ و رسول اور دیگر مقربان بارگاہ سے اپنے ایمانی تعلق کو کمزور بنانے کی خاطر اس ترجمہ و تفسیر کو عام کر رکھا ہے۔ کہنے کی حد تک تو یہ قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر ہے لیکن اندر کھاتے وہابیت، نجدیت، بد مذہبیت اور لادینیت کا پورا پورا سامان ہے۔ ضرورت اس چیز کی تھی کہ سعودی نجدیوں کی اس سازش کو بے نقاب کر کے عوام کے کٹھڑے میں پیش کر دیا جائے۔ تاکہ وہ حق و باطل کا اندازہ خود ہی لگالیں۔ یہ سعادت ہمارے مخلص و ہمدرد صاحبزادہ سید منزل حسین کاظمی صاحب کی قسمت میں تھی۔ انہوں نے بڑی ہمت و محنت کے ساتھ اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے پوری کوشش کی ہے۔ قرآن و حدیث، اکابرین اور خود نجدیوں کی عبارات سے حقیقت حال کو واضح کیا ہے۔ اور نجدی، غیر مقلد مفسر کی کارستانیوں کی پوری پوری خبر لی ہے۔ بنظر انصاف اس کاوش کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہر شخص راہ حق کا انتخاب آسانی سے کر سکتا ہے۔

شاہ صاحب کو اہل علم بالخصوص محققین اہلسنت کے ساتھ قلبی انس ہے۔ انہوں



نے ایک روحانی طبیب کے طور پر مسلمانوں کو قرآن و حدیث کا ایمانی اور دینی شربت پلا کر انہیں ”مرض و ہابیت“ سے شفا دلانے کی سعی محمود کی ہے۔ ان کے جذبات لائق قدر اور محبت قابل ستائش ہے۔ یہ ان کی پہلی کاوش ہے جو ان کے صاحب مطالعہ ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ انہوں نے سنی لٹریچر کو بڑی تنگ و دو کے ساتھ کھنگالا اور سینہ قرطاس پر منتقل کر دیا۔

نجدی مفسر صلاح الدین یوسف کے رد میں ایک مضمون چند سال قبل راقم الحروف نے بھی سپرد قلم کیا تھا جو میری کتاب ”جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ میں موجود ہے۔ اور میرے علم کے مطابق ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ اللہ کرے سید بادشاہ کی یہ کاوش ”سونے پر سہاگہ“ کا کام دے اور یہ بھی لا جواب ہو۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر فتنہ سے محفوظ فرمائے اور ہمارے عقیدہ و ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

بحرمة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوة والتسليم۔

واخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين۔

خیر اندیش:

ابوالحقائق غلام مرتضی ساقی مجددی

گوجرانوالہ

(۲۷ جولائی ۲۰۱۱ء بروز بدھ)





## باب: ۱

## سعودی حکومت کی چالاکی، پاکستانی حکومت کی سُستی

سعودی حکمرانوں نے سعودیہ میں ”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ“ کے ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ اور دیگر کتب اہلسنت پر سخت پابندی لگا رکھی ہے جبکہ سعودی حکومت تقریباً ہر سال حاجیوں میں لاکھوں کی تعداد میں ”سعودی تفسیر“ اور بے شمار کتب وہابیہ مفت تقسیم کرتی ہے، جو تبلیغ دین کے نام پر دنیا بھر میں نجدی دھرم کے جراثیم پھیلانے کی خطرناک سازش ہے۔

اور یہ جو حاجیوں کو تحفہ دیا جاتا ہے، اس میں ان کو مشرکین مکہ کی طرح کا مشرک لکھا ہوتا ہے، اور اس کا مقصد انہیں گمراہ کرنا، یعنی وہابی بنانا ہوتا ہے۔ مگر عوام اہلسنت حرمین شریفین سے اپنی عقیدت و محبت کی وجہ سے اس ”سعودی تفسیر“ کو بڑے اہتمام سے اپنے گھر میں رکھ لیتے ہیں، جس کو ان کی اولاد پڑھتی ہے، یا دوست و احباب کو پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن وہ سعودی نجدیوں کی اس خفیہ سازش اور منصوبے سے بے خبر ہوتے ہیں، جس کا انجام ایمان و دین کی بربادی ہوتا ہے۔ اسی ”سعودی تفسیر“ کی وجہ سے آج تک ہزاروں سُنی گمراہ ہو کر وہابی بن گئے، مگر ہماری حکومت کی طرف سے آج تک اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا، اور نہ ہی سعودی حکومت سے اس کا کوئی شکوہ کیا گیا، کہ جب تم نے اپنے ملک میں ”کتب اہلسنت“ پر پابندی عائد کر رکھی ہے، تو پھر ہمارے ملک میں اپنا نجدی دین پھیلانے اور فتنہ و انتشار کے لیے اپنی وہابی تفسیر اور کتابیں دھڑا دھڑا کیوں تقسیم کر رہے ہو، جس کے نتیجہ میں ملک پاکستان میں دن بدن فرقہ وارانہ فسادات



بڑھتے جا رہے ہیں، اور ملک کمزور ہوتا جا رہا ہے۔

اسی بے چینی کا اظہار شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یوں فرمایا ہے: ”جب سعودی حکومت کی طرف سے (ترجمہ اعلیٰ حضرت) ”کنز الایمان“ پر پابندی لگائی گئی، تو علمائے اہلسنت کا ایک وفد پاکستانی صدر کے پاس پہنچا، اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ صدر نے کہا: کہ یہ اُن ممالک کا داخلی معاملہ ہے، میں کس طرح مداخلت کر سکتا ہوں؟“۔

مزید لکھتے ہیں: ”سعودیہ کا مکتبہ الدعوة لاہور، کروڑوں روپے کا دل آزار لٹریچر پاکستان میں مفت تقسیم کر رہا ہے، جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بت پرست قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ تو پاکستان کا داخلی معاملہ ہے! لیکن حکومت نے اسکا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔“

مزید لکھا: ”کہ ارباب اقتدار کو اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے، کہ یہ سب صرف اہلسنت کا مسئلہ ہے، ہمیں اس سے کیا سروکار؟ کیوں کہ اس (دہابی) فکر کے حاملین تو حکومت پاکستان کے بارے میں بھی وہی رائے رکھتے ہیں جو عامۃ المسلمین کے متعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فیصل آباد کے دہابی مولوی محمد صادق خلیل نے ”حکومت پاکستان“ کو وزارت اولیاء کا انتظام اور کفالت کرنے کی وجہ سے، بے دین حکومت لکھا ہے۔“

”یہ سب آل شیخ کا کیا دھرا ہے“، کی سرخی قائم کر کے مزید لکھتے ہیں:

”سعودی عرب میں ملکی زمام اقتدار آل سعود، اور مذہبی قیادت آل شیخ کے ہاتھ میں ہے، یہ فرقہ دارانہ لٹریچر اور پراپیگنڈہ سب آل شیخ کی کوششوں سے ہے، اگر



حکومت پاکستان فرقہ وارانہ انتشار کے حق میں نہیں ہے تو اسے حکومت سعودیہ سے براہ راست گفتگو کرنی چاہیے، کہ منافرت انگیز لٹریچر کی پاکستان میں تقسیم پر پابندی عائد کی جائے، اور ملک کے داخلی امن عامہ کو تباہ کرنے کے اسباب مہیا نہ کیے جائیں۔

(البریلو یہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ: ۸۳۷-۸۳۸)

میں (راقم الحروف) کہتا ہوں کہ آج پاکستان کی موجودہ حالت حکومت پاکستان کی اسی سستی اور غفلت کا نتیجہ ہے، خود کش حملوں سے مسجدیں مدارس اور درگاہیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔

اور یہ خود کش حملہ آور کوئی یہودی یا عیسائی نہیں ہیں بلکہ یقیناً اسی خاص طبقے اور ذہنیت سے تعلق رکھنے والے ہیں، جنکے دل و دماغ میں یہ بیٹھا دیا گیا ہے، کہ ”یا رسول اللہ ﷺ“ پکارنے والے اولیاء اللہ کے آستانوں پر حاضری دینے والے لوگ بکے مشرک ہیں، جن کو قتل کرنا جہاد اور کامل مومن ہونے کی علامت ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر اسرار نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے: ”جو میلاد النبی ﷺ منانے والوں کیساتھ ہاتھ سے جہاد کریگا (یعنی انہیں قتل کرے گا)، تو وہ مومن ہوگا۔“

(یہ بیان ”یوٹیوب“ سے حاصل کیا جاسکتا ہے)

دعا ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ، ہماری حکومت کو ان دشمنان اسلام و پاکستان کو پہچاننے اور سعودی نجدی گندے اور غلیظ لٹریچر پر پابندی عائد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سعودی حکومت کو علماء اہل سنت پاکستان کا کھلا چیلنج



حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے سعودی نجدیوں کو چیلنج کیا کہ اگر تم ہمارا شرک ثابت کر دو، تو ہماری گردن مار دینا، ورنہ مانو کہ دنیا میں اہل سنت کا مذہب سچا مذہب ہے۔ (سی ڈی، پہلا عقیدہ، توحید سمنا)

شاہ صاحب کی یہ تقریر سننے اور اشاعت کے لائق ہے۔



## باب: ۲

گمراہ ٹولے (خارجیوں) کی احادیث میں علامات

اعمال صالحہ سے پہلے عقیدے کی درستگی انتہائی ضروری ہے، بالخصوص ایسے افراد جو پیدائشی سنی، دنیاوی تعلیم یافتہ، مگر عقائد اہلسنت سے جا مل، اور کسی باشرع ہستی کی بیعت بھی نہیں ہوتے۔ وہ ایک طرف تو مزارات اولیاء پر نقلی پیروں، (جو اصل میں لوگوں کے دین اور مال کے لٹیرے ہیں) کی غیر شرعی اور گندی حرکتیں دیکھ کر۔

اور دوسری طرف ان بے ادب لوگوں کی توحید و شرک، سنت و بدعت کی رٹ، نمازوں، داڑھیوں، ہر بات پر قرآن اور صحیح حدیث پیش کرنے اور بظاہر دین پر عمل کرنے سے متاثر ہو کر، بڑی جلد اور آسانی سے اپنا ایمان تباہ کر لیتے ہیں، اور وہابی بن جاتے ہیں۔

عالِم ماکان و مایکون ﷺ نے اسی لیے ان لوگوں کی علامتیں بڑی تفصیل سے بیان فرمادیں، تاکہ مسلمان، قدیمی مسلک اہلسنت سے وابستگی کی اہمیت کو نظر انداز کر کے، ان گمراہ لوگوں کی بظاہر دین داری دیکھ کر، انعام یافتہ لوگوں کے راستے یعنی



صراطِ مستقیم سے بھٹک نہ جائیں۔

۔ قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں

دور تک راہ دیکھانے کے لیے آپ آئے

اسی لیے آپ ﷺ نے جنتی جماعت اور ناجی گروہ کی نشانی یہ نہیں بیان فرمائی

کہ جو لوگ بات بات پر قرآن پڑھتے ہوں، یا عمل بالحدیث کا دعویٰ کریں، یا زیادہ نمازیں پڑھنے والے ہوں، یا توحید کی طرف بلانے والے ہوں، یا مسلمانوں پر شرک و بدعت کی تہمت لگانے والے ہوں۔

نہیں! بلکہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے فرمایا: کہ جو (بالخصوص عقائد میں)

میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوں گے۔ سارے نیک اعمال صحابہ کرام بھی بجالاتے تھے، لیکن انہیں ناز تھا، تو صرف محبت و تعظیم رسول ﷺ پر تھا، اور یہی چیز دین کی اصلیت ہے، اور اسی قوت ایمان نے کفار مکہ کو دہشت زدہ کیا تھا۔

اور خدا تعالیٰ نے بھی اس مقدس جماعت کی اس خاص صفت کی تعریف

فرمائی۔ (اعراف: ۱۵۷)

لہذا اچھی جماعت وہ ہوگی جس میں صحابہ کرام کی اسی خاص صفت، یعنی تعظیم

و محبت رسول ﷺ کی جھلک نظر آئے گی۔

الحمد للہ! وہ صرف اہلسنت ہی ہیں، جن کی کل دولت محبت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

اور جن کے عقائد بھی تو اتر اور تسلسل سے، بلکہ خود مخالفین کی کتب سے ثابت ہیں۔

اور یہ اہل سنت کی وہ خصوصیات ہیں، جن کو مخالفین اپنی جماعت میں ثابت

کرنے سے قاصر ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں تعظیمی امور شرک قرار پاتے ہیں۔



ہم یہاں پر مختصر اور ملخصاً ان گمراہ لوگوں کی چند علامات درج کر رہے ہیں، جو اس ٹولے میں پائی جاتی ہیں، جن کو تھوڑی سمجھ والا آدمی بھی محسوس کر سکتا ہے۔  
اور اگر کوئی بہتان سمجھے کہ جی یہ علامات وہابیوں کے متعلق نہیں ہیں، تو پھر یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثابت کرے، کہ پھر یہ علامات موجودہ فرقوں میں سے کس فرقے میں پائی جاتی ہیں؟۔

مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واقف غیب کے ارشاد سناؤں جس نے  
کھول دی تجھ سے بہت پہلے حقیقت تیری!

• جو فرقہ بندی کے وقت ظاہر ہوں گے، اور انکی علامت سر منڈانا (ٹینڈ کروانا) ہوگی۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ)

• گنتار کے اچھے کردار کے برے ہوں گے۔ (ابوداؤد: کتاب السنۃ)

• زبانیں شہد و شکر جیسی میٹھی، دل بھیڑیے کے دل جیسے۔ (ترمذی: کتاب الزہد)

• دین میں (بظاہر) پختہ نظر آئیں گے۔ (ابن ماجہ، ذکر خوارج)

• ظاہر اُ دین سے گہری وابستگی والے نظر آئیں گے مگر حقیقتاً دین سے خارج ہوں گے۔ (مسند احمد: ۳۱۹۲)

• نمازیں زیادہ پڑھیں گے۔ (بخاری، کتاب الادب)

• زیادہ عبادت کی وجہ سے لوگوں کو بھلے معلوم ہوں گے۔ (مسند احمد: ۱۸۳/۳)

ان کے اعمال پہ رکھ آئے مسلمانوں کو

اس سے تو شاد ہوئی ہوگی طبع تیری!



❖ حق کی بات کریں گے، لیکن حق حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۱/۵)

❖ آخری زمانے میں ہوں گے، نو عمر، عقل سے کورے، مگر احادیث بیان کریں گے الخ۔ (بخاری، کتاب استتابة المرتدین)

اس حدیث پاک کے مصداق سو فیصد غیر مقلد حضرات ہیں، جن کا ہر لوٹا چند حدیثیں رٹ کر عوام کو پریشان اور گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

ادعا ہو گا حدیثوں پہ عمل کرنے کا

نام رکھتی ہے یہی اپنا جماعت تیری!

❖ فکر آخرت کے متعلق تقریریں کرنا، اور مسلمانوں کو بدعتی قرار دے کر ان سے نفرت رکھنا اور ان سے دور بھاگنا۔ (طبری، ج ۳، البدایہ، ج ۷)

یہی وہ باتیں ہیں جن سے متاثر ہو کر بھولے بھالے سنی مسلمان بہت جلد نجدیت کا شکار ہو کر جاتے ہیں۔

❖ اس اُمت میں عدل مصطفیٰ ﷺ پر اعتراض کر کے گستاخی رسول ﷺ کے فتنے کا بانی، اور پہلا شخص ذوالخویصرہ تسمیٰ ہے، جس کی نسل سے اس خارجی جماعت کی ابتداء ہوئی۔ حدیث شریف میں اس آدمی حلیہ یہ بیان ہوا، کہ اس نے تہبند (شلوار) کو بڑے مبالغے کیساتھ اوپر چڑھایا ہوا تھا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اس قدر مبالغہ سے تہبند اوپر نہیں چڑھاتے تھے۔ ورنہ راوی صحابی اس گستاخ کی اس نشانی کو اہتمام سے بیان نہ فرماتے۔  
دیکھ لیجئے کہ آج شلوار کو چڑھانے میں مبالغہ کون کرتا ہے۔



۔ سر منڈے ہوں گے تو پچائے گئے ہوں گے

سر سے پاؤں تک یہی ہے شہادت تیری!

قرآن سنا کر گمراہ کرنے والا، گمراہ ٹولا:

عوام ہر قرآن پڑھنے والے سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر  
ذاکر نایک وغیرہ۔ جبکہ پہلے عقیدہ دیکھنا چاہیے۔

(ذاکر نایک، کے قرآن پر جھوٹ باندھنے کا نمونہ "صدقہ و خیرات" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

مزید یہ کہ رحمت عالم ﷺ نے اس امت میں زیادہ قرآن فہمی کا دعویٰ  
کرنا، ایک گمراہ فرقے کی نشانی قرار دیا ہے، تاکہ مسلمان ان سے بچ کر رہیں۔

اور کسی کا صرف قرآن پڑھنا ہی نہ دیکھیں، عقیدہ پر بھی نظر رکھیں، کہ وہ اہل  
سنت کے مطابق ہے کہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی ملاحظہ کریں۔

✽۔۔۔۔۔ قرآن، زیادہ اور سنوار کر پڑھیں گے، لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(بخاری: کتاب المغازی، مسلم: کتاب الزکوٰۃ)

✽۔۔۔۔۔ قرآن یوں پڑھیں گے، گویا دودھ پی رہے ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۱۷/۲۹۷)

✽۔۔۔۔۔ کتاب اللہ کی طرف بٹائیں گے، مگر (حقیقت میں) اُس سے کچھ تعلق نہ

ہوگا۔ (ابوداؤد، کتاب السنۃ)

✽۔۔۔۔۔ وہ سمجھیں گے کہ قرآن ان کے لیے مفید ہے، مگر درحقیقت ان کے لیے مضر

ہوگا۔ (مسلم: کتاب الزکوٰۃ)

✽۔۔۔۔۔ کافروں کے متعلقہ آیات کا مصداق مسلمانوں کو ٹھہرانے والے بدترین مخلوق

ہیں۔ (بخاری، کتاب استنباط الرتدین)



✽..... رسول اللہ ﷺ کو امت پر ایک ایسے آدمی (شیخ نجدی) کا خوف تھا، جو قرآن

پڑھ کر مسلمانوں کو مشرک بنائے گا، اور قتل کرے گا۔ (ابن حبان، ۱۸۲/۱، ابن کثیر، اعراف: ۱۷۵)

✽..... آیات اثبات کو نظر انداز کر کے، صرف آیات نفی سے استدلال کر کے کفر

وشرک کے فتوے لگانا۔ (طبری، الامم والملوک: ۱۱۵/۳)

✽..... فتنہ پروری کے لیے آیات متشابہات پڑھنا۔ (مسند ابن ابی شیبہ: ۵۵۴/۷)

آج پورے نجدی دھرم کا انحصار خاص کر انہیں نکات پر ہے (جس پر یہ "سعودی تفسیر، تقویۃ الایمان، اور دیگر کتب وہابیہ" گواہ ہیں)

خارجیوں نے بھی قرآن (ان الحکم الا للہ۔ (یوسف: ۴۰) پڑھ کر ہی، مولا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر شرک کا فتویٰ لگایا تھا۔

(المعلل والنحل: ۱۳۷/۱، ابن اثیر فی الکامل: ۱۹۶/۳)

✽..... ابو یحییٰ بیان کرتے ہیں: ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی، لیسن

اشرکت الخ، کہ اگر تو نے شرک کیا۔ (زمر: ۶۵) پھر اس کو چھوڑ کر (روم: ۶۰) کی تلاوت کی۔ (مسند ابن ابی شیبہ: ۵۵۴/۷)

راوی حدیث کے خارجی کے اس انداز پر تعجب کرنے روایت کرنے کا مقصد

یہی بتانا ہے، کہ وہ خارجی ایسی آیات تلاوت کر کے ان سے تنقیص رسالت کا پہلو نکالنا چاہتا تھا، کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی کوئی وجاہت نہیں۔

آج بالکل یہی انداز وہابی مولویوں کا ہے۔ جیسے ہندوستان میں فرقہ وہابیہ

کے بانی امام الوہابیہ اسماعیل نے (فی قلوبہم مرض) کا اظہار کیا۔

لکھ دیا: اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت



ہے (یعنی کوئی حیثیت نہیں)۔۔۔ مارے دہشت کے بے ہوا اس ہو گئے۔ (تقویٰ الایمان)

اسی آیت (ذمر: ۶۵) کو وحابی مولوی اپنی تقریروں شرک کے موضوع پر اس انداز سے پڑھتے ہیں، کہ جیسے آپ ﷺ بھی شرک میں مبتلا ہونے ہی والے تھے۔ اس کے علاوہ خارجیوں کی تقلید میں ذاتی و عطائی کے فرق کا لحاظ نہیں رکھتے۔ اثبات کی آیات چھپا کر صرف نفی کی آیتیں پڑھتے ہیں۔

”کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں، میرے پاس خزانے نہیں ہیں، میں غیب نہیں جانتا، میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا، وغیرہ۔ حالانکہ ایسی آیات کے ظاہری معانی مراد لینا درست نہیں۔

نوٹ: مخالفین کے قرآن سے استدلال کرنے کی حقیقت: ”سعودی تفسیر کی حیثیت، اور مسلک سلف؟“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

گمراہ ٹولے کی بنیادی علامات:

۱: نجد سے شیطان کا سینگ (گروہ) ظاہر ہوگا۔ (بخاری، کتاب الفتن)

۔ زلزلے نجد میں ہوں، فتن برپا ہوں

یعنی ظاہر ہو زمانے میں شرارت تیری!

۔ ہوا سی خاک سے شیطان کی سنگت پیدا

دیکھ لے آج ہے موجود جماعت تیری!

۲: بنی تمیم نسل سے (اس ٹولے کی) ابتداء ہوگی۔ (بخاری، کتاب المغازی)

۳: است پر ایک ایسے آدمی کا خوف ہے، جو قرآن پڑھے گا، ہمسائے پر تلوار

سے حملہ کرے گا، اور شرک کی تہمت لگائے گا، مگر فی الحقیقت خود مشرک ہوگا۔



(ابن حبان: ۱، ص ۲۸۲، تفسیر ابن کثیر، اعراف ۱۷۵)

۴: مسلمانوں کو قتل کریں گے اور مشرکوں کے چھوڑے رکھیں گے۔

(بخاری، کتاب التوحید)

یہ علامات بالخصوص ”محمد بن عبدالوہاب نجدی“ اور کچھ اس کے قبیعین میں پائی

جاتی ہیں۔ (تفصیل ”دالیان نجد و حجاز“ اولیٰ باب، میں ملاحظہ کریں)

آج تک سعودی نجدیوں کی کوئی کارروائی یہود و نصاریٰ کے متعلق نہیں، بلکہ آپ سعودی صدر کو صدر بش کے ساتھ ”یوٹیوب“ پر رُکس و ڈانس اور چومتے چاتے، اور سعودی ملاؤں کو کلبوں میں طوائفوں کے ساتھ ناچتے گاتے دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی ساری جنگ صرف ”اہل سنت“ کے ساتھ ہے، ان کا سارا مال مسلمانوں کو مشرک اور وہابی بنانے پر خرچ ہو رہا ہے۔ (تفصیل ”شیخ نجدی کا تعارف“ عنوان ملاحظہ فرمائیں)

ان لوگوں کی حقیقت؟:

اگر کوئی سنی عالم ان گستاخوں اور غالیوں کی ان نشانیوں کو بیان کر کے ان کو بے دین کہے، تو اس کو فتنہ پرور، تفرقہ باز، متعصب اور بنیاد پرست کہا جاتا ہے۔ لیکن آئیے اب زبان رسول ﷺ سے، باوجود ان کے نمازی، قاری، عالم اور مبلغ ہونے کے ان کی حقیقت حال ملاحظہ فرمائیں۔

❁..... قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

لیکن اترے گا نہ قرآن گلے سے نیچے

ابھی گھبرا نہیں باقی ہے حکایت تیری!

❁..... نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔ (مسلم، کتاب زکوٰۃ)



● ایمان ان کے مطلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری، کتاب استیلاہ المرتدین)

● حق ان کے مطلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۱۵)

● دین سے یوں خارج ہو گئے جیسے تیر شکار سے۔ (بخاری، کتاب استیلاہ المرتدین)

۔ ظلم کے دین سے یوں، جیسے نشانے سے تیر

آج اسی تیر کی ٹخیر ہے سگت تیری!

● (مسلمانوں کو مشرک کہنے کی وجہ سے) بدترین مخلوق ہوں گے۔ (اینا)

۔ اپنی حالت کو حدیثوں کے مطابق کر لو

آپ کھل جائے گی پھر تمھ پہ خباثت تیری!

● ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے، یہاں تک ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے

گا۔۔۔ (سنن نسائی: کتاب تحریم الدم)

باپ دادا کے مسلک پر قائم اور گمراہوں سے دور رہو:

سرکارِ دو عالم نے ارشاد فرمایا: ”ہی آخر الزمان“ آخری زمانے میں، کچھ مکار

اور جھوٹے لوگ ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی نئی نئی باتیں لائیں گے، جو نہ تم نے اور

نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوگی، ایسے لوگوں سے دور رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا

”لا یصلو نکم ولا یفتنونکم“ کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں، اور کہیں تمہیں فتنے میں نہ

ڈال دیں۔ (مقدمہ، مسلم شریف)

وہابی لوگ مشرکین مکہ کے مشرک باپ داداؤں کے متعلق نازل شدہ

آیات (مائدہ ۱۰۳، دھیرہ) کو، مسلمانوں کے مسلمان باپ داداؤں پر لگا کر کہتے ہیں: کہ یہ

سنی لوگ بھی مشرکین کی طرح کہتے ہیں کہ ہم اسی طریقے پر ہیں گے جس پر ہمارے آباء



واجداد تھے۔ جبکہ اس فرمان پاک سے معلوم ہوا کہ مسلمان باپ دادا کے شریعت کے مطابق عقائد اور طریقوں پر قائم رہنا، اور جدید فرقوں کی نئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، خود مدعائے شرعی ہے۔

نجدیوں کے تمام مخصوص عقائد، صالحین کی گستاخیاں، شرک و بدعت کے فتوے، جس کا نمونہ یہ سعودی تفسیر ہے۔ یہ سب نئی گمراہی ہیں، جو کسی صورت بھی سلف کرام اور پہلے مسلمانوں سے ثابت نہیں۔

۔ مانو نہ مانو جان من، اختیار ہے

ہم، نیک و بد آپ کو سمجھائے جاتے ہیں



باب: ۳

### منافقت کی نشانیاں:

منافق کی پہچان یہ نہیں، کہ وہ نماز اور دیگر نیک اعمال سے کتراتا ہے، یہ سب کچھ تو منافقین مدینہ بھی کرتے تھے، اور اس امت کے سارے فرقے بھی نماز روز و جہاد اور قرآن و سنت پر عمل کا دعوئی کریں گے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانے میں، اپنی امت میں ہونے والی ایک قوم کی یہ علامتیں بیان کیں، کہ وہ کثرت سے نماز روزہ قرآن وغیرہ پڑھیں گے، اور اس کے باوجود بھی، دین سے بالکل خارج ہونگے۔

(بخاری کتاب التوحید، واستابہ المرتدین، ترمذی، کتاب الفتن، وغیرہ)

اور قرآن پاک میں منافقوں کے جہاد کرنے، نماز پڑھنے، اور مسجد تعمیر کرنے کا بھی ذکر موجود ہے۔ مگر ان کی (بلکہ تمام باطل فرقوں کی) گمراہی کی اصل نشانی اور وجہ،



مسلک صحابہ و سلف کرام سے اعراض کرنا ہے۔

اعتقادی منافقت کی چند علامات:

(۱) تعظیم کو شرک قرار دینا:

محبوبانِ خدا کی تعظیم کو عبادت و شرک کا نام دے کر اس سے بغاوت کرنا منافقوں کا پرانا شیوا ہے۔ شیطان بھی تعظیم آدم علیہ السلام سے فرار کے سبب مردود ٹھہرا۔

تفسیر مدارک میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کایہ جملہ موجود ہے، اُس نے تعظیم رسول ﷺ سے تنگ دل ہو کر اس کو عبادت و شرک کا نام دے کر، ایک صحابی رسول ﷺ کو یہاں تک کہہ دیا: کہ میں نے تمہارے کہنے پر نماز، روزہ جہاد وغیرہ سب کچھ کیا، ”فما بقی لی الا ان اسجد لمحمد“ کیا اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کروں؟۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ویسے تو رسول اللہ ﷺ کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے لیکن یقیناً آپ ﷺ کو سجدہ نہیں کرتے تھے۔ مگر اس منافق نے آپ ﷺ کی تعظیم سے بغاوت کرنے کے لیے، افراط اور غلو سے کام لیتے ہوئے، تعظیم و ادب کے طریقوں کو سجدے سے تعبیر کر کے، عبادت و شرک مراد لے لیا۔

یہی روش آج ان خارجیوں کی ہے، جو تعظیم صالحین سے بغاوت اختیار کرنے کے لیے اسے عبادت و شرک کا نام دے دیتے ہیں، اس طرح اس گمراہی کو خالص توحید گردانتے ہیں۔

جیسے بابائے وہابیت اسماعیل دہلوی نے لکھا: ”نماز میں اپنے شیخ یا خواہ نبی



کریم ﷺ کی طرف اپنی توجہ لگا دینا، بیل اور گدھے کی صورت میں گم ہونے سے زیادہ برا ہے۔ (استغفر اللہ!) کیونکہ ایسی ہستیوں کے خیال سے تعظیم پیدا ہوتی ہے، اور نماز میں غیر کی تعظیم، شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم، ملخصاً: ۱۷۰، ۱۶۹)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی بار عین نماز کی حالت میں بھی تعظیم و ادب مصطفیٰ ﷺ کی حد کر دی۔ ملاحظہ کریں: (بخاری: ۱۰۳/۱، ۱۵۳، ۶۳۰/۲، ۱۰۶۶، ۶۳۰/۲)

لیکن پھر بھی آپ ﷺ کو یا کسی صحابی کو یہ خدشہ نہیں گزرا، جو آج وہابیوں کو گزرتا ہے۔ شائد ان کو توحید کی سمجھ اور فکر زیادہ ہے، یہ سب کچھ ابن تیمیہ کی تقلید کی کارستانیوں ہیں۔

❖ اسی طرح یہ لوگ آپ ﷺ سے طلب شفاعت اور مدد کو شرک کہتے ہیں، جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ بعض علما نے ابن تیمیہ کو اسی عقیدے کی وجہ سے زندیق کہا، کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی توہین اور تنقیص ہے۔

(الدرر الکامہ: ۱/۱۵۵)

معلوم ہوا کہ سلف کرام کے عقیدے میں آپ سے استشفاء اور استمداد آپ کی تعظیم اور ادب ہے۔

❖ ذاکر نائیک یزیدی بھی کہتا ہے: ”آج کی تاریخ میں محمد ﷺ سے مانگنا بھی حرام ہے۔“ (مشہور کلب)

❖ ائمہ اسلام نے میلاد شریف کو آپ ﷺ کی تعظیم قرار دیا ہے، لیکن یہ لوگ جشن میلاد شریف کو بدعت، ابولہی سنت اور پتہ نہیں کیا کیا بک دیتے ہیں، یقیناً یہ بھی آپ ﷺ کی گستاخی ہے۔ (تفصیل ”میلاد شریف“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)



اسی لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

۔ شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب  
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے!  
۔ مؤمن ہے وہ، جو ان کی عزت پہ مرے دل سے  
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی، تو مرے دل سے

(۲) اللہ والوں کو ذلیل کہنا:

اسی طرح برگزیدہ ہستیوں کی تحقیر کرنا، اُنکو ذلیل، اور مجبور وغیرہ کہنا یہ بھی منافقین کا پرانا وطیرہ و طریقہ ہے، جیسا کہ منافقین مدینہ نے کہا (جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھتے، جہاد وغیرہ بھی کرتے تھے) ”یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو، ”لیخرجن الاعز منها الاذل“ تو عزت والا، وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔“

جولاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون“۔ ”سنو! عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے، اور اُسکے رسول ﷺ کے لیے، اور ایمان والوں کے لیے ہے، لیکن منافق نہیں جانتے۔ (منافقون: ۸)

بالکل یہی انداز پیشوائے وہابیت اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ میں اختیار کیا۔ کہ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابل لا کر، اُنکی انتہائی بے ادبی اور تذلیل کی ہے، تاکہ پڑھنے والا یہی سمجھے کہ ماشاء اللہ! مولوی صاحب رب تعالیٰ کی بلندی شان اور توحید بیان کر رہے ہیں۔ اس انداز سے ہن کے لیے اللہ والوں کی توہین و تحقیر کا منصوبہ آسانی سے پورا ہو جاتا ہے۔



..... اب ذرا طریقہ واردات ملاحظہ کریں، لکھتا ہے: ”ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے، چھارے سے بھی زیادہ ذلیل ہے“۔ استغفر اللہ! (تقویۃ الایمان: ۱۶)

..... ابھی عداوت صالحین کی آگ میں جلتا ہوا سینہ ٹھنڈا نہیں ہوا، مزید لکھ دیا: ”اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء، اولیاء، اُسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں“۔ (معاذ اللہ!) (ص: ۶۳)

تقریباً یہ ساری کتاب گستاخیوں سے بھری پڑی ہے۔ باوجود اسکے کہ غیر مقلد اور دیوبندی حضرات بڑے فخر، ہٹ دھرمی اور بے شرمی سے اس کفر کے پلندے اور بدعتوں کے مجموعے کی عام اشاعت کرتے ہیں۔

ایک طرف ان بے ادبوں کا محبت مصطفیٰ ﷺ کا دعویٰ دیکھیے، اور دوسری طرف ان لوگ کے عقیدے میں برگزیدہ ہستیوں کی اللہ کے ہاں ”چھار“ اور ”ذرہ نا چیز“ سے بھی کم حیثیت ہے۔ لعنہ اللہ علی الظالمین!

(۳) فساد و فتنہ کو اصلاح کا نام دینا:

منافقین کی یہ بھی عادت ہے کہ ”فساد“ کو اصلاح کا نام دیتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۱)

آج یہ لوگ انبیاء، صوفیاء اور ائمہ دین کی توہین بھی کرتے ہیں۔ امت مسلمہ کو

مشرک بھی قرار دیتے ہیں، خود کش حملے بھی کرتے ہیں، اہل سنت کی آبادیوں میں،

”مسجد ضرار، کفر، تفریق“۔ (توبہ: ۱۰۷) بنا کر، اور اہل سنت کی مساجد پر قبضہ جما کر

تفرقہ و انتشار بھی کرتے ہیں۔ لیکن جب ان پر گرفت کی جائے تو کہتے ہیں: کہ ہم تو ”

توحید و سنت“ کے داعی ہیں۔۔۔ ”شُرک و بدعات“ کے خلاف جہاد کرنے والے ہیں،



اور فرقہ واریت ختم کر کے اتحاد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

قارئین! آپ خود فیصلہ کریں، کہ اللہ کی زمین پر اس سے بڑھ کر اور فساد کیا ہوگا؟ کہ صالحین کی بے ادبی، اور مسلمانوں پر شرک و بدعت کے جھوٹے فتوؤں کو توحید، اسلام اور اصلاح کا نام دیا جائے!۔

(۴) مولائے کائنات علی شیر خدا سے بغض رکھنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم انصار لوگ منافقین کو مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔

(ترمذی)

● اب اسماعیل دہلوی کی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عداوت ملاحظہ کریں۔

لکھا: ”اور جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں“۔ (تقویۃ الایمان)

میں کہتا ہوں کہ کیا دہلوی پر وحی نازل ہوئی کہ صرف یہ دو حضرات ہی مجبور اور بے اختیار ہیں؟۔۔۔ اگر نہیں تو پھر صرف انہیں دو ہستیوں کو ہی نامی نیٹ کرنے کا کیا مقصد تھا؟۔۔۔ اظہار بغض کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے!۔

● نجدی مفسر نے بھی نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مردہ کہہ کے، اپنے بغض کا اظہار کیا۔ (ص: ۱۳۰۵)

● ابن تیمیہ کے متعلق ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ اس نے علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ ان سے سترہ مقامات پر خطا ہوئی، اور قرآن کی مخالفت کر گئے۔ (الدبدبہ لکائنہ: ۱۵۴)



..... حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شیخ نجدی کا عقیدہ تھا، کہ پرانے بت لات وعزی ہیں، اور نئے بت محمد ﷺ علی رضی اللہ عنہ اور عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (سیف چشتیائی، قدیمی، حاشیہ)

(۵) علم رسول ﷺ پر اعتراض کرنا:

علم رسول ﷺ پر اعتراض کرنا بھی منافقوں کا طریقہ اور علامت ہے۔

..... جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ بنی مصطلق سے لوٹے تو راستے میں سخت ہوا چلی پس سواریاں بھاگ گئیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے رفاعہ کے مدینہ پاک میں فوت ہونے کی خبر دی۔۔۔ اور فرمایا: دیکھو میری اونٹنی کہاں ہے؟۔

عبداللہ بن ابی منافق نے اپنی قوم سے کہا کیا تم تعجب نہیں کرتے اس مرد سے جو خبر دے رہا ہے ایک مرد کی مدینہ میں موت کی اور یہ نہیں جانتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک بعض منافقوں نے میرے متعلق ایسا کہا ہے، اور میری اونٹنی کی اس گھائی میں درخت سے ٹکلیں اٹکی ہوئی ہے۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے فرمان کے مطابق اونٹنی کو پالیا۔ (تفسیر کبیر پارہ ۹، زیر آیت ولو کنت اعلم الغیب، تفسیر ابن جریر پارہ ۱۰، زیر آیت انما کننا خوض و نلعب)

علم مصطفیٰ ﷺ پر منافقوں کے اعتراض والا ایک الگ واقعہ تفسیر خازن، معالم التنزیل، (زیر آیت: ما کان اللہ لیزر المؤمنین) میں موجود ہے۔

..... اسماعیل دہلوی نے بھی علم رسول پر اعتراض کیا، لکھا: غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟۔ (تقویۃ الایمان)

..... اور یہی عقیدہ دیوبندی اور اہلحدیث وہابیوں کا ہے۔ جس طرح اشرف علی تھانوی



نے معلم کائنات ﷺ کے علم مقدس کو حیوانات اور پانگلوں وغیرہ کے علم جیسا کہا ہے۔ (حفظ الایمان)

(۶) تفرقہ بازی کے لیے مساجد تعمیر کرنا:

منافقوں نے فرقہ واریت، مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور کفر و گمراہی میں مبتلا کرنے کے لیے مساجد تعمیر کی۔ (توبہ: ۱۰۷)

نجدی لوگ بھی اہل سنت کی آبادیوں میں پہلے سے مساجد ہونے کے باوجود انہیں غلیظ مقاصد کے لیے، اپنی الگ ”ڈیڈھ اینٹ کی مسجد“ بنا لیتے ہیں۔

(۷) سب کے ساتھ: (وہابی بھی، سنی بھی)

منافق، مسلمانوں سے کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں، اور کافروں سے کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ یعنی درمیان میں ہی انکے اور لٹکے رہتے۔ قرآن کریم نے ان کو ”مذبذبین“ فرمایا ہے۔ (البقرہ: ۱۴، النساء: ۱۴۳)

یہی حال ان لوگوں کا ہے، وہابیوں کے ساتھ وہابی، سنیوں کے ساتھ سنی۔ مساجد اہلسنت پر قبضہ جمانے کے، کئی کئی سال تک سنی ہونا ظاہر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ منافق و مومن میں نماز، جہاد، داڑھی اور تبلیغ وغیرہ تمیز نہیں کر سکتے، بلکہ وہ ایک ہی چیز ہے، اور وہ ہے اللہ والوں کا ادب و تعظیم، اور یہ دولت صرف اہلسنت کو ہی حاصل ہے۔

ع اعظم، اہلے بخت سوائے جنہوں ایہہ دولت (ادب) مل جائے!





## سعودی تفسیر کی حیثیت اور مسلک سلف؟

سعودی تفسیر کے ”سلفی تفاسیر“ کا خلاصہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے نجدی مفسر نے لکھا: ”بعض جدید و قدیم مفسرین نے جو صحابہ و تابعین کی تفسیر اور سلف کے منہج و مسلک کو اہمیت نہیں دیتے۔ (ص: ۱۱۴)

اس سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (بنام: ”تفسیر احسن البیان“، مکتبہ دارالسلام لاہور و ریاض) میں بھی یہ دعویٰ کیا، بلکہ سفید جھوٹ بولا: ”کہ یہ سعودی تفسیر، تفسیر ابن کثیر، فتح القدیر، ابن جریر، طبری، جیسی سلفی و قدیمی تفاسیر کا خلاصہ اور سلف کے منہج و مسلک کا آئینہ ہے۔ (ص: ۱۲، ۶۸، ۶۹، ۱۳۹)

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس تفسیر کو ”سلفی تفاسیر“ کا خلاصہ اور سلف کے مسلک کا آئینہ کہنا دجل اور سلف الصالحین پر تہمت و افتراء اور انکی بے ادبی ہے۔

لہذا اس سعودی تفسیر کو ابن تیمیہ، ابن قیم، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کے باطل و گمراہ کن افکار و نظریات کا خلاصہ اور آئینہ کہنا ہی مناسب اور درست ہے۔

در اصل یہ دھوکہ اور تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ ہم نجدیوں کے عقائد کا سلسلہ سلف سے ملا ہوا ہے، اور ہم نے اس سعودی تفسیر میں جو کچھ تحریفیں کیں، جھوٹ بولے، بدعتیں گھڑیں، اللہ والوں کو بکواسات کیے ان کو کئی بار مردہ اور بے حیثیت لکھا۔

مسلمانوں اور صالحین کو دشمنانِ خدا بتوں اور بت پرستوں کے متعلق نازل شدہ آیات کا مصداق ٹھہرایا، اُمت کی اکثریت کو مشرک و بدعتی لکھا، یہ سب سلف کا مسلک و منہج ہے۔

لعنة الله على الكاذبين



## وہابیوں کے مخصوص سلف:

سوال یہ ہے جب نجدی حضرات کے مخصوص عقائد سلف صالحین سے متضاد ہیں جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے، تو پھر یہ اپنے کو سلفی کیوں کہتے ہیں؟  
جواب یہ ہے: کہ یہ لوگ معروف سلفی نہیں، بلکہ یہ مخصوص سلفی ہیں، اس لیے کہ ان کے سلف ”ابن تیمیہ، ابن قیم، محمد بن عبدالوہاب“ ہیں، جن کو علماء اسلام نے امت کے اجماعی مسائل سے انحراف کی وجہ سے گمراہ، زندیق اور منافق تک کہا۔ مندرجہ ذیل عبارت غور سے پڑھیں، ان کے سلفی ہونے کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

✽..... عبداللہ غزنوی شاگرد نذیر حسین دہلوی کے متعلق لکھا کہ یہ: ”ائمہ اسلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتابوں سے شغف رکھتے تھے، اور ”انہیں سلف صالحین کی کتابوں“ کی روشنی میں اپنے اولاد احفاد کی تربیت بھی کی۔۔۔ آپ کے سارے بیٹے پوتے منہج سلف کے سچے داعی بن کر نکلے، اور برصغیر ہندو پاک میں سلفی (یعنی وہابی) دعوت کی خوب خوب اشاعت کی۔“ (”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“ ص ۴۵، دارالکتاب والنسۃ، ریاض)

✽..... شیخ نجدی بھی انہیں مخصوص سلف کا پیرو تھا، لکھا گیا: ”نجد واپس آ کر بعض متاخرین حنبلی علما جیسے ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہ کے اجتہادات کے مطابق سرگرم عمل ہو گئے، اور یہ حضرات (ابن تیمیہ وغیرہ) بدعتیوں (مراد اہل سنت) کے خلاف سخت ترین لوگوں میں تھے۔“ (ایضاً ص ۲۵، التاج المکمل: ص ۳۳۴، از نواب صدیق)

✽..... مزید لکھا: ”غرضیکہ صاحب نجد شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ”مسلم وہابی تھا“، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم کا تھا۔“



(ایضاً، ۳۶، ہدایۃ السائل: ص ۱۱۵، از نواب صدیق)

✽۔۔۔۔۔ مزید یقین دہانی کرواتے ہوئے لکھا: ”شیخ محمد بن عبدالوہاب ”در حقیقت“  
 شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کے نقش قدم پر گامزن تھے۔“ (ایضاً: ۳۷، ایضاً: ۱۱۶)  
 دوسری طرف یہ جھوٹ بھی بول دیا: ”شیخ الاسلام کا طریقہ تمام تراہل سنت  
 و جماعت کے موافق ہے۔“ (ایضاً: ۳۰)

مطلب یہ ہوا کہ صرف یہ دو حضرات ”ابن تیمیہ، اور ابن قیم“ ہی اہل سنت  
 تھے۔  
 ہذا بہتان عظیم!

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں کیا فرق ہے؟

✽۔۔۔۔۔ دیوبندی منظور نعمانی نے اسماعیل دہلوی کا شیخ نجدی سے اتباع کا رشتہ  
 جوڑتے ہوئے لکھا: ”ان (شیخ نجدی) کا مسلک و موقف قریب قریب وہی ہے، جو شیخ  
 الاسلام ابن تیمیہ، اور ان کے تلامذہ حافظ ابن قیم کا ہے، اور رد شرک اور دعوت اخلاص  
 و توحید کے بارہ میں ان کا رویہ (کچھ فرق کے ساتھ) وہی ہے جو حضرت شاہ اسماعیل شہید  
 (لبلی نجد) کا ”تقویۃ الایمان“ میں ہے۔“

(شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ: ص ۱۰، ۵۰، ۶۶، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱







..... حسین احمد مدنی دیوبندی نے لکھا: ”وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی

کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر) پہنچاتے ہیں“۔ (الشہاب الثاقب: ص ۸۲)

۵: نبی علیہ السلام کو بے نفع لکھا۔ (”شریعت یا جہالت“: ۴۰۰، اسلامی کتب خانہ لاہور)

اس کے علاوہ یہ کتاب مکمل طور پر ”تقویۃ الایمان“، اور ”سعودی تفسیر“ کی ہی کاپی اور نچوڑ ہے۔ اسی ذکر یا کاندھوی نے ”ابوالحسن ندوی“ سے اصرار کے ساتھ اسماعیل دہلوی کی ”تقویۃ الایمان“ کا عربی میں ترجمہ کروایا۔

(تقویۃ الایمان: ۱۲، ۱۳، مکتبہ خلیل لاہور)

یعنی اس کتاب ”تقویۃ الایمان“ اور ”سعودی تفسیر“ پر دونوں گھر تبلیغی اور غیر مقلد متفق ہیں، یہ کتاب اور ”سعودی تفسیر“ بھی دونوں پر حجت ہے، جن میں انبیاء اولیا اور مؤمنین کو منہ بھر کر گالیاں دی، اور ان کی تحقیر و تذلیل کی حد کر دی گئی، (تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات ”بدعات وہابیہ“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں) اسی کتاب کی رشید گنگوہی نے بھی تعریف و تصدیق کی، اس کے سارے مسائل صحیح ہیں، ساری پر عمل کرے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اور یہی کتاب ”تقویۃ الایمان“ ہی برصغیر کے مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار کا

سبب بنی۔

مسلمانوں کے جن عقائد کی اسماعیل دہلوی کے دادا شاہ ولی اللہ، اور چچا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہما نے تائید کی، اسماعیل دہلوی نے شیخ نجدی کی تقلید میں انہیں عقائد کو شرکیہ اور کفریہ کہا۔



مولانا حسن رضا خان بریلوی غفرہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۔ ترجمہ اس کا ہوا تقویۃ الایمان نام  
جس سے بے نور ہوئی چشم بصیرت تیری

لہذا معلوم ہوا دیوبندیوں (تبلیغی جماعت وغیرہ) اور نام نہاد اہلحدیثوں  
وہابیوں میں صرف نام اور طریقہ واردات کا فرق ہے،۔۔۔ باقی سب ایک ہی تھیلی کے  
چٹے بٹے ہیں۔

مزید یہ کہ جو عقائد حسین احمد مدنی نے وہابیہ کے ثابت کر کے ان کو گمراہ ثابت  
کیا تھا وہی عقائد آج دیوبندیوں نے اپنا رکھے ہیں۔ (عنوان ”حسین احمد دیوبندی کی شیخ  
نجدی اور دین نجدی کے متعلق تصریحات“ ملاحظہ کریں)

نوٹ: تقویۃ الایمان کی طرح یہ سعودی تفسیر بھی دیوبندیوں اور غیر مقلدین  
دونوں کے ہاں معتبر اور مستند ہے، کیونکہ اس کے سارے شرک و بدعت کے فتوے تقویۃ  
الایمان ہی کی کاپی ہیں، اور دونوں گھر بڑے شوق و عقیدت کے ساتھ اس سعودی تفسیر  
کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے اس کے رد میں بعض جگہ دیوبندیوں کو بھی ساتھ  
ہی رکھا ہے، لہذا یہ غیر مقلدوں کے ساتھ ساتھ، دیوبندیوں کا بھی رد، اور ان پر بھی  
حجت ہے۔

اشرف علی تھانوی اور عطاء اللہ حنیف غیر مقلد کی گواہی:

اشرف علی تھانوی لکھتا ہے: کہ اسماعیل دہلوی نے اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع  
کیا۔۔۔ اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا: کہ میں نے یہ کتاب لکھی



ہے، اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ہوگی۔۔۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جائے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے، اس پر ایک شخص نے کہا اشاعت تو ضرور ہونی چاہیے، مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیے۔۔۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بلا اتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح شائع ہونی چاہیے۔ چنانچہ اسی طرح شائع ہوئی۔“

اس پر تھانوی کا حاشیہ بھی پڑھ لیں لکھتا ہے: ”ایسے بزرگ پر تشدد دیا اصرار یا استبداد کا شبہ اگر ظلم نہیں تو کیا ہے۔“

(ارواح ثلاثہ: ۸۳، حکایت: ۵۹۔ اکل البیان، از عطاء اللہ حنیف غیر مقلد)

اسماعیل دہلوی کے علم اور فہم کے متعلق اس کے چچا عبدالقادر کی گواہی بھی سن لیں: ”بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا۔“ (ارواح ثلاثہ: ۹۸، از اشرف علی تھانوی)

میں ان وہابی مولویوں سے (جو عوام کو ”ولائت فرقہ“ بنا کر ان سے جھوٹ بولتے اور مکر کرتے ہیں، کہ ہم مسلمانوں میں اتحاد چاہتے ہیں) کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو مشرک بنانے اور لڑانے، فرقہ واریت پھیلانے کے لیے، اپنے خود ساختہ دین، اور سوچی سمجھی سازش کے متعلق اپنے ان مولوی کی گواہی پڑھو اور ڈوب مرو!۔۔۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی!



امت میں قصدِ التفرقہ ڈالنے اور شرک کی تہمت کا اقرار:

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ دہلوی کی لکھی گئی کتاب ”تقویۃ الایمان“ اس قابل نہیں تھی کہ اسی طرح چھاپی جاتی۔ یا تو وہ پھاڑ دینے کے قابل تھی، نہیں تو ترمیم ضرور ہونی چاہیے تھی۔ کیونکہ اس میں انگریز کی تمنا کے مطابق جان بوجھ کر شرک اصغر کو شرک اکبر لکھ دیا گیا تھا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ان فتنہ پرور لوگوں نے نہ تو پھاڑی، اور نہ ہی ترمیم کرنا گوارا کی، اور اسی طرح چھاپ دی اور آج تک اسی حالت پر موجود ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ ان کا امام دہلوی تو خود اقرار کرے کہ ”میں نے جان بوجھ کر شرک خفی کو شرک جلی بنا دیا ہے، لہذا یہ کتاب پھاڑ دینے کے قابل ہے۔“ مگر اس کے مقلدین اور قبعین کے تعصب اور نا انصافی کی انتہا دیکھیے! کہ اشرف علی تھانوی تشدد کرنے کے اقرار کو شبہ قرار دے کر اس شبہ کو ظلم کہہ رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پوری امت پر شرک اکبر کا الزام ظلم نہیں، مسلمانوں کو لڑانا بھڑانا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ظلم نہیں، اگر ظلم ہے تو ایسے ظالم کے ظلم پر بولنا ظلم ہے۔ (استغفر اللہ!)

اور بات بہت افسوس ناک ہے کہ ایسی کتاب کا رد کرنے کی بجائے، اس کی شان بیان کرتے ہوئے زمین و آسمان کے فلا بے ملا دیے۔۔۔ ملاحظہ کیجیے!

..... رشید گنگوہی کہتا ہے: کتاب ”تقویۃ الایمان“ نہایت عمدہ اور سچی کتاب

۔۔۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲۲۴)



❖..... دوسری جگہ لکھا: بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔۔۔ تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے۔ (ایضاً: ۲۲۶، مکتبہ رحمانیہ)

❖..... نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کہتا ہے: تقویۃ الایمان کا ماننا عین ایمان ہے، اور انکار کفر۔ (فتاویٰ نذیریہ)

یعنی ہر دیوبندی اور غیر مقلد کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ صالحین کو اپنا شفیع ماننے والے مسلمان ابو جہل کی طرح کے مشرک ہیں۔ یہ سب کچھ ایمان ہے اس انکار کفر ہے۔ لعنة الله على الظالمين والمفترين!

یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو امت پر شرک کے جس الزام جو خوف تھا، اس کا ظہور شیخ نجدی کے بعد اسماعیل دہلوی سے ہوا۔ (تفصیل "شرک کے الزام کا خوف تھا" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

۔ منزل پہ پہنچنا ہے تو کوئی پہچان پیدا کر

لباس خضر میں یہاں لاکھوں رہزن پھرتے ہیں

مسلم سلف سے لا تعلقی کا اقرار:

❖..... اسماعیل دہلوی اپنے حوریوں کو مسلم سلف سے بغاوت اور خود محقق بننے کا

درس دے رہا ہے، لکھا: "اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت

مشکل ہے؛ اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں۔۔۔ اور اللہ

و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔" (تقویۃ الایمان: ۲۳، نعمانی کتب)

❖..... مزید لکھا: "اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض



باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔“ (ایضاً)  
 ❖..... نواب صدیق حسن نے سلف امت سے اپنی لا تعلقی کا اقرار کرتے ہوئے  
 لکھا ہے: ”اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت (اجماع کا کوئی ذکر  
 نہیں) کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور  
 عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔“ (ترجمان وہابیہ: ۲۰)

❖..... مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی یہی اقرار کیا۔ (اشاعۃ السنۃ ج ۹، شمارہ ۳، ص ۷۲)  
 ❖..... ذاکر نائیک بھی اپنی ایک تقریر میں مسلک سلف سے دستبرداری کا اعلان  
 کرتے ہوئے کہتا ہے: ”بہن نے پوچھا ہے کون سے اسلام پر عمل کرے؟ اسلام جو  
 قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس پر عمل کرے (سلف و اجماع کا کوئی ذکر  
 نہیں)۔“ (عنوان تقریر ”اسلام کے متعلق غلط فہمیاں“)

❖..... نواب وحید الزماں غیر مقلد بھی اپنوں کی اسی گمراہ کن روش کا رونا روتے  
 ہوئے لکھتا ہے: ”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے  
 ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ اجماعی مسائل کی (بھی) پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین  
 اور صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے، اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث  
 شریف میں جو تفسیر آچکی ہے، اس کو بھی نہیں سنتے ہیں۔“ (حیات وحید الزماں: ۱۰۲، وحیدالغات)

❖..... میاں نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالحق لکھتے ہیں: ”جیسے یہ  
 مذہب والے (غیر مقلدین) ہیں کہ کسی (فقہی) مذہب کو نہیں مانتے، تو وہ مقرر اجماع  
 امت کا مخالف ہے، اس کو محمدی خالص جاننا عین ذلالت ہے۔“ (تبیہ الضالین: ۳۹)

وہابیوں سمیت تمام گمراہ فرقوں کی حالت بالفاظ ”نجدی مفسر“ کے ایسی



ہے؛ ”شیعہ کے معنی فرقے اور گروہ، اور یہ بات ہر اس قوم پر صادق آتی ہے جو دین کے معاملے میں مجتمع تھی لیکن ان کے بعض افراد نے اپنے کسی بڑے کی رائے کو ہی مستند اور حرف آخر قرار دے کر اپنا راستہ الگ کر لیا، چاہے وہ رائے حق و صواب کے خلاف ہی ہو۔“ (ص: ۴۰۴)

وہابی سلف صالحین کے گستاخ ہیں:

❖..... معتمد غیر مقلد عالم داؤد غزنوی اپنی جماعت کے اسحاق نامی شخص کو مخاطب کر کے کہتے ہیں؛ ”مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر (نام نہاد اہل حدیث) شخص ابو حنیفہ، ابو حنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے، پھر ان کے بارے میں ان (علم و معرفت شرم و حیا سے محروم غیر مقلدین) کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں، ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔“ (داؤد غزنوی: ۱۳۶، ۱۳۷)

❖..... انہی داؤد غزنوی نے ہی ساہیوال کے خطبہ جمعہ المبارک میں واضح طور پر اپنے وہابی سامعین کو فرما دیا تھا؛ ”کہ دوسرے لوگوں (اہل سنت) کی یہ شکایت کہ اہل حدیث (وہابی) حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں، بلاوجہ نہیں ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں، اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کرتے ہیں، یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے، اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔“ (داؤد غزنوی: ۸۸، ۸۷)

❖..... پروفیسر ابو بکر غزنوی وہابی لکھتے ہیں؛ ”امرِ تسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا۔ جس



میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی۔۔۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھا۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتا تھا، ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا ہوں، کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ (داؤد غزنوی ص ۱۹۱)۔ (مزید ”آزادی رائے اور ترک مسلک سلف و تقلید و اجماع کا انجام اور نیا فرق؟“ عنوان ملاحظہ کریں)

وہابی اپنی تفسیر سلف سے ثابت کریں: (اہمیت مسلک سلف)

جب ان لوگوں کے ہاں صحابہ کا فہم، قول اور تفسیر حجت نہیں، تو ہمارے نزدیک ان بدعقیدہ اور بے ادب لوگوں کا فہم و تفسیر کیسے حجت اور قابل التفات ہو سکتی ہے؟

✽۔۔۔۔۔ وہابیوں کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: ”قول صحابی حجت نیست“، یعنی صحابہ کی بات دلیل نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۱/۳۳۰)

✽۔۔۔۔۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی بھی لکھتے ہیں: حجت بتفسیر صحابہ غیر قائم است۔ ”صحابہ کرام کی گئی تفسیر قرآن معتبر نہیں ہے“۔ (بدور الاحلہ: ۱۳۹)

✽۔۔۔۔۔ دوسری طرف سعودی مفتی نے صحابہ نہیں بلکہ علماء کے قول کی اہمیت یوں بیان کی، لکھا: ”اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ ابن باز، اردو، ص ۷۳، دارالسلام الریاض)

ہم پوری نجدی و وہابی برادری سے مطالبہ کرتے ہیں، کہ اگر تم واقعی طور پر سلفی ہو اور یہ ”سعودی تفسیر“ واقعی سلفی تفاسیر کا خلاصہ ہے، تو پھر تم نے جن مندرجہ ذیل آیات کا مستحق مومنین اور صالحین کو ٹھہرایا ہے، اور ان کی جو تفسیریں کیں، ان کو سلفی تفاسیر سے ثابت کرنا۔



جیسے خود: ”اشارۃ من علم“، (احقاف: ۴) کے تحت لکھا: ”یا کسی منقول روایت میں یہ بات لکھی ہو تو دکھاؤ؟، تاکہ تمہاری صداقت واضح ہو سکے“۔ (ص: ۱۴۱۶)

وہ آیات یہ ہیں: فاتحہ ۲، کے تحت مسئلہ استمداد کے متعلق لگائی گئیں قیود و شرائط۔ البقرة: ۱۷۳، آل عمران: ۱۲۸، مائدہ: ۳۵، اعراف: ۷۱، ۱۹۳، ۱۹۷، یونس: ۱۸، ۲۹، نحل: ۲۰، ۲۱، ۵۶، ۷۵، ۷۶، ۸۶، یوسف: ۲۰، ۱۰۶، حج: ۷۳، بنی اسرائیل: ۵۷، انبیاء: ۵۳، قصص: ۸۸، روم: ۵۳، لقمان: ۱۱، سباء: ۴۲، فاطر: ۱۴۱۳، زمر: ۳، ۴۳، عنکبوت: ۴۱، مؤمن: ۶۰، احقاف: ۶، ۵، ۹، ۲۸، جن: ۱۸۔

ان تمام آیات کے تحت کی گئی تفسیر، کبھی بھی تفاسیر سلف سے ثابت نہ کر سکو گے۔ انشاء اللہ! تو پھر اعتراف کرو کہ ہم سلفی نہیں بلکہ بدعتی اور نجدی ہیں، اور ہم نے اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم میں تحریف، تفسیر بالرائے اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے۔

جس طرح نجدی مفسر نے خود لکھا: ”گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس (قرآن) کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اہل حق کی ایک جماعت بھی تحریفات معنوی کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہر دور میں موجود رہی ہے“۔ (ص: ۷۱۳)

الحمد للہ! ہم نے اس کتاب میں منکرین کی تحریفات قرآنیہ کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ ان کی حالت بقول ان کے ہی ایسی ہے لکھا: ”پڑھتے قرآن کی آیت ہیں اور مسئلہ اپنا خود ساختہ بیان کرتے ہیں، عوام سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے مسئلہ قرآن سے بیان کیا ہے۔ دراصل حالیکہ اس مسئلے کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یا پھر آیات میں معنوی تحریف و طع سازی سے کام لیا جاتا ہے تاکہ باور بھی کرایا جائے کہ یہ من عند اللہ ہے“۔ (ص: ۱۵۶)

یعنی۔۔۔۔۔ خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں!



اور یہ بھی خود تسلیم کیا کہ اجماع امت سے انحراف کفر ہے؛ ”بعض علما نے سبیل المؤمنین (النساء: ۱۱۵) سے مراد اجماع امت لیا، یعنی اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے۔ اجماع امت کا مطلب ہے، کسی مسئلے میں امت کے تمام علماء و فقہاء کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق، یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں، اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔۔۔۔۔ تاہم ایسے جو بھی مسائل ہیں، ان کا انکار بھی صحابہ کے اجماع کے انکار کی طرح، کفر ہے، اس لیے کہ صحیح حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے“ (صحیح ترمذی للالبانی جلد ۲: ۱۷۵۹)۔ (ص ۲۵۶)

✽۔۔۔۔۔ جس الزام کا ذکر نواب صدیق نے کیا: ”الغرض شیخ محمد بن عبدالوہاب کو ناپسندیدہ مذہب اور نئے دین کا ایجاد کرنے والا قرار دینا۔۔۔۔۔ راہ انصاف سے دور ہے۔“ (”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“، ۲۹، ۳۱، اتحاف النبلاء: ۴۱۶)

ہم کہتے ہیں یہ الزام نہیں حقیقت ہے، اور یہی راہ انصاف ہے!

۔ افکار ہی بدلیں تو بدلیں، ایمان بدلنا مشکل ہے  
تفسیر بدلنا آساں سہی، قرآن بدلنا مشکل ہے

مسلمانوں کے معمول کی اہمیت؟:

✽۔۔۔۔۔ ابن قیم جن کو یہ لوگ اپنے خاص سلف میں شمار کرتے ہیں (جیسا کہ ابھی گزرا) بعد دفن میت کو تلقین کرنے کے متعلق روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”یہ حدیث اگرچہ ثابت نہیں، لیکن تمام زمانوں اور تمام شہروں میں بغیر انکار کے اس پر عمل کرنا ہمارے عمل کرنے کے لیے کافی ہے۔“ (کتاب الروح: ۲۱)

یہ ہے عام مسلمانوں کے معمول کی حیثیت! کہ اگر وہ کام شریعت سے نہ



نکراتا ہو، مسلمانوں کا معمول بن چکا ہو تو یہ بھی ایک شرعی حجت ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جس طرح سنت رسول ﷺ کی مخالفت کو گمراہی اور عذاب جہنم کا باعث قرار دیا ہے، اسی طرح مسلمانوں کے طریقے کی مخالفت کو بھی گمراہی اور عذاب جہنم کا سبب قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کریں: (النساء: ۱۱۵)

اسی آیت (النساء: ۱۱۵) کے تحت سعودی مفسر نے بھی اجماع امت کی مخالفت کو کفر قرار دیا ہے، اور ترمذی شریف (۳۹۲) کی حدیث سے بھی استدلال کیا ”کہ میری امت کبھی گمراہی جمع نہیں ہوگی“۔ (ص: ۲۵۶)۔ (مکمل عبارت ابھی گزری ہے)

✽..... خلیفہ عادل و راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وصیت نوٹ کر لیں، فرماتے ہیں: ”جب تم کسی قوم کو (جیسے موجودہ دور میں نجدی وغیرہ) دیکھو کہ وہ عام مسلمانوں سے ہٹ کر کوئی نئی راہ اختیار کر رہے ہیں (تو سمجھ جاؤ کہ) وہ گمراہی کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ (داری: باب اجتناب الاحواء)

✽..... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جس کام کو مسلمان اچھا جانے وہ کام اللہ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے“۔ (مسند احمد: ۳۷۹/۱، مستدرک للحاکم: ۷۸/۳، حلیۃ الاولیاء: ۳۷۵/۱، طبرانی کبیر: ۱۳۳/۹، مسند بزار: ۸۱/۱، وغیرہ)

معلوم ہوا کہ ہر معمولات اہل سنت کے بارے نص شرعی کا مطالبہ کرنا، سنت رسول ﷺ اور عمل صحابہ سے دلیل طلب کرنا، یا تو دھوکا ہے یا پھر جہالت و حماقت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا معمول بھی ایک شرعی حجت ہے۔

جبکہ وہابی حضرات کے پیشوا اسماعیل دہلوی پرانے مسلمانوں اور بزرگوں کے طریقے سے بغاوت کرنے کا سبق دے رہے ہیں، لکھا: ”اس زمانے میں لوگوں نے



مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔“ (تقویۃ الایمان)

قرآن و سنت کی کیسی تشریح معتبر ہے؟: (اہمیت مسلک سلف)

یہاں یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کسی کا جو موقف اجماع سلف اور مسلمانوں کے معمول کے خلاف ہو، وہ چاہے اس کو ثابت کرنے کے لیے ہزار آیتیں اور حدیثیں پیش کرتا پھرے، اس کا وہ موقف مردود ہوگا۔

جیسے سعودی مفسر نے خود لکھا: ”گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اہل حق کی ایک جماعت بھی تحریفات معنوی کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہر دور میں موجود رہی ہے۔“ (ص: ۷۱۲)

..... حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے مسلمانوں کو گمراہوں اور گمراہ گردوں کے شر سے محفوظ رہنے اور حفظ ایمان کا بہترین اور عام فہم نسخہ ارشاد فرمایا ہے: ”قرآن و سنت کا وہی مفہوم اور مطالب معتبر اور برحق ہیں، جو علما اہل سنت نے سمجھے اور سمجھائے ہیں، ورنہ یوں تو ہر مخالف اہل سنت اور گمراہ ٹولہ بھی اپنے عقائد فاسدہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن و سنت ہی کو دلیل بناتا ہے۔ لیکن مخالفین اہل سنت و جماعت کے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب، یعنی ان کی تفسیر و تشریح ناقابل اعتبار ہے۔“ (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب نمبر ۱۹۳، بحوالہ اہل جنت اہل سنت: ۱۳۱)

کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: ”اهدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیہم۔“

..... اسی خطرے کے پیش نظر امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے دو بد مذہب آدمیوں



سے ان کے اصرار کے باوجود چند قرآنی آیات اور احادیث سننے سے انکار کر دیا، اور فرمایا: جاتے ہو یا کہ میں چلا جاؤں!۔ ایک صاحب نے عرض کیا اگر آپ سن لیتے تو کیا خرابی تھی؟، آپ نے جواب دیا: ”مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی بیان کردہ (سلف کے خلاف) تفسیر و تشریح میرے دل میں پختہ نہ ہو جائے“۔ (سنن داری، باب بدعتوں سے اجتناب) امت کے اس جلیل القدر امام کے اس عمل سے ان عوام المل سنت کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو بد مذہبوں کی محافل میں جانے سے بھی باز نہیں آتے۔ اور منع کرنے پر کہتے ہیں: ”اس میں کیا حرج ہے؟“۔۔۔ اس میں جو حرج ہوتا ہے، وہ امام ابن سیرین نے فرما دیا ہے۔ (مزید: ”بغیر اتباع سلف، قرآن و حدیث سمجھنا ممکن نہیں“، عنوان ملاحظہ کریں) نجدی سلف کو علی الاعلان مشرک کیوں نہیں کہتے؟

الحمد للہ! تمام معتبر قدیمی و سلفی تفسیروں میں آیات ”من دون اللہ“ کا مصداق بتوں اور مشرکوں کو ٹھہرایا گیا ہے، حتیٰ کہ اس سعودی تفسیر کے خاص مأخذ (تفسیر ابن کثیر اور فتح القدیر) میں بھی ان مقامات پر ”سلفی تفاسیر“ کے مطابق ہی تفسیریں کی گئیں، اور ان آیات کا مصداق صرف مشرکوں اور بتوں کو ہی ٹھہرایا ہے۔ جبکہ اس نجدی مفسر نے باوجود ان دو تفسیروں کو اپنی تفسیر کا خاص مأخذ بنانے کے بھی ان مذکورہ مقامات پر باقی سلفی تفاسیر کی طرح، ان دو تفسیروں سے بھی سرکشی اور بغاوت اختیار کی ہے۔

اب چاہیے تو یہ کہ سلف مفسرین اور ائمہ اسلام کے بارے میں منافقت اختیار کرنے کی بجائے، اور بالواسطہ، دے بے لفظوں اور کنایہ مشرک اور بدعتی کہنے کی بجائے، انہیں بھی کھل کر مشرکین عرب سے بھی بدتر مشرک کہا جائے جیسے کہ اہل سنت کو کہا جاتا



ہے، کیونکہ ہم اہلسنت کے عقائد نجدیوں کی طرح خود تیار کردہ نہیں، بلکہ انہیں سلف امت کی پیروی و اتباع میں اختیار کیے گئے ہیں، جن کی وضاحت آگے آئے گی۔

۔ انشاء اللہ!

جب ان لوگوں کے نزدیک یقیناً یہ ائمہ حضرات بھی مشرک ہیں، تو مشرکوں کو سلف لکھنے والے مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں؟

وہابی اہل سنت نہیں، اور کیا سارے فرقے حق پر ہیں؟

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کے دور میں، ”اہل سنت“، صرف وہ لوگ ہیں، جن کو عام زبان میں ”بریلوی“ کہا جاتا ہے، کیونکہ یہی لوگ سلف صالحین کے حقیقی پیرو ہیں۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اہل سنت ہی کو نجات پانے والی جماعت ثابت کرنے کے لیے، اسی چیز کو بطور دلیل پیش کر رہے ہیں، تمام کے تمام سلف صالحین، ائمہ دین مشائخ صوفیہ، اسی عقیدے پر تھے، جو آج اہل سنت کا ہے۔ (احمد المعات: ۷۶/۱)

نجدی مفسر نے لکھا: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت وافتراق مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر دفتح لقریر) جس سے معلوم ہوا کہ اسلام وہی ہے جس پر اہل سنت و جماعت عمل پیرا ہیں اور اہل بدعت و اہل افتراق اس نعمت اسلام سے محروم ہیں جو ذریعہ نجات ہے۔“ (ص: ۱۶۵)

سارے فرقوں کو حق پر سمجھنے والوں اور سب کو اپنی جگہ صحیح کہنے والوں کو غور کرنا چاہیے، کہ ان کی یہ فکر، تعلیم نبوی ﷺ سے نکل رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: (سارے فرقے حق پر نہیں ہوں گے بلکہ) ”الا ملۃ واحده“، ”یعنی صرف ایک جماعت جنتی (حق پر







ہم شرار خلق اللہ، وقال: "انهم انطلقوا الى آيات نزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين"۔ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان (خوارج) کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے، اور فرماتے: (کیونکہ) وہ لوگ ان آیات کو مومنوں پر لگاتے ہیں، جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں"۔ (بخاری، کتاب استنباط المردین: ۱۰۲۴، مسلم کتاب الزکوٰۃ)

پورے نجدی دین اور اس سعودی تفسیر کی بنیاد اسی خارجیانہ طریقے پر ہے، کہ مشرکوں اور بتوں کی مذمت میں نازل ہوئی والی آیات کو مومنین اور صالحین پر چسپاں کیا گیا، جس پر یہ ساری تفسیر گواہ ہے۔ جس سے یہ بات قطعاً ثابت ہو گئی کہ یہ لوگ حقیقت میں خوارج کے قبضین، یعنی خارجی اور بدترین مخلوق ہیں۔

❖۔۔۔۔۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تھا: "ہم شرار الخلق والخلق"، یعنی وہ تخلیق اور اخلاق کے لحاظ سے بدتر ہیں۔ (مسلم کتاب الزکاۃ)

❖۔۔۔۔۔ سعودی مفتی ابن باز نے لکھا ہے: "یہی (یعنی مسلک اہل سنت) کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔ (معاذ اللہ!) (۔۔۔۔۔ عام نصیحت، مفید مجموعہ: ۹ مطابع النجفیہ الریاض)

کیا کفار کے متعلقہ آیات کا، مومنین کیساتھ تعلق ہو سکتا ہے؟

چونکہ مومن اور کافر میں اصل فرق اور امتیاز ہی عقیدے اور نظریے کا ہے، باقی رہیں عملی اور اخلاقی برائیاں تو وہ سب میں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تم اپنے سے قبل لوگوں کے طریقوں کو ضرور اپناؤ گے، پوچھا گیا: یہود و نصاریٰ کے؟ فرمایا: اور کس کے؟۔ (بخاری کتاب الامتسام)

لہذا جن آیات میں کفار کی عملی خرابیوں کی مذمت کی گئی ہے، ان میں سے جو برائی کسی مسلمان، یا مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں، تو ایسی آیت سے مسلمانوں کو ضرور



نصیحت پکڑنی چاہیے۔ اور ان کو یہ احساس ہونا چاہیے، کہ ہم مسلمان ہیں، رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں، خیر الامم ہیں، ہمیں کفار والی حرکتوں اور عادتوں سے باز رہنا چاہیے۔  
باقی رہی وہ آیات جن میں کفار کے مشرکانہ اور کافرانہ عقائد کی برائی کی گئی ہے، ان آیات کو مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

جیسے نجدی مفسر نے ایک جگہ خود لکھا ہے: ”یعنی شفاعت کی نفی اہل کفر و شرک کے لیے ہے، اور اثبات ان کے لیے جو گنہگار مومن و موحد ہوں گے، اس طرح دونوں قسم کی آیات میں کوئی تعارض بھی نہیں رہتا۔ (ص: ۳۵۸)

یعنی اگر شفاعت کی نفی والی آیات جو کہ کفار کے متعلقہ ہیں، ان کو مومنین کی طرف منسوب کیا جائے، تو یہ تضاد، ٹکراؤ اور تحریف ہوگی۔ لہذا یہ لوگ بعد وصال شفیع الامم ﷺ سے طلب شفاعت کو شرک کہہ کر اس تحریف کے مرتکب ہوئے۔

(برائے تفصیل ”شفاعت“ کا عنوان ملاحظہ کریں)

اس قسم کی آیات کا مصداق مومنین کو بنانا، یہی اہل خوارج کی بدعت اور ایجاد تھی، جو اس دور کے خارجیوں میں بھی کامل اور مکمل طور پر پائی جاتی ہے۔

✽..... تابعی یزید الفقیر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کے خاص انداز کے مطابق نفی کی آیات (آل عمران: ۱۹۲، جحدہ ۲۰۰) پیش کر کے جہنمی مسلمانوں کی شفاعت کا انکار کیا، یعنی کفار کے متعلقہ آیت کا مصداق مسلمانوں کو بنایا، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آیت وسیلہ پیش کر کے ان کا رد کر دیا، کہ تم کفار کے متعلقہ آیات سے استدلال کر رہے ہو۔ تو وہ تائب ہو گئے۔ (مسلم کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ)

✽..... طلق بن حبیب جو شفاعت کے منکر تھے، انہوں نے اپنا موقف ثابت کرنے



کے لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے کئی آیتیں پڑھ دیں، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تم نے جتنی آیتیں پیش کی ہیں وہ سب مشرکوں سے متعلق ہیں، تو وہ لا جواب ہو گئے۔ (مسند احمد: ۳/۳۳۰، الفتح الربانی ۲۴/۱۱۹، باب فی الشفاعۃ)

معتزلہ جن آیات کو دلیل بنا کر اہل کبار کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں، خود نجدی لوگ ”سلفی تفاسیر“ کے حوالے اور سہارے سے ان کے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ یہ آیات صرف کفار اور مشرکین کے متعلق ہیں۔ (مفہوم الشفاعۃ فی السلام: ۱۰۷...۱۲۶، عبد العظیم نور العین نجدی، مکتبہ دعوت وارشاد، ۱۴۲۶ھ)

اب ہم بھی سلف کرام کے حوالے سے یہی کہتے ہیں کہ یہ نجدی وہابی لوگ جتنی آیات پڑھ کر بزرگوں اور ان کی قبور کو بتوں سے ملا کر ان کی گستاخیاں کرتے ہیں، اور مسلمانوں کے عقائد پر حملہ کر کے ان کو مشرکوں سے بھی بدتر کہتے ہیں، وہ سب کی سب آیات صرف اور صرف بتوں شیطان اور کافروں کے متعلق نازل شدہ ہیں، ان کو مسلمانوں سے کچھ واسطہ نہیں۔

**گمراہ فرقوں کے قرآن سے استدلال کرنے کی حیثیت؟:**

لکھا ہے: ”گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے رہے ہیں، اور آج بھی کرتے ہیں۔۔۔“۔ (سعودی تفسیر: ۷۱۳)

پھر لکھا: ”کاش اہل بدعت کو قرآن سمجھنے کی توفیق نصیب ہو“۔ (ایضاً: ۵۳۶)

مزید لکھا: ”پڑھتے قرآن کی آیت ہیں اور مسئلہ اپنا خود ساختہ بیان کرتے ہیں۔ عوام سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے مسئلہ قرآن سے بیان کیا، دراصل حالیکہ اس مسئلے کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یا پھر آیات میں معنوی تحریف و طبع سازی سے کام لیا جاتا ہے، تاکہ باور یہی کرایا



جائے کہ یہ من عند اللہ ہے۔ (ایضاً: ۱۵۶، ۱۹۶، ۳۳)

یہی حال اختلافی مسائل میں اس سعودی تفسیر کا ہے، جو تفسیر نہیں بلکہ اصل میں تحریف القرآن اور مداخلت فی الدین ہے۔

**بدعتی کون، سعودی وہابی یا پاکستانی وہابی؟:**

غیر مقلد حضرات تقلید کو بدعت اور شرک کہتے ہیں، جبکہ سعودی نجدیوں کا حنبلی ہونے کا دعویٰ ہے، چونکہ شیخ نجدی کو حنبلی کہا جاتا ہے۔

اب بتایا جائے کہ یہ سعودی نجدی مقلد ہو کر بھی بدعتی مشرک کیوں نہیں، یا تقلید کی کوئی خاص قسم ہے جو جائز ہے؟، اور اس کو شرعی نص سے ثابت کیا جائے۔

آپ نے ابھی نواب صدیق غیر مقلد کا سعودی نجدیوں سے لا تعلقی کا اقرار پڑھا۔۔۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں: ”وہابی“ کا لفظ (ان نام نہاد اہلحدیثوں کے لیے) اس لیے بھی غلط تھا، کہ یہاں کے اہل حدیث کو نجد کے وہابیوں سے کوئی تعلق نہ تھا، اہل نجد حنبلی ہیں، اہل حدیث کسی امام کے مقلد نہیں۔ (“افادات مہریہ” مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر خاں، نئی: ۲۳۶)



عنوان: ۵:

**کیا قرآن پاک ترجمہ و تفسیر کے لیے آسان کر دیا گیا؟:**

عام طور پر مخالفین عوام کو انعام یافتہ لوگوں کی راہ سے بہکانے، چینی آوارگی کا عادی، اور خواہشات کا بندہ بنانے، سلف کی تقلید کو شرک کہہ کر اپنی دکان چمکانے، اپنا اندھا مقلد اور وہابی بنانے کے لیے، یہ کہتے پھرتے ہیں: ”کہ جب قرآن پاک تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے آیا ہے، اور وہ خود فرماتا ہے: ”کہ ہم نے قرآن سمجھنے



کے لیے آسان کر دیا۔“ (القر: ۱۷)

لہذا ہر انسان پر ضروری ہے اور اس کو حق حاصل ہے، کہ وہ خود تحقیق کر کے اس پر عمل کرے، اور خود مفسر بنے۔ اسی آزادی مذہب کو عام کرنے کے لیے، سعودی مفسر نے آیت ”وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ“ (القر: ۱۷) کے تحت لکھا: ”یعنی اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا، اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا، اور اسے زبانی یاد کرنا ہم نے آسان کر دیا ہے۔۔۔ کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو وہ عربی گرامر اور معانی و بلاغت کی کتابیں پڑھے بغیر اسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔“ (ص: ۱۵۰۳)

اسماعیل دہلوی کی اپنے حواپیوں کو تعلیم اور مشورہ ملاحظہ فرمائیں، لکھا:

”اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں۔۔۔ اور اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۳، نعمانی کتب)

..... شریعت محمدیہ میں اپنے گھر سے ایک نئے فرض کا اضافہ کرتے ہوئے، ہر خاص و عام کو محقق و مفسر بنے کا سبق دے رہا ہے، لکھا: ”ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔“ (ایضاً: ص ۲۵)

اور بطور استہزاء یہ بھی کہتے ہیں کہ علماء اہلسنت، عوام بیچاری کو اندھیرے میں رکھنے کے لیے کہتے ہیں: ”یہ بڑی مشکل کتاب ہے، اس کو صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، عام آدمی کو چاہیے کہ صرف تلاوت تک ہی اکتفا کرے۔“

لعنة الله على الكاذبين!

یہ جھوٹ اور کھلا بہتان ہے، جسے کوئی دہابی مولوی اہل سنت کے کسی عالم دین



کی تحریر و تقریر سے ثابت نہیں کر سکتا، جس میں کہا گیا ہو کہ عام آدمی صرف تلاوت کر، بلکہ علماء کرام فرماتے کہ عوام الناس کو بھی قرآن سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور چونکہ عام آدمی میں اتنی صلاحیت ہی نہیں ہوتی، اور نہ ہی ہر ایرے غیرے کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، کہ وہ خود مترجم، مفسر اور محقق بننا پھرے۔۔۔ لہذا ان کے لیے ضروری ہے، کہ اپنے عقائد و نظریات کی حفاظت کے لیے، صرف سنی علماء کے ترجمہ و تفسیر کا ہی مطالعہ کریں، اور بد مذہبوں کے ترجمہ و تفسیر سے پرہیز کریں۔

یہی کتاب و سنت اور سلف کی تعلیم ہے، اور اس کے بغیر کسی کا بھی گزارا نہیں۔ یعنی عوام کو صرف خود مترجم و مفسر بننے سے منع کیا جاتا ہے، نہ کہ اہل سنت کے ترجمہ و تفسیر پڑھنے سے بھی۔

ورنہ غیر مستند ترجموں اور تفسیروں کی وجہ سے جو خرابی اور فساد ہوا، اس کو سمجھنے کے لیے یہی ”سعودی تفسیر“ کافی ہے۔

(مزید ”علم القرآن“، از مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، کا مقدمہ ملاحظہ کریں)

..... لطیفہ: ذاکر نائیک غیر مقلد وہابی، یزیدی (کیونکہ وہ یزید کو رضی اللہ عنہ، اور بے گناہ کہتا ہے، حالانکہ یزید کے فسق پر امت کا اتفاق ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت، کافر اور لعنتی کہتی ہے۔ اسماعیل دہلوی نے بھی یزید اور شمر کو ہی امام عالی مقام کا قاتل قرار دیا اور بدتر انسان کہا۔ (الصواعق المحرقة ص ۲۲۲، روح المعانی: ج ۱۳، تقویۃ الایمان) اپنی ایک تقریر میں، تضاد بیا نی کرتے ہوئے کہتا ہے: ”اکثر کئی مسلمان کہتے ہیں، کہ یہ قرآن ایسی کٹھن کتاب ہے، ایسی مشکل کتاب ہے، یہ صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔“

تھوڑی دیر بعد خود ہی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتا ہے: ”اور کئی عربی



الفاظ کے پچاس سے زیادہ معانی ہوتے ہیں، ایک آیت کے کئی معانی ہوتے ہیں، یہ اللہ سبحنہ و تعالیٰ کی آخری کتاب سب سے کٹھن کتاب ہے، مشکل کتاب ہے جس کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔“

پھر ”پس تم جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تمہیں خود علم نہ ہو۔“ (الانبیاء: ۷)، پڑھ کر کہا: ”اگر ترجمہ پڑھ رہے ہیں اور چند آیت آپ کو سمجھ میں نہیں آتی تو عالموں سے پوچھ لیں،۔۔۔ ترجمہ ضرور پڑھیں۔“ (عنوان تقریر: ”کیا قرآن سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟“) ہم بھی تو یہی کہتے ہیں! کہ بغیر علماء کی رہنمائی کے قرآن کا ترجمہ و تفسیر سمجھنا ناممکن ہے۔

”ولقد یسرنا القرآن“ کا صحیح مفہوم:

❖ ذاکر نائیک نے ”ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر“۔ (القدر: ۱) کا ترجمہ کیا: ”ہم نے قرآن مجید آپ کو سمجھنے کے لیے آسان بنایا، یاد رکھ سکے، آپ میں کون شخص اس کی بات نہ مانے گا؟“۔ (عنوان تقریر: ”کیا قرآن سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟“)

❖ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ترجمہ کیا: اور بیشک ہم نے قرآن کو (زبانی) یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا، تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟۔ (القدر: ۱)

❖ علامہ غلام رسول سعیدی دام ظلہ نے ترجمہ کیا: ”اور بیشک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا، تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا“۔ (القدر: ۱)

❖ سعودی قرآن کے مترجم (جو ناگزہمی) نے (القدر: ۱) میں ”للذکر“ کا ترجمہ ”سمجھنے کے لیے“، اور ”مدکر“ کا ترجمہ ”نصیحت حاصل کرنے والا“ کیا۔



جبکہ (القر: ۲۲، ۳۲، ۴۰) میں ”للمذكر“ کا ترجمہ ”نصیحت کے لیے“، اور ”مذكر“، کا ترجمہ ”نصیحت حاصل کرنے والا“ کیا ہے۔

اور اس سے پچھلی آیت (القر: ۱۵) میں ”مذكر“ کا معنی، ”فتح القدير“ کے حوالے سے، ”عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے والا“، کیا ہے۔ (ص: ۱۵۰۳)

معلوم ہوا کہ ان آیات میں ”للمذكر“ اور ”مذكر“ کا معنی، نصیحت حاصل کرنا ہے، نہ یہ کہ ہر آدمی کے لیے اس کا ترجمہ و تفسیر کرنا آسان کر دیا گیا ہے۔

لیکن بہتر ترجمہ وہ ہے جو میرے امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا کہ ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان کر دیا۔ کیونکہ قرآن سے نصیحت بھی ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔۔۔ بلکہ قرآن متقین کے لیے نصیحت ہے۔ (آل عمران: ۱۳۸)

نجدی مفسر نے خود بھی لکھا: ”بشرطیکہ کوئی قرآن سے نصیحت حاصل کرنا چاہے۔ ورنہ۔۔۔ دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟“۔ (ص: ۳۷۳)

فاروق اعظم کا ارشاد کہ قرآن ماہرین سے سمجھو:

”حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! جو قرآن کا مسئلہ پوچھنا چاہے، وہ ابی بن کعب سے پوچھے، جو سیرت کے احکام پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابت سے پوچھے، جو فقہ کا مسئلہ پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل سے پوچھے“۔ (طبرانی اوسط، مجمع الزوائد، ۱/۱۳۵)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو از خود محقق و مفسر بننے کی بجائے، ان شعبہ جات کے ماہر علماء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا ممتاز علماء کے فتویٰ اور فیصلہ جات پر عمل کرنا اور انہیں دلیل سمجھنا درست ہے، اور اسی کا نام



تقلید ہے۔

اور کیا آپ ﷺ کی متعدد حدیثوں میں قرآن سیکھنے اور سیکھانے کی تعلیم نہیں ہے؟۔۔۔ نجدی مفسر نے بھی لکھا: ”کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو قاری قرآن کا ماہر بھی ہو“۔ (بخاری: تفسیر عبس: ۱۶۸۶)

بغیر اتباع سلف، قرآن و حدیث سمجھنا ممکن نہیں: (اہمیت مسلک سلف)

جب دنیاوی معاملات میں آدمی شعبہ جات کے ماہرین کی طرف یہ سوچ کر رجوع کرتا ہے، کہ وہ مجھ سے بہتر جانتے ہیں، اور میں خود مداخلت کر کے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھاؤں گا۔۔۔ یہ تو پھر بھی بندے کے دین اور ایمان کا معاملہ ہے، جو اس سے کہیں زیادہ اہم اور نازک ہے۔

اگر پھر بھی کسی کو خود ہی سب کچھ بننے کا خط ہو، تو اس کو چاہیے کہ وہ پہلے تو بغیر کسی عالم یا کتاب کی مدد کے الفاظ قرآنی پر اعراب لگائے، (کیونکہ یہ دور رسالت کے بعد لگائے گئے ہیں)، پھر ترجمہ کرے۔

تفسیر کا معاملہ تو بعد کا ہے۔۔۔ انشاء اللہ! ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔

اور شاید وہ یہ نہیں جانتا، کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرتے ہوئے بڑے بڑے علمائے بڑی بڑی غلطیاں کھا گئے، یہ کس کھیت کی مولیٰ ہے؟۔

(”کنز الایمان“ اور ”رشد الایمان“ وغیرہ سے ”تراجم کا تقابلی جائزہ“ ملاحظہ کریں)

معلوم ہو گیا جو یہ کہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے کسی عالم کی پیروی کی ضرورت نہیں، وہ احمق و جاہل ہے، اور اس نے خود کو گمراہی کے گڑھے میں گرا لیا ہے۔



نجدی مفسر نے بھی ترجمہ و تفسیر کی مشکلات اور مفسرین کے اختلاف کا ذکر کیا، اور اقرار کیا کہ بغیر سلف کرام کی اتباع کے قرآن سمجھنا ناممکن بھی ہے، اور قرآن کی ایسی تفسیر جو منہج سلف سے ہٹ کر ہو، مردود ہے۔ لکھا: ”بعض قدیم و جدید مفسرین نے (جو صحابہ و تابعین کی تفسیر اور سلف کے منہج و مسلک کو اہمیت نہیں دیتے)۔ (ص: ۱۱۳)

اور لکھا: ”اجماع امت کا انکار کفر ہے“۔ (ص: ۲۵۶)

تو عام آدمی کو اجماعی مسائل کا علم کیسے ہوگا؟، کہ ان سے اختلاف نہ کرے۔ اسی سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (بنام ”تفسیر احسن البیان“، مکتبہ دار السلام لاہور، ریاض) میں بھی یہ دعویٰ کیا، بلکہ سفید جھوٹ بولا: ”کہ یہ سعودی تفسیر، تفسیر ابن کثیر، فتح القدیر، ابن جریر، طبری، جیسی سلفی و قدیمی تفاسیر کا خلاصہ اور سلف کے منہج و مسلک کا آئینہ ہے۔ (ص: ۱۲، ۶، ۱۳۹، ۶۸، ۱۴۰)

میں کہتا ہوں اگر قرآن سمجھنا اتنا ہی آسان ہے تو پھر ان تفسیروں سے استفادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔

نجدی مفسر نے آیت: ”پس تم جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تمہیں علم نہ ہو“۔ (انبیاء: ۷) کے تحت لکھا: ”اس میں تو علماء کی طرف رجوع کرنے کی تاکید ہے، جو عوام کے لیے ناگزیر ہے، جس سے کسی کو مجال انکار نہیں ہے۔۔۔ تو مطلب ہوا کہ علماء کے ذریعے سے نصوص شریعت معلوم کریں۔۔۔“۔ (ص: ۸۸۳)

سعودی مفتی نے لکھا ”اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ ابن باز، اردو: ۷۴، دار السلام ریاض)

سورۃ توبہ (۱۲۲) کے تحت نجدی مفسر نے لکھا: ”۔۔۔ ہر بڑی جماعت یا قبیلے میں



سے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اپنا گھریا چھوڑ دیں اور مدارس و مراکز علم میں جا کر اسے حاصل کریں اور پھر آ کر اپنی قوم میں وعظ و نصیحت کریں۔۔۔۔“ (سعودی تفسیر: ۵۵۶)

لکھا: ”تفصیل کتب فقہ و شروح اور تفاسیر میں ملاحظہ کریں۔“ (ص: ۲۳۵، ۲۳۴، ۳۰۱، ۱۶۱۸)

سورۃ یوسف (۲۳) کے مفہوم اور ترجمہ کے متعلق، مفسرین کے اختلاف اور

مشکلات کا ذکر کیا۔ (ص: ۱۵۷، ۶۳۵)

مزید لکھا: لیکن اگر قرآن کا ترجمہ و مطلب نہیں آتا، تب بھی اس کی تلاوت میں کوتاہی

جائز نہیں ہے۔ (ص: ۵۲)

لکھا ہے: ”قاضی شوکانی فرماتے ہیں، اس کی یہی تفسیر صحیح اور حق ہے، جس سے عدول

اور کسی اور مفہوم کی طرف جانا صحیح نہیں ہے۔“ (ص: ۴۶۷- مزید، ص: ۱۳۵۵)

لکھا ہے: البانی نے صحیح کہا باقی علماء ضعیف۔ (ص: ۱۵۹۷، ۹۳۷)

لکھا ہے: شوکانی نے کہا کہ اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے والے مسلمان تھے، جبکہ

ابن کثیر نے کہا کہ کافر تھے، کیونکہ کہ یہ کام لعنت کا باعث ہے۔ (ملخصاً: ص: ۸۰۵)

۱۔ کتنا اختلاف ہے؟ ایک لعنتی کام کہہ رہا ہے اور دوسرا جائز۔

❖۔۔۔ ایک دفعہ پھر دہلوی صاحب کی نصیحت ملاحظہ کریں: ”اور یہ عوام الناس میں مشہور

ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام

سمجھیں۔۔۔۔ اور اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۳)

❖۔۔۔ مزید لکھتے ہیں: ”ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا

رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔“ (ایضاً: ۲۵)

دہلوی صاحب کی ”تقویۃ الایمان“ کو ایمان کی تقویت سمجھنے والے بتائیں، کہ



سعودی تفسیر میں ان مقامات پر سلف، محدثین، اہلسنت کے مسلک اور اجماع

سعودی تفسیر میں تقلید، اور فرقوں کا ذکر: (ص ۶۱، ۵۰، ۹۵، ۹۵۷، ۱۰۲۲، ۱۰۹۰، ۱۱۳۲، ۱۱۶، ۱۱۹۳، ۱۳۵۳، ۱۶۹۹، ۴۳۰، ۶۷، ۵۸۷، ۸۵، ۱۱۱، ۱۳۶، ۱۵۸، ۱۶۳، ۱۶۵، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۹۱، ۳۲۰، ۳۵۱، ۳۵۵، ۳۶۳، ۳۶۹، ۵۷۲، ۵۷۳)

تفسیر قرطبی کا ذکر۔ (ص: ۱۸، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۵۲، ۱۶۹، ۱۹۸، ۲۰۵، ۱۵۶۹)

روح المعانی کا ذکر۔ (ص، ۲۰۹، ۸۱۵)

الفوز الكبير: ۴۴ پر۔ مرعاة المفاتيح: ۲۵۰ پر۔ مرقاة: ۴۶۹ پر۔ فیض القدير: ۱۳۱، ۱۶۰ پر۔  
سیرت ابن هشام: ۱۵۷، ۱۰۸ پر۔ الفتح الرباني: ۵۱ پر۔ امام ابن العربي: ۲۶۶ (فتح القدير) پر۔

امام شافعی کا ذکر۔ (ص: ۲۱۳، ۲۱۲، ۲۸۶، ۱۵۴)



امام مالک کا ذکر۔ (ص: ۵۲۸، ۹۶۸، ۱۵۳۳، ۱۵۵۷) امام بغوی کا ذکر: ۱۳۲۵۔

امام ابو حنیفہ، احناف: (ص: ۴۱۴، ۳۸۶، ۵۲۸، ۱۵۳۳، ۱۵۴۳)

سلطان صلاح الدین ایوبی: (قبل اذان درود)

سعودی تفسیر میں سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے بیت المقدس کو

عیسائیوں سے آزاد کروانے کا ذکر کیا گیا۔ (ص: ۱۶۶)

یہ وہی شخصیت ہے، جس نے (۷۸۱ھ) میں اذان سے پہلے درود شریف کا

آغاز کروایا تھا۔ (القول البدیع: ۱۹۲) جس کو آج نجدی بدعت اور گناہ کہتے نہیں شرماتے

ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)۔۔۔ گویا یہ سلطان اور (۷۰۰) سال سے پوری امت مسلمہ بھی

ان کے نزدیک بدعتی ہے۔

❖۔۔۔ شیخ نجدی نے ایک نابینے مؤذن کو اس لیے قتل کروادیا کہ وہ اذان کے بعد درود

شریف پڑھتا تھا۔ (الفجر الصادق: ۱۷)

❖۔۔۔ علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا کہ:

کثرت سے درود شریف پڑھنا اہل سنت کی علامت ہے۔ (القول البدیع)

معلوم ہوا کہ درود پاک کو حیلوں بہانوں سے روکنا بدعتی ہونے کی علامت

ہے۔

فرقہ واریت کا سبب فروغی اختلاف نہیں، تفرقہ پسند ٹولا؟:

نجدی مفسر نے لکھا: ”قرآن و حدیث کے فہم اور اس کی توضیح و تعبیر میں کچھ باہم

اختلاف، یہ فرقہ بندی کا سبب نہیں ہے۔ یہ اختلاف تو صحابہ اور تابعین کے عہد میں بھی تھا، لیکن



مسلمان فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے۔“ (ص: ۱۶۳)

پھر لکھا: اس سے بعض صحابہ نے استدلال۔ (ص: ۱۳۲۰)

مزید لکھا: ”یعنی ان کا تعلق ان فروعی مسائل سے نہیں ہے، جن میں دلائل باہم مختلف یا متعارض ہوتے ہیں، یا جن میں کبھی فہم کا تباہی اور تفاوت ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان میں اجتہاد یا اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے، اس لیے یہ مختلف ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں، تاہم توحید و اطاعت فروعی نہیں، اصولی مسئلہ ہے جس پر کفر و ایمان کا مدار ہے۔“ (ص: ۱۳۶۳)۔۔۔ مزید لکھا: علمی بحث ہے، دونوں فریقوں کے پاس دلائل ہیں۔ (ص: ۱۳۷۸)

یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی غیر مقلد حضرات سنی عوام کو وہابی بنانے کے لیے، چند فروعی مسائل کو اچھال کر احناف کو گمراہ، مخالف سنت، ان کی نمازوں کو ناقص کہتے ہیں، جو یقیناً فساد فی الارض، تفرقہ پسندی اور انگریز دوستی کے سوا کچھ ہے۔

اور مقصد اپنے عقیدے کی خباثت کو چھپانا ہوتا ہے، کہ اگر عوام الناس سے پہلے عقیدے کی بات کی تو شکار ہاتھ نہیں آئے گا، چونکہ عوام میں یہ پہلے ہی سے کافی مشہور ہے، کہ نجدی لوگ گستاخ اور گمراہ ہیں۔ لہذا عوام کو بخاری کی رفع یدین کے متعلق چند حدیثیں دکھا کر متاثر کرو، کہ دین پر اصل عمل کرنے والے تو ہم لوگ ہیں، جب کوئی متاثر ہو گیا، تو پھر خود ہی آہستہ آہستہ نجدی عقائد بھی قبول کر لے گا۔

آزادی رائے، ترک مسلک سلف و تقلید و اجماع کا انجام: (نیا فرقہ؟)

جب تک امت مسلک سلف، اجماع امت اور فقہاء کی تقلید پر قائم رہی، فروعی اختلاف کے باوجود بھی مسلمان آپس میں یک جان تھے، کسی فروعی مسئلے کی بنا پر کوئی کسی کو طعن کا نشانہ نہیں بناتا تھا۔ پھر جوں ہی اسلام دشمن قوتوں کی سوچی سمجھی سکیم کے تحت



مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کے لیے، دین میں آزادی رائے کا فتنہ شروع ہوا، پھر تو نت نئے فرقے وجود میں آنے لگ گئے۔

جیسا کہ ”شیخ نجدی“ اور اس کے اتباع کی ضلالت کا بھی یہی سبب ہے۔ شیخ نجدی کے بھائی، شیخ سلیمان، علامہ دحلان کی اور علامہ آفندی وغیرہ علماء نے لکھا: ”محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیرو، اپنی خواہش سے قرآن پاک کی تاویلیں کرتے تھے، نبی پاک ﷺ، صحابہ کرام، سلف صالحین اور ائمہ مفسرین علیہم الرحمۃ کی تفسیر کے مطابق تفسیر نہیں کرتے تھے۔ (الصواعق الالہیہ، الدرر السدیہ: ۴۱، الفجر الصادق: ۱۹)

❖ کتاب: ”بہرے کے اعترافات“ میں بھی یہ بات موجود ہے۔

امام ولوہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے: ”ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔“ (تقویۃ الایمان: ص ۲۵)

یعنی سلف کرام کے طریقے کی پابندی کی کوئی حاجت نہیں، بس خود ہی۔۔۔۔۔ غیر مقلدین کے مجتہد نواب صدیق حسن لکھتے ہیں: ”فرمانرواں بھوپال کو ہمیشہ آزادی مذہب میں کوشش رہی، جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے۔۔۔۔۔ دولت عالیہ برٹش نے۔۔۔۔۔ بلکہ اشتہار آزادی مذہب جاری کیے۔“ (ترجمان ولوہابیہ: ۳)

مزید لکھتے ہیں: ”اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا، تو وہی شخص ہوگا جو آزادی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ داداؤں کے وقت سے چلا آ رہا ہے، جما ہوا ہے۔“ (ایضاً: ۵)

نواب صاحب کی ان دو عبارتوں میں کس قدر واضح گواہی ہے کہ آزادی مذہب اور نئے فرقے کی ابتدا کرنا، اللہ و رسول کی منشاء نہیں، بلکہ اسلام دشمنوں کی منشاء



و منصوبہ تھا، جو نجدیوں نے پورا کر دکھایا۔ اور یہ بھی کہ اہل سنت انگریز کے دشمن ہیں، اور ان کا مسلک قدیمی ہے۔

مزید لکھا: ”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے، کہ جب سے اسلام آیا ہے، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔“

مزید لکھا: ”حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے“۔۔۔۔۔ مزید: ”اور ہند کے (مسلمان) اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کتر اہل حدیث“۔ (ایضاً: ۱۰، ۱۵، ۵۷)

•۔۔۔۔۔ ثناء اللہ امرتسری نے بھی لکھا: اسی (۸۰) سال (انگریز کے آمد سے) پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شیخ توحید

۱۳۰، امرتسرہ سرگودھا: ۵۳ مکتبہ عزیز یہ لاہور)

احسان الہی ظہیر نے چاہا تو یہ تھا کہ بریلویوں کو نیا فرقہ ظاہر کیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے حق کو سر بلند کیا، اور خود منکر سے یہ اقرار کروایا۔۔۔ کہ یہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں، ان کے عقائد وہی ہیں، پوری دنیا کے قدیمی مسلمانوں کے ہیں۔

لکھا: یہ جماعت (بریلوی) نام کے اعتبار سے اگرچہ نئی ہے، مگر عقائد کے لحاظ سے پرانی ہے، اور یہی عقائد پوری دنیا کے مسلمانوں کے ہیں۔ (البریلویہ، ملخصاً: ۷، ۱۰)

اسماعیل دہلوی بزرگوں اور صحیح العقیدہ باپ داداؤں کے طریقے کی بھی مخالف پر ابھار رہا ہے: ”اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔“

(تقوۃ الایمان: ص ۲۳، نعمانی کتب خانہ)

•۔۔۔۔۔ مخبر صادق ﷺ کی تعلیم بھی ملاحظہ کریں، فرمایا: کہ آخری زمانے میں کچھ



جھوٹے اور مکار قسم کے لوگ ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی (نئی نئی) باتیں لائیں گے، ”بما لم تسمعوا انتم ولا اباء کم“، جو پہلے نہ تم نے اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوگی، ان کو خود سے دور رکھنا اور ان سے دور رہنا، کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ مسلم شریف)

❖ فرشتے بھی دعا کرتے ہیں، اے اللہ! مومنین کے (حقیقت میں) صالح آباء کو بھی جنت میں لے جا۔ (مومن: ۸)

معلوم ہوا اہل سنت حق پر ہیں کہ اپنے آباء اور سلف کے مسلک پر قائم ہیں، جبکہ وہابی نیا فرقہ ہے، جس نے انگریز کی خوشنودی اور امت میں تفرقہ و انتشار کے لیے نئی نئی باتیں نکالی ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا صرف گمراہ آباء کی پیروی منع ہے۔

نواب صدیق اجماع سلف کو نظر انداز کر کے ایک نئے فرقے کی ابتدا کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت کی دلیلوں کو اپنا دستوالعمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں“۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۰)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی اپنا رشتہ سلف سے منقطع کرتے ہوئے یہی کچھ

کہا۔ (اشاعت السنۃ: ج ۹، شمارہ ۳، ص ۷۲)

❖ ذاکر نائیک بھی سلف صالحین سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے: ”بہن نے پوچھا ہے کون سے اسلام پر عمل کرے؟ اسلام جو قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس پر عمل کرے“۔ (عنوان تقریر ”اسلام کے متعلق غلط فہمیاں“)

پھر جب خود ہی اس آزادی مذہب و رائے کے سیلاب میں غرق ہونا شروع



ہوئے، تو پھر حواس باختہ ہو کر مولوی حسین بٹالوی پکارا ٹھے؛ ”اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے، اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے، جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے۔“

(اشاعت السنۃ ج ۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۵)

آزادی کی یہ ہوا اتفاقاً نہیں چلی تھی، بلکہ اس میں انگریزی حکومت کی منشا بھی شامل تھی (جیسے خود اقرار کیا)۔ (علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، ”البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“) محمد حسین بٹالوی کا بیان ہے؛ ”پچیس ۲۵ برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے، جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد اور مطلق تقلید کے مارک بن جاتے ہیں، وہ اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے بغیر ہیں اور احکام شریعت سے مسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ (اشاعت السنۃ ۱۸۸۸ء، صفحہ ۵۱۵)

نواب صدیق حسن غیر مقلدین کے نوپید ہونے اور ضلالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛ ”اس زمانہ میں نمائش اور ریا کاری کا عادی فرقہ پیدا ہوا ہے، جو اپنے علاقائی بھائیوں (احناف) کے مقابل حدیث و قرآن کے علم اور ہر معاملے میں قرآن و حدیث پر عمل کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ علم، عمل اور معرفت میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔“ (جلد ۱۵۲: ۱۵۲) ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام سب پر حرف





وہابیوں کے (۴۱) جھوٹوں کی نشاندہی:

یوں تو پورا نجدی دین ہی جھوٹ کا پلندا (بڈل) ہے، جس پر مخصوص مسائل میں سعودی تفسیر گواہ ہے۔ اس لیے ان لوگوں کے جھوٹوں کا احاطہ اور جمع کرنے کے لیے الگ کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ ہم یہاں پر صرف چند جھوٹوں کی نشاندہی کر رہے ہیں، وہ بھی بالخصوص غیر مقلدین کے، اگرچہ دیوبندی بھی ان کے ہم عقیدہ اور ہم اصول ہیں، اور دنیائے نجدیت سے مطالبہ ہے کہ ان کے ثبوت فراہم کریں۔

ہمارے متعلق سعودی مفسر نے لکھا: آج قبر پرستوں کے پاس کچھ دلیل نہیں۔ (مخلصاً: ۱۰۹۱)۔۔۔ یہ بھی لکھا: ”دلائل نہ رکھنے کے باوجود یہ اوہام باطلہ، ظنون فاسدہ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔“ (ص: ۵۷۳)

ہم بھی ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں: کہ آج ”نجدیت“ پرستوں کے پاس ان جھوٹوں کا کچھ ثبوت نہیں،۔۔۔۔۔ سوائے ظنون فاسدہ کے!۔  
”حقیقت التوحید“ کتاب کے جھوٹ:

”حقیقت توحید“ صالح بن فوزان سعودی نجدی نے لکھی ہے۔ اس کے ٹائٹل پہ لکھا ہے: ”حجاج کے لئے تحفہ“۔ (مکتبہ ”الدعوة والارشاد الریاض“)

اس میں ایک جگہ لکھا: ”جیسا کہ آج کل کے قبر پرست (مراد اہلسنت ہیں) جو یہ کلمہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں، لیکن اس کے معنی کو بالکل نہیں سمجھتے۔۔۔ (چونکہ فوت شدگان کو وسیلہ بناتے ہیں، اس لیے)، پہلے مشرکوں نے کلمہ کے معنی کو ان سے بہتر



سمجھا۔ (استغفر اللہ!) (حقیقت توحید، اردو: ۲۷)

قارئین اب نمبر وار جھوٹ ملاحظہ کریں۔ (ان کا رد اپنے اپنے عنوانات کے ضمن میں دیکھیں کریں)

۱: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم صرف اسی سے، کسی ولی وغیرہ کے واسطہ کے بغیر دعا کریں۔ (ایضاً: ۴۹)

۲: اس طرح جن آیات میں دعا کرنے کا حکم دیا، ان میں یہی ہے کہ براہ راست کسی کے واسطہ کے بغیر دعا کرو۔ (ایضاً: ۵۰)

۳: ”کہ صحابہ کرام نے کبھی بھی قبر الرسول ﷺ پر حاضر ہو کر آپ سے توسل و استمداد نہیں کی۔ (ایضاً: ۶۰) یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان عظیم ہے۔

۴: ”نا جائز وسیلہ یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی ذات، یا عظمت، یا حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔۔۔ قطع نظر اس سے، کہ جس کے واسطہ سے سوال کیا جا رہا ہو، وہ زندہ ہو یا مردہ۔ اس طرح سوال کرنا بدعت، حرام اور شرک کے وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہے۔“ (ایضاً: ۵۵، ۵۶)

۵: ”عثمان بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق جھوٹ بولا: ”کہ اس نابینا نے آپ ﷺ کی موجودگی میں، آپ ﷺ کے وسیلہ اور نداء سے دعا کی، نا کہ غیر موجودگی میں۔“ (ایضاً: ۵۷)

۶: ”کہ کسی کی غیر موجودگی میں وسیلہ اختیار کرنے والا، اس کی عبادت کرنے والا ہے، جیسے مشرک کرتے تھے۔ (ایضاً: ۵۲، ۵۱)

اس فتویٰ سے صحابہ کرام بھی مشرک ٹھہرے۔ (استغفر اللہ!)



(اس جھوٹ کے متعلق مزید ”مسجد میں استغاثہ“ عنوان کے تحت ملاحظہ کر لیں)

۷: ”مشرکین مکہ“ بھی ان (اہلسنت) کی طرح اللہ کی بجائے مخلوق سے اپنے تعلق کی درستگی ثابت کرنے کے لیے، یہی کہتے تھے: کہ ہم صالحین سے صرف یہ چاہتے ہیں، کہ وہ ہماری اللہ کے ہاں شفاعت کریں۔ جیسا (سورۃ: زمر ۳، یونس: ۱۸) میں ہے۔ (ایضاً، ملخصاً: ۴۴)

”سعودی تفسیر“ کے جھوٹ:

۸: کہ اہل سنت نبی اکرم ﷺ کو عالم الغیب کہتے اور مانتے ہیں۔ (ص: ۱۳۳)  
 ۹، ۱۰: (۱): ”۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مردوں کے لیے قرآن خوانی کی ترغیب دی نہ۔۔۔ رہنمائی فرمائی۔ (۲): اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں، اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا، تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے۔۔۔ (ملخصاً: ۱۳۹۸، نجم: ۳۹)

۱۱: ”قرآن۔۔۔ سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔“ (ص: ۱۰۶۳)

۱۲: مشرکین مکہ بتوں کو ”الہ“ نہیں سمجھتے تھے، صرف وسیلہ سمجھتے۔ (ص: ۱۳۲۵، ۵۶۶)  
 ۱۳: ”قیامت کو کوئی، کسی کی مشکل کشائی پر قادر نہیں ہوگا۔“ (ص: ۵۷۱)  
 ۱۴: ”مرنے کے بعد۔۔۔ حتیٰ کہ نبی و رسول ہو، اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا۔“ (ص: ۵۷۱)

۱۵: کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مدد کی قدرت نہیں دی۔ (ص: ۱۳۰۵)

۱۶: اہل سنت نبی کریم ﷺ کو فوت شدہ نہیں مانتے۔ (ص: ۸۳۶)



۱۷: ”ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے۔“ (ص: ۳۸۵)

۱۸، ۱۹: ”قرون اولیٰ کے ”بہت بعد“ ایک مرتبہ پھر ”عرب میں“ شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے۔“ (ص: ۱۳۹۳)

اس عبارت میں دو جھوٹ ہیں۔ (۱) ”بہت بعد“۔ (۲) ”عرب میں“۔

۲۰: ”حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفیٰ ﷺ کا اختیار کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے۔“ (ملخص: ۲۰)

۲۱: ”اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا“۔ (مخلص: ۲۰)

۲۲: ”مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں۔“ (ص: ۶۷۳)

۲۳: اہلسنت افضل البشر ﷺ کو بشر نہیں مانتے۔ (ص: ۲۹۲)

۲۴: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، خانہ ساز درود ہے۔ (ص: ۱۱۹۰)

۲۵: اور یہ درود شریف آپ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ (ایضاً)

”تقویۃ الایمان“ کے جھوٹ:

۲۵: ”مشرکین بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کا بندہ اور حقوق جانتے

تھے۔۔۔ اودان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔“ (تقویۃ الایمان ۲۹)

۲۶: ”سو غیر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا“۔ (تقویۃ الایمان ۹۶)

یعنی وہ قرب قیامت والی باؤ چل گئی، اور تمام انسان بے ایمان ہیں۔

۲۷: وہ بتوں کی عبادت والا شرک پھیل گیا۔ (تقویۃ الایمان، ص ۹۶، مکتبہ خلیل)



۲۸: آپ ﷺ پر جھوٹ باندھا: ”یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا

ہوں۔ (تقویۃ الایمان)

۲۹: ترجمہ (یوسف ۱۰۶): ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے

ہیں۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۶)

۳۰: (مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان: ۵۱)

ایک اور کتاب کے جھوٹ:

کتاب ”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“ (دارالکتاب والسنۃ، ریاض) سے شائع ہوئی، جس بھی بھرپور طریقے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہم غیر مقلد پکے ”نجدی“ اور نجدی مشن کے حمایتی ہیں، لکھا: ”کیونکہ اہل حدیث عقیدہ ومنہج کے اعتبار سے شیخ نجدی کے حامی اور ان کی دعوت کے مؤید تھے۔“ (ایضاً: ص: ۱۰)

تضاد دیکھیے، نواب صدیق اس کا انکار کرتے ہیں، لکھا: ”ہند کے (غیر مقلد) لوگوں کو وہابیہ نجدیہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور صریح غلطی ہے۔“ (ترجمان وہابیہ: ۱۳)

اس کتاب کے چند جھوٹ درج ذیل ہیں۔

۳۱: ان (شیخ نجدی) کے عقائد اور مقالات سب کے سب اہل سنت کے

موافق ہیں۔ (ص: ۲۸) لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

۳۲: ان (شیخ نجدی) کا طریقہ سلف صالحین کے مطابق تھا۔ (ص: ۳۹، ۴۱)

۳۳: یہی راہ (جو شیخ نجدی کی ہے) ان کے امام، امام اہل سنت احمد بن حنبل کی

بھی تھی۔ (ص: ۳۷)







۴۰: سنی لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا مانتے ہیں۔

۴۱: بریلوی نیا فرقہ ہے۔

۴۲: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، کو خانہ ساز درود کہنا۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

۴۳: اس درود شریف کو نبی علیہ السلام سے غیر منقول کہنا۔ (ایضاً)

(مزید: "اکاذیب آل نجد"، از علامہ ابوالمحقق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، ملاحظہ فرمائیں)



## باب: ۷

### اہلسنت پر بدعت کی تہمت:

اہلسنت پر شرک کی تہمت کی طرح بار بار بدعتی ہونے کی تہمت بھی لگائی

گئی۔ (مس: ۶۷، ۱۳۳، ۲۹۲، ۳۳۷، ۳۳۳، ۴۷۲، ۵۳۶، ۵۸۰، ۶۰۶، ۸۳۵، ۸۷۳، ۹۱۹، ۹۵۷، ۱۱۳۳، ۱۲۹۹،

(۱۵۸۵)

ہمارا مطالبہ ہے کہ مبتدعین زمانہ ان معمولات اہل سنت کو، جو علماء اہلسنت کے نزدیک مسلمہ ہیں، خلاف شریعت ثابت کریں۔ کیونکہ بدعت کی یہی صحیح پہچان اور تعریف ہے، کہ جو نیا کام خلاف شریعت ہو وہی بدعت ہے، خود انہوں نے بھی یہی تعریف کی ہے۔

ورنہ کتنے کام ایسے ہیں جن کو وہابی لوگ ثواب کی نیت سے کرتے، مگر خاص ان کی صورت وہیت کو، کسی کمزور روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

شرف الدین دہلوی وہابی نے بھی یہی اعتراف کیا۔ (شریہ برقاوی شامیہ: ۵۹۰)

اور ایسے ہی جن آیات کو مسلمانوں اور صالحین پر چسپاں کر کے جو تفسیریں کی



گئیں، وہ بھی سراسر بدعت و ضلالت ہیں۔ نہیں تو پھر ان کو سلفی تفاسیر سے ثابت کریں، ورنہ اقرار کریں کہ حقیقت میں ہم خود ہی بدعتی ہیں۔

الشامیہ کو سوال کو دانتھا

پھر اس سعودی تفسیر میں اس نجدی نے کئی جگہ اپنے کو اہلسنت اور سلف کا پیرو باور کرا کے دھوکا دینا چاہا۔ (ص: ۱۶۵، ۲۷۳، ۱۵۳۳) جس کی مثال، پاک و پلید، خبیث و طیب، حق و باطل کو خلط ملط کرنے کی احمقانہ و ظالمانہ کوشش کرنا ہے۔ ورنہ جن خود ساختہ عقائد کی بناء پر انہوں نے امت کی اکثریت کو بدعتی و مشرک کہا، وہ تقریباً امت کے اجماعی اور متواتر عقائد ہیں۔

(ملاحظہ ہو "اہلسنت کی پہچان"، (اولیٰ بک) علامہ نظام مرتضیٰ ساقی مجددی مدظلہ)

اور اہلسنت کو بدعتی کہنا، یہ خارجیوں کا پرانا شیوا ہے، جیسا کہ انہوں نے عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ پر بھی شرک و بدعت کے فتوے لگائے۔

(اکمال ابن اثیر، ۳/ ۱۹۶، ۲۱۶، تاریخ طبری، ۳/ ۱۱۷، البدایہ، ۷/ ۲۸، السبل والتخل، ۱/ ۱۳۷)

صحابہ کرام اور سلف عظام پر بدعت کے فتوے:

وہابی حضرات کبھی بدعت کی یہ تعریف کرتے ہیں: "کہ جو کام کسی خاص بیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو اور اس پر ثواب اور جنت کی امید رکھی جائے۔"

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جماعت نماز تراویح کا باقاعدہ طور پر آغاز کیا۔ اسماعیل دہلوی نے بھی یہی لکھا۔ (ایضاح الحق: ۱۰۱)



سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا قرآن پاک کو کتابی صورت میں جمع کرنا۔ (بخاری، کتاب فضائل قرآن)

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمعہ کی پہلی اذان کی ابتداء، اور مسجد نبوی کی بمع زینت توسیع کرنا وغیرہ۔ چونکہ یہ افعال اپنی مکمل ہیئت و صورت کیساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لیے ان کی اس تعریف بدعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بدعتی ٹھہرے۔ اسی طرح صحابہ کرام کے بعد سلف امت بھی جائز جانتے ہوئے متعدد نئے کام شروع کرنے کی وجہ سے بدعتی ٹھہرے۔

آج کے خارجیوں نے بھی صحابہ کرام کو بھی معاف نہیں کیا، انکو بھی بدعتی لکھ مارا۔ موجودہ دور کا فتنہ عظیم، ذاکر نائیک یزیدی نے طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر گفتگو کے دوران، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن و سنت کا مخالف اور غلطی کرنے والا باور کرایا۔ (سی ڈی)

نواب صدیق غیر مقلد نے لکھا: عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کا آغاز کر کے بُری بدعت کا آغاز کیا تھا۔ (الانتقاد الرجیع: ۶۲)

صادق خلیل نے لکھا: صحابہ کرام سُنّت نبوی سے ناواقف تھے۔ (نماز تراویح: ۱۱۹)  
اسمعیل سلفی نے لکھا: ان صحابہ کا یہ فعل سُنّت صحیحہ کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ سلفیہ: ۱۰۷)  
محمد جونا گڑھی (سعودی تفسیر کے مترجم) لکھتا ہے: عمر رضی اللہ عنہ دین کے موٹے موٹے مسائل میں غلطیاں کرتے تھے۔ (طریق محمدی، ص ۷۸)

مزید لکھا: ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، خدا اور رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف نظر آئے



زبیر علی زئی نے لکھا: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد سنت نبوی کے خلاف ہے

۔ (الحدیث نمبر ۲۶، ص ۵۶)

نام نہاد اہل حدیث اور غیر مقلد حضرات کے سلطان المناظرین ”عمر صدیق“ نے دوران مناظرہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عداوت باطنی کا یہاں تک اظہار کر دیا۔ کہا: ”حضرت عمر کے زمانے کی بات ہے، حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے، نہ سنت ہے، نہ اجماع ہے، نہ قیاس ہے“۔ استغفر اللہ! (مناظرہ: رکعات تراویح)

یعنی آپ کے دور خلافت کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا، کہ ان لوگوں کا اہلسنت کو بدعتی کہنا، کوئی تعجب کی بات نہیں، کیونکہ جب ان کے نزدیک خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی بدعتی ہیں، تو پھر ہم کس کھاتے میں ہیں؟

ہاں ہم صحابہ کے کھاتے میں ہیں! ”ما انا علیہ واصحابی“، کے مصداق ہیں، صحابہ کرام کے اصولوں پر عمل پیرا ہیں، اسی لیے ہم بھی ان بدعتیوں کے نزدیک صحابہ کرام کی طرح بدعتی ہیں۔

وہابیہ سے بدعت کی تعریف:

وہابی حضرات نے جب اہلسنت کو بدعتی ثابت کرنا ہوتا ہے، تو حدیث: ”کل بدعة ضلالة“، وغیرہ۔ (سعودی تفسیر: ۹۹۲) پیش کر کے بدعت کی یہ تعریف کرتے ہیں:

”کہ جو کام کسی خاص بیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو، اور اس پر ثواب اور جنت کی امید رکھی جائے“۔



اور کبھی دجل و فریب اور بے اصولی کی وجہ سے، بدعت کی تعریف میں یہ بھی کہہ دیتے ہیں: ”یہ رواج اس لیے بدعت ہے، جسے نہ رسول اللہ ﷺ نے نہ صحابہ اور نہ سلف صالحین نے کیا اور نہ اس کا حکم دیا۔“ (فتاویٰ ابن باز، اردو: ۳۹، دارالسلام الریاض)  
مزید لکھا: ”اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں، اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے۔“ (ص: ۱۴۹۸)

اور دوسری طرف یہ لکھ مارا: ”تبیح کا ترک بہتر ہے، کہ اہل علم نے ناپسند کیا ہے، تبیح انگلیوں پر ہی افضل ہے، جیسا کہ جو دنی ﷺ کیا کرتے تھے، بلکہ حکم دیا کہ انگلیوں پر کی جائے۔“ (فتاویٰ ابن باز: ۸۳، دارالسلام الریاض)

(حالانکہ ان کے امام البانی نے اس عمل کو بڑی بری بدعت قرار دیا۔ (سلسلہ احادیث ضعیفہ، مترجم: ۱۹۲، ۱۹۳)

یہاں بدعت کی تفصیل میں ایک اور چیز ”کہ جسے اہل علم ناپسند کریں“ بڑھا دی۔ اور باوجود نبی ﷺ کے انگلیوں پر تبیح کا حکم کرنے کے، اس کے خلاف کو بدعت نہیں کہا بلکہ خلاف اولیٰ کہا ہے۔ مطلب یہ بنا کہ جسے اہل علم پسند کریں وہ بدعت نہیں، بلکہ مستحب ہے، چاہے آپ ﷺ صحابہ اور سلف کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کیا ہو۔

تعجب کی بات ہے! کہ منکرین معمولات اہل سنت کے متعلق آیت: ”الیوم اکملت لکم دینکم“، (مائدہ: ۳) پیش کر کے کہتے ہیں: کہ جب دین مکمل ہو گیا، تو پھر تم یہ کام کیوں کرتے ہو؟

ہم بھی پوچھتے ہیں، کہ دین مکمل ہونے کے بعد تم بدعت کی تفصیل میں صحابہ، سلف اور علماء کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی قید کیوں پڑھاتے ہو؟ کیا دین میں کوئی کمی رہ



گئی تھی جو انہوں نے پوری کی؟ اور اس پر قرآن و سنت سے کون سی دلیل ہے؟

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل (دکنہ: رسالۃ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

اور کبھی اباحت کا ذکر بھی کرتے ہیں، سعودی مفتی لکھتا ہے: ”ممانعت میں کوئی صحیح، صریح نص نہیں آئی“۔ (فتاویٰ ابن باز: ۵۳، ۵۰، دار السلام الریاض)

غیر مقلد مناظر عمر صدیق نے کہا: ”حضرت عمر کے زمانے کی بات ہے، حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے، نہ سنت ہے، نہ اجماع ہے، نہ قیاس ہے۔“ استغفر اللہ! (مناظرہ: رکعات تراویح)

گویا اگر ممانعت کی کوئی دلیل نہ ہو، یا قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہو جائے تو وہ کام بدعت نہیں ہے۔

سعودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے:

علمائے متقدمین اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت کرنے اور حلال و حرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔ اولاً: کتاب اللہ۔ ثانیاً: سنت رسول اللہ ﷺ۔ ثالثاً: اجماع علمائے امت۔ رابعاً: قیاس۔ (”وجوب العمل بالسنة النبوية وكفر من انكارها“، رسالة ادارة البحوث العلمية والافتاء الریاض)

لہذا، ہم مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اسی اصول اور دلائل اربعہ سے ثابت کریں، کہ اہل سنت کا کون سا عمل، کس دلیل شرعی سے، کس درجے کا ناجائز اور خلاف



شرع ہے؟۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار!

بدعت کی تشریح احادیث مبارکہ سے:

الحاصل: بدعت کی یہی تعریف صحیح اور جامع مانع ہے، کہ بعد وصال مصطفیٰ کریم ﷺ جو نیا کام نیکی سمجھ کر اجر و ثواب کے لیے کیا جائے، اگر وہ شرعی اصولوں کے مطابق ہو، اور کسی عبادت کی شریعت کی مقرر کردہ خاص صورت اور ہیئت تبدیل نہ ہو، تو وہ کام بدعت نہ ہوگا۔

(نواب صدیق غیر مقلد نے یہی لکھا۔ (تمیہ الصبی، ہدیہ الہدی: ۱۱۷)

یا ایسے کام کو لغوی اعتبار سے بدعت کہہ سکتے ہیں، شرعی اعتبار سے نہیں، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کے بارے کہا: ”نعم البدعة هذه“۔ (بخاری: ۲۶۹۱)۔۔۔ یہ بدعت کتنی اچھی ہے!۔

لہذا کسی فعل کو محض اس لیے بدعت کہنا، کہ اس کی وہ خاص صورت رسول اللہ ﷺ سے یا صحابہ اور سلف صالحین سے ثابت نہیں، بلا دلیل، بے اصولی بلکہ خود ”بدعت“ ہے۔

پھر باعث اطمینان بات یہ ہے کہ اس وہم اور اعتراض کو خلفائے رسول ﷺ شیخین کب کا دور کر چکے ہیں۔

۱: جب جنگ یمامہ کے بعد سیدنا ابوبکر، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے درمیان، جمع قرآن کی بات چھڑی تو سیدنا صدیق اکبر نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سامنے اسی خدشہ کا اظہار کیا، تھا، ”کیف نفعل شینا لم یفعله رسول اللہ ﷺ“ کہ



جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ تم کیسے کرو گے۔۔۔ مگر عمر فاروق نے جواباً کہا: ”ہذا واللہ خیر“ یعنی اگرچہ آپ ﷺ نے نہیں کیا، لیکن کام تو اچھا ہے۔ پھر صدیق اکبر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کے متعلق ہمارے سینے کھول دیے۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن)

عمر فاروق کے فرمان ”ہذا واللہ خیر“ سے معلوم ہوا کہ بدعت کی پہچان یہ نہیں، کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو، بلکہ وہ کام بدعت ہے جو ”خیر“ نہ ہو، یعنی مخالف شرع ہو۔ دوم یہ بھی کہ اس مسئلے کی سمجھت آتی ہے جب شرح صدر ہو۔ اسی طرح جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی تو آپ پر اعتراض کیا گیا۔ آپ نے ایک حدیث پاک سے اس نئے کام کا صرف جائز ہونا ہی نہیں، بلکہ باعث ثواب و جنت ہونا ثابت کیا۔ (بخاری: کتاب الصلوٰۃ)

اور ہمیں سنت خلفاء کی پیروی کا بھی حکم دیا گیا ہے، لہذا ممانعت کی دلیل کے بغیر محض اہلسنت کی عداوت میں ہر اچھے نئے کام کو بھی بدعت و گمراہی قرار دینا، یہ خلفائے رسول کی سنت نہیں، بلکہ گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کا طریقہ اور بری عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”مَنَعَ لِلْخَيْرِ“، ”اچھائی سے منع کرنے والا“۔ (الہم: ۱۳)

اسی اصول کے پیش نظر حضرت عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جماعت تراویح اور جمعہ کی پہلی آذان کا آغاز فرمایا تھا، اور کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا تھا، (سوائے خارجیوں کے) جس سے بدعت کی اس تشریح اور توضیح پر صحابہ کا اجماع ثابت ہو گیا۔

..... حاضری حریمین (اپریل ۲۰۱۰ء) کے دوران، ”جنت البقیع“ کے دروازے پر، میری ایک مطوعہ (منجدی ملاں) سے مسئلہ ”بدعت“ پر بات ہوئی، تو مذکورہ بالا



روایت پیش کرنے پر نجدی ملاں کوئی جواب نہ دے سکا ہو۔

۲: ”من احدث فی امرنا هذا ماليس فيه فهورد“، جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالے جو اس میں (اصلاً) نہ تھی تو وہ مردود ہے۔ (بخاری: کتاب الصلح)۔  
یہ حدیث پاک خود ہی مسئلہ بدعت کی وضاحت کر رہی ہے، کہ دین میں ہر نیا کام مردود نہیں ہے۔ بلکہ وہی نیا کام مردود ہوگا، جو ”مالیس فیہ“، جس کی اصل موجود نہ ہوگی، بلکہ خلاف شرع ہوگا۔ ورنہ ”مالیس فیہ“ کی قید و شرط نہ لگائی جاتی، صرف اتنا ہی کہہ دیا جاتا کہ ”من احدث فی امرنا هذا فهورد“، کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات شروع کی وہ مردود ہوگی۔

سلف امت اور خود مخالفین کے اکابر کا بھی اتفاق ہے، کہ دین میں ہر نیا کام مردود نہیں، بلکہ وہی نیا کام مردود ہے، جو اصول شرعیہ کے مخالف ہو۔ ائمہ اسلام نے ”احداث“ کا یہی معنی کیا ہے۔ لا یخفی علی العلماء۔

اور حدیث پاک، ”من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو رد“ جس نے کوئی ایسا عمل کیا، جس پر ہمارا کوئی امر موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔ (مسلم کتاب الاقضية، باب نقض الاحکام لمطلہ) کا بھی وہی مفہوم ہے، جو مذکورہ بالا حدیث پاک کا ہے۔

ورنہ جو بھند ہو اس کو چاہیے کہ ”وہابیوں کی بدعتوں کی نشاندہی“ عنوان کے تحت مذکور بدعتوں کو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت کرے، انشاء اللہ! ہوش ٹھکانے آجائے گا۔

۳: یہ حدیث پاک بھی مسئلہ بدعت کی خوب وضاحت کرتی ہے کہ: ”من سن فی الاسلام سنة حسنة“، جو اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا، اس کو جاری کرنے



کا اجر ملے گا۔۔۔ الخ۔“ (مکمل حدیث، سعودی تفسیر کے حوالے سے آگے آ رہی ہے)

۴: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة“، ”جب بھی کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے، تو ضرور اس کی مثل سنت (شرعی حکم) اٹھالی جاتی ہے۔“ (مسند احمد: ۱۰۵۴ اور سند جید)

لیجئے جناب! آپ ﷺ نے خود بدعت کی نشانی بیان فرمادی۔ اور اس فرمان رسول ﷺ کی روشنی میں دوسرے فرمان عالی شان: ”كل بدعة ضلالة“ کو سمجھنا بھی آسان ہو گیا، کہ وہی نیا کام گمراہی ہوگا، جو خلاف سنت (شریعت) یعنی سنت کو ہٹانے والا ہوگا، گویا یہ حدیث پاک بدعت کے متعلق تمام احادیث مبارکہ کی شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ وہ مجمل ہیں اور یہ مفصل ہے، وہ اجمال ہیں اور یہ تفصیل ہے۔

الحمد للہ! اہلسنت کا کوئی ایک بھی مسلہ معمول ایسا نہیں، جو کسی سنت (شرعی حکم) کے مخالف، یا سنت کو ہٹانے والا اور مٹانے والا ہو۔

نوٹ: مکرین جب اہل سنت کے دلائل سے عاجز آ جاتے ہیں تو ان کے پاس آخری سہارا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کچھ لوگوں کو کنگریوں پر تسبیح و تہلیل پڑھنے سے منع کرنے والی روایت ہوتی ہے۔ (روایت شریف)

مگر یہ روایت بھی ان کے لئے مفید نہیں ہو سکتی، اور سند ابھی کمزور ہے۔

حضرت صفیہ بنت حنی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ رسول کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اور میرے سامنے چار ہزار گھٹلیاں پڑی تھیں، ان کے ساتھ میں تسبیح پڑھ رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: اے حنی کی بیٹی یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ان



کے ساتھ تسبیح پڑھ رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں جب سے تمہارے سر پر کھڑا ہوں اس سے زیادہ میں نے تسبیح پڑھ لی ہے۔۔۔۔۔ (المستدرک: ۵۴۷/۱)

اس حدیث کو امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

اسی طرح ایک عورت کو آپ ﷺ نے کنکریوں یا گٹھلیوں پر تسبیح پڑھتے دیکھا

مگر منع نہیں فرمایا۔ (ترمذی: ۱۹۶۲/۲) اس حدیث کو علامہ ذہبی نے صحیح لکھا ہے۔ (المستدرک: ۵۴۷/۱)

(اسی روایت کو امام ابوداؤد نے باب التسبیح بالحصی، میں روایت کیا ہے۔ (ابوداؤد: ۳۱۷۱/۱)

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی کنکریوں پر تسبیح پڑھنا مروی ہے۔

(ابوداؤد: کتاب النہاج)

منکرین کے اکابر کے حوالے:

وہابی عالم احمد حسن دہلوی اس مذکورہ بالا حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے

ہیں: ”بدعت کا ایجاد کرنا اس کی مثل سنت کو ہٹانے والا ہوتا ہے“۔ (تنقیح الروایۃ: ۴۴/۱)

وحید الزماں حیدر آبادی نے بھی یہی لکھا: حرام بدعت وہی ہے، جو اپنی مثل

سنت کو ہٹا دیتی ہے، اور وہ نئی بات جو سنت کو ہٹانے کا موجب نہیں بنتی، تو وہ بالکل

”بدعت“ نہیں۔ (حدیۃ المہدی: ۱۱۷/۱)

نواب صدیق نے حدیث پاک: ”من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ“ سے

علم حدیث کا اجر ثابت کیا ہے۔ (الخط: ۱۳۶)

قاضی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر اس سعودی تفسیر کا بنیادی ماخذ ہے لکھتا ہے:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نعم البدعة“، اچھی بدعت“، حافظ ابن

حجر عسقلانی نے ”فتح الباری“ میں کہا: بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں، جس کی



پہلے کوئی مثال نہ ہو، اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو، پس بدعت مذموم ہوتی ہے۔۔۔ اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر کسی ایسے اصول کے تحت درج ہو، جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے۔ اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو، جو شریعت میں قبیح ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے۔ ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (نیل الاطار: ۲/۳۱۲، ۳/۶۳)

نوٹ: سعودی تفسیر: ۸۲، ۱۰۰، ۲۵۰، ۳۰۵، ۳۲۹، ۱۵۹۰، پر اس کتاب کے حوالے دیے۔

عبدالرحمان مبارک پوری نے لکھا: بدعت ضلالت سے مراد وہ بدعت ہے، جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہو، اور جو اس پر دلالت کرے وہ بدعت لغوی ہے، (یعنی حقیقت میں وہ سنت مستحبہ ہے)

اور سلف صالحین کے کلام میں جس بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے، اس سے مراد یہی بدعت ہے، جیسے حضرت عمرؓ نے تراویح کے متعلق کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرعاة المفاتیح: ۲۶۳) نوٹ: سعودی تفسیر: ۲۵۰، پر مرعاة المفاتیح کا حوالہ دیا گیا۔

امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے بھی بدعت کی یہی تعریف اور تقسیم کی ہے۔

(مجموع الفتاویٰ جلد ۱۰، ۲۰، ۲۲، ۲۳، منہاج السنۃ: ۳/۲۲۳)

امام ابن کثیر نے بھی بدعت کی یہی تقسیم کی ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم: ۱/۱۶۱)

جب موافقین اور مخالفین علماء نے بدعت کی یہی تعریف کی ہے، اور مخالفین کا

کام بھی اسی تعریف سے چلتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے ابھی ملاحظہ کیا، تو ہم آخر میں سعودی مفتی ”ابن باز“ کے بقول یہی کہتے ہیں: ”اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں“۔ (فتاویٰ ابن باز: ۷۴، دارالسلام للریاض)



سعودی مفتی ابن باز نے تحفظ قرآن والی آیت ”إنا نحن نزلنا الذكر الخ“،  
(الحج: ۹)، کو دلیل بنا کر اشاعت تعلیم قرآن کے تمام جدید ذرائع کو جائز قرار دیا۔ (فتاویٰ  
الجبہ: ۲/۳۲۵)

اشر فطی تھانوی، شبیر عثمانی، تبلیغی جماعت کے ذکریا کاندھوی نے بھی بدعت کی  
یہی تشریح کی ہے۔ (مواعظ میلاد النبی، بوادر النواور: ۸۳۷، فتح المسلم: ۲/۴۰۶، أوجز المسالك: ۲/۲۹۷)  
رشید احمد گنگوہی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا: قرون ثلاثہ میں بخاری  
تالیف نہیں ہوئی تھی، مگر اس کا ختم درست ہے، کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اس  
کی اصل شرع میں موجود ہے، بدعت نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۰۴)

سعودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے:  
”علمائے حق دین اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت  
کرنے اور حلال و حرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔ اولاً: کتاب اللہ۔ ثانیاً:  
سنت رسول اللہ ﷺ۔ ثالثاً: اجماع علمائے امت۔ رابعاً: قیاس۔“ (”وجوب العمل بالسنة  
النبوية وكفر من انكارها“، مرساة ادارة البحوث العلمية والافتاء الرياض)

الحمد للہ! تمام مسلمہ معمولات اہل سنت کی شرع شریف تائید کرتی ہے،  
مخالفین کسی بھی معمول اہل سنت کو ان چار اصولوں سے شرع کے خلاف ثابت نہیں  
کر سکتے۔ تو جب خلاف نہیں تو پھر بدعت کیسے؟۔ (مزید: ”وہابیوں کی بدعتوں کی نشاندہی“ عنوان  
کے تحت، بدعت نمبر: ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶،



جاتے، کہ موجودہ نجدی اپنا مسلک بدل کے اہل سنت ہو جائیں گے، اس کی تو انہیں توفیق ملنا مشکل ہے، کیونکہ وہ خواہشات کے پیرو اور بندے ہیں۔

بلکہ ہمارا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے، کہ جن القابات (بدعتی، مشرک وغیرہ) سے ہمیں نوازتے ہیں، انہیں سے اپنے بڑوں کو بھی نوازیں۔۔۔ لیکن یہ لوگ کبھی ایسا نہیں کرتے، کیونکہ ان کا مقصد حمایت حق نہیں ہوتا، فقط شرارت اور انتشار کرنا ہوتا ہے۔

ایک بات اگر امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کہیں، تو بدعتی و مشرک ٹھہریں، اور وہی بات ابن تیمیہ، ابن قیم، قاضی شوکانی، نواب صدیق، اسماعیل، نانوتوی، تھانوی وغیرہ کریں، تو پھر بھی امام، شیخ الاسلام، مجدد، حکیم الامت، شہید ہی ہیں۔۔۔ آخر کیوں؟

سعودی تفسیر میں بدعت کی تعریف:

سعودی تفسیر میں بعض جگہ بدعت (سینہ) اور برے کام کی علامات کے متعلق جو بحث کی گئی ہے، ہم وہ پیش کر کے نجدیوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ۔۔۔

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم

..... بدعت کی دو علامتیں لکھیں۔ ۱: جس کی دین میں اصل نہ ہو۔

۲: جو دلائل شرع کے مخالف ہو۔ (ملخصاً، ص ۶۷)

..... آیت ”ونکتب ما قدموا واثارہم“، اور ہم لکھتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ

آگے بھیجتے ہیں، اور جو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (سین ۱۲) کے تحت لکھا: ”اور اثار ہم سے وہ

اعمال، جن کے عملی نمونے (اچھے یا برے) وہ دنیا میں چھوڑ جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس

کی اقتدا میں لوگ وہ اعمال بجالاتے ہیں۔ جس طرح حدیث میں ہے ”جس نے اسلام میں کوئی

نیک طریقہ جاری کیا، اس کے لیے اس کا اجر بھی ہے اور اس کا بھی ہے جو اس کے بعد اس پر عمل



کرے گا۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ) اسی طرح یہ حدیث ہے، ”جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے، ایک علم، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔۔۔“۔ (مسلم، کتاب الوصیہ)۔ (ص: ۱۲۳۳)

❖ \_\_\_\_\_ الانفطار: ۵، کے تحت بھی یہی کچھ لکھا۔ (ص: ۱۶۹۳)

❖ \_\_\_\_\_ لکھا: ”عمل صالح وہ ہے جو شریعت کے موافق ہو۔۔۔“۔ (ص: ۹۳۹)

❖ \_\_\_\_\_ لکھا: ”معروف وہ ہے جسے شریعت نے اچھا۔۔۔ قرار دیا ہو“۔ (ص: ۲۵۹، ۶۷)

بدعت اور برے کام کی یہ تعریفیں اہلسنت کے موافق، اور خود ان کے مخالف ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ خود وہابی بھی بدعت کی اس تعریف سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ بالخصوص وہابیہ اپنے جن اصولوں سے اہلسنت کو مشرک قرار دیتے ہیں، وہ سب کے سب اصول خود ان کی اختراعات اور بدعات سیئہ ہیں، جنکی انکے پاس کوئی بھی صریح نص نہیں، سوائے مشرکوں کے متعلق نازل شدہ آیات کی من مانی اور بالرائے تفسیر کرنے اور گمان فاسدہ کو بنیاد بنانے کے۔

وہابیوں کی (۹۷) بدعتوں کی نشاندہی:

اب ہم ان منکرین و مبتدعین (تمام وہابی فرقوں، چاہے غیر مقلد یا دیوبندی ہو) سے مطالبہ کرتے ہیں، کہ جس بدعت کی تعریف سے تم معمولات اہل سنت کو بدعت اور اہلسنت کو بدعتی ٹھہرایا ہے کہ: ”وہ فعل بدعت ہے، جو خاص ہیئت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو، اس پر ثواب کی امید جائے“، اپنے اسی اصول سے اپنے ان عقائد و معمولات کا بھی سنت ہونا ثابت کرو۔۔۔ مگر خوب یاد رہے، کہ جواباً صرف صریح آیت یا صریح حدیث پیش کی جائے، اور بقول اپنے:



”توجہات بعیدہ اور تاویلات و تکیہ“، سے پرہیز کیا جائے۔ (سعودی تفسیر: ۷۶۰)

نوٹ: بدعتوں کا رد اپنے عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں۔

بدعت نمبر ۱: بدعت کی یہ تعریف کرنا، ”کہ جو کام کسی خاص بیت کے ساتھ

رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو اور اس پر ثواب اور جنت کی اُمید رکھی جائے۔“

۲: بدعت کی کبھی یہ تعریف کرنا: ”یہ رواج اس لیے بدعت ہے، جسے نہ رسول

اللہ ﷺ نے نہ صحابہ اور نہ سلف صالحین نے کیا اور اس کا حکم دیا۔“

(فتاویٰ ابن باز: ۳۹، مدار السلام لریاض)

۳: وہ ساری سعودی تفسیر اور باقی وہابی تفسیریں بھی بدعت ہیں جن میں انبیاء

و اولیاء کرام کو دشمنان خدا بتوں اور شیطان سے ملا کر، بے حیثیت، مجبور، بے خبر اور مُردہ وغیرہ، اور عامۃ المسلمین کو مشرک و بدعتی لکھا جاتا ہے۔

۴: منکرین کی بدعت کی تعریف کے مطابق، کتب و رسائل اور تبلیغ کے دیگر

جدید ذرائع سی ڈی، انٹرنیٹ، مناظرے وغیرہ ثواب کی نیت سے اختیار کرنا متعدد بدعتیں ہیں۔

●۔۔۔ باوجود اس کے، اسی سعودی تفسیر، بنام ”القرآن الکریم“ کے مقدمہ کے آخر

میں لکھا: ”اللہم تقبل منا انک انت السميع العليم“۔ یعنی اس سعودی قرآن، اردو

ترجمہ و تفسیر کے ساتھ تیاری اور جو خرچ کیا گیا، ان سارے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرما

کے اس کا اجر عطا فرمائے۔ (ص: ۰)

●۔۔۔ اسی قرآن کے آخری صفحہ پر لکھا: ”دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ۔۔۔ خادمِ حرمین شریفین



شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کو اشاعت قرآن کریم کے سلسلہ میں عظیم کوششوں پر جزاء عطا فرمائے۔

•۔۔۔ اسماعیل دہلوی نے بھی اپنی بدنام زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے متعلق لکھا ”اللہ کرے ہمارا یہ کام ہماری اخروی نجات کا سبب بن جائے آمین“۔ (مقدمہ تقویۃ الایمان)

•۔۔۔ نجدی مترجم (سعید احمد قرالزماں الندوی) نے یہ تمنا کی، کہ میرا نام بھی نبی اکرم ﷺ کے سوانح نگاروں میں آجائے۔ نیز یہ تمنا بھی کی، کہ اس یہ ترجمہ میرے لیے صدقہ جاریہ اور توشہ آخرت ثابت ہو۔ آخر میں لکھا: ربنا تقبل منا الخ۔

(مختصر زاد المعاد: ۱۲، شیخ نجدی، دعوة وارشاد سعودیہ)

•۔۔۔۔۔ ”یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) رسالے کے مؤلف اور اس کے شارح کو عظیم اجر و ثواب عطا فرمائے“۔ (اہم درس، مفید مجموعہ: ۵، ۳، مطالع الحنفیہ الرياض)

•۔۔۔۔۔ ”اللہ تعالیٰ۔۔۔ اس (کتاب) کے فاضل مؤلف، مترجم اور تمام کارکنان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ والسلام“۔ (فتاویٰ، ابن باز: ۸، مکتبہ دارالسلام الرياض)

•۔۔۔۔۔ ”فاضل مؤلف نے ان کا رد کرتے ہوئے اپنے اس کتابچہ کا ختام کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرماویں“۔

(ہیبت توحید: ۸، صالح بن فوزان نجدی، مکتبہ دعوت وارشاد الرياض)

•۔۔۔۔۔ اسی کتاب کے ٹائٹل پر لکھا ہے، ”حجاج کے لیے تحفہ، ایک مریض کے والدین کی جانب سے جو اپنے بیٹے کی شفاء کے لئے دعاء کی درخواست کرتے ہیں“۔ (ایضاً)

•۔۔۔۔۔ سعودی حکومت کے نمک خوار پاکستانی نجدی مولوی تو صیف راشدی کہتا ہے؛



کچھ بھائی کہہ سکتے ہیں، مجھے علم نہیں ہے میں کیسے تو حید کی دعوت دوں، تو آپ کے سامنے کتاب کی صورت، کیسٹ کی صورت، سی ڈی کی صورت کھلی ہے۔ کسی کو تو حید کے پیغام کی سی ڈی دیجیے، کتاب دیجیے، اور یاد کر لیجیے حدیث کو: کہ ایک تیر تین ۳ بندوں کو جنت میں لے کر جائے گا۔ بنانے والے، خریدنے والے، اور چلانے والے کو۔ ہو سکتا ہے آپ کسی کو تو حید کی سی ڈی دیں اور سن کر اس کے دل کی دنیا بدل جائے (یعنی گستاخ بن جائے)، اس کے بعد وہ جتنے عمل کرتا رہے گا، وہ آپ کے نامہ اعمال میں بھی وہ چڑھتے رہیں گے۔ (عنوان تقریر، ”شہباز قلندر کے دربار کا حج“)

۵: ”بعض نے کہا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح ثواب کی نیت سے پڑھی جا سکتی ہے۔“ (سعودی تفسیر، ص: ۱۱۷۹)

۶: سپیکر پر اذان و جماعت، گھڑیوں کے حساب سے، فکس ٹائم پر نماز ادا کرنا۔  
 ۷: (دانوں والی) ”تسبیح“ کا ترک بہتر ہے، کہ اہل علم نے ناپسند کیا ہے، تسبیح انگلیوں پر ہی افضل ہے، جیسا کہ خود نبی ﷺ کیا کرتے تھے، بلکہ حکم دیا کہ انگلیوں پر کی جائے۔ (فتاویٰ ابن باز: ۸۳، دار السلام الریاض)

یعنی تسبیح کا ترک ضروری نہیں اور عمل بدعت نہیں، زیادہ سے زیادہ نامناسب ہے۔ جبکہ ان کے امام ناصر الدین البانی نے ”دانوں والی تسبیح“ کے استعمال کو بہت بڑی بدعت قرار دیا۔ (سلسلہ احادیث ضعیفہ، مترجم: ۱۹۲)

۸: دن اور وقت مقرر کر کے سیرت النبی ﷺ اور دیگر کانفرنسز، دینی تقریبات، رائیوٹ، اور غیر مقلدین کے سالانہ اجتماع، اور اشتہارات وغیرہ کے ذریعے ان کی اشاعت و اہتمام کرنا، اور لاکھوں خرچ کرنا۔



۹: فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ ابن باز: ۸۱، دارالسلام

الریاض)

۱۰: بغیر خاص عذر کے، کرسیوں پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا، جیسا کہ آج کل حرمین

میں یہ عام فیشن بن چکا ہے۔

۱۱: (نیک لوگ) مستحبات کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ (سعودی تفسیر، ص: ۱۱۴۳)

— جبکہ ہم اذان سے پہلے ”ذُرود“ شریف کی پابندی کریں تو مخالفین کہتے ہیں: ”یہ سنی واجب سمجھتے ہیں۔“

— ایصالِ ثواب کی محافل کو پیٹ بھرنے کا ذریعہ کہنے والے، نجدی مولویوں کو جب اپنے پیٹ کا دھندا چلانے کی فکر لاحق ہوئی۔ تو انہوں نے (۱) مدرسے کو چندہ دینے، اور (۲) نجدی علماء و طلباء کو صدقے کی رقم دینے کو بھی جائز اور کارِ خیر لکھ دیا، ملاحظہ ہو: ۱۲: ”مدرسے“ کے لیے چندہ مانگنا۔ (ایضاً ص: ۱۱۸)

۱۳: دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء اور علماء بھی (فقراء اور مہاجرین صحابہ کے ساتھ) اس (آیت) کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ (ص: ۱۲۰)

۱۴: غیر مقلدوں کا پورے ملک (ہندوستان) سے چندہ اکٹھا کر کے سعودی

حکمران ”عبدالعزیز“ کے پاس بھیجنا۔ (اہل حدیث گزٹ: ۸، شمارہ: فروری ۱۹۳۴ء۔ بحوالہ: امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی: ۱۱۴، دارالکتب والنسخہ ۱۳۱۹ھ، الریاض سعودیہ)

۱۵: غائبانہ نماز جنازہ، سنت کے نام پر اور اشتہار بازی کر کے ادا کرنا۔

(ص: ۲۲۳)



۱۶: خود کو وہابی، اہلحدیث، غیر مقلد، دیوبندی، تبلیغی وغیرہ کہلانا اور اس پر فخر کرنا، جماعة الدعوة، لشکر طیبہ وغیرہ۔

۱۷: جس حدیث کی ”سند“ درج نہ ہو، اس کے بیان کو ناجائز اور حرام کہنا۔  
(جیسے وہابی مناظر: عمر صدیق نے، رکعات تراویح کے مناظرے میں کہا)، اور سند کو بھی دین کہنا۔ جبکہ سعودی مفتی نے لکھا: ”امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا، مگر سند مذکور نہیں۔“ (فتاویٰ ابن باز: ۷۹)

جب بے سند روایت بیان کرنا حرام ہے، تو درج کرنا بھی حرام ہوگا، اب امام بخاری کے متعلق کیا خیال ہے؟

اسماعیل دہلوی (۲۵) کی بدعتیں:

۱۸: ”نماز میں اپنی توجہ نبی ﷺ کی طرف لے جانا، بٹل اور گدھے کی صورت میں گم ہونے سے بدتر ہے۔“ معاذ اللہ! (مراط مستقیم: ۱۶۹، از اسماعیل دہلوی)

مولانا حسن رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
۔ یادِ خر سے ہونمازوں میں خیال ان کا برا اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافات تیری  
ان کی تعظیم کرے گا نہ اگر وقت نماز ماری جائے گی تیرے منہ پہ عبادت تیری  
۱۹: ”ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چھارے سے بھی زیادہ ذلیل

ہے۔“ (تقویۃ الایمان: ۱۶، مطبع کنگاٹل پرنٹنگ دہلی، ۱۳۳۱ھ، با اہتمام اہلحدیث، از اسماعیل دہلوی)

الغرض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۔ یہ ہے دین کی تقویت اس کے گم، یہ مستقیم صراطِ اثر



جوشقی کے دل میں ہے گاؤں تو زباں پہ چوڑا چہرہ ہے

۲۰: ”سب انبیاء اور اولیاء اُسکے روبرو ایک ذرو تا چیز سے بھی کمتر ہیں۔“ (ایضاً:

(۶۳

۲۱: ”جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔“ (ایضاً: ص ۴۷)

۲۲: ”رسول ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔“ (ایضاً: ص ۶۶)

۲۳: ”رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا: ”یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں

ملنے والا ہوں۔“ (ایضاً: ۶۹) لعنہ اللہ علی الکاذبین!

نجدی مفسر نے بھی آپ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مردہ لکھا۔ (ص: ۱۳۰۵)

۲۴: غیب کا دریافت کرنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے، جب چاہے

کر لے۔ (ایضاً: ۲۳، ۲۵)

۲۵: اپنی جان کے نفع کے مالک نہیں ہوں دوسرے کا کیا کر سکوں۔ (ایضاً: ۲۸)

۲۶: میں تمہارے (ایمان والوں کے بھی) نفع و نقصان کا کچھ مالک

نہیں۔ (ایضاً: ۳۳)

۲۷: کسی مخلوق کے نام کا جانور ٹھہرانا حرام ہے۔ (ایضاً: ۴۶)

۲۸: رسول اللہ دہشت سے بے حواس ہو گئے۔ (ایضاً: ۶۴)

۲۹: غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔ (ایضاً: ۳۱، ۶۶)

مگر ان مولویوں کے علم غیب کی یہ شان ہے کہ ”اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر

سید احمد بریلوی سے جنگ میں جانے کی اجازت مانگی، تو اس نے غیب کی خبر دیتے

ہوئے کہا: ”مولانا اس لڑکی میں ہماری فتح نہیں ہے، آپ نہ جائیے۔۔۔ پیشانی پر اک



کاری زخم لگا، آپ شہید ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان؛ ۱، مکتبہ خلیل)

۳۰: بزرگ (چاہے رسول خدا ہی ہوں) ہو وہ بڑا بھائی ہے، سوا کسی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ (ص: ۶۸)

۳۱: شفاعت باذن اللہ اور شفاعت محبت کی جو تشریح کی وہ بھی بدعت ہے۔ (ایضاً: ۳۶، ۳۷)

۳۲: (انسان) اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (ایضاً: ۱۶)

۳۳: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ایضاً: ۲۰) کیا یہی کفر خالص نہیں؟

۳۴: اس شہنشاہ کی یہ شان ہے، ایک آن میں حکم کن سے۔۔۔ کرڑوں محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (ایضاً: ۳۵)

۳۵: اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان، بھوت پری میں کچھ فرق نہیں۔ (ایضاً: ۸)

۳۶: صالحین کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھ کر بھی ان کو اپنا شفیع سمجھنے والا اور ابو جہل، شرک میں برابر ہیں۔ (ملخصاً، ایضاً: ۸)

۳۷: قرب قیامت والی باؤ چل گئی، ایمان دلوں سے نکل گیا، ہر سو شرک پھیل گیا۔ (ملخصاً، ایضاً: ۵۰)

۳۸: ترجمہ: ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں۔“ (یوسف: ۱۰۶)۔ (ایضاً: ۵)

۳۹: (مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں۔ (ایضاً: ۵۱)

۴۰: سجدہ تعظیسی سے بھی شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے۔



(تقویۃ الایمان: ۷۸، نعمانی)

۴۱: نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی

ہے۔ (صراط مستقیم، اسماعیل دہلوی)

وہابیوں کی دیگر بدعتیں:

۴۲: اس امت کی بڑی جماعت (اکثریت) کو مشرک اور گمراہ کہنا، اور اقلیت

کو حق پر۔ (سعودی تفسیر: ۳۸۵)

۴۳: کبھی مطلق ”دعاء“ کو عبادت کہہ کر، فقط ”پکار“ کو عبادت کہنا۔ لیکن

جب اس سے کام نہ چلے، تو پھر اپنے گھر سے ”ما فوق الاسباب“ پکار کی قید بڑھا کر اس کو

”عبادت“ قرار دے کر ”یا رسول اللہ“ پکارنے والوں کو مشرکین مکہ سے بھی بڑا مشرک

کہنا۔ یہ دو (۲) بدعتیں ہیں۔

۴۴: فوت شدہ صالحین کو شفیع اور قرب خدا کا وسیلہ سمجھنے کو، انکی عبادت

، مشرکین مکہ کا طریقہ اور شیطانی فلسفہ کہنا۔ (”شفاعت“ عنوان ملاحظہ کریں)

۴۵: رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی خود زیارت کی جو کہ

سنت رسول ﷺ ٹھہری، مگر ان نجدیوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو مشرک قرار دے کر

، آپ کی قبر کو مسمار کر کے وہاں تک جانے کے تمام راستے ختم کر دیئے۔

۴۶: مسئلہ استمداد میں ما فوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کی تقسیم کر کے

پھر ما فوق الاسباب امداد کو شرک قرار دینا، اور دوسری طرف معجزہ، کرامات کو ما فوق

الاسباب تسلیم کرنا۔ (ص ۱۴۲، ۱۰۷۹، ۱۰۵۳)

۴۷: غائب سے، دور سے، اور ما فوق الاسباب استمداد کو شرک کہنا۔ (تقویۃ



۴۸: فوت شدہ، سے استغاثہ کرنے کو شرک کہنا۔

۴۹: صالحین کی تعظیم و تکریم کے لیے اختیار کیے جانے والے

کاموں (گنبد، چادر چڑھانا، غسل دینا وغیرہ) کو عبادت و شرک قرار دینا (جبکہ خود صفا  
مردہ پر گنبد بنانا، اور کعبہ کو سال میں دو مرتبہ غسل دینا)

۵۰: قبور صالحین کو غسل دینے کو اس لیے صالحین کی عبادت اور شرک کہنا:

”کہ یہ کعبہ کو غسل دینے کی نقل ہے۔“ (سعودی تفسیر: ۱۰۶)

۵۱: ایک نجدی لکھتا ہے: ”کعبہ کو سالانہ غسل دینا ”عبادت“ ہے۔“ (تلاش

حق: ۱۶۸)

۵۲: مزارات اولیاء کے پاس ”مسجد“ بنانے کو بھی بدعت، شرک اور قابل

لعنت کہنا۔ جبکہ ان کے امام قاضی شوکانی (جسکی تفسیر ”فتح القدیر“، سعودی تفسیر کا ماخذ ہے) کا  
موقف ہے: کہ جائز ہے۔ اس لیے لکھا: ”کہ اصحاب کھف کے پاس مسجد بنانے والے  
مسلمان تھے۔“ (ص: ۸۰۵)

۵۳: ”ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے۔“

(تقویۃ الایمان: ۲۵، نعمانی)

۵۴: ”رسول اللہ ﷺ و نقصان پر قدرت نہیں رکھتے ہیں۔“ (سعودی تفسیر:

۵۷۸، اور عام کتب و ہایہ)

۵۵: ”یزید“ کو سیدنا، امیر المومنین، متقی، پرہیزگار، خلیفہ برحق اور جنتی ثابت

کرنے کی مذموم کوشش کرنا، اور امام حسین کو باغی کہنا۔ جیسا کہ ذاکر نایک اور اسکے ہم



جماعتوں کا عقیدہ ہے۔ ایک مکمل کتاب ”سیرت امیر المؤمنین سیدنا یزید رضی اللہ عنہ“ لکھی گئی۔ (رشید ابن رشید)

(مزید مناظرہ راولپنڈی ”گستاخ کون؟“، مابین علامہ ضیف قریشی اور طالب وہابی، دیکھیے)

لیکن اسماعیل دہلوی نے یزید و شمر کو ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل اور بدتر انسان کہا ہے، لکھا: ”یزید و شمر نے تو پیغمبر کو نہیں مارا، بلکہ پیغمبر کے نواسے کو مارا ہے۔۔۔ تو وہ یزید اور شمر سے بھی بدتر ہے۔“ (تقویۃ الایمان: ۷۳، کنگاٹل)

۵۶: روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو ناجائز کہنا۔ (ابن تیمیہ) حسین احمد دیوبندی نے لکھا: نجدی اس کو زنا کی طرح ناجائز کہتے ہیں۔ (شہاب ماقب: ۲۲۵)

۵۷: نبی کے مزار سے آنے والی آواز شیطان کی آواز ہوتی ہے۔ (کتاب الویلہ ۱۵: ابن تیمیہ)

۵۸: روضہ رسول ﷺ کی طرف منہ کر کے، اللہ تعالیٰ سے کرنے کو ناجائز اور بدعت کہنا۔ (زیارت مدینہ منورہ ص ۲۷، زیر اہتمام پریذیسی جنرل ۱۳۲۸ھ، وغیرہ)

۵۹: مزارات صالحین کے زائرین، فاتحہ پڑھنے والوں اور انکو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانے والوں کو، قبر پرست اور مردہ پرست جیسے توہین آمیز القاب دینا۔

۶۰: ”اللہ تعالیٰ اور پتھر کی مورتیوں اور قبور صالحین کو، ایک جیسا کہنا“۔ (سعودی تفسیر: ۷۴۷)

۶۱: صحابہ کرام اور دیگر صالحین کی قبروں اور ان پر بنے ہوئے قبوں کو، مشرکین کی قبروں کے حکم میں لا کر انکو بلڈوزر کے زمین کے برابر کر دینا، پھر اس خبیث فعل کو



سُنّتِ رسول ﷺ کا نام دینا۔ (ایضاً: ۱۳۹۳)

۶۲: کبھی زمین کے برابر قبور بنانے کو سنت کہنا، اور کبھی کوہان کی مانند بنانے کو

۔ (ایضاً: ۱۶۹۸)

۶۳: حراراتِ اولیاء (شعائر اللہ)، میلادِ مصطفیٰ ﷺ وغیرہ پر خرچ کو، بدعت

اور فضول خرچی کہنا۔ (ایضاً: ۵۸۰-۴۰) جبکہ خود مصفا مردہ پر گنبد، حرمین کے مینار بنانا، سعی

کرنے کی جگہ سفید قیمتی پتھر لگانا اور اوپر چھت اور کئی منزلیں بنانا، منقش، ڈیکورٹ کرنا،

کعبہ شریفہ کو سال میں دو مرتبہ عرقِ گلاب اور عطر سے غسل دینا، اور انتہائی قیمتی غلاف

، اور غلاف پر آیات قرآنیہ اور زندہ مردہ نجدی حکمرانوں کے نام لکھنا، (یعنی التَّحْلِیْلُ) کعب

کے ساتھ، جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے) اپنے بلند و بالا محلات بنانا۔

۶۴: فوت شدہ بزرگوں کے ایصالِ ثواب و صدقہ کی ہر طرح کی اشیاء کو خنزیر

کی طرح حرام قرار دینا، چاہے ایسے جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیا جائے

، پھر بھی اسکو حرام کہنا۔ اور جس کی طرف سے صدقہ دیا جا رہا ہو، صدقے پر اس کا نام ذکر

کرنے کی وجہ سے صدقے کو حرام کہنا (حالانکہ سعد بن عبادہ نے کنویں صدقہ کرتے وقت اس

پر اپنی والدہ کا ذکر کیا)۔ (ص: ۶۹)

۶۵: رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کو آیات من دون اللہ میں داخل کر کے

”مزدہ، بے بس، بے خبر، بے حیثیت، بہرہ اور اندھا“ کہنا۔ (ص: ۱۳۰۵)

۶۶: حرمین شریفین پر ظالمانہ و غاصبانہ قبضہ جما کر اسکو اللہ کا عطیہ، انعام اور

رضا کا نام دینا۔

۶۷: نجد و حجاز مقدس کو ملا کر اپنے خاندان کی طرف نسبت کر اسکو سعودیہ عربیہ کا



نام دے دینا۔

ب ۶۸: ٹوپی کے اوپر مخصوص ڈیزائن کا رومال ڈال کر اس کے اوپر ٹائر نما سیاہ رستہ (اُغال) رکھنا، اور اسکو عربی ہونے کی علامت قرار دینا۔

ب ۶۹: صرف ٹھوڑی پر، چھوٹی سی دائری رکھنے کے فیشن کو عام کر کے، سنت رسول ﷺ کا حلیہ بگاڑنا۔

ب ۷۰: اہلسنت وجماعت سے کٹ کر، انکے مقابلے میں ایک نیا فرقہ تیار کر کے، انگریز سے اسکا نام ”اہل حدیث“ پاس کروانا۔ (ترجمان دعایہ وغیرہ) بعد میں پھر خود کو اہل سنت ثابت کرنا۔

۷۱: آٹھ (۸) رکعات تراویح کے نام پر، صرف رمضان میں، پورا مہینہ، روزانہ، بعد از نماز عشاء سونے سے پہلے، باجماعت ادا کرنا، اور باقی پورا سال ترک کر دینا۔

۷۲: سعودی نجدی (۲۰) تراویح ادا کرتے ہیں، اور پاکستانی غیر مقلد اسکو بدعت کہتے ہیں۔

۷۳: پاکستانی وہابی ”ولا الضالین“ کو ”ولا الضالین“ کی طرح پڑھتے ہیں۔ جبکہ سعودی وہابی ہماری طرح ہی پڑھتے ہیں۔ ان میں کون بدعتی ہے؟

۷۴: سعودی نجدی حنبلی ہونے کے دعویدار ہیں، جبکہ یہ تقلید کو شرک و بدعت کہتے ہیں۔

۷۵: سعودی شخصی مقلد (حنبلی) ہیں، جبکہ یہ تقلید شخصی کو بھی بدعت و شرک کہتے ہیں۔



۷۶: بالخصوص رفع الیدین وغیرہ فروغی مسائل کی وجہ سے انتہائی شدت، تفرقہ بازی اور انتشار کرنا، اس طرح امت کی ایک بڑی تعداد کی نمازوں کو خلاف سنت اور باطل قرار دینا۔

۷۷: منوں مٹی تلے مدفون ہیں، نہیں سنتے۔ (ص: ۱۲۲۲)

۷۸: نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس دیر تک کھڑے رہنا خلاف شرع

ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ ص ۲۵، ۲۷، از ابن باز، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل ۱۴۲۸ھ)

۷۹: ”یا رسول اللہ، اور یا محمد“ سے ”یا“ مٹانا، جیسے سنہری جالیوں سے بھی یا محمد

کو، یا مجید بنادیا۔

۸۰: صالحین کو (ج ۷۳) کے تحت شامل کر کے، ان کو ظالموں میں شمار کر دیا

۔ (ص: ۹۳۶)

۸۱: ”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“

، (تالیف، ابوالمکرم عبدالجلیل، مکتبہ دارالکتب والنسخہ ریاض)۔

وہ کون سی خاص دعوت ہے، جس کو صرف شیخ نجدی سے مخصوص و منسوب کیا

جاتا ہے، (مجدد الدعوة بھی کہا جاتا ہے۔ (ص: ۱۴۹۳)، جس کو باقی سلف سے منسوب نہیں کیا

کیا؟

۸۲: ”ذاکرنائیک یزیدی کہتا ہے: ”آج کی تاریخ میں محمد ﷺ سے مانگنا بھی

حرام ہے“۔ (سی ڈی)

۸۳: نبی علیہ السلام کے علم مبارک کو جانوروں، پانگوں، بچوں کے علم جیسا

کہنا۔ (حفظ الایمان، اشرف علی تھانوی)



۸۴: شیطان اور ملک الموت کے لیے روئے زمین کے علم کے اعتقاد کو توحید

سمجھنا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا علم ماننے کو شرک کہنا۔ (براہین قاطعہ، رشید گنگوہی، خلیل انصاری)

۸۵: اردو زبان میں نبی علیہ السلام کو دیوبند مدرسے کا طالب علم کہنا۔ (ایضاً)

۸۶: نماز میں غفلت کی حالت میں کی جانے والی تلاوت قرآن اور ذکر کو

بکواس کہنا۔ (فضائل اعمال، حصہ فضائل نماز، آخری گزارش، ذکر یا کاندھوی تبلیغی)

۸۷: خاتم النبیین کے معنی ”آخری نبی“، کو عوام کا خیال قرار دینا، زمانے کے

لحاظ سے آپ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنا۔ (تحذیر الناس، قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

۸۸: محرم شریف میں روایات صحیحہ سے بھی ذکر امام حسین اور سبیل کو حرام

کہنا۔ (فتاویٰ رشیدیہ، رشید احمد گنگوہی)

۸۹: اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنے کو ممکن کہنا۔ (یکر روزہ، اسماعیل دہلوی)

۹۰: درود ابراہیمی کو ہی غیر نماز میں بھی افضل کہنا، اور اس پر زور دینا۔

۹۱: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، کو خانہ ساز درود کہنا۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

۹۲: درود شریف پڑھنے کے لیے منقول صیغے کی پابندی لگانا۔ (ایضاً)

۹۳: جبکہ خود لکھا: ”نیز مختصراً، ”صلی اللہ علی رسول اللہ وسلم“، بھی پڑھا جاسکتا

ہے۔ (ایضاً)

وہابی اس درود کو حدیث پاک سے ثابت کریں یا خانہ ساز تسلیم کریں۔

۹۴: قبل اذان درود شریف پڑھنے کو بدعت و گناہ کہنا ہے۔ (ایضاً)

۹۵: لکھا: اس فاسد عقیدے سے درود شریف پڑھنا، کہ آپ ﷺ براہ



راست سنتے ہیں، یہ عقیدہ فاسدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ (ایضاً)

۹۶: فرضوں کے بعد کلمہ شریف کے ورد کو نامناسب کہنا۔

۹۷: نوٹ: جب وہابی اپنی ان بدعتوں کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں، تو

پھر انہیں مزید بدعتیں گھڑنیں پڑتی ہیں۔ جواباً کہتے ہیں کہ: ”یہ امور ”للدین“ ہیں، ”فی الدین“ نہیں۔“

یعنی دین میں نیا کام نہیں، بلکہ دین کے لیے ہے۔ جبکہ یہ تقسیم بھی بلا دلیل، بدعت اور دھوکا ہے۔

بدعات وہابیہ کے متعلق اہم سوال:

کہ مخالفین نے مساجد، مدارس، حرمین، اپنے دین کی اشاعت و تبلیغ، انتظام اور شعائر اسلام کی تعظیم کے لیے جتنے نئے امور اختیار کیے ہیں، اور ان پر جتنا وقت، مشقت اور مال خرچ ہوتا ہے۔ کیا اس کو لغو اور فضول خرچی سمجھتے ہو؟۔۔۔ یا کہ اجر و ثواب کے لیے کرتے ہو؟۔۔۔ اگر ثواب و جنت کے لیے کرتے ہو تو پھر بدعت کی تعریف کیا ہے؟۔

وہابی مولویوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اذان جمعہ کی ابتداء کو انتظامی حل کہا۔ پھر کہا کہ بدعت اس لیے نہیں ہے کہ آپ خلیفہ راشد تھے اور اس پر صحابہ کا اتفاق ہو گیا تھا۔ (ملاحظہ کریں: ”نماز نبوی: ۲۵۸، دار السلام)

یعنی وہابیوں نے تسلیم کر لیا، کہ بعض انتظامی امور بھی بدعت ہوتے ہیں۔ کیونکہ کہ یہ دھوکا بھی دیتے ہیں کہ ہمارے معمولات انتظامی ہیں، ہم ان کو دین کا



حصہ نہیں سمجھتے۔

نوٹ: اس کتاب کی تصحیح سعودی مفسر صلاح الدین یوسف نے کی ہے۔  
آخر میں ہم پھر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر معمولات اہل سنت کو بدعت ثابت کرنا ہے، تو پہلے ان کو خلاف شرع ثابت کریں۔ (اس اصول کو سمجھنے کے لیے گزشتہ عنوان ”وہابیہ سے بدعت کی تعریف“۔ اور وہابیہ کی بدعت نمبر (۴) دوبارہ ملاحظہ کریں)



عنوان: ۸

### نجدی توحید کی حقیقت:

ان لوگوں کی توحید کی حقیقت و خصوصیت یہ ہے کہ اپنے زندہ و مردہ مولویوں و حکمرانوں کے لیے چاہے قرآن و سنت میں ذکر کردہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت و اختیار کر لیں، جیسے، ”الملك“، ”مولانا“، انکی توحید کو کوئی خطرہ اور شرک نظر نہیں آتا۔ مگر اللہ والوں کے لیے مسلمانوں میں معروف القابات، جن کا شرع شریف میں اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی ذکر نہیں، یا تو وہ عربی الفاظ ہی نہیں جیسے داتا، گنج بخش، غریب نواز، غوث اعظم وغیرہم کو یہ حضرات شرکیہ کہتے ہیں۔

انکی توحید کا اہم رکن یہ ہے کہ اگر ایک صفت زندہ، قریب اور حاضر کے لیے ماننا ایمان ہے، تو وہی صفت فوت شدہ نبی یا ولی کے لیے ماننا شرک اکبر ہے، گویا ان کے دین میں زندہ کے لیے کوئی بھی صفت مان لی جائے، پھر بھی وہ خدا تعالیٰ کا شرک نہیں ٹھہرے گا، جبکہ فوت شدہ کے لیے کوئی بھی صفت ثابت کرنا، اُسکو خدا کا شریک ٹھہرانا ہوگا۔



اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی توحید میں کسی زندہ ہستی کو معبود مان لینا بھی شرک نہیں، اگر ایسا نہیں تو پھر صرف فوت شدگان کے لیے ہی، کوئی بھی صفت ماننا شرک کیوں ہے؟۔

توحید نجدیہ کی ایک اہم شرط، اللہ والوں کو اللہ کے مقابل لا کر ان کو چھارے زیادہ ذلیل، ذرۂ ناچیز سے کمتر، مردہ، مجبور، بے خبر، بے حیثیت خدا تعالیٰ کا شریک اور دشمنان خدا میں شامل کرنا بھی ہے۔ ("من دون اللہ" کا عنوان ملاحظہ کریں) گنبد خضراء اور دیگر مزارات اولیاء کو بت اور بت پرستی کے اڈے، معبودان باطلہ میں شامل کرنا ہے۔

اسی طرح مزارات صالحین پر حاضری دینے والوں اُنکو وسیلہ اور شفیع جانے والوں کو، قبر پرست، قبوری، مردہ پرست، اُنکی عبادت کرنے والے اور مشرک کہنا ہے۔ جیسے ایک وہابی مولوی، نجدی دھرم کے بنیادی ارکان لکھتا ہے: "وہ عقیدہ اور توحید سے متعلق وہی مسائل ہیں، جن پر شیخ محمد بن عبدالوہاب اور آپ کے اتباع نے بھر پور توجہ دی ہے، مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت، انتقال کے بعد آپ ﷺ کا مومنوں کے لیے استغفار، نیز آپ کی ذات کا وسیلہ لینا اور غیر اللہ کو پکارنا اور اسی قسم کے دیگر مسائل زیر بحث آئے ہیں"۔ (امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی: ص ۴۹، دارالکتاب والنسۃ ریاض)

مزید لکھا: "قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی"۔ (ایضاً: ۴۱)

دیوبندیوں کی توحید کا نمونہ بھی ملاحظہ کریں: شیطان اور ملک الموت کے لیے روئے زمین گئے علم کا اعتقاد توحید و ایمان ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا علم



ماننا شرک ہے۔ (براہین قاطعہ، ملخصاً، رشید گنگوہی، خلیل انبیوی)

یعنی شیطان کا تصرف ماننے سے شرک نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ کا تصرف ماننے سے شرک ہو جاتا ہے، گویا شیطان کا رب تعالیٰ کا شریک ہونا ثابت بالنص ہے۔ ان نجدیوں کا ایمان، اسلام، اور توحید آ جا کر فقط یہی رہ گئی ہے، کہ اگر کسی نے سنہری جالیوں کو ہاتھ لگا لیا، مزارات کا بوسہ لے لیا، اور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کی تو نجدیوں کی ”رگ توحید شیطانی“ پھڑک اٹھی، اور شرک شرک کی رٹ شروع ہو گئی۔

علاوہ ازیں واٹر میمنڈ واؤ، فحاشی، عریانی اور مخرب اخلاق فلمیں دیکھو، گانے سنو، تصویریں کھینچو، خریدو، پیچو کوئی جرم نہیں۔ معلمین کے دفاتروں میں آج بھی ٹی وی لگے ہوئے ہیں، سرعام بازاروں میں مصری گلوکار عورتوں کے گانوں کی کیٹشیں بکتی ہیں، پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ ملتے ہیں، دن رات فلمیں چلتی ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں، پابندی اور جرم ہے، تو فقط مزارات کو ہاتھ لگانا، تبرکات کو چھونا اور بوسہ دینا ہے۔ ایسی دوہری شریعت سعودی عرب کے نجدیوں نے نافذ کر رکھی ہے، مسلمانوں کو مشرک قرار دینا، ان کے دن رات کا مشغلہ ہے۔

اہلسنت کا عقیدۃ الوہیت:

اللہ تعالیٰ کا کوئی کسی طرح بھی ہمسر نہیں ہو سکتا، اس کی تمام صفات ذاتی، حقیقی، لامحدود، واجب اور قدیمی ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی اور ذاتی طور پر عالم الغیب، مددگار، فریادرس، حاجت روا اور متصرف ہے، مگر ان صفات پر الوہیت کا مدعا نہیں، ورنہ کسی مخلوق کے لیے کسی صورت بھی یہ صفات ثابت نہ ہو سکتیں، جبکہ قرآن و سنت اس پر گواہ



ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے محبوب بندے بھی مشکل کشاء، حاجت روا، فریادرس، اور متصرف ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ان عطا کردہ صفات کو محبوبانِ خدا کے لیے ثابت کرنے کو شرک کہنا، اور انکار کرنا، اللہ تعالیٰ کی توہین، اُسکی قدرتوں اور سخاوت کا انکار کرنا ہے۔

اصل میں اللہ والوں کے کمالات اور قدرتیں اللہ تعالیٰ ہی کے کمالات اور قدرتیں ہیں، یہ اس کے شریک یا مقابل نہیں ہوتے، بلکہ اس کی قدرتوں کے مظہر، برہان، اور اس کے نمائندے ہوتے ہیں۔ انکے کمالات ”من دون اللہ“ یعنی اللہ کے مقابل نہیں بلکہ ”بإذن اللہ“ ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ حزب اللہ، اولیاء اللہ اور شعائر اللہ ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت، تصرف اور قوت کا آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ سے اظہار ہوا۔ (نمل: ۴۰)

جس کلمہ گو کے دل میں اللہ والوں کا کچھ بھی احترام اور عزت ہے، اس سے یہ مخفی نہیں، کہ قرآن پاک میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اگر کسی ایک صفت کو اپنے لیے بیان کر کے دوسروں سے اُسکی نفی کی، تو دوسرے مقام پر ایک ہی آیت میں وہی صفت اپنے لیے بھی اور اپنے محبوبوں کے لیے بھی ذکر کی، جیسے مولا، ولی، حاکم، کافی، باعزت ہونا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی حاجت اور دباؤ کے محض اپنی رضا اور محبوبیت کے اظہار کے لیے اپنے پیاروں کو اپنی بارگاہ میں وجاہت، وقار اور عزت عطاء فرما کر ان کو شفاعت کرنیوالا بنایا ہے۔

جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے شریک یا مقابل نہیں ہوتے، بلکہ انکا



اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایک ہی ہوتا ہے، یعنی اُنکی محبت، اللہ کی محبت، اُنکی دوستی اللہ کی دوستی، اُنکی دشمنی اللہ کی دشمنی، ان کو اذیت دینا اللہ کو اذیت دینا، انکا ادب اللہ تعالیٰ کا ادب، اُنکی اطاعت اللہ کی اطاعت، انکا رستہ اللہ تعالیٰ کا رستہ، انکا قرب اللہ کا قرب، انکا کادر اللہ کا در، ان کی بیعت اللہ کی بیعت، ان سے دعا اللہ سے دعا ہے، ان کا کمال اللہ کا کمال، ان کی مدد اللہ کی مدد۔

لہذا اولیاء انبیاء کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر بتوں کی مذمت میں نازل شدہ آیات کو ان برگزیدہ ہستیوں پر چسپاں کرنا یقیناً، خارجی، بدترین مخلوق ہونے کی علامت اور بہت بڑی اور دور کی گمراہی ہے۔



### باب: ۹

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشرک تھیں: (معاذ اللہ!)

توبہ: ۱۱۳، جو کہ مسلمانوں کی اُن رشتہ داروں کے متعلق نازل ہوئی، جن کا حالت شرک پر مرنا یقینی تھا، کہ اب اُنکے لیے دعائے مغفرت نہ کرو۔ (ص: ۵۵۲)

”یزید“ جیسے ذلیل، پلید شخص، جس کو امت ہمیشہ سے لعن طعن کرتی آرہی ہے، (اسماعیل دہلوی نے لکھا: یزید و شمر نے تو پیغمبر کو نہ نہیں مارا، بلکہ پیغمبر کے نواسے کو مارا ہے۔۔۔ تو وہ یزید اور شمر سے بھی بدتر ہے۔ (تقویۃ الایمان: ۷۳، کنفائل) بے گناہ اور جنتی ثابت کر کے زبردستی گھسیٹ کر جنت میں داخل کرنے والے۔ اور ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی جیسے شخص، جن کو علماء اسلام نے گمراہ اور زندیق لکھا، شیخ الاسلام، مجدد الدعوة کہنے والے، نجدی مولوی اپنی شقاوت سے شافع محشر ساقی کوثر علیہ السلام کے والدین کریمین کو مشرک اور



جہنمی کہتے ہیں (امام اعظم اور دیگر ائمہ کی توہین کرتے ہیں)۔ (معاذ اللہ!)

ان کی حالت ایسی ہے، جیسے رافضیوں کے متعلق خود لکھا: ”کہ وہ منکوس القلوب ہیں، ممدوح اشخاص کی مذمت کرتے اور مذموم لوگوں کی مدح کرتے ہیں“۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۳)

پسند اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا!

اس نجدی مفسر نے اپنے اس خبیث عقیدے کو عام مسلمانوں میں پھیلانے کی مضموم و مکروہ جسارت کی، کہ اس آیت کے تحت مسند احمد کی ایک ضعیف روایت کا حوالہ دیا: ”کہ اس آیت کا شان نزول یہ بھی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے متعلق نازل ہوئی“۔

ایک مسئلے کے متعلق لکھا کہ: ”ایسا بیان کرنا یا خیال رکھنا صحیح نہیں، کہ روایات سنداً کمزور ہیں“۔ (ص: ۱۵۹۹)

تو پھر اس روایت کو (اس عوامی تفسیر میں، جو عوام کو گمراہ کرنے کے لیے مفت تقسیم کی جاتی ہے) بغیر اس اسنادی حالت واضح کرنے کے بیان کرنا کیسے درست ہوگا؟

جس طرح شیخ القرآن والحدیث علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حاشیہ قرآن میں اس روایت کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ (انوار تبیان القرآن ص: ۳۳۶، فرید بک شال لاہور)

مگر چونکہ ان لوگوں کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے، کہ عامۃ الناس میں غیر ضروری مسائل چھیڑ کر، اُگوشبہات کا شکار کر کے، سلف کے مسلک سے ہٹا کر وہابی بنایا جائے



یہاں بھی یہی مطلب تھا، کہ مسلمان سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مومنہ، مسلمہ، طاہرہ، زاہدہ، عابدہ سمجھتے ہیں، اور آپ سے عقیدت کی وجہ سے آپ کے مقدس نام پر اپنی بچیوں کے نام رکھتے آرہے ہیں۔ اُنکے دلوں میں، ”الذی یومسوس فی صدور الناس من الجنة والناس“، کے مطابق یہ وسوسہ اور شبہہ ڈال دیا جائے کہ سیدہ آمنہ مومنہ نہیں تھیں۔ (معاذ اللہ)

مذکورہ روایت کی اسنادی حیثیت:

اس نجدی کی ذکر کردہ مسند احمد کی روایت ضعیف ہے، اسکی سند میں ابن جریج مدلس ہے، اور ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے بھی اسکا تعقب کیا ہے کہ یہ ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا: کہ ابن معین نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳۷۷/۱، بحوالہ بیان القرآن)

تفسیر منظرہ میں بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول موجود ہے، کہ اس موضوع کی تمام روایات غیر معتبر ہیں۔

صحیح حدیثوں پر عمل کا دعویٰ کرنے والوں کو اپنے اس خبیث عقیدے کی اشاعت کے لیے، ضعیف حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شرم و غیرت آنی چاہیے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۹۷۶، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان وغیرہ)

جبکہ کافر کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی رسول اللہ ﷺ کو منع کر دیا گیا۔ (توبہ: ۸۴) اگر آپ کی والدہ مشرکہ ہوتیں تو آپ کو قبر کی زیارت کی اجازت بھی نہ دی جاتی۔ (معاذ اللہ)



مفسرین کرام کا محبت و ادب بھر انداز:

صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”محدثین کرام کے حوالے سے ایسے تمام اقوال و روایات کا ضعیف اور معلول ہونا ثابت کیا، جن میں ہے کہ یہ آیت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی۔ اور فرمایا: علاوہ ازیں یہ قول بخاری کی اس روایت (۱۳۶۰) کے بھی خلاف ہے، جس میں اس آیت کا شان نزول یہ ہے، کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی۔۔۔ آخر میں لکھا: اور یہ ثابت ہے، اس پر بہت دلائل قائم ہیں کہ سید عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ، موحده اور دین ابراہیمی پر تھیں۔“ (ملخصا حاشیہ: خزائن العرفان، زیر آیت توبہ: ۱۱۳)

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”کہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق تیسرا قول، کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق نازل ہوئی محض غلط ہے، آپ کی والدہ محترمہ مؤمنہ تھیں۔ اگر کافرہ ہوتیں تو قبر کی زیارت کی اجازت نہ دی جاتی، دعائے مغفرت سے اس لیے منع کیا گیا کہ وہ بالکل بے گناہ تھیں، مغفرت گنہگار کے لیے مانگی جاتی ہے، اسی لیے بچہ کے جنازہ پر اس کے لیے دعائے مغفرت نہیں کی جاتی۔۔۔“ (حاشیہ، نور العرفان، زیر آیت توبہ: ۱۱۳)

علمائے اسلام کا مسلک:

آقائے کائنات ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کو علمائے اسلام نے کئی طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ ۱: کہ انکا شرک کرنا، کسی طرح بھی ثابت نہیں۔

۲: کہ وہ زمانہ فترت میں تھے، جس زمانہ میں فقط عقیدہ توحید ہی کافی ہوتا



ہے۔ ۳: آپ ﷺ کے والدین ملت ابراہیمی پر تھے، جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل، قس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل اور ابو بکر صدیق، عبدالمطلب، عامر بن الظرب جیسے حضرات، یہ سب مؤحد تھے۔ (تفسیر کبیر: ۱/۳۸۱) •

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی: میری ذریت میں ایک جماعت ہمیشہ مسلمان رکھنا۔ (بقرہ: ۱۲۸)

۴: رسول ﷺ نے بھی فرمایا: کہ میں پاکیزہ لوگوں میں منتقل ہوتا رہا، اور ہر زمانہ میں بہترین لوگوں میں مبعوث ہوتا رہا، جبکہ مشرک و کافر ناپاک و پلید ہوتا ہے۔ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

”اس آیت: ”تقلبک فی الساجدین“، (شعراء: ۲۱۹) سے استدلال کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین ایمان پر تھے، جیسا کہ اہل سنت کے بڑے بڑے آئمہ زیادہ اسی مسلک پر ہیں، اور میں ڈرتا ہوں کہ آپ کے والدین کو کافر کہنے والا کہیں خود نہ کافر ہو جائے، جیسے ملا علی اور ان کے ہم خیال جو بضد ہیں۔ (روح المعانی: ۱۳۳/۷، سعودی تفسیر: ص ۸۱۵، ۲۰۹ پر بھی اس تفسیر کے حوالے دیے گئے ہیں)

”بِـرَاس“ کے محشی (حاشیہ لکھنے والے) نے لکھا ہے: کہ ملا علی قاری نے،

والدین مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ (بیراس: ۵۲۶، شاہ عبدالحق اکیڈمی بنڈیال، ۱۳۹۷ھ)

یہی وجہ ہے، کہ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کو ثابت کیا ہے، جو ان کی بعد کی تصنیفات میں سے ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قاضی ابو بکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے



کسی نے پوچھا: کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے والدین کو دوزخی کہے اُس کا کیا حکم ہے؟

انہوں نے جواب دیا: وہ "لعنتی" ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔

(احزاب ۵۷) (رسائل امام سیوطی، اس مسئلہ میں)

قاضی عیاضی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں لکھا ہے: امیر المؤمنین عمر بن

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب نے آپ ﷺ کے والدین طہمین کو کافر کہہ دیا تو

آپ نے اس کو معذول کر دیا۔۔۔ یہ ہے محبت و ادب والوں کا انداز!

علامہ جلال الدین سیوطی کی وصیت:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے والدین

شریفین کے ایمان کو تسلیم کرنے میں کچھ (کفر، کفارہ وغیرہ) لازم نہیں آئے گا، بلکہ اس

میں آپ ﷺ کی شان و عظمت کا اظہار ہے، اور آپ کے تقرب، رضا اور شفاعت کے

حصول کا ذریعہ ہے، جبکہ کافر ہونے کا عقیدہ رکھنے میں آپ کے والدین کی احانت اور

آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا ہے۔ (رسالہ، والدین کریمین کو زندہ کرنے والی حدیث شریف، علامہ سیوطی)

(اس مسئلے کی تفصیل کے لیے، "ابوین مصطفیٰ" ﷺ، علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ، اور "نور المؤمنین

فی ایمان آباء سید الکونین" از علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ وغیرہ کتب پڑھیے)

نجدیوں کا عقیدہ ہے، کہ والدین رسول دوزخی ہیں (معاذ اللہ!)

۱: جیسا کہ آپ نے سعودی تفسیر (ص: ۵۵۱) کے حوالے سے ابھی ملاحظہ کیا۔

۲: سعودیہ میں ہر جمعہ کو تقسیم ہونیوالے اردو نیوز "دوشنبی" (۲۶، ۱۲، ۰۸) کے

شمارے کے (صفحہ ۸) پر، والدین رسول ﷺ کے متعلق مضمون میں صاف لفظوں میں ان

کو دوزخی اور اہل النار میں سے لکھا گیا۔ معاذ اللہ!



۳: اسی طرح سعودیہ سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں والدین رسول اللہ ﷺ کو صراحت کے ساتھ مشرک، کافر اور دوزخی ثابت کیا گیا۔

(اسلام میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲۷، الدواوی الریاض)

۴: یہی وجہ ہے کہ ۱۹۹۸ء میں سید آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف کو سعودی نجدی حکومت نے اپنے اسی گندے عقیدے کی بناء پر مسمار کر کے وہاں تک جانے کے تمام راستے ختم کر دیئے، تاکہ کوئی شخص وہاں تک زیارت یا فاتحہ کے لیے نہ پہنچ سکے، اور نہ ہی اپنی آنکھوں سے قبر شریف کی خستہ حالی و پامالی کو دیکھ سکے۔

نجدیا! سخت ہی گندی ہے طہیت تیری

کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری!

وہابیوں کے اکابرین کا مسلک:

وہابیوں کے نظریات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ جبکہ ان کے اکابر میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کو جنتی اور مومن تسلیم کیا ہے

۔ (دیکھئے: "اشمامۃ المعمریہ": ۱۷۱ از لواب صدیق۔ سیرت مصطفیٰ: ۷۹، ۹۱ از ابراہیم میرسیا لکوٹی۔ فتاویٰ ثنائیہ: ۲۰

۶۸ از ثناء اللہ امرتسری)

یہ تینوں مولوی غیر مقلدین کے پیشوا ہیں، جن کو بڑے بڑے القاب سے یاد کرتے ہیں، انہوں نے والدین رسول ﷺ کو مومن تسلیم کیا ہے۔

مگر آج کہ یہ نام نہاد غیر مقلدین انتہائی درجہ کے بے ادب اور دریدہ دہن ہیں۔۔۔ جب تیری حیا چلی جائے، تو پھر جو چاہے کر گزرا!





حضرت موسیٰ علیہ السلام کی احتیاط اور خارجیوں کی منہ زوری:

وہابی لوگ یا رسول اللہ ﷺ پکارنے، صالحین کو شفع اور وسیلہ جاننے، انبیاء و اولیاء کرام کے لیے عطائی، مجازی اختیارات ماننے کو بھی شرک اکبر قرار دے دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے اقرار تو حید و رسالت کی کچھ پرواہ کیے بغیر انکو بلا توقف و تامل اور کچھ سوچ بچار کے مشرکین مکہ سے بھی بڑا مشرک کہہ دیتے ہیں۔ (جیسا کہ آ رہا ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کمال احتیاط دیکھیے، کہ جب قوم بنی اسرائیل فرعون سے نجات پا کر سلامتی سے سمندر پار کر چکی، تو ایک قوم کو بنیوں کی عبادت کرتے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کرنے لگے: "قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَلْ لَنَا آلِهَةً كَمَا لَهُم آلِهَةٌ"، اے موسیٰ علیہ السلام! ہمیں بھی ایک ایسا معبود بنا دیجیے جیسے انکے معبود ہیں۔

اتنے بڑے شرکیہ قول اور مطالبے کے باوجود بھی، موسیٰ علیہ السلام کی کمال احتیاط دیکھیے آپ نے ان پر شرک کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ فرمایا: "انکم قوم تجهلون"، "کہ تم بڑی جاہل قوم ہو!"۔ (اعراف ۱۳۸) یعنی ان کے اس مطالبہ شرک کو ان کی جہالت و حماقت پر محمول کیا۔

شیخ التفسیر والحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بنو اسرائیل کو اس وقت بھی مشرک نہیں کہا، جب وہ یہ کہہ رہے تھے، کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیں جس کی ہم عبادت کریں، حالانکہ اس سے بڑا شرک



اور کیا ہوگا۔ بلکہ صرف یہی فرمایا: تم کیسی جہالت کی باتیں کرتے ہو اور یہ (نجدی، خارجی) لوگ یا رسول اللہ کہنے والے کلمہ گو مسلمان کو مشرک کہتے ہیں، حالانکہ جو مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول ﷺ کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں، وہ آپ کے متعلق یہ عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں کہ آپ از خود سنتے ہیں یا از خود جانتے ہیں، بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کے تمام کمالات عطائی ہیں۔“ (تفسیری حاشیہ ”انوار تبیان القرآن“، ۲۶۵)

ہم اہلسنت لاکھ صفائی پیش کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی معبود، لائق عبادت، غنی نہیں سمجھتے۔ قرآن و سنت سے اپنے موقف پر صریح دلائل پیش کریں، یہ نجدی قوم ایسی تفرقہ پسند ہے، پھر بھی ذرا غور و فکر اور خدا خونی نہیں کرتی، بلکہ بڑی بے باکی اور بے پرواہی سے امت کی اکثریت کو مشرک کہہ دیتی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا بعض جاہل عوام مزارات اولیاء پر غیر شرعی حرکات کرتے ہیں، ان کو مشرک و کافر کہنے میں احتیاط کرنی چاہیے۔



باب: ۱۱

مسلمانوں کے کلمہ (اقرار ایمان) کو رد کرنا

نجدی حضرات اپنے پیشوا شیخ نجدی کی تقلید میں، ”لا الہ الا اللہ“ کا خود ساختہ اور نقلی مفہوم ایجاد کر کے عامۃ المسلمین کے ایمان کو فعل کر کے انہیں مشرک قرار دیتے ہیں۔ شیخ نجدی نے مسلمانوں کے اقرار ایمان کو مردود کہہ کر ان کے جان و مال کو مباح کہا۔ (کشف الشہات: ۹)



ایک سعودی نجدی صالح بن فوزان لکھتا ہے: ”جیسا کہ آج کل کے قبر پرست (مراد اہلسنت) جو یہ کلمہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں، لیکن اس کے معنی کو بالکل نہیں سمجھتے۔۔۔ (چونکہ فوت شدگان کو وسیلہ بناتے ہیں، اس لیے)، پہلے مشرکوں نے کلمہ کے معنی کو ان سے بہتر سمجھا۔“ (حقیقت توحید: ص ۲۶، ۲۷، مکتبہ دعوت دارشاد، ریاض)

سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: ”یہی (صالحین کو وسیلہ بنانا) کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا ”دین“ تھا۔“ (مسلمانوں کے لیے عام نصیحت“ ۹) مسلک سلف کو مشرکوں کا دین کہا۔ استغفر اللہ!

ایک نجدی نے لکھا: ”(یعنی وہابیوں کے علاوہ) عام مسلمان عقیدہ توحید سے قطعاً نا آشنا ہیں۔“ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲، الجالیات بالدوادی الریاض، ۱۴۲۶ھ)

(مزید: مقدمہ کتاب التوحید، مترجم، ص ۱۸۔ فتح القدیر: ۶۳۱/۲، قاضی شوکانی۔ تجدید ایمان رسالہ، ص

۳۹ تا شریعہ اقراء۔ تلاش حق، ص ۸۱۔ دارالاندلس۔ تقویۃ الایمان، ص ۵۱، ۵۰۔ انکے علاوہ کتب و حبابیہ)

اسی طرح سعودی تفسیر (ص: ۲۳، ۵۴، ۱۷۹، ۳۶۰، ۳۶۹، ۱۱۳۳) پر عام مسلمانوں کے کلمے کو صرف اس لیے نفی کیا کہہ کر رجسٹر کر کے، ان کو مشرک قرار دیا، کہ وہ نبی کریم ﷺ اور باقی صالحین کا وسیلہ پکڑتے اور ان سے شفاعت طلب کرتے ہیں۔

مگر صحابی رسول ﷺ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جسمیں انہوں نے فرمایا: کہ قرآن کے اٹھ جانے کے بعد، باقی رہ جانے والے مسلمان جو نماز، روزہ وغیرہ کو بالکل ہی بھول چکے ہوں گے۔ اور انہیں صرف کلمہ یاد رہ جائے گا، یعنی صرف کلمے کی حد تک مسلمان ہوں گے۔ باوجود اس قدر بے دینی و بے عملی پھیلنے کے بھی اُنکا ”لا الہ الا اللہ“ پڑھنا بیکار اور فضول نہیں ہوگا، بلکہ یہ محض کلمہ بھی انہیں جہنم میں



ہمیشہ رہنے سے بچا کر جنت میں داخل کر دے گا۔

(تفصیل ”جب قرآن اٹھ جائے گا“، کے عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ ہم علی الصبح قبیلہ جہیہ کی بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ کیا تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ! لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا، پھر مجھے اس فعل کے بارے میں بہت تشویش تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی تم نے اس کو قتل کر دیا! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! اس نے اپنی جان جانے کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا، جس سے تمہیں پتا چل جاتا، کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا کہ نہیں“۔ آپ ﷺ یہی کلمات بار بار دوہراتے رہے، حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کاش کہ میں آج اسلام قبول کرتا، (تا کہ اس شخص کے قتل کے گناہ، اور آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ جاتا)۔ (مسلم، کتاب الایمان)

فرمان رسول ﷺ ہے: ”من کفر مسلماً فقد کفر“۔ (مسند احمد: ۲/۲۳)

”جس نے کسی مسلمان کو کافر قرار دیا، وہ خود کافر ہو جائے گا“۔

فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو کہا: اے کافر!۔۔۔ تو یہ کلمہ دونوں میں سے کوئی

ایک لے کر اٹھے گا۔ (بخاری: ۹۰۱/۳، مسلم: ۵۷/۱)

یعنی جس کو کافر کہا گیا، اگر وہ کافر نہیں تھا، تو کہنے والا خود ضرور ہو گیا۔ ان احادیث پاک سے پتہ چلا، کہ محض بدگمانی کی بناء پر، بغیر کسی قطعی ثبوت کے، کسی کلمہ گو کو کافر و مشرک اور واجب القتل قرار دینا، بہت بڑا گناہ، فتنہ بلکہ آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔



خود لکھا: ”مسلمان سے بلا وجہ قتال کفر ہے“۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۵۸)

مگر ان نجدیوں کے پیٹ کا سارا دھند اسی مسلمانوں پر بدگمانی کرنے، اُن کے دلوں کے نظریات پر شرک و کفر کے فتوے لگانے سے چلتا ہے۔ باوجود لاکھ بار صفائی دینے کے کہ اہلسنت کسی ہستی، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک اور لائق عبادت نہیں سمجھتے، پھر بھی زبردستی اور ظلماً ان کو مشرک کہا جاتا ہے۔

اور اُن پر شرک کا حکم لگانے میں انتہائی بے احتیاطی، جلد بازی، زبان درازی اور سینہ زوری سے کام لیا جاتا ہے۔

فرمان مصطفیٰ کریم ﷺ ہے: میرے نزدیک مخلوق میں سے پسندیدہ اور عجیب تر ایمان ان لوگوں کا ہے، جو میرے بعد پیدا ہونگے۔

(طبرانی کبیر: ۸/۱۲، مستدرک للحاکم: ۳/۹۶ وغیرہ)

فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے، معلوم نہیں اس کا اوّل بہتر ہے

یا آخر۔ (سنن ترمذی: ۱۵۲/۵، مسند احمد: ۳/۱۳۰)

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تو اپنے بعد آنیوالے امتیوں کے ایمان کی تعریف و تحسین فرمائیں، مگر یہ نجدی امت ”عامۃ المسلمین“ کے کلمے اور ایمان کو باطل اور مردود قرار دیں۔

ع ٹف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف





## ”من دون اللہ“ کے متعلق وجہ اختلاف؟

سعودی تفسیر ملاحظہ کریں: ”بات یہ معلوم ہوئی کہ من دون اللہ (اللہ کے سوا معبود) وہی نہیں ہیں، جنہیں مشرکین نے پتھریا لکڑی کی سورتیوں کی شکل میں بنا کر انکی پوجا کی، جس طرح آجکل کے ”قبر پرست“ علماء اپنے عوام کو باور کرا کے مغالطہ دیتے ہیں، بلکہ وہ نیک بندے بھی ”من دون اللہ“ میں شامل ہیں، جنکی لوگوں نے کسی بھی انداز سے عبادت کی، جیسے عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کی عیسائیوں نے۔“ (ص: ۳۳۸)

اصل اختلاف یہ ہے کہ ”قرن الشیطان“ (شیطانی ٹولہ) صرف فوت شدہ صالحین کو مطلقاً ”من دون اللہ“ میں شامل کر کے بے شفاعت، مجبور، بہرہ، اندھا، بے نفع، کہتے ہیں، جو کہ ہر طرح سے باطل، بلکہ ظلم عظیم اور غلو فی الدین ہے۔

جبکہ جن صالحین کی عبادت کی گئی صرف وہ ”من دون اللہ“ کی ان آیتوں میں، اور صرف اس حد تک شامل ہیں، کہ وہ بھی عبادت کے لائق نہیں اور بس!۔

جیسے نجدی مفسر نے خود لکھا: بلکہ وہ نیک بندے بھی ”من دون اللہ“ میں شامل ہیں، جنکی لوگوں نے کسی بھی انداز سے عبادت کی، جیسے عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کی عیسائیوں نے۔“

(ص: ۳۳۸)

اولیاء من دون اللہ، حزب الشیطان اور اولیاء اللہ، حزب اللہ ایک ہیں؟

قرآنی اصطلاح اور اسلوب کے مطابق ”من دون اللہ“ سے، دشمن خدا



حزب الشیطان مراد ہے، چونکہ قرآن کریم نے صالحین کو ”اولیاء اللہ، شعائر اللہ“، انکے اختیارات کو ”ہا ذن اللہ“، اور اس گروہ کو ”حزب اللہ“ فرمایا ہے۔

اور تقریباً ساری آیات ”من دون اللہ“ میں کفار کو مخاطب ہیں، اور مقصود ان کے عقائد باطلہ، ان کے خود تراشے ہوئے معبود بتوں اور دشمنان خدا شیطان وغیرہ کی الوہیت، اختیارات اور محبوبیت کی تردید اور مذمت کرنا ہے۔ جبکہ صالحین اور مومنین کا دامن ہر طرح کی بد عقیدگی سے پاک اور منزہ ہے، کوئی ولی اللہ، کوئی ایمان والا، اپنے خالق اور معبود کے ساتھ، مقابلہ اور شرک کرنے کا، سوچ بھی نہیں سکتا۔

لہذا آیات ”من دون اللہ“ کی آڑ لے کر، اولیاء اللہ، شعائر اللہ اور اولیاء من دون اللہ۔ ہا ذن اللہ اور من دون اللہ۔ محب اللہ اور عدو اللہ۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک حیثیت بنا کے پیش کرنا، اللہ والوں کو اللہ کا شریک اور مقابل باور کرا کے، اسی بہانے ان کی بے ادبیاں کرنا یہ وہابی گروہ کا شیوہ و منصوبہ اور مشن ہے، جو کہ بے دینی اور بد بختی ہے۔

قارئین! چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

سعودی مفسر نے لکھا: یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں، جو پتھر کی پجاری اپنی مورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص: ۲۳)

ایک اور جگہ لکھا: ”اللہ تعالیٰ اور پتھر کی ایک مورتی یا قبر کی ڈھیری یہ دونوں کس طرح

برابر ہو سکتے ہیں؟“۔ (ص: ۷۲۷)



مزید لکھا: ”یہ (مزارات پر حاضری وغیرہ) کاروبار لات و منات کو فروغ دیتا ہے، اور

یہ محبت یا تعظیم نہیں، بلکہ انکی عبادت ہے۔ (ص: ۴۰، ۴۱)

گویا وہابی ”علیم بذات الصدور“ ہو گئے۔

اور لکھا: ”امت کے عوام شرک میں پھنسے ہوئے ہیں، اللہ کی طرف رجوع کی بجائے

فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (ص: ۵۶۹، ۱۰۰۳)

پھر لکھا: ”مردوں کو رب نہ بناتے“۔ (ص: ۱۱۲۱)

لکھا: پیروں فقیروں سے اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ (ص: ۶۵، مزید: ۱۰۲۶، ۱۱۱۳)

اسی طرح مسلمانوں اور مشرکوں کے عقائد و نظریات، ان کے متعلق آیات

واحکام کا فرق اور لحاظ نہ رکھ کر، سب کو ایک ہی صف میں شامل کر کے، مسلمانوں کو

مشرکوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر کہنا،۔۔۔ کفر و اسلام، شرک و توحید، حق و باطل،

طیب و خبیث، دوستی و دشمنی کو خلط ملط کرنا، اور رب تعالیٰ کے کلام میں تضاد ثابت کرنا

ہے۔۔۔ جو یقیناً شیطانی و خارجیت زدگی، بدعت سیدہ اور بہت دور کی گمراہی ہے۔

(”نجدی توحید کی حقیقت“، عنوان بھی ملاحظہ فرمائیں لیں)

آیات، ”من دون اللہ“ کے متعلق ضروری توضیحات:

”من دون اللہ“ کی جتنی آیات میں ”الوہیت“ کے خصائص کے علاوہ، باقی

اختیارات اور قدرتوں کی نفی اور مذمت آئی ہے، وہ صرف اور صرف بتوں، شیطان اور

کافروں کے ساتھ خاص ہیں، انکو صالحین اور مومنین سے کچھ واسطہ نہیں، اور اس پر



مفسرین کا اجماع ہے۔ کیوں کہ اللہ والوں کے لیے ”بإذن اللہ“ وہ سارے کمالات مثلاً شفاعت، سماعت، حیات، نفع و نقصان رسانی، امداد، ملکیت وغیرہ خود شرع شریف سے ثابت ہیں۔

جب عام آدمی کے کلام میں تضاد، اس کا عیب تصور کیا جاتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی تو ان کی ولایت، ملکیت، شفاعت اور اختیارات کے متذکرے کرے،۔۔۔ اور کبھی خود ہی ان کے متعلق کہے کہ وہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں، وہ شفاعت نہیں کر سکتے۔

کبھی کہے کہ میں نے اپنے نبی، عیسیٰ علیہ السلام کو یہ یہ اختیار دے کر بھیجا، آصف بن برخیا نے یہ کر دیکھایا،۔۔۔ اور کبھی کہے کہ وہ تو کبھی نہیں بنا سکتے، بلکہ اگر کبھی کوئی چیز لے اڑے اسے واپس نہیں لے سکتے۔

منکرین تو محبوب خدا ﷺ کو بھی مردہ کہنے میں ذرا محسوس نہیں کرتے، (ملاحظہ ہو: سعودی تفسیر: ۱۳۰۵) امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے آپ ﷺ کو مر کر مٹی میں ملنے والا لکھ دیا۔ (تقویۃ الایمان)

جبکہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ بھی گورا نہیں کوئی آپ کے غلاموں کو بھی مردہ کہے۔

جس طرح قرآن کریم میں ”دعا“ اور ”صلوۃ“ وغیرہ کے ہر جگہ ایک ہی

معانی مراد نہیں لیے جاسکتے۔ ایسے ہی ”من دون اللہ“ کی آیتوں میں ہر جگہ، ”دون“ کے ایک ہی معنی مراد لینا غلط ہے۔ ”دون“ کا معنی اگرچہ ”علاوہ“ ہے، لیکن ایسی آیات



میں ہر جگہ اللہ کے علاوہ اور غیر سے، ہر غیر اللہ مراد نہیں، بلکہ وہ غیر اور علاوہ مراد ہیں، جو عدو اللہ، اور حزب الشیطان ہیں۔ یعنی جو محبت و ولایت اور تعلق باللہ کے اعتبار سے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور غیر ہیں۔

جبکہ صالحین، ولی اللہ، محب اللہ، شعائر اللہ اور حزب اللہ ہونے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کے غیر نہیں، بلکہ اپنے ہیں۔ ان کے کمالات اہد قد رتیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرتوں کا پتہ دیتی ہیں، وہ اللہ کی قدرتوں کے مظہر ہوتے ہیں، ان کے کمالات اللہ تعالیٰ ہی کے کمالات ہوتے ہیں۔

جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام، ملکہ بلقیس کو بظاہر اپنی، اور باطناً اس ”قدیر و قاصر“ کی قدرت، تصرف دیکھا ماچا پتے تھے، لیکن قدرت خداوندی کا اظہار ان کے وزیر اور غلام حضرت آصف بن برخیا سے ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: ہذا من فضل ربی، یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (النمل: ۴۰)

اگر سلیمان علیہ السلام بھی صالحین کو، ان منکرین عظمت اہل اللہ کی طرح مطلقاً ”من دون اللہ“، بے اختیار اور اللہ تعالیٰ کا مقابل اور ان سے استمداد کو شرک سمجھتے ہوتے، تو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے تحت طلب کرتے۔

اسی طرح ان حضرات کی دوستی، ولایت اللہ، انکی محبت، حب اللہ، ان کی دشمنی، بغض اللہ، ان کی اطاعت اطاعت اللہ، ان کا دیدار باعث ذکر اللہ، ان کا قرب قرب اللہ، ان کی عطا عطاء اللہ، ان کی مشکل کشائی نصر اللہ، ان کی گفتگو کلام اللہ ہوتی ہے۔



لیکن باوجود اسکے وہ خود اللہ نہیں بن جاتے بلکہ ”عبد اللہ“ ہی رہتے ہیں۔ عبد اور معبود کا فرق دلحاظ اپنی جگہ ہی رہتا ہے۔ وہ ذات میں ایک نہیں ہو جاتے، بلکہ صرف ان کے معاملات ایک ہوتے ہیں۔ اس بات کی وضاحت کے لیے، حدیث قدسی ”حتیٰ احببته، فکنْتُ سمعہ الذی یسمع بہ الخ“ کافی و ثانی ہے۔ (بخاری، کتاب الرقاق)

لہذا ایسی تمام آیات کا، جن میں ”من دون اللہ“ سے الوہیت و منجذبات کے علاوہ باقی کمالات و تصرفات کی نفی کی گئی ہے، ان کا مفہوم ہوگا: ”اللہ تعالیٰ اور مومنین کے علاوہ“۔

اور ایسی تمام آیتوں کی یہ آیت مقدمہ تفسیر ہے: ”ولم یصلحوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیعبداللہ“ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، اور مومنوں کے ”سوا“، کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔ (توبہ: ۱۶)

غور کریں! کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس واضح اور محبت بھرے انداز سے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو بھی اپنی طرح ”من دون اللہ“ سے جدا کر دیا۔

اپنے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ اور غیر کو، ”من دون“ فرمایا کرو واضح فرمادیا، کہ اصل میں ”من دون اللہ“ کفار اور دشمنان خدا ہیں۔۔۔ نہ کہ انبیاء و اولیاء۔

(آل عمران: ۲۸، النساء: ۱۳۹، ۱۳۴، کہف: ۱۰۲، بھی اس مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں)

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی صالحین ”غیر

اللہ“ نہیں، بلکہ سلاطین، عہدیدار، دیادار، مالدار وغیرہ ہیں۔ (فتوح الغیب، مقالہ ۳)



مخالفین انبیاء اولیاء کو مطلقاً ”من دون اللہ“ میں شامل کرتے ہیں، اور ہمیں طعن کرتے ہیں، کہ یہ لوگ صالحین کو ”من دون اللہ“ نہیں سمجھتے۔ ہم کہتے ہیں: ہاں! ہمارے نزدیک قرآنی اصطلاح اور اسلوب کے مطابق محبوبان خدا مطلقاً اور حقیقتاً ”من دون اللہ“ میں شامل نہیں، جس کی وضاحت کر دی گئی۔

چونکہ یہی چیز جہدی دین کی اصل الاصول ہے، کہ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ سے جدا اور مقابل باور کرا کے ان کی توہین کی جائے، تاکہ۔۔۔

سپ دی مر جائے، تے لٹھ دی بچ جائے!

اور اس فن میں ان کا امام اول ”اسماعیل دہلوی“ ہے، دہلوی کی فن کاری ملاحظہ کریں۔ پہلے ذرا گول گول انداز میں لکھا: ”ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار (عام مخلوق) سے بھی ذلیل ہے“۔ (تقویۃ الایمان: ۴۱، مکتبہ خلیل)

تھوڑا آگے چلے، تو یہاں تک لکھ مارا: ”اللہ کی شان بہت بڑی ہے، کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں“۔ (ایضاً: ۱۱۹) استغفر اللہ!

امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ نے اسی لیے فرمایا تھا:

۔ اُف رے منکر! یہ بڑھا جوش تعصب آخر

بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

اسماعیل دہلوی نے قرآن کی تحریف کرتے ہوئے لکھ دیا: ”اللہ کو مانے اس

کے سوا کسی کو نہ مانے“۔ (تقویۃ الایمان، ص ۴۲، مکتبہ خلیل)



مزید لکھا: ”یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان“۔ (ایضاً: ۳۶)

مزید لکھا: ”اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام“۔ (ایضاً: ۳۸)

قرآن کریم نے اسی ذہنیت کے متعلق فرمایا: ”ہم الکافرون حقاً“، وہی تو

اصلی کافر ہیں۔ (النساء: ۱۵۱)

اور یہ بھی منکرین کا بنیادی منصوبہ ہے کہ جتنے ذرائع اور وسائل سے بالخصوص بعد از وصال صالحین سے روحانی تعلق قائم ہو سکتا ہے، مثلاً فوت شدہ سے استمداد کرنا، وسیلہ اختیار کرنا، مزار پر حاضری دینا، قرآن خوانی اور صدقہ و خیرات کرنا، سماع موتی، مزارات کے پاس مسجد تعمیر کرنا وغیرہ، ان سب باتوں کے متعلق شرک و بدعت کا پروپیگنڈا کر کے عوام کو خوف زدہ کیا جائے، اس طرح ان کو آسانی کے ساتھ انعام یافتہ لوگوں کے رستے سے ہٹا کر ”وہابی“ یعنی گستاخ بنایا جاسکے گا۔

المنحقر! ان لوگوں کی یہ پوری کوشش ہوتی ہے، کہ جس قدر ہو سکے ان پاکبازوں کو، آیات ”من دون اللہ“ میں داخل کر کے انکی تذلیل و تحقیر کی جائے، اور انکو بے حیثیت اور بے وقار بنا کر ارایا جائے۔۔۔ لعنة الله على الظالمين!

مخالفین کی دوغلی پالیسی، اور ہمارا مطالبہ:

ہم منکرین سے پوچھتے ہیں، کہ اگر تمہارے نزدیک صالحین مطلق ”من دون اللہ“ ہیں، تو کیا تم ان آیات میں بھی صالحین کو شامل سمجھتے ہو جن میں ”من دون اللہ“ کو دوزخی، برا مولیٰ، باطل، بیکار اور حقیر فرمایا گیا۔



اور فرمایا کہ: (اے مومنو!) انہیں گالی مت دو، انہیں کتاب نہیں دی گئی، وہ فیصلہ نہیں کر سکتے، وہ قیامت کو اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیں گے، انہیں شفاعت کا اختیار نہیں دیا گیا، دوزخ کی طرف بلا تے ہیں وغیرہ کہا گیا ہے؟۔ (ملاحظہ ہو: انبیاء: ۶۷، ۹۸، صافات: ۲۲، ۲۳، حج: ۱۲، ۱۳، ۶۲، انعام: ۱۰۸، فاطر: ۴۰، مومن: ۲۰، ۴۳، ۷۴، الزخرف: ۵۸، ۸۶، صافات: ۲۳ وغیرہ)

اگر نہیں، تو کس دلیل اور کس اصول سے؟۔۔۔ ماہو جو ابکم فہو جو ابنا! ان جیسی آیات میں صالحین کو شامل نہ کر سکنے کی یہی وجہ ہے کہ یہ ساری باتیں ان معظم، مکرم اور معزز حضرات کی شان عظمت کے خلاف ہیں۔ اور ایسی آیتوں میں ”من دون اللہ“ اور ان کے متعلقین کا جس نفرت، غضب، تحقیر، تنقید، تنقیص اور تذلیل کے انداز میں ذکر کیا گیا ہے، کوئی بھی اہل محبت، اپنے محبوب کا ذکر اس انداز سے نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ وہ اللہ کریم جل جلالہ جو اپنے محبوبوں کی محبت کو آسمان و زمین میں عام کرنے کا خود اہتمام فرماتا ہے۔ (ترمذی: تفسیر سورۃ مریم: ۱۹، بخاری: کتاب بدء الخلق)

معلوم ہو گیا کہ ہمارے نزدیک بھی اہل اللہ مطلقاً ”من دون اللہ“ نہیں، اور ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔۔۔ فرق صرف یہ ہے کہ تم اپنے بناوٹی دین کی ناموس کے بچاؤ کے لیے اللہ والوں کو ان آیتوں میں بھی شامل کرتے ہو، جن میں ”من دون اللہ“ سے نفع، شعور، سماعت، ملکیت اور شفاعت وغیرہ کی نفی کی گئی ہے۔ جب کہ ہمارے نزدیک اس قسم کی آیتوں کا صالحین سے دو (۲) وجہ سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک (۱) اس لیے کہ یہ ساری صفات و کمالات ان کاملین و مقبولین کے لیے



شرع شریف سے ثابت ہیں۔

• دوم (۲) اس لیے کہ تمام ائمہ مفسرین سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسی آیات صالحین کے لیے نہیں، بلکہ بتوں اور ان کے متعلقین کے لیے نازل ہوئیں۔  
(تفصیل آ رہی ہے)

اللہ والوں کو ظالم اور باطل لکھ دیا:

انتہائی حیرت اور افسوس کی بات، کہ نجدی مفسر نے اللہ والوں کو ”من دون اللہ“ میں شامل کرنے، بے بس اور لاچار ثابت کرنے کے جوش میں ہوش کھو کر، ان پاکبازوں کو دشمنان خدا اور ظالموں میں شامل کر دیا۔

آیت: ”لَنْ يَخْلُقُوا ذَبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ“، سارے جمع ہو کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔ (ج: ۷۳) کے تحت لکھا: ”سارے نیک بندے (نبی، ولی) اکٹھے بھی ہو جائیں، تو حقیر ترین شے بھی پیدا نہیں کر سکتے۔“

چند سطریں آگے حدیث مبارکہ کے حوالے سے لکھا: ”اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری طرح پیدا کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔“ (مس: ۹۳۶)

جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: ”اَتَىٰ اخْلُقْ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ۔۔۔“ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندہ بناتا ہوں۔ (آل عمران: ۴۹)

اب نجدی حضرات جواب دیں! کہ یہ حدیث پاک صالحین کے متعلق ہے یا کہ فساق و فجار کے متعلق؟ (معاذ اللہ)۔۔۔ اگر یہ حدیث فساق کے متعلق ہے، تو پھر



اس آیت کا صالحین سے کیسے تعلق ہو سکتا ہے؟۔

لہذا تم نے ان ہستیوں کو اس آیت میں شامل کر کے، پھر اس حدیث کو بطور تفسیر نقل کر کے، ان کا شمار بھی فساق اور ظالموں میں کر دیا، جو کہ تمہارا نصیب اور مشن ہے۔

تمہارے امام اسماعیل دہلوی نے اللہ والوں کو چہار سے زیادہ ذلیل، ذرۂ ناچیز سے کمتر کہا،۔۔۔ تو تم نے ظالم کہہ دیا، بولی میں فرق ہے، لہجہ میں کوئی فرق نہیں۔

امام نے لکھا: ”جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں“۔ (تقویۃ الایمان ۸۹:۔۔۔ اور مقتدی یعنی سعودی مفسر نے (لقمان: ۳۰) کے تحت، انبیاء و اولیاء کرام کو اسی وجہ سے باطل لکھ دیا: ”اور اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا سب باطل ہے، یعنی کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے“۔ (ص: ۱۱۵۲) استغفر اللہ!

ہے کوئی مسلمان جو اللہ کے پیاروں کو باطل کہے؟۔۔۔ اور ان کے اختیار کی بالکل نفی کر دے؟۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کے اختیار کو بھی بیان فرمایا: ”کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (احزاب: ۳۶)

نجدی مفسر نے (النساء: ۶۵) کو عام رکھا، کہ آپ آج بھی حاکم ہیں۔ (ص: ۱۱۶۶) دوسری جگہ فرمایا: کہ نبی اکرم ﷺ مومنوں سے بھی زیادہ ان کی جانوں کے مالک ہیں۔ (احزاب: ۶)



بد باطن سعودی مفسر نے ان آیات (اعراف: ۱۵۷، حشر: ۷) کی تفسیر ہی نہیں کی، بلکہ ہمت ہی نہیں ہوئی۔

آپ ﷺ کا اختیار دیکھیے کہ ایک کافر نے کہا اس شرط پر اسلام قبول کروں گا، کہ نمازیں صرف دو ہی پڑھوں گا، آپ ﷺ فرمایا: منظور ہے۔ (مسند احمد: ۱۵۵)

پتہ نہیں یہ لوگ کس دین کو لیے پھرتے ہیں؟

”من دون اللہ“ کے متعلق سعودی تفسیر کی فیصلہ کن عبارات:

مشہور مقولہ ہے: ”الفضل ما شهدت به الاعداء“، ”کہ کمال وہ ہوتا ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں۔“

ہم مندرجہ ذیل میں سعودی تفسیر کی چند عبارات نقل کر رہے ہیں، جو یہ نزاع و اختلاف ختم کرنے اور یہ فیصلہ کرنے کو کافی ہیں، کہ قرآن پاک نے جتنی آیات ”من دون اللہ“ وغیرہ میں غیر اللہ سے سماعت، شفاعت، بصارت، استعانت اور نفع رسانی کی نفی کی ہے، اس سے مراد انبیاء و اولیاء نہیں، بلکہ بت، شیطان اور کفار ہیں۔

اور یہ بھی کہ مشرکین، بتوں کو بے شعور و بے حس نہیں جانتے تھے، بلکہ باشعور، شفیع، مددگار اور نفع بخش جانتے تھے۔ ان عبارات کو غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں، کہ نجدی لوگ اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی، ایسی آیات صالحین اور مسلمانوں پر کیوں چسپاں کرتے ہیں؟۔

اور انہیں ذرہ بھی یہ خیال رہتا، کہ یہ انداز خوارج کے قبیح اور بدترین مخلوق



ہونے کی علامت اور سبب ہے۔ بخاری شریف میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فتویٰ موجود اور مشہور ہے، کہ کفار کے متعلقہ آیتوں کو مسلمانوں پر لگانے والے ”بدترین“ مخلوق ہیں (جس سے امام بخاری کا عقیدہ بھی واضح ہوا)۔ (بخاری کتاب استیابہ المرتدین، باب قتل خوارج)

### قارئین سعودی تفسیر کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

۱: ”بلکہ وہ اللہ کے نیک بندے بھی“ ”من دون اللہ“ میں شامل ہیں، جن کی لوگوں نے کسی بھی انداز سے عبادت کی، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کی عیسائیوں نے کی۔“ (ص: ۳۳۸)

۲: ”کیا وہ آج تماری مدد کر سکتے ہیں؟۔۔۔ (مشرکین جواباً کہیں گے) وہ ہماری مدد کیا کریں گے؟۔۔۔ کہتے ہیں کہ یہ بتوں کے وجود اور ان کی عبادت کا انکار نہیں ہے، بلکہ اس بات کا اعتراف ہے کہ ان کی عبادت باطل تھی، کیونکہ وہاں ان پر واضح ہو جائے گا، کہ وہ ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہے، جو سن سکتی تھیں، نہ دیکھ سکتی تھیں اور نقصان پہنچا سکتی تھیں نہ نفع۔ (فتح القدیر)۔“ (المؤمن: ۷۳، ۷۴، ص: ۱۳۳۷)

۳: ”نیک لوگوں کو تو اللہ جہنم سے دور رکھے گا، اور دوسرے معبودوں (بتوں و شیطان) کو ان کے ساتھ ہی جہنم میں ڈال دیا جائے گا، تاکہ وہ دیکھ لیں کہ یہ کسی کو نفع نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔“ (الصافات: ۲۲، ص: ۱۲۵۲)

۴: ”پتھر کی مورتیوں کا اگرچہ کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔، لیکن انہیں پجاریوں کے ساتھ جہنم میں صرف مشرکوں کو مزید ذلیل و رسوا کرنے کے لیے ڈالا جائے گا، کہ جن معبودوں کو تم اپنا سہارا سمجھتے تھے، وہ بھی تمہارے ساتھ ہی جہنم میں، جہنم کا ایندھن ہیں۔“ (الانبیاء: ۹۸، ص: ۹۰۶)

۵: ”جب کہ تم جن کی عبادت کرنے کی طرف مجھے بلا رہے ہو، وہ بالکل حقیر اور کمتر چیزیں ہیں، نہ سن سکتی ہیں، نہ جواب دے سکتی ہیں، کسی کو نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان پہنچانے



پر۔۔۔ یعنی وہ کسی کی پکار سننے کی استعداد ہی نہیں رکھتے، کہ کسی کو نفع پہنچا سکیں، یا الوہیت کا استحقاق انہیں حاصل ہو۔ وہی مفہوم ہے دیگر آیات میں بیان کیا گیا۔ (مثلاً، الاحقاف: ۵، فاطر: ۱۴)۔۔۔ یعنی آخرت میں ہی وہ پکار سن کر کسی کو عذاب سے چھڑانے پر یا شفاعت ہی کرنے پر قادر ہوں؟ یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ (المومن: ۴۲، ۴۳، ۴۴: ۱۳۲۸)

سورۃ الاحقاف: ۵، اور فاطر: ۱۴، سے یہاں پر تو صرف بت مراد لے لی، لیکن ان آیتوں کے مقام پر ان دونوں کی تفسیر میں صالحین کو بھی شامل کر دیا، جو کہ تضاد یا نفاق ہے۔ (ملاحظہ کریں، ص: ۱۳۱۶، ۱۳۲۲)

۶: ”یعنی دنیا میں جن جن بتوں کی یہ عبادت کرتے ہیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے، ان معبودوں کو شفاعت کا قطعاً کوئی اختیار نہیں ہوگا۔۔۔ یہ مطلب ہے، کہ شفاعت کرنے کا حق صرف ایسے لوگوں کو ملے گا جو حق کا اقرار کرنے والے ہوں گے، انبیاء صالحین اور فرشتے، نہ کہ معبودان باطل کو، جنہیں مشرکین اپنا شفاعت کنندہ خیال کرتے ہیں۔ (الزخرف: ۸۶، ص: ۱۳۹۵)

۷: الحج ۱۲ میں ارشاد ہے: ”وہ نفع و نقصان نہیں دے سکتے“، آیت ۱۳ کے تحت لکھا: ”اور معبود جن کے بابت اس کا خیال تھا کہ وہ اللہ کے عذاب سے اسے بچائیں گے، اس کی شفاعت کریں گے، وہاں خود وہ معبود بھی، اس کے ساتھ ہی جہنم کا ایندھن بنے ہوں گے۔ مولیٰ کے معنی ولی اور مددگار کے۔۔۔ مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے، لیکن یہ معبود خود گرفتار عذاب ہوں گے، یہ کسی کے کیا کام آئیں گے؟ اس لیے انہیں برا ساتھی اور برا والی کہا گیا۔ ان کی عبادت ضرر ہی ضرر ہے۔“ (الحج: ۱۳، ص: ۹۱۴)

۸: ”بزرگوں کی منسوب مورتیاں جن کی عبادت کرتے تھے، جہنم میں گرائی جائیں گی۔“

(ملئس، زخرف: ۵۸، ص: ۱۳۹۰)



۹: ”گمراہ کرنے کی نسبت ان پتھر کی مورتیوں کی طرف کی، جن کی مشرک عبادت کرتے تھے،۔۔۔ کیونکہ وہ گمراہی کا باعث تھیں اور ہیں۔“ (ابراہیم: ۳۶، ص: ۷۰۶)

ایک دھوکا اور تضاد:

سعودی تفسیر کی ان عبارات سے معلوم ہو گیا، کہ اگرچہ وہ مورتیاں صالحین کی طرف ہی منسوب تھیں، مگر مشرکین خود ان کو ہی سمیع، بصیر، نافع، ضار، شافع، عاقل اور باشعور سمجھتے تھے، جس کا اس قسم کی آیات میں رد کیا گیا، کہ یہ تمہارے معبود بت دنیا و آخرت میں کچھ اختیار قدرت نہیں رکھتے۔

اور ان عبارات میں یہ بھی صراحت ہے، اللہ والے شفاعت کریں گے، اور ان کا شفاعت کرنا نفع بھی ہے اور مشکل کشائی بھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ”ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن له“ شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی، بجز ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے۔ (سبا: ۲۳)

مگر اب تضاد، دھوکا اور تصویر کا دوسرا رخ دیکھیے، کہ ان بتوں کے صرف صالحین کی طرف منسوب ہونے کو دلیل بنا کر خارجی مفسر نے اللہ والوں کی سماعت، شعور اور شفاعت کی نفی کر دی۔

لکھتا ہے: ”یہ نص صریح ہے کہ مشرکین جن کو مدد کے لیے پکارتے تھے، وہ محض پتھر کی مورتیاں نہیں تھیں (جس طرح کہ آج کل کے قبر پرست اپنی قبر پرستی کو جائز ثابت کرنے کے لیے کہتے ہیں، کہ اس قسم کی آیات تو بتوں کے لیے ہیں) بلکہ وہ عقل شعور رکھنے والے افراد ہی ہوتے تھے، جن کے مرنے کے بعد لوگ ان کے مجسمے اور بت بنا کر پوجنے شروع کر دیتے تھے۔ (آگے یہ مہوٹ لکھا) کہ وصال یافتہ نبی ولی دنیا کے حالات سے بے خبر ہوتے ہیں۔“



(یونس: ۳۹، ص: ۵۱۔ اور ص: ۲۷۳ پر بھی یہی انداز اپنایا۔ اور کی جگہ)

اگر ان آیات کو بتوں کے متعلق کہنے والے قبر پرست ہیں، تو تمہارے امام ابن کثیر نے بھی اس آیت کو بتوں کے ساتھ خاص سمجھا ہے، اسی طرح تمام مفسرین نے، اب ان کو بھی قبر پرست کہہ تو جائیں!۔ (تفسیر ابن کثیر زیر آیت یونس: ۳۹)

قاضی شوکانی کی تفسیر، فتح القدیر کے حوالے سے بھی گزر گیا۔ (ص: ۱۳۲)

نجدی مفسر نے صالحین کو ”من دعون اللہ“ میں شامل کر کے ان کی شفاعت کا بھی انکار کر دیا، لکھتا ہے: ”یعنی شفاعت کا اختیار تو کہا نہیں تو شفاعت کے لئے یہ بھی نہیں کیوں کہ وہ پتھر ہیں یا بے خبر“۔ (زمر: ۳۳، ص: ۱۳۰، ۱۳۱)

اسی طرح متعدد آیات ”من دعون اللہ“ کے تحت صالحین کو شامل کر کے ان کے اختیارات و کمالات وغیرہ کی نفی کر دی، اور ان کو خدا تعالیٰ کا مخالف باور کر دیا۔ جس کا تفصیلی رد آ رہا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی حقارت کرنا:

ابراہیم علیہ السلام کے والدہ میں بھی صراحت ہے، کہ مشرکین سورجوں اور بتوں کو اپنا ”الہ“ معبود اور نفع و نقصان والا اور باشعور جانتے تھے، جس کی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے تردید فرمائی۔ ملاحظہ کریں: (الانبیاء: ۶۲، ۶۶، ۶۷)

انہیں آیات کے تحت لکھا: ”کہا، اللہ کو چھوڑ کر ایسے بے بسوں کی تم عبادت کرتے ہو؟“۔ (سعودی تفسیر: ۸۹۹)

قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر جناب خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ جملہ بھی



موجود ہے: ”اذ قال لایبہ یا ابت لم تعبد مالا یسمع ولا یمصر ولا یغنی عنک شیئاً“۔ ترجمہ: جب انہوں نے اپنے چچا (اذر، ”ابت“ چچا کو بھی کہا جاتا ہے) سے کہا: کہ تم ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہو؟، جو نہ سنیں نہ دیکھیں، اور نہ تمہیں کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں۔ (مریم: ۴۲)

### چند آیات ”من دون اللہ“ کی وضاحت:

ہم ان لوگوں کے اس جھوٹے دعوے کا پردہ چاک کرنے کے لیے (کہ یہ ”سعودی تفسیر“، سلفی تفاسیر کا خلاصہ ہے۔ (ص: ۱۱۳، وغیرہ) یہاں پر چند ان آیات، ”من دون اللہ“ کا سلفی تفاسیر کی روشنی میں جائزہ لے رہے ہیں، جن کو صالحین اور مسلمانوں سے کچھ واسطہ نہیں، مگر نجدی حضرات اپنی خارجی ذہنیت کے مطابق، سیاق و سباق آیات کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے (ص: ۵۵۸)، ظنون فاسدہ اور تاویلات باطلہ سے زبردستی محبوبانِ خدا کو دشمنانِ خدا، اور مومنوں کو کافروں کیساتھ ملا دیتے ہیں، پھر بھی اس تفسیر کو سلفی تفاسیر کا خلاصہ کہتے ہیں۔ جو سلف کرام پر بہتان عظیم ہے۔

۱: ”وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر“، ”اور اللہ تعالیٰ کے سوا (مقابل) تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ہے“۔ (بقرہ: ۱۰۷-۱۰۸، نسا: ۷۳، انعام: ۷۰، ہود: ۱۱۳، عنکبوت: ۲۱، شوری: ۴۶، ۹)

دوسری جگہ فرمایا: ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا“، ”تمہارا دوست صرف اللہ ہے، اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں“۔ (مائیدہ: ۵۵)



مسلمانوں کی دعا ہے: ”واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا“۔ ”اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کر دے، اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا“۔ (نہ: ۷۵)

گویا یہ تینوں آیتیں، تمام آیات ”من دون اللہ“ کی تفسیر ہیں، کہ ایسی آیات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے مراد، دشمنان خدا، کافر و شیطان، بت اور مقابل ہیں۔

۲: ”ان الذین یدعون من دون اللہ“، ”بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابل ان (معبودوں) کو پکارتے ہیں“۔ اور اس طرح کی وہ تمام آیتیں، جن میں پکارنے یا جس کو پکارا جائے اس کی مذمت اور بے اختیاری کا ذکر کیا گیا ہے۔

مخالفین اس قسم کی آیات کو بنیاد بنا کر فقط ”پکار“ کو ”عبادت“ قرار دیکر ”اغثنی یا رسول اللہ، یا علی مدد، یا غوث اعظم“ وغیرہ پکارنے کو، صالحین کی عبادت اور شرک قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ ایسی آیات میں صرف کفار مخاطب ہیں، کیونکہ وہ جن کو پکارتے تھے ان کو فقط مددگار ہی نہیں، بلکہ معبود بھی سمجھتے تھے۔ ایسی آیات کی تفسیر اس قسم کی آیات کرتی ہیں، ”ومن یدع مع اللہ الہا اخر“، اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے ”معبود“ کو پکارے۔ (مومنون: ۱۱۷، قصص: ۸۸)

یعنی ان آیات میں فقط غیر اللہ کو ”پکارنے“ سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ ”معبود“ سمجھنے کی برائی اور رد کیا گیا ہے، اور معبود سمجھ کر پکارنا ہی عبادت اور شرک ہے۔



ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اسراء: ۵۷، میں) لفظ ”یدعون“ معنی کا ”یعبدون“

کیا ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: ”والدعاء بمعنى العبادة في القرآن كثير“

کہ لفظ ”دعا“ قرآن میں بڑی دفعہ ”عبادت“ کے معنی میں آیا ہے۔ (روح البیان: ۲۳/۵)

وہابیوں سے مطالبہ:

کوئی صاحب ایمان، غیر اللہ کو معبود سمجھنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ورنہ سارے

نجدی ملکر بھی، فقط ”پکار“ کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ جب منکرین صرف ”پکار“ کو ”عبادت و شرک“ ثابت کرنے

سے عاجز آ جاتے ہیں، تو پھر مجبوراً انکو اپنے بڑوں کی تقلید میں، اپنے گھر سے اور بلا

دلیل ”ما فوق الاسباب“ پکار، فوت شدہ کو پکار، دور سے پکار، غائبانہ پکار وغیرہ کی

قیدیں لگانی پڑتیں ہیں، مگر کامیابی پھر بھی حاصل نہیں ہوتی۔

ہم دنیائے نجدیت سے مطالبہ کرتے ہیں: کہ غیر اللہ کو پکار والی آیتوں میں

زندہ و مردہ وغیرہ قیود و شرائط ثابت کرو؟۔ اسی لیے ایسی تمام آیتوں میں تمام قدیمی و مستند

مفسرین نے صرف بتوں کو اور معبود سمجھ کر پکارنا مراد لیا ہے۔

(مزید، ”ما فوق الاسباب“، ”دعا یدعوا“، ”الوہیت“، وغیرہ عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

۳: ”ان الذين يدعون من دون الله عباد امثالكم“، کہ وہ تمہاری مثل

بندے ہیں۔ (اعراف: ۱۹۳)



وہابی مولوی اس آیت کے صرف ان الفاظ پر بغلیں بجاتے ہیں، کہ دیکھو جنگو تمہاری مثل بندے کہا گیا، وہ صرف بت نہیں ہو سکتے، بلکہ صالحین بھی شامل ہیں، عوام یہی سمجھتے ہیں کہ ماشاء اللہ! مولوی صاحب قرآن پڑھ رہے ہیں دھوکا کیسے ہو سکتا ہے، لیکن انہیں کیا معلوم کہ ان ایمان کے چوروں نے۔۔۔

۔ کبھی حدیث کے معنی بدل کے لوٹ لیا

کبھی فریب سے قرآن سنا کے لوٹ لیا

حالانکہ سیاق کلام بھی وضاحت کرتا ہے، کہ ”عباد امثالکم“ سے مراد صالحین نہیں، بلکہ صرف بت ہیں۔ کیوں کہ اگلی آیت میں ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں، آنکھیں اور کان نہیں ہیں، تو کیا صالحین کے بھی ہاتھ، پاؤں وغیرہ نہیں ہیں؟۔۔۔ یا پھر بعد وصال ان کے جسم گل سڑ جاتے ہیں؟ معاذ اللہ!

جیسے ان کے امام اسماعیل دہلوی نے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھ کر بے ادبی کی کہ ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں“۔ (تقریبہ ایمان)

اسی اگلی آیت (۱۹۵) میں یہ بھی کہا گیا، کہ آپ ﷺ ان سے کہیں کہ تم اپنے شرکا کو بلاؤ، پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو۔ اگر یہاں صالحین مراد ہیں، تو کیا وہ رسول اللہ ﷺ کو ضرر پہنچانے کی تدبیر کریں گے؟

اس سے بھی اگلی آیت (۱۹۸) میں ہے، ”اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں، اور وہ کچھ نہیں دیکھتے“، ان الفاظ میں کتنی وضاحت ہے کہ یہ کیفیت



بتوں، مجسموں اور مورتیوں کی ہی ہو سکتی ہے نہ کہ انبیاء و اولیا کی۔ نجدی مفسر نے بددیانتی سے کام لیا، کہ اس آیت کے مذکورہ حصہ کی تفسیر نہیں کی کہ کہیں پیچھے کی گئی جھوٹی تفسیر و تحریف کا راز نہ کھل جائے۔ جبکہ مستند اور قدیمی مفسرین عظام نے اس سے

مراد صرف بت لیے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ۲/۲۸۷، ابن جریر، ۶/۱۵۱، قرطبی، ۳/۲۱۷، معالم التنزیل، ۲/

۲۲۲، کبیر، ۱۵/۹۲، روح البیان، ۳/۲۹۵، خازن، ۲/۱۶۹، جلالین، ۱۳۶، موضح القرآن، ۱۶۳)

ایک اہم نوٹ، اور شبہ کا رد:

یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے، جن آیات میں ”من دون اللہ“ سے شعور، زندگی اور سماعت وغیرہ کی نفی کی گئی (مثلاً نحل: ۲۱) یا جیسے اس آیت میں ان کو ”عباد امثالکم“، یعنی تمہاری مثل بندے کہا گیا۔ تو اس اشکال کے مفسرین کرام نے چند جواب دیے ہیں۔

❖۔۔۔ انہیں ”عباد“ اس لیے کہا گیا کہ جس طرح تم بتوں کے پوجاری، اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور زیر حکم ہو، اسی طرح تمہارے معبود، بت بھی، ”الہ“ نہیں ہیں، بلکہ تمہاری طرح مخلوق اور اللہ کی ملکیت ہیں۔۔۔ اور ”امثالکم“ کا معنی ہے، کہ وہ گھڑے ہوئے مجسمے انسانی شکل پر ہیں۔ انسان ہر حال میں بت سے افضل ہے، کہ اعضا کام کرتے ہیں، جبکہ بتوں کے اعضا کی بناوٹ تو ہے مگر وہ کام نہیں کرتے۔

❖۔۔۔ چونکہ مشرکین خود بتوں کو، نفع و نقصان کا مالک سمجھتے تھے، اسکے لیے ضروری تھا کہ وہ ان کو باشعور اور ذی روح بھی سمجھتے ہوں، لہذا ان کے عقیدے کے مطابق ان سے



بات کی گئی۔

✽۔۔۔۔۔ ان سے بطور استہزا فرمایا: کہ اگر تمہارے عقیدے کے مطابق یہ عاقل ہیں، تو پھر بھی یہ تمہاری مثل ہی ہیں، الہ اور خالق نہیں ہو سکتے۔ (تفاسیر کے حوالہ جات ابھی گزر چکے۔ سعودی تفسیر کی عبارات کے حوالے سے بھی بیان ہو چکا)

۴: ”اموات غیر احياء وما يشعرون ايانا يعثون“، ”وہ مردہ ہیں اور انہیں

یہ شعور نہیں، کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے“۔ (نحل: ۲۱)

عقل کے پجاری اس آیت کو پڑھ کر بھی بڑا جوش مارتے ہیں ”کہ دیکھو کہا گیا: کہ انہیں کوئی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے، اور وہ مردہ ہیں۔ یہ صرف بتوں کے لیے نہیں ہو سکتا، اس سے صالحین بھی مراد ہیں“۔ لکھا: ”یہ جماد کی بجائے، صالحین ہی پر صادق آ سکتا ہے“۔ (سعودی تفسیر: ۷۳۱، ۶۸۱، ۱۳۱۶)

اس آیت کے متعلق بھی مفسرین کرام نے یہی کچھ فرمایا: کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، یہ خود تمہارے ہاتھوں کے بنے ہوئے ہیں، یہ جمادات اور بے جان مورتیاں ہیں، ان میں ارواح اور شعور نہیں ہے، اور یہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے، اور نہ یہ نفع و نقصان دے سکتے ہیں۔ یعنی یہاں پر ان کے عقیدے کے مطابق بات ہوئی، کہ تمہارے عقیدے میں یہ باشعور نافع اور ضار ہیں، مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہیں۔ یہاں پر علامہ بغوی اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ انداز اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ قیامت کو بتوں میں زندگی پیدا کی جائے گی، اور وہ اپنے پجاریوں سے پیڑاری کا اظہار کریں گے۔ (تفسیر معالم التنزیل، ۶۵/۳، ابن جریر، ۹۳/۸، قرطبی، ۶۳/۵، کبیر، ۱۶۵/۱۱، ابن ابی



حاتم: ۱۳۹۷ھ، زاد المسیر، ۳/۴۳۷، روح البیان، ۵/۲۳، خازن، ۳/۱۱۷، جلالین، ۱/۲۱۷، موضح القرآن، ۱۸/۲۷۱)

لطف کی بات ہے، کہ امام الوہابیہ قاضی شوکانی اور حافظ ابن کثیر نے بھی یہاں پر صرف بتوں کو مراد لیا۔ ان دونوں حضرات کی تفسیریں، سعودی تفسیر کا بنیادی ماخذ ہیں، مگر یہاں اپنے ان اماموں کو بھی چھوڑ دیا، اور صرف محمد بن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی کی تقلید میں تحریف قرآن کا ارتکاب کیا۔

(فتح القدیر، ۳/۲۱۵، تفسیر القرآن العظیم معروف بہ ابن کثیر، ۲/۵۸۶)

مفسرین فرماتے ہیں، کہ لفظ ”اموات“ کے ساتھ ”غیر احیاء“ کی قید اس لیے لگائی کہ کچھ مردنے ایسے ہوتے ہیں، کہ جن میں کبھی حیات بھی پائی جاتی ہے، مگر ”بت“ ایسے مردے ہیں کہ ان میں کسی زمانے میں بھی حیات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ (تفسیر فتح القدیر، تفسیر ابی سعود)

میں (راقم) کہتا ہوں: کہ ایک طرف ”اموات غیر احیاء“ رکھیں، اور دوسری، ”ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات، بل احیاء“، کو رکھیں تو خود ہی قرآنی فیصلہ ہو جائیگا، کہ جب شہید زندہ ہے، اور اس کو مردہ کہنا جائز نہیں، بلکہ بے ادبی ہے۔ (ص: ۶۲) تو پھر رسول اللہ ﷺ کو مردہ کہنا کیسے جائز ہوگا؟ مگر اس نجدی مفسر نے آپ ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غوث پاک علیہ الرحمۃ کو مردہ کہہ دیا۔ (ص: ۱۳۰۵)

معلوم ہوا کہ اس آیت میں صالحین کو مردہ نہیں کہا گیا، جبکہ وہابی تو شہداء کو بھی دنیا سے بے شعور، اور ان کے لیے کفار کی طرح کی برزخی زندگی مانتے ہیں۔







پیدا کرنا چاہے۔ (بخاری: کتاب اللباس)

اور دوسری طرف، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان رکھو: ”انسی اخلق

لکم۔۔۔

۔۔۔ کہ میں تمہارے لیے (مٹی سے پرندے) بنا سکتا ہوں۔ (آل عمران: ۴۹)

اب اگر دل میں ذرہ بھی خوف خدا اور انصاف کا مادہ ہے، تو خود ہی فیصلہ

کرو، کیا اس آیت سے صالحین مراد ہو سکتے ہیں؟۔۔۔ کبھی نہیں، بلکہ اس سے بت اور

خدا تعالیٰ کے مقابل مراد ہیں۔

اور وہ اللہ کے مقابل ہیں، جو سارے مل کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے، اور اگر

تخلیق کی چاہت بھی کریں تو ظالم ٹھہریں۔۔۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے صرف ایک ہی نبی،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جو ہمارے آقا و مولا ﷺ کے مبشر ہیں، اور قرب قیامت مبلغ

شریعت محمدیہ اور امتی بن کر تشریف لائیں گے، ان کی یہ شان ہے، کہ وہ اکیلے ”پرندے“

بناتے۔ یہ قرآن کی وہ روح ہے، جو خارجی ذہنیت اور عھو پڑی میں نہیں آ سکتی۔

اسی لیے دانائے غیوب ﷺ نے فرمایا تھا: ”قرآن پڑھیں گے بہت سنوار

کے، مگر خلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور (فی الحقیقت) اسلام سے خارج ہوں گے۔“

(بخاری: کتاب التوحید) ع خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں!

اور پھر مکھی جیسی گندی اور حقیر چیز کی نسبت، ان مقدس اور طیب ہستیوں کی

طرف کرتے ہوئے، شرم آنی چاہیے تھی۔ اور کہاں کھیاں اور کہاں پاک باز ہستیاں۔ اور



کیا پہلے کھیاں تھوڑی ہیں!۔۔۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی!

اس آیت میں بھی مفسرین کرام نے، ”یا ایہا الناس۔۔۔“ سے ”کافر“ اور ”لن یخلقوا۔۔۔“ سے صرف ”بت“ ہی مراد لیے ہیں، نہ کہ ”مومنین و صالحین“۔ اور لے اڑنے سے مراد، زعفران اور شہد ہے، جو کفار اپنے بتوں پر ملتے تھے۔ اور طالب و مطلوب سے مراد، بت، پجاری اور کھیاں ہیں۔ (ابن جریر، ۲۰۳/۱، ابن کثیر، ۲۳۵/۳، قرطبی، ۶/۶، معالم التنزیل، ۲۹۸/۳، کبیر، ۶۷/۲۳، روح البیان، ۶/۶، خازن، ۳۱۷/۳) ۶: ”ما یملکون من قطمیر“، وہ کھجور کی گٹھلی کے چٹکے، تک کے بھی مالک نہیں۔

(ط ۱۳، ص ۲۲)

بخاری بخاری کی رٹ لگانے والے، بخاری کی صرف رفع الیدین والی احادیث دکھا کر عوام کو وہابی بنا کر، انکا ایمان برباد کرنے والے، یہ آیت بھی صالحین پر چسپاں کرتے ہیں، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی۔ سعودی مفسر نے اس آیت کے تحت لکھا: ”وہ جمادات ہیں یا منوں مٹی، کے نیچے مدفون (لوگ)۔“ (ص: ۱۳۲۲)

کاش بخاری شریف کی اس حدیث کو بھی مانا اور جانا ہوتا۔ نجدی کہے کہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں، جبکہ آپ ﷺ نے، ایک ڈھیر کھجوروں سے، حضرت جابر کا کئی ڈھیروں کا قرض اتار دیا، اور وہ ڈھیر ابھی تک اسی طرح باقی تھا۔ (بخاری، کتاب البیوع)

۔ بے عشق نی جو بھی پڑھتے ہیں بخاری

آتا ہے بخار ان کو، بخاری نہیں آتی!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”کُلُّی الْمَلِکُ مِنْ نِشَاءٍ“، (اے اللہ!) تو جسے چاہے



بادشاہی دے۔ (۱۸ عمران: ۲۶)۔۔۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو بادشاہ نہیں دیکھنا چاہتا، تو پھر اور کون ہے؟

فرمایا: زمین صالحین کی وراثت ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۵، اعراف: ۱۲۸)  
ان نجدیوں کی دوہری شریعت اور صالحین دشمنی دیکھیے، کہ ان کے مُردے بھی صرف ”مَلِک“ یعنی صرف بادشاہ ہی نہیں، بلکہ ”المَلِک فہد“۔ ”المَلِک عبد العزیز“، بلکہ خاص بادشاہ ہی ہوتے ہیں۔ جیسے سعودی تفسیر کے مقدمے، کعبہ شریفہ کے دروازے، عمارات حرمین، غلاف اور سعودی ریالوں وغیرہ پر لکھا ہوتا ہے۔

مگر اللہ کے محبوب ﷺ، ایک گٹھلی کے بھی مالک نہ ہوں۔ حالانکہ ”المَلِک“ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ (مومنون: ۱۱۶) ان کے اصول کے مطابق یہ شرک اکبر ہے۔

اور ان کے مردہ بھی سلطان اور والی ہوتے ہیں، نجدی مفسر نے لکھا: سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز۔ (ص: ۱۳۹۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ملکیت کی وسعت کا یوں اعلان فرمایا: ”انّا اعطیناک الکوثر“، ہم نے آپ کو کثرت، یعنی خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ (ص: ۱۷۴۹)  
تاکہ کوئی دماغ اور آلہ ملکیت مصطفیٰ ﷺ اس کا اندازہ ہی نہ کر سکے۔

اور فرمایا: ”النبی اولی بالمومنین من انفسہم“، نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں۔ (احزاب: ۶، مزید: الفصحی: ۸، توبہ: ۷۴)

ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے فرمایا: ”ان اللہ تعالیٰ یغنیکم



اونعشکم بالاسلام وبمحمد“، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام اور محمد ﷺ کے ذریعے سے غنی اور بلند کر دیا ہے۔ (بخاری: کتاب الاعتصام: ۱۰۸۰/۲)

ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے بارے فرمایا: ”ولا یعنی عنک شینا“ اور نہ وہ تمہیں کوئی فائدہ دے سکیں۔ (مریم: ۴۳)

یعنی خود قرآن کریم نے ہی یہ فیصلہ فرما دیا، کہ جو ایک ذرے کے بھی مالک نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے مقابل اور عدو ہیں، اور جنکو اللہ تعالیٰ نے صرف غنی ہی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی غنی کر دینے والا بنایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ (مزید عنوان: ”اللہ والوں کی وجاہت“، اور ”نورانیت و حاکیت“ از علامہ کاشف مدنی، زاویہ پبلیشرز ملاحظہ کریں)

مستند اور سلف مفسرین عظام نے اس آیت کو بتوں کے ساتھ خاص کیا ہے، فرمایا: کہ اس سے مراد بت اور پتھر ہیں، کہ ان میں روہیں نہیں ہیں، جن پر وہ اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، کہ اگر تم بلاؤ تو تمہاری سن لیں۔ (ابن کثیر، ۵۵۹/۳، ابن جریر، ۱۲۴/۱۲، قرطبی، ۲۱۳/۷، معالم التنزیل، ۵۶۸/۳، تفسیر کبیر، ۱۲/۲۶، روح البیان، ۳۳۲/۷، خازن، ۵۳۲/۳، جلالین، ۳۶۵، موضح القرآن، ۴۵۶)

۷: ”فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلاً اولئک الذین یدعون

یتغون الی ربہم الوسیلۃ۔۔۔۔۔“۔ (بنی اسرائیل: ۵۷، ۵۸)

نجدی مولویوں کے گمان فاسد میں یہ آیت بھی انکی بڑی پختہ دلیل ہے۔ چونکہ اس آیت میں رب تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑنے والوں سے مراد صالحین ہیں، جن کے متعلق کہا گیا، کہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، جس سے



ثابت ہو گیا کہ انبیاء و اولیا بھی کچھ نفع نہیں دے سکتے۔ (عنکبوت ۳۱، کے تحت بھی، اولیاء اللہ کو، اولیاء من دون اللہ میں شامل کر کے بے نفع کہا)

اس آیت کا شان نزول کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”کان ناس من الجن یُعبدون، فاسلّموا“، کہ جنوں میں سے ایک گروہ تھا، جس کی عبادت کی جاتی تھی، پس وہ مسلمان ہو گئے، (مکران کے پجاریوں کو معلوم نہ ہو سکا، اور وہ ان کی عبادت ہی کرتے رہے)۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

صحابی رسول ﷺ نے یہاں پر ”یدعون“ کا معنی ”یُعبدون“ کیا ہے۔ (حقیقت التوحید: ۵۱) یعنی وہ لوگ ان جنوں کو محض خدا کا بندہ سمجھ کر ہی نہیں پکارتے تھے۔ بلکہ ان کو معبود سمجھ کر پکارتے تھے، جو ان کی عبادت ٹھہری۔

یہ اللہ والوں کی بے ادبیوں کی سزا ہے، کہ منکرین کی ایسی مت ماری گئی ہے، کہ انہیں یہ بھی سمجھ نہیں رہی، کہ ہم صالحین کی نفع رسانی اور شفاعت کا رد (جیسے، سعودی تفسیر: ۱۳۰۴ پر) کر کے، خود کو کفار کی صف میں شامل کر رہے ہیں۔

کیونکہ صالحین کی طرف سے بے نفع تو کفار ہیں۔ ان آیات میں کفار کو بے نفع اور بے شفاعت کہا گیا ہے۔ (بقرہ: ۱۰۷، عنکبوت: ۲۵، ۴۱، انعام: ۵۱، ۷۰، حج: ۱۳، سبأ: ۲۳، ۲۷، محمد: ۳، مدثر: ۴۸)

جبکہ مومنین کو تو صالحین کی شفاعت اور ولایت (دوستی)، بلکہ اولاد بھی، دونوں جہاں میں نفع دیتی ہے۔ (النساء: ۱۱، المائدہ: ۱۱۹، طہ: ۱۰۹، زخرف: ۶۷، طور: ۲۱)

قیامت کو صالحین کے شفاعت کے نجدی بھی اقراری ہیں، تو کیا شفاعت نفع



رسائی، اور دفع ضرر نہیں؟

ایک نجدی سعودی مولوی نے شفاعت کو نفع، اور دفع ضرر لکھا۔

(اسلام میں مفہوم شفاعت: ۱۴، مکتبہ دعوت و ارشاد)

سعودی مفسر نے لکھا ہے: ”مولیٰ“ (فان الله هو مولی وجہیل و صالح

المؤمنین الخ۔ (تحریم: ۴) کے معنی ولی اور مددگار کے۔۔۔ مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے۔ (ص: ۹۱۴)

تو جب مومن ایک دوسرے کے مولا ہیں تو وہ مصیبت میں کام بھی آتے ہیں۔

لہذا اس آیت میں اُن ”کفار“ کو مخاطب کیا گیا، جو صالحین کی ”عبادت“ کیا کرتے تھے۔ اور کفار کو صالحین کا وسیلہ کچھ نفع نہیں دے سکتا، ایک تو کفر کی وجہ سے، اور دوم صالحین کو معبود جاننے کی وجہ سے۔ کہ اگر وہ ایمان دار ہوتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے جان کر ان کا وسیلہ اختیار کرتے تو انہیں ان سے ضرور نفع حاصل ہوتا۔

اور زندہ صالحین کا وسیلہ تو ان مبتدعین کے ہاں بھی جائز ہے، جو نفع کے حصول کے لیے ہی پکڑا جاتا ہے، پھر وہ کس منہ سے وسیلہ کی نفع بخشی کا انکار کر سکتے ہیں؟

اس آیت (اسراء: ۵۷) کی تفسیر، یہ آیت کرتی ہے: ”تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ

میرے بندوں کو میرے سوا (یعنی مقابل)، ولی (حمایتی) بنالیں گے۔“ (کہف: ۱۰۴)

یعنی اللہ کے بندے، اللہ کے مقابلے میں اور کافروں کے حمایتی نہیں

ہوتے، نہ کہ باذن اللہ مومنوں کے بھی حمایتی اور نفع رساں نہیں ہوتے۔



(النساء: ۶۳، المائدہ: ۵۵، تحریم: ۴ (ص: ۹۱۳)، انفال: ۶۳)

مفسرین کرام نے فرمایا ہے: مشرکین پر شد و قحط پڑا کہ مردار بھی کھا گئے، ”فاستغاثوا بالنبی ﷺ ليدع لهم“، پس نبی سرور ﷺ سے استغاثہ یعنی فریاد کی کہ دعا کریں، تو یہ آیات نازل ہوئیں، کہ آپ ﷺ ان کافروں سے فرمائیں، جنہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں: کہ اب ان کو ہی بلاؤ جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو، اور وہ مسلمان جنوں، ملائکہ، عزیر، عیسیٰ اور مریم علیہم السلام کی عبادت کرتے تھے۔

مفسرین کی اس روایت میں بھی یہ وضاحت ہے، کہ اس آیت میں اللہ والوں کی قوتوں کو باذن اللہ جانتے ہوئے، ویسے اور فریادری کا رد نہیں ہے بلکہ اثبات ہے، اور انہیں معبود اور مستقل سمجھنے کی مذمت کی گئی ہے۔ (ورنہ بعد از وصال بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت محمدیہ ﷺ کی مشکل کشائی کا کون انکار کر سکتا ہے؟، جنہوں نے پینتالیس نمازیں معاف کروادیں) (ابن کثیر، ۵۰/۳، ابن جریر، ۱۰۲/۹، قرطبی، ۱۸۱/۵، کبیر، ۲۳۰/۲۰، معالم التنزیل، ۱۲۰/۱، روح البیان، ۱۷۳/۵، خازن، ۱۷۸/۳، جلالین، ۲۳۳، موضح القرآن، ۲۹۲)

”من لا يستجيب له الى يوم القيامة الخ“، وہ تمہاری پکار کو یوم قیامت تک

نہیں سن سکتے۔ (احقاف: ۵)

سعودی مفسر نے لکھا: ”یعنی یہی سب سے بڑے گمراہ ہیں، جو پتھر کی مورتیوں کو یا

فوت شدہ اشخاص کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، جو قیامت تک جواب دینے سے قاصر ہیں، اور قاصر

ہی نہیں بلکہ بالکل بے خبر ہیں۔ (ص: ۱۳۶)



یہاں پر بھی مسلمانوں کو مشرکوں، اور صالحین، حتیٰ کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی، بے جان، بے شعور، جماد اور بتوں کے ساتھ ملایا گیا۔ معاذ اللہ!

اس آیت کو بھی اللہ والوں سے کچھ تعلق نہیں، اور نہ ہی اس میں فوت شدہ کی کوئی ذکر و قید ہے۔ اور سماع موتی پر اجماع امت ہے۔ ("سماع موتی" کا عنوان ملاحظہ کریں) اور مستند مفسرین کرام نے اس کو بھی بتوں اور ان کے پجاریوں مشرکین کے ساتھ خاص کیا ہے، کہ بت اپنے پجاریوں کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتے، کیونکہ وہ جماد اور بے جان پتھر ہیں، نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ (ابن کثیر، ۱۶۵/۳، ابن جریر، ۴/۱۳، قرطبی، ۱۲۲/۸، کبیر، ۵/۲۸، معالم التنزیل، ۱۶۳/۴، روح البیان، ۴۶۲/۸، خازن، ۱۲۲/۴، جلالین، ۴۶۶، موضح القرآن، ۵۲۳/۴)

لیکن منکرین عظمت صالحین کی مجبوری ہے، کہ وہ سماع موتی کا انکار کریں، چاہے اجماع کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ (حالانکہ خود اجماع کے انکار کو کفر لکھا۔ (النساء: ۱۱۵، ص: ۲۵۶) اس لیے کہ ان کے دین کو سارا خطرہ ہی، وصال یافتہ صالحین سے ہے، کیونکہ ان کے خود ساختہ عقیدہ توحید میں صرف وصال یافتہ بزرگوں کے لیے کوئی قدرت ماننا شرک اکبر ہے۔

حالانکہ اپنے مردوں کو بھی، "الْمَلِکُ لَہْد" یعنی بادشاہ ہی لکھتے ہیں۔

۹: "وَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ، وَإِذَا

ذَكَرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ اذْهَمَ يَسْتَبْشِرُونَ"، اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جائے، تو ان لوگوں کے دل متغیر ہوتے ہیں، جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، اور جب اللہ کے سوا



دوسروں کا ذکر کیا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ (زمر: ۴۵)

اس آیت میں ”الذین لا یؤمنون بالآخرة“، ”وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے“، کے الفاظ واضح کرتے ہیں، کہ اس آیت کو اہل ایمان سے کوئی تعلق نہیں، باوجود اس کے اس آیت کی تفسیر میں ذکر مصطفیٰ ﷺ، اور ذکر اولیاء کو ”من دون اللہ“ ذکر کہہ کر، ذکر اللہ سے جدا اور مقابل لکھا۔

اور یہ بھی جھوٹ بولا: کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مدد کرنے کی قدرت نہیں دی۔ اور مزید آپ ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور تمام صالحین کو صراحتہ ”مردہ“ لکھا۔ (ص: ۱۳۰۵)

اور یہ بھی بہتان باندھا: کہ اہل سنت صرف یا اللہ مدد کہنے پر تنگ دل اور بیزار ہو جاتے ہیں، مگر یا رسول اللہ، یا علی مدد، کہنے پر خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ غصہ ہمیں ان لوگوں کی بد عقیدگی پہ آتا ہے۔ جیسے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو خارجیوں نے قرآن، ”ان الحکم الا للہ“ (یوسف) پڑھ کر کافر کہا۔ (معاذ اللہ!) تو آپ نے جواباً فرمایا تھا: ”کلمۃ حق اريد بها الباطل“ (مسلم) ”کہ قرآن سچا ہے، مگر استدلال باطل ہے۔“

ہم بھی یہی کہتے ہیں، کہ کلمہ ”یا اللہ مدد“ سچا ہے، لیکن اس سے تمہارا اردہ باطل ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ یا رسول اللہ مدد کہنا شرک ہے۔ اسی لیے تم نے نعرہ گھڑا ہوا ہے: ”صرف یا اللہ مدد! باقی سب شرک و بدعت“۔ جس کو اپنے فرقے کا ٹائٹل سمجھتے ہو، حالانکہ یہ نعرہ خود تمہاری بدعت ہے، جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔



الحمد لله اولیاء کرام کے آستانوں پر اسم ذات (اللہ ہو) کا وظیفہ سکھایا جاتا

ہے۔

ابن کثیر اور دیگر مفسرین کرام نے فرمایا ہے، کہ اس سے پہلی آیت میں مشرکین کی مذمت اور رد ہے، جو بتوں کو شفیع جانتے تھے، ”کہ وہ جماد اور حیوانوں سے بھی بدتر ہیں، کسی چیز کے مالک نہیں“۔ ”واذکر اللہ وحدہ“ یعنی جب کہا جائے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو وہ تنگ اور بیزار ہو جاتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان، اللہ کی توحید اور آخرت کا منکر ہو سکتا ہے؟

”من دونہ“ سے مراد ”الاصنام و الانداد“، یعنی بت اور شریک ہیں، نہ کہ

انبیاء و اولیاء کرام۔ (تفسیر ابن کثیر اور دیگر تفاسیر معتبرہ، زیر سورۃ زمر آیت: ۴۵، ۴۴، ۴۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکے محبوب کریم ﷺ اور دیگر صالحین کا ذکر، ذکر ”من دون اللہ“ نہیں، بلکہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور محبت ایک ہے، اسی طرح ذکر بھی ایک ہے، جدا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس ذکر کو بلند کرنے کا کئی طرح اہتمام کیا، مثلاً کبھی فرمایا: ”ورفعنا لک ذکرک“۔

کبھی: ”ان اللہ وملائکته يصلون علی النبی“۔

کبھی: ”وللاخرة خير لك من الاولى“۔

اور کبھی: ”عسى ان يعطک ربک مقاماً محموداً“ وغیرہ کہہ کر۔

اسی طرح اذان، اقامت، نماز، کلمہ وغیرہ متعدد جگہ مصطفیٰ کریم ﷺ کے



ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا کہ جب تک کوئی یہ ذکر نہیں کرے گا، اسکا ذکر خدا بھی قبول نہیں ہوگا۔

وہ بے نیاز ذات خود اعلان فرماتی ہے: ”فاذکرونی اذکرکم“۔ (بقرہ: ۱۵۲)  
حدیث پاک میں ہے: کہ میرے محبوب اور اولیاء وہ ہیں، کہ ان کے ذکر کے ساتھ میرا ذکر، اور میرے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(مسند احمد، ۳/۳۳۰، طبرانی اوسط، ۱/۲۰۳)

ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة“، کہ  
نیکیوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی کا نزول ہوتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ۷/۲۸۵، احمد بن حنبل فی  
الورع، ۱/۶۱، تاریخ بغداد، ۳/۲۳۹، سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۶۴)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے محبوبوں کا ذکر، ذکر ”من دون اللہ“  
نہیں۔ سچ فرمایا تھا امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے:

ذکر خدا جوان سے جدا چاہو نجدو !

واللہ! ذکر حق نہیں، کئی ستر کی ہے

سعودی مفسر نے ”ورفعنا لک ذکرک“، کے تحت لکھا ہے: ”یعنی جہاں اللہ کا

نام آتا ہے وہیں آپ ﷺ کا نام بھی آتا ہے، مثلاً اذان نماز اور دیگر بہت سے مقامات پر گزشتہ

کتابوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل ہے، فرشتوں میں آپ کا ذکر خیر ہے، آپ

ﷺ کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا“۔ (مس: ۱۷۲۸)

ایک اور جگہ لکھا: ”ذکر سے مراد کوئی کتاب الہی یا پیغمبر ہے“۔ (مس: ۱۷۷۰)



”ان الله وملائكته يصلون على النبي“، (احزاب: ۵۴) کے تحت لکھا: اس آیت

میں نبی ﷺ کے اس مرتبہ و منزلت کا بیان ہے جو ملائکہ اعلیٰ (آسمان) میں آپ ﷺ کو حاصل ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی شاد و تعریف کرتا اور آپ ﷺ پر رحمتیں بھیجتا ہے۔۔۔ (ص: ۱۱۹۰)

۱۰: ”ومن الناس من يتخذ من دون الله انداداً يحبونهم كحب

الله“، اور کچھ لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اوروں کو اللہ تعالیٰ کا مد مقابل، محبت کرتے ہیں ان سے، جیسے اللہ سے محبت کرنا چاہیے۔ (بقرہ: ۱۶۵)

اسکے آیت کے تحت نجدی مفسر نے لکھا: ”انہوں نے نہ صرف غیر اللہ اور اپنے

پیروں، فقیروں اور سجادہ نشینوں کو اپنا ماویٰ و ملجا، اور قبلہ حاجات بنا رکھا ہے، بلکہ اُن سے اُنکی محبت، اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ (ص: ۶۵)

لعنة الله على الكافرين۔۔۔۔۔ اس آیت میں ”الانداد“ کا لفظ وضاحت

کرتا ہے، اس سے مراد مسلمان و صالحین نہیں، بلکہ مشرکین اور ان کے معبود بت وغیرہ ہیں۔ (ملاحظہ کریں: تفسیر ابن کثیر، اور دیگر تفاسیر)

اللہ والوں سے اہل ایمان کی محبت، مطلوب شرعی ہے مردود شرعی نہیں، اور

الحب فی الله والبغض فی الله“۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ: ۴۵۹۹) کا تقاضا ہے۔ اس محبت کو، ”غیر کی محبت“ کہنا بے دینی، گمراہی اور بے حیائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”احب الیکم من الله ورسوله الخ“۔ (توبہ: ۲۴)

یہاں اللہ اور رسول کی محبت کو ایک محبت قرار دیا گیا۔ جس کی تفسیر سید عالم، نور



جسم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین“، کہ تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ میری ذات اسے اپنے والدین، اولاد اور باقی تمام رشتوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔ (بخاری، کتاب الایمان)

اگر حب رسول ﷺ، حب اللہ جل جلالہ، سے جدا ہوتی، تو آپ ﷺ اس حدیث پاک میں صرف اپنی محبت کا ہی ذکر نہ فرماتے۔ آپ تو مقصود کائنات، سید ولد آدم ﷺ ہیں، ایک متقی مومن سے جب اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے، تو خود اس کی محبت کو آسمانوں اور زمینوں میں عام کرنے کا اہتمام فرماتا ہے۔ (بخاری، ترمذی، تفسیر سورۃ مریم: ۱۹)

گویا اس کی محبت، اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہوتی ہے۔

و عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

یہ گٹھائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا

۱۱: ”و یعبدون من دون اللہ ما لا یضرہم ولا ینفعہم، ویقولون ہؤلاء شفعاؤنا عند اللہ“، اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں، جو نہ نفع دے سکیں نہ

نقصان، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے شفا رشی ہیں۔ (یونس: ۱۸)

اسی طرح کی ایک آیت ہے، ”مانعبدہم الا لیسر ہونا الی اللہ زلفی“، ہم ان

کی عبادت اس لیے کرتے ہیں، کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (زمر: ۳)

پہلی آیت کے متعلق نجدی مفسر نے لکھا: ”یعنی مشرکین بھی اللہ کے سوا جن کی



عبادت کرتے تھے، ان کو نفع ضرر میں مستقل نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ سمجھتے تھے۔ (مس: ۵۶۶، ۱۲۹۱)

ان آیات میں ”ويعبدون“ اور ”ما نعبدہم“ کے الفاظ سے واضح ہے، کہ مشرکین کا شرک صرف ان کو وسیلہ جانتا نہیں تھا، بلکہ وسیلہ کے لیے ان کی عبادت کرنا تھا۔ قرآن نے فقط وسیلے کو عبادت نہیں کہا۔ جبکہ مفسرین کرام نے فرمایا: کہ مشرکین سمجھتے تھے کہ ان کے معبودان باطلہ ”بت“ وغیرہ، اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے، ان کی سفارش نفع دے گی، اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ (ما ظہر لہ فی تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۹)۔ شفاعت کے لیے دو شرطیں ہیں، مصلوح کا مومن ہونا، اور شافع کا صالح ہونا۔ اور حق یہ ہے کہ کسی کو ”اللہ“ جان کر اس کے آگے عبادت کرنے کو حکایت کہتے ہیں۔ یہی صفت، الوہیت کا خاصہ ہے، کیونکہ باقی معانات مددگاری، غم وغیرہ، تو اس نے اپنے بندوں کو بھی دی ہیں۔

(ما ظہر لہ فی تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵، ج ۲ ص ۶۳، ج ۳ ص ۱۳۳، ج ۴ ص ۱۵۵)

چونکہ نجدی دین کا سارا مذاہب ”عبادت اللہ“ کی طرف متوجہ ہے، بنیاد تعریضات پر ہے۔ اسی وجہ سے اس مفسر نے مسلمانوں کے پاکیزہ ”عقیدۃ فطریۃ“ کو محض اس وجہ سے کہ وہ فوت شدہ صالحین کو وسیلہ بناتے، اور ان سے شفاعت طلب کرتے ہیں، عبادت قرار دے کر مشرکوں کے گندے عقیدے سے ملا دیا۔ ان کے امام اسماعیل دہلوی نے بھی عقیدہ شفاعت کی وجہ سے مسلمانوں کو ایوانِ جہنم میں لے کر ”مسواہل اور وہ شرک میں مبتلا ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۵)



(تفصیل: ”الہ“ اور ”مہادت“، ”وسیلہ“ اور ”شفاعت“، عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں)

جھوٹ اور تضاد: (مشرک بتوں کو الہ نہیں جانتے تھے)

نجدی نے آیت میں لفظ ”قرباننا الہہ“۔ (احقاف: ۲۸) کے باوجود بھی یہ جھوٹ لکھ دیا: ”کہ مشرکین مکہ بتوں کو ”الہ“ نہیں سمجھتے تھے، بلکہ قرب کا وسیلہ سمجھتے تھے۔“

(ص: ۱۳۲۵، ۵۶۶)

یہ جھوٹ دہلوی کی نقل میں لکھا: ”مشرکین بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے

، بلکہ اس کا بندہ اور مخلوق جانتے تھے۔ (تقویۃ الایمان: ۲۹)

جبکہ خود کئی جگہ لکھا: کہ مشرکین بتوں کی بھی عبادت کرتے تھے، تو جس کی

عبادت کی جائے وہ ”الہ“ ہی تو ہوتا ہے، اور کیا کسی کو معبود جاننا اللہ تعالیٰ سے برابری

نہیں؟۔ (ص: ۱۳۹۳، ۵۷۱، ۷۰۶، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۹، ۹۰۶، ۹۹۷، ۱۳۳۸، ۱۲۷۳، ۱۳۱۰، ۱۳۲۸، ۱۳۳۷،

۱۳۹۰، ۱۳۹۵، ۱۳۶۵، ۱۶۵۰)

متعدد آیات میں صراحتاً بتوں کو مشرکین کے عقیدے کے مطابق ”الہ، اور

معبود“ کہا گیا۔ (اعراف، ۱۳۸، الانعام، ۷۴، الانبیاء، ۵۹، ۶۲، ۶۶، ۶۷، ۹۸)

اور متعدد آیتوں میں ”اندادا“، ”عدل“، اور ”سواء“ کا لفظ آیا ہے، کہ وہ بتوں

کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھتے تھے۔ (البقرہ: ۲۲، ۱۶۵، ابراہیم: ۳۰، سبا: ۳۳، الزمر: ۸، جم السجدہ: ۹، الانعام:

۱۵۰)

۱۴: ”ما تعبدون من دونه الا اسماء سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل اللہ

بہا من ملطن“، اس کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو، وہ فقط نام ہی ہیں، جو تم نے اور



تمہارے باپ دادا نے خود کھڑے لیے ہیں، اس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ (یوسف: ۴۰)

اسی طرح یہ آیت بھی: "الْحَادِلُونَ فِي أَسْمَاءِ..."۔ (اعراف: ۱۷)

ان آیات کے تحت لکھا: "ان معبودوں کے جو نام تم نے تجویز کر رکھے ہیں، مثلاً خواجہ غریب نواز، گنج بخش، کرنی والا، کرنا والا، (بابا فرید گنج شکر، مشکل کشا، وغیرہ جن کے معبود یا مشکل کشا و گنج بخش، وغیرہ ہونے کی کوئی دلیل ان لوگوں کے پاس نہیں ہے)۔" (مس: ۶۵۱)

نجدی دین کی بنیادیں صالحین و صالحات، مسلمانوں پر بدگمانی اور حسب بدعتات الصدور ہونے، یعنی ان کی ایسی کیفیات پر توجہ لگانے (جو کہ سول اللہ کے لیے ماننا بھی مان کے دین میں شرک ہے۔ (تحریر ایمان: ۳۲، ۳۱) اور حقیقت حال جاننے کے باوجود بھی ہٹ دھرمی پر ہیں۔

اس آیت میں بھی لفظ، "معبود" یعنی عبادت کا ذکر آیا ہے۔ (الکافرون: ۱) مکمل آیت کے ضمن میں گزر چکی۔

مفسرین کرام نے اس کی بھی تفسیر بیان کی ہے: کہ اے مشرک! کیا تم میرے ساتھ ان اصنام کے بارے میں جھگڑ رہے ہو، جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے معبودان کا نام دے رکھا ہے، ان کے فرضی نام رکھ لیے ہیں، یہ نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان، اور ان کی عبادت کی رستہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ (تحریر: ۱۷۱)



مسلمانوں میں اولیاء کرام کے جو القابات مشہور ہیں، وہ ان کو معبود نہیں، بلکہ محبوب جانتے ہیں۔ ("داتا، منج بخش"۔۔۔ عنوان ملاحظہ فرمائیں)

### سعودی تفسیر کا، سلفی تفاسیر سے اختلاف:

تفسیر ابن کثیر اور فتح القدیر (شوکانی)، سعودی تفسیر کا بنیادی ماخذ ہیں، مگر آپ نے ملاحظہ کیا کہ آیات "من دون اللہ" کی تفسیر میں باقی سلف مفسرین تو رہے ایک طرف، انہوں نے اپنے ان دو اماموں کے مسلک سے بھی بغاوت کی، اور فقط اپنے جدید ائمہ ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کی "مذموم تقلید" اختیار کی۔ اور آپ نے ملاحظہ کیا کہ تمام قدیم و سلف مفسرین کرام نے، "من دون اللہ" سے اختیارات، کمالات کی تردید اور مذمت کو، صرف دشمنان خدا، بتوں اور شیطان وغیرہ کے ساتھ خاص سمجھا، جبکہ نجدیوں نے مسلک و منہج سلف سے انحراف کرتے ہوئے، تفسیر بالرائے اور تحریف معنوی کا ارتکاب کیا۔ (ص: ۱۱۴)

یہاں یہ بات بھی قطعی طور پر ثابت ہو گئی، وہابی اہل سنت نہیں بلکہ اہل بدعت ہیں۔

سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "بقرؤن القرآن لایجاوز حناجرہم"، وہ قرآن (توبہ) پڑھیں گے۔ لیکن (قرآن کی روح اور مراد) ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔ (بخاری، کتاب التوحید)

اور فرمایا: "یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منه فی شیء۔۔۔"، وہ کتاب اللہ



کی طرف تو بلائیں مگر اس (کی حقیقت) سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔۔۔ نشانی سرمنڈانا (ٹینڈ) ہوگی۔ (ابوداؤد: کتاب السنۃ، نسائی: کتاب تحریم الدم)

”من دون اللہ“ کے متعلق، منکرین پر سوالات:

۱: قرآن مجید میں: ”من دون اللہ“ سے تو مطلقاً، نفع، شفاعت، ملکیت، حیات، سماعت، بصارت وغیرہ کی نفی کی گئی ہے، جبکہ تم لوگ ان آیات کو زندہ صالحین پر نہیں، بلکہ صرف وفات یافتہ صالحین پر ہی چسپاں کرتے ہو۔ جیسے یہ جھوٹ لکھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی: ”کہ مرنے کے ساتھ ہی ان صالحین کی قدریں ختم ہو گئیں، اب وہ دنیا سے بالکل بے خبر، بہرے اور اندھے ہیں۔“ (سعودی مفسر: ۴۷۴)

یعنی دنیوی زندگی میں اور قیامت کے دن، صالحین کی قدریں تم بھی تسلیم کرتے ہو۔ جیسے سعودی مفتی ابن باز بھی لکھتا ہے: ”آپ کی زندگی میں شفاعت کا مطالبہ جائز تھا، اور قیامت کو بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ کی استطاعت میں تھی اور ہوگی، (یعنی شرک اس لیے ہے کہ اب شفاعت کرنا آپ کی استطاعت میں نہیں رہا)۔ (علما، زیارت مدینہ منورہ: ۲۰، پریزیڈنسی حزل (سعودیہ))

نجدی مفسر نے یہ بھی لکھا: ”من دون اللہ“ میں صرف وہی صالحین داخل ہیں، جن کی عبادت کی گئی۔“ (ص: ۳۳۸)

یعنی یہ بھی تم نے خود ہی تخصیص کر دی کہ ”من دون اللہ“ میں سارے صالحین داخل نہیں۔ لیکن اگر سارے صالحین کو مسلمانوں کا معبود ثابت کرنا ہے، تو پھر اپنی



عبادت کی تعریف سلف کرام سے ثابت کرو۔ کبھی نہ کر سکو گے: انشاء اللہ!

اب بتاؤ! کہ ان ”من دون اللہ“ والی آیات کو فقط فوت شدہ انبیاء اولیاء کے ساتھ خاص کرنے کی تمہارے پاس کوئی نصوص شرعیہ ہیں؟

اب دو ہی راستے ہیں، یا تو صالحین کے اختیارات اور قدرتوں کا، بتوں کی طرح مطلقاً انکار کر دو، یا پھر انہیں فوت شدہ کے ساتھ خاص کرنے کا ثبوت دو!۔

۔ نہ خدا ہی ملا ، نہ وصال منم

نہ ادھر کے رہے ، نہ ادھر کے رہے

۲: دوسرا سوال یہ ہے کہ جن آیتوں میں ”من دون اللہ“ کی پکار کا ذکر ہے، وہاں زندہ و مردہ، دور و نزدیک، حاضر و غائب، اور مافوق الاسباب وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔ لیکن تم یہ ساری قیدیں لگاتے ہو، ان کو نصوص شرعیہ سے ثابت کرو۔

۳: تیسرا سوال ہے کہ تم نے قرآن حمید کی جتنی آیات کو صالحین اور مومنین پر چسپاں کر کے، اُنکی جو بھی تفسیریں کیں ہیں، اُن کی تائید سلفی و قدیمی تفاسیر سے ثابت کرو!۔۔۔ کبھی بھی نہ کر سکو گے، انشاء اللہ!، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار

اب تو مانو کہ ہمارا سلف کرام سے کوئی ناتا اور تعلق نہیں، بلکہ ہم سلف کرام کے بھی بے ادب ہیں، کیونکہ ہمارے شرک کے فتوں سے وہ بھی محفوظ نہ رہے۔

مبتدعین ذرا اپنے اس جملے پر غور کریں؛ ”یہ نص صریح ہے کہ مشرکین جن کو مدد کے لیے پکارتے تھے، وہ محض پتھر کی مورتیاں نہیں تھیں، جس طرح کہ آج کل کے قبر پرست اپنی قبر پرستی کو جائز ثابت کرنے کے لیے کہتے ہیں، کہ اس قسم کی آیات تو بتوں کے لیے ہیں“۔ (ص: ۵۷۱)



اور بتاؤ کہ کیا یہ سارے مفسرین کرام بھی قبر پرست ہیں؟ جنہوں نے آیات  
”من دون اللہ“ کو بتوں کے ساتھ خاص ٹھہرایا۔ (حریدہ: ”سعودی تفسیر“، عنوان ملاحظہ کریں)



### باب: ۱۳

وحابیوں کے ہاں عبادت کی تعریف:

سعودی مفسر لکھتا ہے: ”کسی کی مافوق الاسباب قوت و گرفت کے سامنے عاجزی اور  
خوف رکھنا“۔ (ص: ۴)

”کسی کے سامنے دست بردستہ کھڑے ہونا، طواف کرنا، کسی سے طعن و کلام نہ کرنا۔“

(ایضاً: ص: ۵)

”قبروں پر گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں کو غسل دینا، نذر و نیاز (ایضاً: ص: ۵) کرنا، چادر

چڑھانا، کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، نافع و خیر رکھنا، چو کھٹوں پر سجدہ کرنا“۔ (ایضاً: ص: ۱۹، ۲۰)

”کسی کو مدد کے لیے پکارنا“۔ (ایضاً: ص: ۶۷، ۶۸، ۱۳۵)

”فوق الاسباب طریقے سے ہمارے ساتھ رہنا اور دعا کرنا“۔

(ایضاً: ص: ۱۳۵)

ان سارے امور کو ان مقامات پر عبادت کی قسمیں قرار دیا گیا ہے۔

(ایضاً: ص: ۲۰، ۲۱، ۱۳۵)

خیال رہے کہ عبادت کی یہ تعریف، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کی تفسیر میں کی

گئی۔ ہم مذکور تعریف عبادت کے متعلق کہتے ہیں:

کہ خدا جب دین لیتا ہے، حماقت آئی جاتی ہے۔



دوم، ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ نجدیوں کی یہ تعریف عبادت، بے اصل، خود ساختہ، افتراء علی اللہ اور غلو فی الدین ہے۔

سلف کرام (اجماع) سے عبادت کی تعریف:

لغت و تفاسیر کی تمام قدیمی کتب میں عبادت کی یہی تعریف ملے گی: ”افصى غاية الخضوع والتزلل“، ”کہ انتہائی درجہ کی انکساری اور عاجزی ظاہر کرنا“۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں: ”آں کہ مدد خواستن چیزے دیگراست، و پرستش چیزے دیگراست“۔ (فتاویٰ عزیزی فارسی)

ترجمہ: مدد چاہنا دوسری چیز ہے، اور پرستش دوسری چیز۔

(فتاویٰ عزیزی مترجم: ۱۵۴)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خاص بات کی، کہ انتہا درجے کی عاجزی اسی ذات کے لیے ہوگئی، جو انتہا درجے کا انعام کرے، اور انتہا درجے کا انعام ہے، وجود بخشنا۔ لہذا جو انسان کو وجود کی نعمت دے، خالق ہو، اس کے لیے ہی انتہا درجے کی عاجزی ہو سکتی ہے۔

مطلب یہ نکلا کسی ذات کو اپنا خالق سمجھتے ہوئے، اور مستقل طاقت کا مالک سمجھتے ہوئے جب اس کے لیے تعظیم اور عاجزی بجالائے گا، تو وہ اس کی عبادت بن جائے گا۔ یعنی عبادت کی حقیقت کا تعلق دل کے ساتھ ہے، نہ کہ ظاہری افعال کے ساتھ۔

تعب کی بات یہ ہے، کہ شیخ نجدی کے بعد اس کی تقلید میں ہندوستانی مسلمانوں پر شرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ، اور فرقہ واریت کی تخم ریزی کرنے والے پہلے



مخلص، اسماعیل دہلوی نے بھی (صراطِ مستقیم، ص ۱۱۱) عبادت کی یہی تعریف کی اور لکھا:

”علم تفسیر میں مہارت رکھنے والے اس اصول کو خوب جانتے ہیں۔“ (یعنی یہی

تعریف عبادت صحیح ہے جو ابھی سلف صالحین کے حوالے سے گزری)۔ (مکمل عبادت آ رہی ہے)

اسماعیل دہلوی کے قول سے معلوم ہوا کہ نجدی لوگوں کا عبادت کی خود ساختہ

تعریف کرنا ان کے علم تفسیر سے جا مل اور بے بہرہ ہونے کا ثبوت ہے۔

اور یہ بات بھی اہم ہے کہ خود اس نجدی مفسر نے ”ایہا لکعبہ“ کی تفسیر میں:

ابن کثیرؒ کے حوالے سے عبادت کی یہی تعریف نقل کی ہے۔ (ص ۳)

پھر آگے چل کر آہستہ آہستہ اپنی خاص ذہنیت کے مطابق، اور کمال مکاری و

مکاری سے، اپنے مشن کو پورا کرنے کے لیے، اپنے بڑوں کی فکر سے قیدیں

لگانا شروع کر دیں۔ تاکہ عطا کمال سنت سے جا مل مسلمانوں کو جو کھاد کھروالی بنایا

جاسکے۔

ہم بیا تک دخل کہتے ہیں، اگر تم لوگ امت مسلمہ کو تفریق و امتحان سے بچانا

چاہتے ہو، اور اپنے ان مخصوص نظریات کو اپنانے میں تمہارا مقصد دہلوی مفاد اور نفسانی

اغراض کا حصول نہیں ہے۔ (جیسا کہ ص ۱۱۲ نجدی مفسر نے لکھا)

اور اگر واقعتاً سلفی ہو۔ (ص ۱۱۳) پر عمل کرنے کا دعویٰ کیا، تو پھر عبادت کی اس

اجماعی تعریف و تشریح پر اتفاق کرلو، جس کے بغیر کسی کا بھی گزارا نہیں۔ مگر یہ تم بھی نہ کرو

گے!۔۔۔ کہ تمہاری روٹی اور انا کا معاملہ ہے،۔۔۔ اور بنا کھیل کون بگاڑتا ہے؟



”تقویۃ الایمان“ سے، تعریف عبادت (بدعت و تضاد کا مظاہرہ):

اسماعیل دہلوی نے عبادت کی تعریف کی: ”شُرک صرف یہی نہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھا جائے، یہ بھی شرک ہے، کہ جو چیزیں اللہ نے اپنی ذات کے لیے خاص فرمائی ہیں، اور بندگی کی علامت قرار دی ہیں، ان کو غیروں کے آگے بجالایا جائے، مثلاً سجدہ، منت، مشکل کے وقت پکارنا۔۔۔ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔“ (تقویۃ الایمان: ۳۱)

دوسری جگہ لکھا: ”عبادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے، جو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے مقرر فرما کر بندوں کو سکھائے ہیں۔“ (ایضاً: ۷۷)

آگے، ”سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے“ سرخی جما کر لکھا: ”اگر کوئی کہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے، حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ، اگر ہم سجدہ تعظیسی کریں تو کیا حرج ہے؟، یاد رکھو اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے۔“ (مختصر: ص ۷۸)

آگے بڑی احمقانہ مثال دی، لکھا: ”آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں سے نکاح جائز تھا، کوئی اسی کو دلیل بنا کر بہنوں سے نکاح کر لے، تو کیا حرج ہے؟، سخت حرج ہے، کہ وہ محرمات ابدیہ میں داخل ہیں۔“ (ایضاً)

دہلوی تو اپنے انجام کو پہنچ گیا، اب ہم دہلوی کے چیلے چانٹروں سے پوچھتے ہیں، (جو تقویۃ الایمان کو چھاپنا صدقہ جاریہ اور اس کی تلاوت کو ضروریات دین سمجھتے ہیں) کہ اگر کوئی آدمی شریعت محمدیہ کی رو سے ”کہ بہنیں محرمات ابدیہ ہیں“، آدم علیہ السلام کی اولاد



پر اعتراض کرے کہ وہ بہنوں سے نکاح کر کے حرام کام، یعنی زنا کیا کرتے تھے۔ تو کیا جواب دو گے؟۔۔۔ یہی نہ کہ ”ان کی شریعت میں جائز تھا، ہماری میں حرام“۔

تو پھر سجدے کے متعلق بھی تو یہی جواب ہے، ”کہ ان کی شریعت میں سجدہ تعظیسی کرنا جائز تھا، ہماری میں حرام ہے“۔

مگر دہلوی نے شیخ نجدی کی اندھی تقلید اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کے حرم،۔۔۔ اور ہوش و حواس میں قصداً، کیونکہ مجرم نے خود اعتراف جرم کیا تھا: ”کہ میں نے تقویۃ الایمان میں قصداً شرک اصغر کو شرک اکبر لکھ مارا ہے“۔ (ارواح ۳: ۸۳، ترجمانی، اکل البیان: ۱۱۳، از عطاء اللہ حنیف غیر مقلد)

اور یہ جو لکھا: ”اگر ہم سجدہ تعظیسی کریں تو کیا حرج ہے؟، یاد رکھو اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان (دل سے) نکل جاتا ہے“۔ (تقویۃ الایمان: ۸، لہجائی کتب خانہ) حالانکہ اس شریعت میں سجدہ تعظیسی حرام کام ہے، مگر دہلوی صاحب نے افتراء علی اللہ و رسولہ، اور غلو فی الدین کا ارتکاب کرتے ہوئے کہہ دیا کہ: ”اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے“۔

اور نبی کریم ﷺ کے علم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنے والا کہ: ”غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر“۔ (تقویۃ الایمان: ۶۶، کفائل پرشنگ)

اور یہ لکھنے والا: ”جو کسی کے بارے میں سمجھے کہ اس کو میرے دل کے خیال کا علم ہو جاتا ہے۔۔۔ سوان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے“۔ (ایضاً، ص ۱۰)

یہی مولوی خود علیم ہدایت الصدور کے منصب پر فائز ہو کر لکھتا ہے:

”ایمان (دل سے) نکل جاتا ہے“۔



یا پھر مرزا قادیانی کی طرح یہ بھی مقام رسالت پر بزمِ خود فائز تھا، کہ اس پر بھی کوئی تازہ ”وحی“ نازل ہوئی؟ ”کہ آج سے پہلے تو سجدہ تعظیسی صرف گناہ کبیرہ ہی تھا، لیکن آج کے بعد سجدہ تعظیسی سے، ”سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے۔“ (ایضاً ص: ۷۸)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو کہیں یہ نہیں فرمایا، بلکہ یہاں تک کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا تھا، وہی سب سے اہم وقت تھا کہ آپ ﷺ فرمادیتے: معاذ! اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، اور ایمان نکل جاتا ہے، لہذا تجدید ایمان کرو!۔

یقیناً ایسی کوئی بات نہیں فرمائی، تو پھر اپنے شاہ شہید کو بدعتی کے الزام سے بچانے کے لیے اس کے اس جملے کو دلیل سے ثابت کرو۔  
دہلوی کی جہالت یا مکاری (تضاد):

مگر یہ دہلوی کی جہالت تھی یا فریب و دجل، کہ اس نے ایک اصولی مسئلے کی کا مقابلہ اور مثال، اک فروعی مسئلے سے دی۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام کا دین یعنی اصول واحد تھے، شریعتیں وقت کی نزاکت و ضرورت کے مطابق جدا جدا تھیں۔ جن باتوں پر توحید و شرک کا مدار ہے، وہ فروعی نہیں، بلکہ اصولی ہیں، جو کہ ازل سے ابد تک نہیں بدل سکتیں۔ جبکہ مولوی اسماعیل نے لکھا: ”کہ جو چیزیں اللہ نے اپنی ذات کے لیے خاص فرمائی ہیں،۔۔۔ مثلاً سجدہ، منت، مشکل کے وقت پکارنا۔۔۔ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔“ (تقویۃ الایمان، مختصر: ۳۱، نعمانی کتب خانہ)



اور لکھا: ”عبادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے، جو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے مقرر فرما کر بندوں کو سکھائے ہیں۔“ (تقویۃ الایمان: ۷۷)

میں پوچھتا ہوں! کہ وہ عبادت والے مخصوص کام ازل سے مقرر ہو چکے تھے یا کہ دہلوی کے دور سے؟۔۔۔ اگر شروع سے۔۔۔!

تو پھر فرشتے آدم علیہ السلام کو، یعقوب یوسف علیہما السلام کو، اور معاذ رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کر کے مشرک کیونکہ نہ ہوئے؟۔۔۔ اور پھر سجدہ تعظیسی کیا شے ہے؟ لہذا یہ کھلا تضاد ہے! کہ کبھی سجدہ کو عبادت کے لیے ازل سے مخصوص کہہ کر شرک ٹھہرانا۔۔۔ کبھی تعظیسی کو فرشتوں وغیرہ کے لیے جائز کہنا۔۔۔ اور کبھی اس امت کے لیے ”اس سے شرک ثابت کرنا“۔

۔۔۔ کچھ تھا ابھی بیان، ابھی کچھ بیان ہے

کیا تیری زبان کے نیچے زبان ہے؟

وہ مولوی اسماعیل جس نے اپنی امت کو نبی اکرم ﷺ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تعلیم دی کہ: ”جس کا نام محمد یا علی ہے، اس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔“

(تقویۃ الایمان: ۸۳)

خود تشریحی امور میں بھی اتنا مختار ہے، کہ ”سجدہ تعظیسی“ فروعی مسئلے کو اصولی مسئلہ بنا دیا، اور لکھا: ”کہ پہلی امتوں میں تو جائز تھا، لیکن اب اس سے شرک ثابت ہو جاتا۔“ (ملخصاً)

”صراط مستقیم“ سے تعریف عبادت: (تضاد)

یہی ”تقویۃ الایمان“ کے مصنف اسماعیل دہلوی نے اپنی دوسری کتاب، ”



صراطِ مستقیم“ کے پہلے باب میں اپنے مرشد سید احمد بریلوی کے حوالے سے عبادت کی وہی تعریف درج کی جس پر سلف امت کا اتفاق ہے: ”صمدیت اور تعظیم، ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ عبادت تب کسی کی جائز ہوگی، جب اس کی صمدیت ثابت ہوگی۔ ہر مذہب کا آدمی اپنے معبود کے مستحق ہونے پر اسی صمدیت کی وجہ سے استدلال کرتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے بھی، معبودانِ باطلہ کی معبودیت کو اسی صمدیت کے نہ ہونے سے باطل کیا، جا بجا ان کی محتاجی کو ثابت کیا۔ علم تفسیر میں مہارت رکھنے والے اس اصول کو خوب جانتے ہیں۔“ (دوسری فصل پہلی ہدایت، پہلی تمہید، ص ۴۰، ۴۱)

مولوی اسماعیل اپنی اس تعریفِ عبادت سے، اپنے ہی تقویۃ الایمانی عبادت کی تعریف سے مشرک ٹھہرا۔

اسی طرح نجدی مفسر بھی فعلِ سجدہ کو مطلق (بلا قید) عبادت نہیں کہہ سکا، بلکہ سجدہ کی تعظیسی و تعدی تقسیم کی۔ (ص: ۱۸، ۶۷، ۷۱، ۸۱، ۱۲۸)

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرمایا: کہ سجدہ صرف مجھے کرو، اگر میری عبارت کرنے والے ہو۔ (م سجدہ: ۳۷) (شیر عثمانی کی گواہی“ عنوان بھی ملاحظہ کریں)

جس سے انہوں نے خود ہی اپنے دعوے کو باطل کر دیا: ”کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے کچھ افعال خاص کر لیے ہیں۔“

اور اسی طرح یہ فتنہ پرور اور تفرقہ باز لوگ مزاراتِ صالحین کے متعلق تعظیسی امور کو بھی عبادت کہتے ہیں، جو کہ جھوٹ اور باطل ہے۔



## عبادت کی حقیقت؟

قارئین کرام! خوب واضح ہو گیا، کہ نجدیوں کی ہٹ دھرمی ہے، کہ یہ لوگ عبادت کی صحیح تعریف جانتے ہوئے بھی، محض انتشار و فساد اور مسلمانانِ عالم کو مشرک ٹھہرانے کے لیے دانستہ طور پر، ”کچھ مخصوص افعال کو عبادت قرار دیتے ہیں، جو کہ عقلاً، نقلاً و سلفاً باطل و مردود، اور خود ان کے اپنے بھی خلاف ہے، جیسا کہ ابھی دیکھی اور اس مفسر کے حوالے سے گزرا۔

کہ عبادت کچھ افعال مخصوصہ کا نام نہیں، بلکہ ایک مخصوص دلی طریقہ و عقیدے کا نام ہے۔ یعنی عبادت کی حقیقت کا تعلق دل سے ہے، نہ کہ ظاہری افعال سے۔

دیکھیے! نماز میں ہر حرکت و سکون عبادت قرار پاتا ہے، جبکہ خارج نماز ”سجدہ“ بھی بذاتِ خود عبادت نہیں ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی فرشتوں کو حکم نہ دیتا: ”اسجدوا لآدم“، کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ (بقرہ: ۳۳)

اور ”وعشروا لہ سجداً“۔ (یوسف: ۱۰۰) براہِ راست یوسف علیہ السلام آپ کو کبھی بھی سجدہ نہ کرتے۔ اسی طرح ”لنعالیہم معاد من الشام سجدہ للنبی“ ”جب معاذ ملک شام سے آئے تو انہوں نے نبی ﷺ کو سجدہ کیا۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فلا تفعلوا، ایسا نہ کرو!۔ اگر میں اللہ کے علاوہ، کسی اور کے لیے سجدے کی اجازت دیتا، تو عورت کو حکم دیتا، ”ان تسجدن وجہاً“ کہ مرد کو سجدہ کرے۔ (ابن ماجہ، ابوب النکاح)

باقی صحابہ کرام نے بھی آپ ﷺ سے سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔



اس کے باوجود کہ ”سجدہ“ میں باقی ارکان کی بنسبت، عبادت کی معنویت و حقیقت یعنی تذلل و عاجزی زیادہ پائی جاتی ہے، پھر بھی یہ بذات خود عبادت قرار نہیں پاتا۔ (اسی لیے مفسرین کرام نے عبادت کی مثال سجدے سے دی ہے) تو باقی ارکان نماز مثلاً ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، دوزانوں بیٹھنا، وغیرہ، بذات خود ”عبادت“ کیسے قرار پائیں گے؟

اس طرح تو پھر کسی بھی محترم ہستی کے سامنے دوزانوں بیٹھنا، یا استقبال کے لیے کھڑے ہونا، اس کی عبادت اور شرک قرار پائے۔ مگر شرع شریف نے ہمیں اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا۔

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل (دکالہ رسالہ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

### عبادت و تعظیم میں فرق؟

چونکہ ان بدعتیوں کو بھی مجبوراً سجدہ کی ”تعظیمی و تعبدی“ تقسیم کرنی پڑتی ہے، جس سے ان کی فیشنی اور خود تراشی عبادت کی تعریف کا بطلان اور تعظیم اور عبادت میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔ (مس: ۱۸، ۶۷۱)

اب غور کرنا چاہیے! کہ سجدہ فعل واحد ہے، مگر کبھی فقط تعظیم ٹھہرتا ہے، اور کبھی عبادت بھی۔ جب آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے، یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے، نبی ﷺ کو حضرت معاذ نے سجدہ کیا، تو وہ صرف تعظیم تھا، مگر جب خدا تعالیٰ کو کیا



جاتا ہے تو وہ اس کی عبادت ٹھہرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ابویوب انصاری اور امام علی رضا کی قبور کی تعظیم کرنے کو بھی جلیل القدر امت نے بیان فرمایا ہے۔ ("وسیلۃ بعد الوصال" عنوان کا مطالعہ کریں)

مگر ان کی عبادت قرار دیکر مسلمانوں کو مشرک قرار نہیں دیا۔

احادیث کریمہ میں تو عام مومن کے جنازے اور قبر کے احترام کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ (متدرک حاکم، بخاری، مسلم، مجمع الزوائد ابن ماجہ) لہذا اگر قبر کی تعظیم کرنا شرک ہے تو پھر یہ شرک ہم نے صحابہ کرام اور سلف امت سے سیکھا ہے۔

اس وضاحت سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی، کہ کسی فعل کو عبادت بنا دینے والی چیز نیت و نظریہ ہے، کہ جس کی تعظیم کے لیے کوئی فعل اختیار کیا جا رہا ہے، اُس کے متعلق عقیدہ کیا ہے؟

اگر تو اُس کو واجب الوجود اور مستحق عبادت جانا، پھر تو قطعی طور پر اس کی عبادت ٹھہرے گا، خواہ کسی ہستی کے لیے بھی ہو۔ اور اگر اُسے صرف لائق عبادت نہیں سمجھا، تو پھر کسی کیلئے سجدہ بھی کر لیا عبادت نہیں بنے گا۔ (جیسے "مراد تعظیم" کے حوالے سے بھی گزرا)

اور اسی طرح غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی نے (جس کی تفسیر فتح القدیر، سعودی تفسیر کلاماً خذ ہے) لکھا؛ کہ صرف "پکارنا" عبادت نہیں۔ بلکہ معبود سمجھ کر اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک کر کے "پکارنا" عبادت ہے، محض "وسیلہ" کے لیے پکارنا عبادت نہیں ہوتا۔ (تفتہ الاحوذی: ۲۸۳/۴، ۲۸۴/۱، از وحید الزمان غیر مقلد)



اب سجدہ تعظیسی بھی حرام ہے:

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ شریعت محمدی ﷺ میں غیر اللہ کو تعظیسی سجدہ کرنا بھی قطعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ ایسی خرافات کے رد کے لیے (امام احمد رضا اور امور بدعات و منکرات) کا مطالعہ کریں۔

ہم اہلسنت کسی بھی بزرگ، حتیٰ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی صمد یا لائق عبادت نہیں سمجھتے، بلکہ ہر لحاظ سے اللہ کا محتاج جانتے ہیں۔ جبکہ مشرکین خود اعتراف کرتے تھے: ”ما نعبدہم الا الخ“۔ (زمر: ۳)

اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ”ويعبدون من دون الله“ اور وہ جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں۔ (یونس: ۱۸)

اور یہ بھی اقرار کریں گے: ”اذن سویکم ہرب العالمین“، ”جب ہم تمہیں عالمین کے پروردگار کے برابر سمجھتے تھے“۔ (شعراء: ۹۸)

نجدی کیسے بد بخت ہیں کہ باوجود صفائی دینے کے بھی ہمیں ان مشرکین مکہ کیساتھ ملایا جاتا ہے، جو خود یہ اقرار کرتے ہیں، کہ ہم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھتے ہیں۔ یقیناً ان فسادی لوگوں کا یہ انداز غلو اور انتشار پسندی کی واضح دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ، فرشتوں، برادرانِ یوسف اور صحابہ پر فتویٰ شرک: (تضاد)

گزشتہ سطور میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ نجدیوں نے اہلسنت کو مشرک بنانے کے جوش و شدت میں، کسی قید و شرط کے بغیر فعلِ سجدہ وغیرہ کو مطلق عبادت کہہ دیا۔ لہذا



انکی اس بھونڈی اور خود ساختہ تعریف عبادت کے فتوے سے عیاں تھا، بلاشبہ یہ ہمارا ان  
یوسف اور رسول اللہ کے حصار بھی محفوظ رہ سکے۔ بلکہ وہ حالی خود بھی مشرک ٹھہرے  
، کیونکہ وہ تعظیسی مجدد بھی ماننے میں۔ (ص ۱۸۸، تنزیہ الامان) کیا یہ تعناد اور بے اصولی  
نہیں ہے؟

کج فرمایا قحانی فیب وال۔ مظلوم نے: کہ شرک کی تہمت لگانے والا۔ (شیخ  
نجدی) حقیقتاً خود مشرک ہو گا۔ (ص ۱۸۸، تنزیہ الامان) ۱۴۵ھ (میں)  
واقعاً انصاف بھی کیا ہے: کہ جس قوم کی تہمت شرک سے الگ کرنا ہوا  
والے بھی محفوظ نہ ہیں، وہ خود کیوں کہتے مشرک و ظالم ہوگی؟

منبعانہ و تعالیٰ عبادت شرکوں سے۔ (مناہج) شیعہ علما کی کتاب  
مزارات کے تعظیسی امور کو عبادت قرار دینا، غلو فی الدین ہے:  
کسی بھی حاضری عرضی کا شرک حاصل کرنے والے آدمی سے پرہیز کرنا  
ہے، کہ آج کل سودی حوزوں کے علماء و محدثین و غیرہ حتیٰ کہ ایک درجہ و درجہ  
حکمرانوں کی تعظیم کے لیے۔ وہ وہاں کے علماء و محدثین ہیں، کہ جن کا کوئی علمی پایہ  
میں بیان نہیں ہے۔

لیکن ان کا صرف مزارات اولیاء کی تعظیم کے لیے کیے جانے والے اعمال  
، مثلاً حاضری دینا، وسیلہ اختیار، گنبد ہرمن، چادر چڑھانا وغیرہ کو عبادت قرار دینے کے لیے  
(ص ۱۸۰) "عبادۃ المسلمین" کو شرک کی تہمت لگانا، ان لوگوں کی تفریق پسندی، اور عداوت  
اولیاء کا بیان نہیں ہے۔ (تفصیل) "توبہ صالحین" وغیرہ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔





رسول اللہ ﷺ کی امت آپ کی عبادت نہیں کرے گی:

نجدی حضرات، ”الدعاء هو العبادة“، اور (جن: ۱۸) وغیرہ کو دلیل بنا کر فقط پکار کو عبادت قرار دے کر پھر اپنے گھر سے بلا دلیل مافوق الاسباب کی قید (سعودی تفسیر: ۱۳۸، ۱۰۹۹، ۱۳۳۳، ۱۳۳۵) لگا کر ”یا رسول اللہ ﷺ“ پکارنے، آپ سے شفاعت طلب کرنے، وسیلہ پکڑنے کو آپ ﷺ کی عبادت قرار دے کر اہلسنت کو رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرنیوالے اور مشرک کہتے ہیں۔

جبکہ مندرجہ ذیل حدیث پاک میں تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ پر دین کامل کر دیا گیا، اور اسی لیے آپ نے یہ گارنٹی دی اور تسلی کا اظہار فرمایا: ”اب مجھے اس کا کوئی خوف نہیں کہ تم (قیامت تک ہونے والی امت کی اکثریت) میرے بعد شرک کرو گے۔“ (بخاری: کتاب الجنائز)

کیونکہ امت کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ (ترمذی، سعودی تفسیر: ۲۵۶)

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا ”سردار“ ہونگا اور فخر نہیں کرتا۔ اور میرے ہی ہاتھ میں ”حمد“ کا جھنڈا ہوگا، اور فخر نہیں کرتا۔ اور اُس دن ہر نبی خواہ آدم علیہ السلام ہی ہوں یا کوئی اور سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور میں سب سے پہلے قبرانور سے اٹھوں گا اور اس پر بھی فخر نہیں کرتا۔

فرمایا: اس دن لوگ تین بار خوفزدہ ہونگے، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے



پاس جائینگے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے باپ ہیں آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ کہیں گے: مجھ سے (بھول کر) ایک لغزش ہوئی تھی، میں اسکی وجہ سے زمین پر اتار دیا گیا ہوں۔ لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائینگے پس وہ کہیں گے کہ میں نے زمین والوں کے خلاف ایک وعاکی تھی جسکے نتیجے میں وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ ابراہیم علیہ السلام کے جائینگے، وہ کہیں گے کہ میں نے تم (بظاہر) جھوٹ بولے تھے۔ لیکن تم موسیٰ کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائینگے وہ کہیں گے کہ میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔  
پھر وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائینگے، انھوں نے حدیث میں دون الہ۔۔۔ وہ کہیں گے: وہک میری اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہے۔ لیکن تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔

آپ ﷺ فرمایا: کہ لوگ میرے پاس آئیے، میں اُنکے ساتھ جمل پڑوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے: گویا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں جنت کے دروازے کی کنڈی کو پکڑ کر نکلتا ہوں گا۔ پس کہا جائیگا: یہ کون ہے؟

پھر کہا جائیگا: محمد ﷺ ہیں، وہ مجھے مرہم مرہم جہانم جہانم کے، پھر میں جہنم میں گر



جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ مجھے حمد اور ثناء الہام فرمائے گا، مجھ سے کہا جائیگا اپنا سر اٹھائیے، آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطاء کیا جائیگا، آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی اور آپ ﷺ کہیے آپ ﷺ کی بات سنی جائیگی۔۔۔ اور یہی وہ مقام محمود ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا، عنقریب آپ ﷺ کا رب، آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹) ”(سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، رقم الحدیث: ۳۱۳۸)

اس حدیث پاک میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عذر پیش کیا، کہ اُنکی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے۔ اگر ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی بھی اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہوتی، اہلسنت کے عقائد شرکیہ ہوتے، جیسا کہ نجدیہ، وہابیہ کا گمان ہے، تو آپ ﷺ بھی یہ عذر پیش کر دیتے، کہ میری بھی عبادت کی گئی تھی۔

لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا، بلکہ شفاعت کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور شفاعت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو شفاعت کبریٰ اور مقام محمود اسی لیے دیا گیا ہے، کہ امت محمدیہ آپ ﷺ کی عبادت اور شرک نہیں کر سکتی، اور یہ امت، امت توحید ہے۔

**عقائد اہل سنت برحق ہیں:**

لہذا اہلسنت کے وہ تمام عقائد جو آپ ﷺ کے متعلقہ ہیں، مثلاً انھنی یا رسول اللہ پکارنا، آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرنا، آپ ﷺ کو حاضر و ناظر (یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے تمام روح زمین کو دیکھتے ہیں، اپنی امت کے اعمال پر شاہد ہیں، اور ہر جگہ سے سنتے، اور جہاں چاہیں جا بھی سکتے ہیں) اور ”نور من اللہ“ (یعنی اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطے



کے آپ ﷺ کے نزدیک یہ فرمایا: "مَنْ شَرَكَ بِكَ مَا لَا يَشْرِكُ بِكَ مِنْ دِينِكَ فَقَدْ ضَلَّ سَبِيلَهُ"۔  
 عقائد مختلف امت کے ہیں، ان عقائد کو شرک کہنا خود شرک ہے۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ  
 بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "مَنْ شَرَكَ بِكَ مَا لَا يَشْرِكُ بِكَ مِنْ دِينِكَ فَقَدْ ضَلَّ سَبِيلَهُ"  
 گ۔ (تفسیر ابن کثیر، ص ۱۷۵)



باب: ۱۵

**"الدعاء هو العبادة"**

لکھا: "علاوہ ازیں دعا (پکار) بھی اپنے معنی کی خاطر سے عبادت ہے۔  
 (هو العبادة) کی رو سے بھی عبادت ہی ہے، لیکن اس میں اسباب مکرر سے دعا کی ضرورت  
 اور اس سے سوال کرنا یہ اس کی عبادت ہے۔ (سودی تفسیر، ص ۱۷۵-۱۷۶)  
 ۱۳۱۶-۳۷۹، ترویج ایمان: ۱۷۵

ہر دعا (پکار) کو عبادت قرار دینا کسی کی دین کی ضرورت یا اس کی  
 بنیادی ضرورت ہے، کہ اپنے ربوں کی تعلیم و حکم میں مانوں اور اس کی عبادت کی ضرورت  
 کہ اس کے ذریعے سے، "ہاں رسول اللہ ﷺ نے فوت شدہ مسلمانین کو یاد دلانے  
 جاننے والوں کو شرک قرار دے لیے ہیں۔ (اور آیت (جن: ۱۸) بھی ثبوت کرتی ہے، جس  
 کا رد "مسجد میں استسقاء" عنوان کے تحت دیکھیے)

گویا ان بدعتوں کو کھلی چھٹی ہے کہ دین اسلام میں ایسی چیزیں نہیں  
 ہیں، جس چیز کو چاہیں شرک بنا ڈالیں اور جس کو چاہیں تو حید بنا لیں، اگر کوئی  
 یہ جان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔



جوابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی وغیرہ نے کہہ دیا، وہ چاہے شریعت سے ثابت نہ ہو، یا چاہے شریعت کے خلاف ہی ہو، اسکو دین بنانے کے لیے زبردستی قرآن و سنت کا مفہوم بدل دیتے ہیں۔

لفظ ”دعا“ کا استعمال اور مفہوم:

لفظ ”دعا“ قرآن مجید میں پانچ (۵) معنوں میں استعمال ہوا۔ اصطلاحی طور پر ”دعا“ کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ کو پکارنا، اس سے طلب کرنا، اور یہ اس کی عبادت ہوتی ہے، کیونکہ اسے اپنا معبود و خالق سمجھ کر پکارا جاتا۔ علاوہ ازیں اور معنوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ۱: دعا کرنا (اللہ تعالیٰ کو پکارنا، طلب کرنا)۔ (اعراف: ۵۵) ۲: بلانا۔ (آل عمران: ۱۰۴) ۳: پکارنا۔ (نور: ۶۳، آل عمران: ۱۵۳) ۴: تمنا کرنا، مانگنا۔ (حم سجدہ: ۳۱) ۵: عبادت کرنا۔ (جن: ۱۸، احقاف: ۶۰۵)

معلوم ہوا کہ ”المصلوۃ“ وغیرہ کی طرح، ہر جگہ لفظ ”دعا“ کا معنی فقط ”پکار“ ہی نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی کئی معنوں کے لیے آتا ہے، اور ہر پکار صرف مدد کے لیے ہی نہیں ہوتی، کبھی محض کسی کو مخاطب کرنے کے لیے بھی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وحابی مولوی لفظ ”دعا“ (پکار) کو مطلق عبادت قرار دے کر پھنس جاتے ہیں، تو پھر انہیں جان چھڑانے اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے، مافوق الاسباب پکار کی، اپنے گھر سے قید لگانا پڑتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یا یہا الملوا ابکم یا نبی بنعروشہا الخ، اے میرے درباریو! تم میں سے کون ہے؟ جو مجھے تختِ بلقیس، انکے میرے پاس



تا بعد از ہو کر حاضر ہونے سے پہلے لاوے۔ (مل: ۲۸)

یعنی سلیمان علیہ السلام نے مافوق الاسباب حاجت میں اپنے درباریوں کو پکارا۔ اب بقول وحابیہ کے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے درباریوں کو مافوق الاسباب طریقے اور مقصد کے لیے پکار کر انکی عبادت کرنے والے، یعنی مشرک ٹھہرے۔  
(معاذ اللہ!)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوتے (۱۳۰۰ میل کے فاصلے پر، عراق کے علاقے) نہاوند میں حضرت ساریہ کو پکارا۔

(مزید واقعات "انجمنی پارسل اللہ" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

لا تعداد مرتبہ لعنت ہو، ایسے عقیدوں کے حاملین پر جن سے پھر ان خدا اور صالحین امت بھی مشرک ٹھہریں، بلکہ خود خدا تعالیٰ کی ذات بھی محفوظ نہ رہ سکے۔  
لہذا منکرین کا ہر دعا (پکار) کو عبادت کہنا، پھر اُس دعا (پکار) کے ساتھ مافوق الاسباب کی قید لگا کر، اس صورت استدلال کو عبادت اور شرک کہنا، فریب، غلو اور بدعت سیّد ہے۔

لیکن اگر پھر بھی وہ حدیث پاک "الدعاء هو العبادة" کو دلیل بنا کر ہر جگہ لفظ "دعا" کو عبادت ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں، تو پھر قرآن پاک میں ہر جگہ لفظ "دعاء، اور، دعو" سے بنے تمام الفاظ کا ترجمہ "عبادت" ہی کریں۔ اور اسی طرح آیت "لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا"۔ (نور: ۶۳) کا یہ ترجمہ کریں کہ "رسول ﷺ کی عبادت ایسے مت کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کی عبادت کرتے ہیں"۔  
چونکہ اس آیت میں رسول ﷺ کیساتھ لفظ "دعا" آیا ہے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی!



یہ بھی خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں لفظ ”دعاء“ پر الف، لام داخل ہو کر، ”الدعا“ آیا ہے۔ جس سے بھی پتہ چلا کہ یہاں عام پکار مراد نہیں، بلکہ خاص پکار مراد ہے، اور وہ ہے اپنے معبود و خالق کو پکارنا۔

ثابت ہوا اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں، کہ بعض افعال یا افعال کی بعض صورتوں کو بذات خود عبادت قرار دینے کی بجائے، اس نظریے کو اصل سبب تسلیم کر لیا جائے، جو کسی فعل یا فعل کی کسی صورت کو عبادت بنا دیتا ہے۔ اور وہ ہے کسی کے لیے واجب الوجود، الصمد، لائق عبادت ہونے کا عقیدہ رکھنا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں مشرکوں کے بتوں کو پکارنے کو عبادت کہا گیا اور اسکی مذمت کی گئی۔ کیوں کہ وہ انکو ”الہ و معبود“ سمجھ کر پکارتے تھے، نہ کہ محض کسی اور مقصد کے لیے۔

اس قسم کی آیتوں کی تفسیر اور ان کے شرکانہ عقیدے کا رد اس آیت میں مذکور ہے، ارشاد فرمایا: ”وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ“ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے ”الہ“ کو پکارتے۔ (مومن: ۱۱۷۔ مزید، قصص: ۸۸، فرقان: ۲۸، شعراء: ۲۱۳)

اس آیت مقدسہ میں کس قدر وضاحت ہے کہ صرف ”دعا“ (پکارنا) ہی عبادت نہیں، بلکہ کسی کو ”الہ“ سمجھ کر پکارنا عبادت ہے، پھر چاہے اس کو مدد کے لیے پکارا جائے، یا فقط متوجہ کرنے کے لیے، ہر طرح سے اس کی عبادت ہی قرار پائے گی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت، ”اولئك الذين يدعون۔۔۔“ (بنی اسرائیل: ۵۷) کی تفسیر میں لفظ ”يدعون“ کا معنی ”يعبدون“ کیا ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر) علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۷ھ) فرماتے ہیں: ”الدعاء بمعنی



العبادة في القرآن كثير۔ کہ قرآن کریم میں ”دعا“ بمعنی ”عبادۃ“ کثرت دفعہ آیا ہے۔ (روح البیان: ۲۳/۵)

جیسے خود سعودی مفسر نے بھی لکھا: ”اس آیت میں ”دعا“ سے (سب نے نہیں) اکثر مفسرین نے عبادت مراد لی ہے۔“ (ص: ۱۳۳۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”آں کہ مدد خواستن چیزے دیگر است، و ہر مستش چیزے دیگر است۔“ (فتاویٰ عزیزی قاری)

ترجمہ ”مدد چاہنا اور ہے، اور پوچھنا اور ہے۔“ (فتاویٰ عزیزی مترجم: ۱۵۳)

صرف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ہی مجرم کیوں؟

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ کو طعن کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے ترجمے، ”کنز الایمان“ میں ”دعا“ اور ”یدعوا“ وغیرہ کا ترجمہ کئی جگہ ”عبادت“ کیا ہے۔

حالانکہ سعودی قرآن کے مترجم جو ناگزہمی وہابی نے بھی ان مقامات پر ”دعا“، ”یدعوا“ وغیرہ الفاظ کا ترجمہ ”عبادت“ کیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (النساء: ۱۱۷، النعام: ۱۰۸، یونس: ۱۰۶، نجم سجدہ: ۳۸، اعراف: ۳۷، ۱۹۳، ۱۹۷، قاطر: ۳۰، طور: ۲۸، جن: ۱۹)

پھر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت (جس میں نبی کریم ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو خود اپنے وسیلے سے، ”یا محمد“ کے الفاظ کے ساتھ، دعا مانگنے کی تعلیم فرمائی، اور انہوں نے یہی دعا بعد وصال رسول دور عثمان غنی میں ایک آدمی کو سکھائی) میں صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے دوران رسول کا بنات ﷺ کو بعد وصال بھی (یا محمد ﷺ) پکار کر آپ سے استغاثہ کرنا مذکور ہے، یعنی دعا کے اندر دعا (پکار) کی گئی۔



یعنی ایک ہی مقصد، حاجت اور مشکل کے حل کے لیے، مافوق الاسباب طریقے سے اللہ تعالیٰ کو بھی پکارا جا رہا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کو بھی۔۔۔ لیکن پھر بھی یہ پکارنا، آپ کی عبادت نہیں ٹھہری، کیونکہ آپ کو معبود جان کر نہیں پکارا جاتا، بلکہ محبوب اور وسیلہ جان کر پکارا جاتا ہے، جیسا آج بھی اہل سنت کا ”شعار“ (نشانی) ہے۔

ادع احب الناس اليك،۔۔۔ قال يا محمد!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی (حضرت ابن عباس، تحفۃ الذکرین: ۲۳۹) نے مشورہ دیا: ”ادع (وفی رواية اذکر) احب الناس اليك“، ”جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، اس کو پکاریے“، قال يا محمد! آپ رضی اللہ عنہ نے پکارا: یا محمد ﷺ، تو پاؤں فوراً درست ہو گیا۔

(الادب المفرد: ۳۳۵، امام بخاری۔ تہذیب الکمال: ۱۴۲/۱۔ مسند ابن الجعد: ۳۶۹/۱، طبقات الکبریٰ، لابن سعد: ۱۵۲/۳، عمل اليوم الیوم، لابن سنی: ۱۴۱، شفا شریف: ۳۹۸، تاریخ لابن معین: ۲۴۳/۳، فیض القدر، لسناد: ۳۹۹/۱، الاذکار: ۳۰۵، امام نووی، تحفۃ الذکرین: ۲۳۹، قاضی شوکانی)

تہذیب الکمال، مسند ابن الجعد اور طبقات کبریٰ میں، ”ادع“ کا لفظ ہے، اور باقی کتب میں ”اذکر“ ہے۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ”یا محمد“ پکارنے سے، ”اذکر“ بھی بمعنی ”ادع“ ہی ثابت ہوا۔ اور یہ واقعہ وصال محبوب ﷺ کے بعد کا ہے، چونکہ اس حدیث کے راوی ”عبدالرحمان بن سعد“ ہیں، جو کہ تابعی ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں: کہ اس پکار میں نداء بھی ہے اور استمداد بھی۔ (شرح شفاء علی نسیم الریاض: ۳۵۵/۳)

سعودی تفسیر کی عبارت ایک دفعہ پھر ملاحظہ کریں: ”علاوہ ازیں دعا (پکار)۔۔۔“



حدیث (الدعاء هو العبادة) کی رو سے بھی عبادت ہی ہے، کیوں کہ مافوق الاسباب طریقے سے کسی سے کوئی چیز مانگنا اور اس سے سوال کرنا، یہ اس کی عبادت ہی ہے۔

معلوم ہوا ان خارجیوں کے نزدیک ابن عمر ابن عباس اور روایت کرنے والے تمام بزرگ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرنے والے اور مشرک ہو گئے۔ یہ غلو فی الدین، بدعت اور اسلام دشمنی ہے یا نہیں؟

شُرک ظہرے جس میں تعظیم حبیب

اس برے مذہب پہ نعت کیجیے

امام بخاری مشرک کیوں نہیں؟

امام بخاری، امام نووی اور امام ابن مبنی وغیرہ نے یہاں اسباب عبادت مایقول اذا خلعت رجلاه من" کہ جس آدمی کا پاؤں سو جائے، اسے کہا گیا ہے۔

جس سے ثابت ہوا کہ ان جلیل القدر ائمہ کا عقیدہ تھا کہ قیامت تک کہیں سے بھی مصطفیٰ کریم ﷺ کا وہ غلام جس کا سر نہ چلے، جو کہ تکلیف اور غم کا لہجہ ہوتا ہے۔

اسی وقت پکارے: یا محمد ﷺ!۔ چونکہ یہ عقیدہ ان مجتہدین کے دھرم میں شریک ہے، لہذا ان لوگوں کا امام بخاری کے ساتھ کئی تعلق نہیں، کہ وہ بھی ان کے نزدیک مشرک ہوئے غیر مقلدین کے اکابرین کی گواہی، اور اجماع سلف:

غیر مقلد عالم، قاضی شوکانی نے (جن: ۱۸) کی تفسیر میں لکھا ہے: صرف پکارنا عبادت نہیں ہوتا بلکہ معبود سمجھ کر، اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک کر کے پکارنا عبادت ہے۔

محض وسیلہ کے لیے پکارنا عبادت نہیں ہوتا۔ (الدر المنضید، بحوالہ تحفہ الاحوذی، ج ۳، ص ۱۸۳)

وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد نے بھی لکھا: "کہ اُمت کے اولیائے کرام







حاجت روا، مشکل کشاء وغیرہ مان لیا، گویا اُسکو ”الہ و معبود“ مان لیا۔ اسی لیے یہ لوگ ان القاب کے حامل اولیاء اللہ کو اہل سنت کے معبود، اور انکی تعظیم کو عبادت قرار دے کر مشرک کہتے ہیں۔

(سعودی تفسیر مخص: ۳۰، ۱۱۹، ۳۲۰، ۳۳۱، ۶۵۱، ۶۷۴، ۱۰۹۹، ۱۱۱۲، ۱۱۳۵، ۱۳۳۳، ۱۳۳۵)

یہی وجہ کہ عام طور پر وہابی مولوی اپنی تقریروں میں، ”لا الہ الا اللہ“ کی تشریح یوں کرتے ہیں، کہ کوئی داتا نہیں، ”الا اللہ“۔ کوئی غوث اعظم نہیں، ”الا اللہ“، وغیرہ وغیرہ۔

ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ ان ساری صفات کا حقیقی اور ذاتی طور پر مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن سوائے وہابیوں کی لغت کے، دنیا کی کسی لغت و کتاب میں ”الہ“ کا یہ مفہوم و تشریح نہیں ملے گی۔۔۔ یہ شرک، توحید، الہ، بدعت، شفاعت، اور وسیلہ وغیرہ کی ساری تعریفیں انہوں نے اپنے نجدی دین کی پیدا کردہ ہیں، جن کا دین مصطفیٰ ﷺ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اور قرآن پاک میں بھی ”الہ“ معبود کے معنی میں مذکور ہوا، اگر ”سعودی تفسیر“ سلفی کا خلاصہ ہے، تو پھر کتب سلف سے، ”الہ“، (معبود) کی گئی یہ مذکورہ تعریف دکھادیں۔۔۔۔۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار!

اہلسنت کے ہاں مدار الوہیت؟:

الوہیت کا مدار وہی صفات ہو سکتی ہیں جو کسی مخلوق کے لیے بھی، کسی صورت اور حال میں بھی ثابت نہ ہوں۔ اسی صفت پر الوہیت کا انحصار ہوگا، جس کہ وجہ سے



ساری مخلوق کا انجام و انتہا اسی ذات کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے: وان الی ربك المنتہی۔ (نجم: ۴۲) والی اللہ ترجع الامور۔ (آل عمران: ۱۱۹) بالآخر ساری کائنات اسی کی محتاج ہو، مگر اس کی شان یہ ہو: فان اللہ غنی عن العالمین۔ (آل عمران: ۹۷) اور وہ: ”اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد“۔ (اخلاص)

اسی صفت کی حامل ذات کو ”واجب الوجود“ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی جس کی نہ ابتدا ہو، اور نہ انتہا ہو، خود سے ہو، ایسی ذات ہی لائق عبادت ہو سکتی ہے۔

میری کیا بود کہ معدوم تھا معدوم ہوں میں

تیری کیا شان کہ موجود تھا موجود ہے تو

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی (جو ہندوستان میں وہابیت اور تفرقہ بازی کا بانی ہے) نے بھی ”الوہیت“ کا مدار ”صدیت“ کو قرار دیا، لکھا: ”ہر مذہب کا آدمی اپنے معبود کے مستحق ہونے پر اسی صدیت کی وجہ سے استدلال کرتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے بھی، معبودان باطلہ کی معبودیت کو اسی صدیت کے نہ ہونے سے باطل کیا، جابجا ان کی محتاجی کو ثابت کیا“۔ (صراط مستقیم)

کیا الوہیت کا مدار عالم غیب اور متصرف ہونے پر ہے؟

یعنی یہی ”واجب الوجود“ ہونا ہی ایک ایسی صفت ہے، جو کسی مخلوق کو کسی صورت بھی حاصل نہیں ہو سکتی، باقی رہیں وہ صفات جنکو وہابیہ نے معیار الوہیت قرار دیا ہے، مثلاً مشکل کشاء، حاجت روا وغیرہ تو ان باقی ساری صفات کی انتہاء انہی دو (۲) صفات، (علم غیب، اور تصرف) پر ہے۔

باقی عام صفات تو الگ رہیں، اگر یہ دو بنیادی صفات بھی خاصہ الوہیت و مدار



الوہیت ہوتیں، تو کبھی بھی مخلوق خدا کے لیے ثابت نہ ہوتیں۔ جبکہ کتاب و سنت گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی باقی صفات (علم، حکمت، حیات، حفظ، سمع، بصر، کلام، وغیرہ) کی طرح اپنی یہ دو (۲) صفات بھی اپنے بعض بندوں کو (محدود اور مجازی و عطائی طور پر) خود عطا فرمائیں ہیں۔

جہان غیب اور مافوق الاسباب امور میں اللہ والوں کا تصرف:

چونکہ معجزہ و کرامات ہوتی مافوق الاسباب ہے۔ یہ نجدی حضرات ایک طرف تو معجزہ و کرامات کو مافوق الاسباب مانتے ہیں، اور دوسری طرف کسی کے لیے مافوق الاسباب تصرف اور عالم غیب ماننے کو شرک کہتے ہیں، جو کہ تضاد سیاقی ہے۔

(سودی تفسیر: ۱۲۸۱: ۱۰۵۳)۔ (تفصیل: "مافوق الاسباب" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

نجدی اپنے لیے متعدد "الہ" تسلیم کر لیں:

قارئین کرام! اب آپ ہی ایمان سے کہیے کہ اگر عقل و عاہیوں کہ "الوہیت" کی بنیاد انہی دو صفات، یا مشکل کشاء، حاجت روا وغیرہ ہونے پر ہے اور جس کے لیے یہ صفات مان لیں تو گویا اس کو اپنا "الہ معبود" تو پھر قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق تو یہ ساری صفات صالحین کے لیے بھی ثابت ہیں۔ تو اب نجدیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اصول کے مطابق ان سب کو بھی "الہ" مان لیں۔ اللہ والوں کو "معبود" جاننے کا الزام تو ہمیں دیتے ہیں، لیکن ان منکرین کی اپنی بے اصولی و حماقت کی وجہ سے یہ شرک اُنکے لیے ثابت ہو گیا۔ اب نجدی لوگ خود فیصلہ کریں کہ انہیں کتنے "الہ" مطلوب و منظور ہیں! "وحدہ لا شریک" ہی، یا کہ سارے صاحب معجزات و



کرامات بھی؟ یقیناً وہ یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایک ہی، ”معبود اور مسجود“ مانتے ہیں، جس کا نام، ”اللہ“ ہے۔

منکرین کا گزار بھی ہماری طرح اسی صفت ”صدیت“ کو خاصہ و مدار الوہیت ماننے سے ہوگا، جو کسی اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق، افضل البشر، سید الرسل، محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ایک ذرے کے برابر اور ایک پل بھر کے لیے، عطائی، مجازی، عارضی، محدود طور پر بھی حاصل نہیں ہے۔

یہی وہ صفت ہے جس سے بندہ بندہ، اور الہ الہ رہے، جس کی وجہ ساری کائنات اُسکی ہی کی محتاج ہو، مگر وہ ”فان الله غنى عن العالمين“ کی شان کا مالک ہو۔

خلاصہ کلام:

اللہ تعالیٰ کی ذات با برکات تمام صفات کمال (حیات، علم، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت، بگوین) کی جامع ہے، مگر اُس نے اپنی حکمت اور مرضی سے اپنی باقی تمام صفات، عطائی و مجازی اور محدود طور پر اپنی مخلوق کو ان کے حسب مراتب عطا کی ہیں، جس پر قرآن و سنت ناطق ہیں، اور ان قابل عطا صفات کو خاصہ الوہیت قرار دینا، ظلم عظیم، غلو فی الدین اور کئی ”الہ“ ثابت کرنا ہے۔

لہذا الہ، معبود اور واجب الوجود، (یعنی جو اپنی ذات میں کسی کا محتاج نہ ہو) ہونا ہی ایک ایسی صفت ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ و سبحانہ کا ہی خاصہ ہیں، جو کسی صورت بھی کسی مخلوق کے لیے بھی کسی حال میں بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک کے متعلق بالخصوص



غیر اللہ کو لائق عبادت جاننے، اللہ تعالیٰ کو دوسروں کا کسی صورت میں بھی محتاج جاننے، اور دشمنانِ خدا تعالیٰ کے لیے اختیارات اور انکو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت و حیثیت والا جاننے کا رد کیا ہے، مشرکین کی مذمت کی ساری صورتیں انہی تینوں قسموں میں داخل ہیں۔ ("عبادت کی تعریف" عنوان ملاحظہ فرمائیں)



### باب: ۱۷

کیا مساجد میں یا رسول اللہ ﷺ پکارنے والے ظالم ہیں؟

نجدی مفسر نے لکھا: "مسجدوں کا مقصد صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے، اس لیے ان میں کسی اور کی عبادت اور استغاثہ و استمداد جائز نہیں، یہ امور مطلق بھی ممنوع ہیں، مگر مسجد میں غیر اللہ کو پکارنا تو نہایت ہی قبیح اور ظالمانہ حرکت ہے، بعض نادان مسلمان غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔" (ص: ۱۶۴، الج: ۱۸)

وان المساجد لله الخ" کا صحیح ترجمہ:

آیت: "وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احداً"، (جن: ۱۸) کا سعودی ترجمہ ہے: "اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔"

اس نجدی مترجم نے یا رسول اللہ ﷺ پکارنے کو عبادت اور شرک ثابت کرنے کے لیے، اس آیت کے لفظ "تدعوا" کا ترجمہ "پکارو" کیا، تاکہ عوام کو یہ دھوکہ دیا جاسکے کہ پکار ہی عبادت ہے، اور جو لوگ مساجد میں یا رسول اللہ ﷺ، اور یا علی رضی اللہ عنہ کے نعرے لگاتے ہیں، وہ ان کی عبادت کرنے والے اور مشرک ہیں۔



جبکہ خود اس سے اگلی آیت (الجن: ۱۹) میں ”بدعوہ“ کا ترجمہ ”عبادت“ کیا ہے  
آخر یہ دورنگی اور منافقت کیوں؟

لہذا (الجن: ۱۸) میں بھی ”دعوہ“ کا ترجمہ پکارنا نہیں بلکہ ”بندگی یا عبادت“  
کرنا ہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ ایک تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور یہ قاعدہ ہے  
کہ اگر ”دعوہ“ وغیرہ سے بنا ہوا کوئی لفظ کسی آیت میں الوہیت یا عبادت وغیرہ کیساتھ  
آئے، تو اسکا معنی صرف پکارنا نہیں ہوگا، بلکہ کسی کو ”الہ“ جان کر پکارنا ہوگا۔  
کیوں کہ کسی کو ”الہ“ سمجھ کر پکارنا ہی اس کی عبادت ہوتی ہے۔ یہ ایسی  
حقیقت ہے کہ اس کو مانے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، ورنہ پھر ٹھو کریں ہی ہیں۔

(تفصیل ”عبادت“ عنوان کے تحت دیکھیے)

دوم، چونکہ اس سے اگلی آیت میں ”بدعوہ“ لفظ ”عبداللہ“ کے ساتھ آیا ہے،  
اسی لیے بھی یہاں پر اسکا ترجمہ عبادت ہی ہے، کیوں کہ اللہ کے بندے کا اپنے معبود کو  
پکارنا اسکی عبادت ہی ہوتی ہے۔

الحاصل ان دونوں آیتوں میں ”دعوہ، بدعوہ“ کا ترجمہ ”عبادت“ ہی کیا  
جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نجدی مترجم نے (الجن: ۱۹) کا ترجمہ عبادت کیا ہے، مگر پہلی  
آیت (الجن: ۱۸) کا ترجمہ اپنے خبث باطنی کی وجہ سے ”پکارو“ کیا۔ تاکہ یا رسول اللہ  
ﷺ وغیرہ پکارنے کو شرک ثابت کیا جاسکے۔

وإن المساجد لله الخ، کی تفسیر:

اسی سعودی تفسیر کے بنیادی ماخذ، ”تفسیر ابن کثیر“ میں مذکورہ آیت کی تفسیر



یوں ہے: ”کہ حضرت ثنادہ سے مروی ہے کہ یہود و نصاریٰ جب اپنی عبادت گاہوں میں جاتے تو اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو، معبود واحد کی عبادت کے حکم کو عام کرنے کا حکم دیا۔“ (علاوہ ازیں، ابن جریر، تفسیر کبیر، تفسیر قرطبی، تفسیر خازن، معالم التنزیل وغیرہم سبھی تفسیر میں اس آیت کی یہی تفسیر کی گئی ہے)

بلکہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی نے بھی، جس کی تفسیر ”تفسیر اللہ پر“، سعودی تفسیر کا مأخذ ہے، اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے، ”کہ کسی کو محض وسیلہ جان کر ”پکارنا“ عبادت نہیں، بلکہ معبود سمجھ کر اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شرک کر کے ”پکارنا“ عبادت ہے۔ (تختہ الاحوذی: ۳/۲۸۳)

مگر تمام نجدی دیوبندی اس جیسی آیتوں کا غلط ترجمہ کر کے صرف قرآنی کا ارتکاب کرتے ہیں، سلفی کہلوانے کے باوجود سلف کرام کے طریقے سے عبادت کرتے ہیں۔

اور اس آیت کو یہ حضرات اپنی مساجد میں خوب آویزاں کرتے ہیں، اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ”مسجدوں میں میرے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“ مگر یہ سنی لوگ پھر بھی یا رسول اللہ ﷺ، یا علی اور یا غوث اعظم، نعرے لگا کر شرک اکبر کرتے ہیں۔

وہابی حضرات سے ایک اہل:

شیخ نجدی کی معنوی ذریت سے ہماری گزارش ہے، کہ جہاں وہ اپنی مساجد میں آیت: ”وَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ الْخَيْرُ“ (نہن: ۱۸) آویزاں کرتے ہیں۔



خدارا! وہاں اس کے ساتھ آیت، ”لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ“۔ (نور: ۶۳) بھی آویزاں کیا کریں۔

تا کہ تمہاری اندھی مقلد وہابی عوام کو بھی لفظ ”دعاء“ کے لغوی اور شرعی معنی کا فرق معلوم ہو جائے، اور اُن پر بھی یہ حقیقت کھل جائے، کہ ہر ”دعاء“ (پکار) عبادت نہیں ہوتی، اور اس (الجن: ۱۸) میں لفظ ”تدعوا“ کا ترجمہ (پکار) نہیں، بلکہ بندگی اور عبادت ہے۔

صحابی کا مسجد میں، رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کرنا:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک نابینے صحابی نے نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ کیا، کہ خدا تعالیٰ سے میرے لیے بینائی کا سوال کریں، فرمایا: اگر چاہو تو صبر کرو جو کہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور اگر چاہو تو دعا کروں۔ اس نے عرض کی دعا ہی کریں۔

آپ نے فرمایا: اچھی طرح وضو کرو، پھر (نفل) نماز پڑھو، اسکے بعد یہ دعا کرو: اللھم انی اسالک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة، یا محمد انی قد توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضى لی، اللھم فشفعه فی، ”قال ابو اسحق هذا حدیث صحیح“۔ (ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلوة الحاجہ، ترمذی، کتاب الدعاء، بخاری فی التاریخ الکبیر: ۳۷۹/۶)

مجموع الفتاویٰ ج ۱: ۷۴، تحفۃ الذاکرین: ۱۳۷، قاضی شوکانی، امام حاکم، حافظ بیہقی اور البانی نے اسکی تصحیح کی ہے

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیری طرف تیرے نبی محمد ﷺ جو رحمت والے نبی ہیں، کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد! ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کے لیے متوجہ ہوتا ہوں، تا کہ وہ



پوری ہو جائے۔ اے اللہ! میرے حق میں اپنے نبی ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔“

راوی فرماتے ہیں: وہ نابینا مسجد میں یہ عمل کر کے اس حال میں لوٹا کہ گویا وہ کبھی نابینا تھا ہی نہیں۔ (بیہقی، دلائل النبوة: ۶/۱۶۶)

ہو سکتا ہے کہ یہاں پر مبتدعین کہیں: کہ یہ واقعہ تو ظاہری حیات پاک کا ہے، جبکہ ہماری بحث تو بعد از وصال کے متعلق ہے۔ حالانکہ یہ منکرین کی بدعت، اور دھوکہ دہی ہے، ورنہ اس حدیث کے راوی صحابی رسول ﷺ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور اس روایت کو نقل کرنے والے تمام محدثین کرام نے اسکو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے عام سمجھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس دعائے حاجت کو، ”نماز حاجت“ اور ”دعائے حاجت“ کے عنوانات کے تحت اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اور وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے یہ الفاظ زیادہ کیے: ”اگر آئندہ بھی تجھے کوئی حاجت ہو تو اسی طرح کرنا۔“ (مجموع الفتاویٰ تیمیہ: ۷/۷۴۱)

منکرین اب تو کچھ غور کریں کہ ہمارے عقائد میں، اور صحابہ کرام اور محدثین عظام کے عقائد میں کتنا تضاد ہے۔ اسکے باوجود یہ اپنے کوسلفی کہلائیں تو انصافی اور دجل و فریب ہے۔

بعد از وصال، مسجد میں دورانِ دعاء، استغاثہ:

”دور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ایک آدمی کو حضرت عثمان غنی کیساتھ کوئی کام تھا، مگر آپ اسکی طرف توجہ نہیں دے پارہے تھے، اس آدمی کی (مذکورہ بالا حدیث کے راوی) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے وہی دعاء اس



آدی کو سکھائی، جس کی رسول اللہ ﷺ نے نابینا صحابی کو تعلیم دی تھی، (جوابی گزری)۔

کہا: پہلے اچھی طرح وضو کرو، ”ثم ائت المسجدة فصل فيه ركنين“، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ دعا مانگو۔۔۔ جب اس آدی نے مسجد میں جا کر وہ دعا مانگی، تو عثمان غنی نے جلدی سے اسکی حاجت پوری کر دی، اور فرمایا کہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، آئندہ بھی جب کوئی کام ہو تو آ جانا۔۔۔ وہ آدی دوبارہ عثمان بن حنیف کے پاس آیا، اور آپ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے میری سفارش کی ہے۔ عثمان بن حنیف نے فرمایا: میں نے تو کوئی سفارش نہیں کی، ہاں تمہیں وہ دعا سکھائی ہے جس دعا کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے ایک نابینے صحابی کو دی تھی۔ (یہ حدیث صحیح ہے)

(المعجم الصغير: ۱۸۳/۱، المعجم الكبير: ۳۰۹/۳، الدعاء: ۳۲۰/۳، دلائل النبوة للبيهقي: ۱۶۷/۶، الترغيب والترهيب: ۴۷۴/۱، وقال الحديث صحيح، مجمع الزوائد: ۲۷۹/۲، اور صحيح کی ہے، في شفاء السقام، ۱۲۵/۱، الخصائص الكبرى: ۲۰۱/۲، فتاوى ابن تيمية: ۲۶۸/۱، وقاعدہ جليلہ فی التوسل والوسيلہ لابن تيمية ص ۹۸، ابن تيمية نے اسکی دو سندوں کا ذکر کے صحيح کی ہے، مجموع الفتاوى، ج ۱، وحيد الزماں حيدر آبادی نے ہدیۃ المہدی: ۳۸ پر اسکو درج کیا ہے)

### صحابی اور وہابی کے عمل میں تضاد:

صحابی رسول اور تمام ائمہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کردہ اس دعائے حاجت کو بعد وصال بھی ساری امت کے لیے انہیں الفاظ کے ساتھ عام سمجھا، جس میں ”یا محمد انی قد توجہت بک الی ربی“، کے الفاظ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کرنے کا ذکر ہے۔

وہابی کی طرح۔۔۔ صحابی نے ”یا محمد“ سے ”یا“ نہیں مٹایا۔

جیسے نجدی حضرات اہل سنت کی جن مساجد پر قبضہ کر لیتے ہیں، ان سے



"ہمارے رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم" نے فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کی راہ میں جان و مال کی قربانی کرے اور اس کی طرف سے کوئی نقص نہ ہو، اس کی اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اس طرح "گورنر اور نائب گورنر" اور "مجلسِ جمعیہ" میں جان و مال کی قربانی کرنے والے کو اجر و ثواب ملے گا۔

تمام دنیا کی حالت یہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے جو نقصان ہو رہا ہے، اس کی طرف سے کوئی نقص نہ ہو۔

اس لیے جو نقصان ہو رہا ہے، اس کی طرف سے کوئی نقص نہ ہو۔

اس لیے جو نقصان ہو رہا ہے، اس کی طرف سے کوئی نقص نہ ہو۔

اس لیے جو نقصان ہو رہا ہے، اس کی طرف سے کوئی نقص نہ ہو۔

اس لیے جو نقصان ہو رہا ہے، اس کی طرف سے کوئی نقص نہ ہو۔



کرام بلکہ انکا پیشوا، ابن تیمیہ اور وحید الزمان، جنہوں نے مسجد (ثم انت المسجد، کے الفاظ موجود ہیں) میں غیر اللہ سے استغاثہ کرنے کو جائز سمجھا۔۔۔ ظالم و ناداں ہیں؟ معاذ اللہ! یا کہ خود نجدی و ہابی، جنہوں نے اس مشروع فعل کو ظلم اور نادانی کہہ دیا۔ یقیناً یہ خارجی لوگ خود ہی ظالم و ناداں ہیں۔

یہ قوم ایسی بے حیا اور غیر ذمہ دار ہے، یہ بھی نہیں سوچتے کہ ہماری اس بکو اس کی زد میں کون کون آئے گا۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں، مومنوں کے لیے تو سراسر شفاء اور رحمت ہے، ”ولا یزید الظالمین الا خساراً“ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ (اسراء: ۸۴)

اس سے بڑھ کر اور خسارہ کیا ہو سکتا ہے، کہ اہلسنت کے رد کی شدت و جوش میں انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ، صحابہ کرام اور سلف اُمت کو ظالم و ناداں کہہ کر اپنا دین برباد کر لیا۔

اس مذکورہ بالا ”دعاء“ کے الفاظ سے یہ بھی ثابت ہو گیا، کہ ہر دعاء (پکار) ”عبادت“ نہیں ہوتی، کیونکہ اس دعاء میں، اللہ تعالیٰ سے دعاء کے دوران، نبی کریم ﷺ کو دعاء (پکار) کی گئی ہے۔

الحمد للہ! اہلسنت کے وہی عقائد ہیں، جو صحابہ کرام کے تھے، اسی لیے ان کا ہر فتویٰ شرک صحابہ اور سلف کی مقدس ذوات پر جا لگتا ہے۔





اغثنی یا رسول اللہ ﷺ پکارنا، خلاف قرآن اور شرک ہے؟

نجدی مفسر نے لکھا: ”یا رسول اللہ ﷺ مدد، اغثنی یا رسول اللہ وغیرہ کے الفاظ سے استغاثہ واستعانت کرنا جائز نہیں، بلکہ شرک کے ذیل میں آتا ہے، اور قرآن کے خلاف ہے۔“

(ملخصاً: ص ۵۵)

اصل میں یہ لوگ شیخ نجدی کی دی ہوئی خاص ذہنیت کے بندھے ہوئے ہیں، پس جو بات بھی اسکے دیئے ہوئے خود ساختہ، مخصوص نظریات اور دھرم کے خلاف ہو، وہ اس ٹولے کو شرک اور خلاف قرآن نظر آتی ہے، اگرچہ اسکے شرک و ناجائز ہونے کی اسکے پاس ایک بھی نص نہ ہو۔ اسی کو اندھی و مضموم قلب کہاجاتا ہے، جس کی (ص ۱۰۳) میں مذمت کی گئی ہے۔ (ص ۴۴)

اغثنی یا رسول اللہ! کے الفاظ کو، شرکیہ اور قرآن مجید کے خلاف کہنا، کتاب اللہ پر افتراء اور غلو ہے، جو کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے، جس کی (النساء: ۱۷۱، المائدہ: ۷۷) میں مذمت کی گئی۔

اب کوئی تو ہو! جو ان لوگوں سے پوچھے، کہ تم نے جو یا رسول اللہ ﷺ اور اغثنی یا رسول اللہ ﷺ پکار کر شرک اور خلاف قرآن کہا ہے، اس قرآنی صریح نص کی طرف ہماری بھی توراہنمائی کر دو۔

لیکن نجدی، انشاء اللہ! پورے قرآن سے عبارت النص تو دور کی بات ہے، اشارۃ النص سے بھی ان امور کا شرک و ناجائز ہونا نہیں دکھا سکتے۔ مگر چونکہ یہ حضرات خوارج کے پیرو ہیں، اس لیے مشرکوں اور بتوں کے متعلق آیتوں سے (قدیمی و سنی



تفسیروں، اور سلف کے منہج سے انحراف کرتے ہوئے) تاویلات بعیدہ اور ظنون فاسدہ سے استدلال کرتے ہیں، اور ایسی آیتیں ہی ان کے دین کی اساس اور بنیاد ہیں، جن سے کسی صورت بھی انکا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔

ہاں! مگر اتنا ضرور ہے، عوام کو ایسی آیتیں سنا سنا کر ضرور گمراہ کر رہے ہیں، ایسی آیتیں لوگوں کو دھابی بنانے کے لیے کافی کارآمد ثابت ہو رہی ہیں، اور آج کل یہ فتنہ خوب زوروں پر ہے۔

صحابی کا دور سے، رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا:

خلق کے داورس آقا ﷺ، مدینہ پاک میں جلوہ فرماتھے، عمرو بن سالم نے مکہ سے آتے ہوئے، راستے میں رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لیے پکارا، آپ ﷺ نے سن کر، لَبِیک، لَبِیک، لَبِیک، نصرت، نصرت نصرت! فرمایا۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے وجہ معلوم کرنے پر ارشاد فرمایا: کہ وہ مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا، کہہ رہا تھا۔ (طبرانی صغیر، ج ۲، الاصابہ: ج ۲، فتح الباری: ۶۱/۴، الاستیعاب: ۵۶۷، دار المعرفۃ، زرقانی، ج ۲، بیہقی، ج ۹، انسان العیون: ۵۳، مدارج النبوت: ۲۸۲/۲)

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

نجدیوں کو سند پر جرح کا کوئی حق نہیں:

ہو سکتا ہے کہ منکرین کو اس روایت کی سند کے متعلق خارش ہو رہی ہو۔ تو وہ پہلے یہ بتائیں، کہ رسول اللہ ﷺ سے، دور سے اور غائبانہ طور پر استعانت کرنے والی اس روایت کو نقل کرنے والے محدثین کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ وہ بھی مُشْرک ہوئے یا



کہ نہیں؟، کیونکہ یہ عقیدہ ان کے ہاں شرک اکبر ہے۔

اور ایسی روایات کی سند صحیح کا مطالبہ کرنا، ان لوگوں کا محض دھوکا اور اپنے خود ساختہ دین کی لاج رکھنے کے لیے ایک بہانہ ہے۔

اور کیا وہابیوں کے دھرم میں شرک اکبر اگر سند صحیح سے ثابت ہو تو وہ تو حید بن جاتا ہے؟۔۔۔ ورنہ ایسی کتنی روایات ہیں جن کی ائمہ محدثین نے تصحیح کی ہے مگر مخالفین ان کو بھی قبول نہیں کرتے۔

اگر ایسی باتیں ان بزرگوں کے نزدیک شرک و بدعت ہوتیں، تو وہ کبھی بھی ایسی روایت کو نقل نہ کرتے بلکہ موضوع قرار دے دیتے۔

کیونکہ روایت حدیث کا یہ اہم اور بنیادی اصول ہے، کہ جو روایت دین اسلام کے مسلک اصولوں، نص قرآنی یا سنت متواترہ یا اجماع امت کے قائل ہو، تو اس سے اس کا باطل ہونا ثابت ہو جائے گا، اور ایسی روایت اگرچہ صحیح سند سے مروی ہو مگر بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔ (کتاب الکفایۃ فی علم الرجال: ۵۱، حافظ بغدادی، الملک لایں حجر: ۸۳۲، توضیح الافکار امام صنعانی: ۹۳/۲، فتح الملک اعلیٰ للشماری)

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کبھی صحیح السند حدیث کا متن کمزور ہوتا ہے، بعض دفعہ متواتر اہم متن حدیث کی سند کمزور ہوتی ہے۔۔۔ لہذا ایسی تمام روایات کو، جن کا متن و مضمون دین نجدیت میں شرک قرار پاتا ہے، ائمہ اسلام کے اپنی کتابوں میں نقل کرنے، اور تصحیح بھی کرنے (جیسے بلال بن حارث اور عثمان بن حنیف کی عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت والی روایت وغیرہ) (ایسی روایات ”بعد وصال وسیلہ“، ”اور“ ”مسجد میں استسقاء“، ”شفاعت“، ”اور“ ”حیات النبی“ عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی



روایات کا متن علماء اسلام کے نزدیک شرکیہ اور خلاف شریعت نہیں تھا۔ اگر ان کے عقیدے میں ایسی روایات شرکیہ ہوتیں، تو وہ ان کو صحیح السناد ہونے کے باوجود بھی موضوع قرار دے دیتے۔

اور ہمارا دعویٰ ہے کہ پوری وہابی برادری ایک بھی ایسی روایت نہیں دیکھا سکتی کہ جس میں کسی نبی ولی سے بعد وصال استمداد یا توسل اختیار کرنے کا ذکر ہو، یا کسی کو دور سے مدد کے لیے پکارنے کا ذکر ہو، اور اس کو کسی امام نے اس لیے موضوع قرار دیا ہو کہ اس کا متن شرکیہ ہے۔ ہاتوا برہانکم ان کتم صادقین!

اور کیا کوئی آج کا وہابی مولوی ایسی روایت بھی اپنی کتاب میں لکھنا گوارہ کرے گا؟۔۔۔ یقیناً نہیں کرے گا۔

الحاصل! چونکہ ایسی روایات کے مضامین ان مبتدعین کے ہاں شرکیہ ہیں، لہذا ان کو ایسی روایات کی سندوں پر جرح کا کوئی حق نہیں۔ اور اگر وہ ایسی روایات کی اسناد پر بحث کرنا ہی چاہتے ہیں، تو پہلے ان کے مضامین کو توحید یہ اور اسلامیہ تسلیم کریں۔

بفضل الہی! ہم اہل سنت کا طریقہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا ہے، آپ نے عظمت رسول ﷺ کی بات مشرکوں سے سن کر بھی نہ ”تمہارے صاحب کہتے ہیں: کہ میں راتورات بیت المقدس کی سیر کر کے آیا ہوں“، بلا تامل تصدیق کر دی۔

(تاریخ الخلفاء، ۲۹، وغیرہ)

لہذا چاہے کوئی بھی شان مصطفیٰ ﷺ میں ایسی بات کرے، جو شرع مطہرہ سے ٹکراتی نہ ہو، ہم دل جان سے تسلیم کرتے ہیں۔۔۔ یہ اظہار محبت ہے۔ جبکہ منکرین



اسی چکر میں پھنسے رہتے ہیں، کہ فلاں فلاں راوی ضعیف ہے، لہذا معتبر نہیں۔

”یا محمد، یا رسول اللہ“ ﷺ کے سر عام غائبانہ نعرے:

جب رسول الثقلین ﷺ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے، تو مدینے والے لوگ بڑی بے چینی سے، کچھ اس انداز سے، مصطفیٰ کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے، کہ مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے، جبکہ بچے اور خدام راستے اور گلیوں میں پھیل گئے، اور ”بنادون یا محمد، یا رسول اللہ ﷺ“، یعنی وہ ”یا محمد یا رسول اللہ“ ﷺ کی (غائبانہ) صدائیں اور نعرے نکالتے تھے۔  
(کج مسلم، ص ۴۷، طبع کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی ہے، کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا تو انہوں نے ”یا محمد“ ﷺ پکارا۔ ”مسجد میں استغاثہ“ عنوان کے تحت، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی، جس میں ہے کہ عثمان غنی کے دور میں، ”یا محمد“ ﷺ کے الفاظ سے استغاثہ کیا گیا۔

قبر انور پر مقرر فرشتہ آپکو ﷺ کو ”یا محمد“ پکار کر عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ کی خدمت میں درود بھیجا ہے۔ (ابن حبان فی المستدرک: ۷۲/۲، و البخاری فی تاریخ کبیر: ۴۱۶/۲، لسان المیزان، مسند حارث، وغیرہ)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر وہ (جیسی علیہ السلام) میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے پکار کر کہیں، ”یا محمد“ تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔۔۔ بھان

الشماء۔ (مسند ابویعلیٰ: ۶۵۸۴، تاریخ دمشق الکبیر: ۱۱۳۱۳، مجمع الزوائد: ۵۸۸، المطالب العالی: ۲۳/۴)

(مزید روایات ”بہارِ حال و سیر“، ”حیاتِ نبوی“، ”شعاعیت“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)



یہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے، بعد کی ایجاد یا بدعت نہیں، بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی سنت ہے، اسکو بدعت کہنے والے یقیناً خود بدعتی اور گمراہ ہیں۔

اگر منکرین یہ کہیں کہ یہ تو ظاہری حیات پاک کا واقع ہے، جبکہ ہماری مراد بعد از وصال ہے، تو ہم کہیں گے، کہ پھر کوئی ایک ہی ایسی آیت یا حدیث پیش کرو جس میں یہ صراحت ہو کہ بعد از وصال رسول اللہ ﷺ کو پکارنا حرام و شرک ہے۔ محض تو جیات بعیدہ اور تاویلاتِ رکیکہ سے (ص: ۷۶۰) شرک ثابت نہیں ہوتا، واضح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، جو یہ لوگ ابد آباد تک نہیں لاسکتے۔

اب ہم بعد از وصال، دور سے رسول اللہ ﷺ کو، صحابہ کرام کا مدد کے لیے پکارنا تمہارے ہی گھر سے دکھا دیتے ہیں، مگر ہمیں اس بات کا علم ہے، کہ تمہارے لیے اجماع سلف کی مخالفت کرنا آسان ہے، مگر شیخ نجدی اور دہلوی کی اندھی تقلید کو چھوڑنا ناممکن ہے۔ کیوں نہ ہو! کہ تمہارے پورے دین کا انحصار جو انہی کی تعلیمات پر ہے۔

بعد از وصال آپ کو پکارنا، صحابہ کرام کا معمول، اور اجماع امت:

حافظ ابن کثیر، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں: مسلمانوں کا شعار، ”یا محمد“ (یا محمد ﷺ) کا نعرہ لگانا تھا۔ (البدایہ: ۶: ۳۲۳)

یہی بات امام ابن اثیر، اور امام طبری نے بھی لکھی۔



علامہ شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ کو پکارنے کا یہ انداز اہل مدینہ کا معمول ہے۔ (نیم الریاض: ۳۵۵/۳)

حسین احمد دیوبندی نے بھی لکھا ہے: ”اہل حریمین میں نداء یا رسول اللہ! مروج ہے، جس کی وجہ سے نجدی وہابی ان کو بیہودہ کلمات سے یاد کرتے، اور دشمنی رکھتے ہیں۔“ (شہاب ثاقب)

ابن قیم نے بھی یہ تسلیم کیا ہے: کہ یا رسول اللہ ﷺ پکارنا مسلمانوں کا معمول ہے۔ (جلاء الافہام: ۸۸)

وحید الزماں غیر مقلد نے بھی لکھا ہے: ”کہ اولیائے امت سے دعا کی جائے۔ بعد وصال بھی، رسول اللہ ﷺ کو پکارنا ثابت ہے۔“ (ہدیہ الہدی: ۱۲)

رسول اللہ ﷺ کی پھونکی جان صغیرہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی وفات پر قصیدہ لکھا: ”الایہ رسول اللہ انت رجاءنا“، اے اللہ کے رسول آپ ہماری امید ہیں۔

اس کے متعلق علامہ بیہانی فرماتے ہیں: کہ ان کے قول میں ”عنا“ (پکارا) ہے، اور اس قصیدہ کو تمام صحابہ نے سنا لیکن کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ (شہادۃ: ۱۲۳)

لطف کی بات ہے کہ سعودی مفسر نے خود بھی لکھا ہے: یا رسول اللہ کہو (یعنی پکارو)۔

(ص: ۹۹۱)۔۔۔ مزید لکھا: ادب سے یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرو۔۔۔ تاہم حکم کے اعتبار سے (یہ

آیت) عام ہے۔ (ص: ۱۳۵۶)

یعنی آج بھی جب پکارو تو یا رسول اللہ ﷺ کہو۔

نماز میں، ”ایہا النبی“ کہنا بھی پکار ہے، امام الوہابیہ ابن قیم نے کہا جو سن نہ

سکے اس کو پکارنا، خطاب کرنا لغو ہے۔ (الروح: ۱۳)



امام غزالی، امام شعرانی، علامہ نبھانی، قاضی عیاض، ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق اور دیگر علماء فرماتے ہیں، کہ ادب یہ ہے کہ نمازی یہ جان کر سلام کہے کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں۔

(احیاء العلوم: ۱/۱۶۹، میزان لکبری، الیواقیت والجواہر: ۳۶/۲، شواہد الحق: ۲۲۷، شرح شفا للقاری: ۳/۳۶۳، مدارج النبوة: ۲۶۰)

ابن قیم نے، (جسے ابن تیمیہ کی تعلیمات متاثر ہونے کی وجہ سے وہابی حضرات اپنے مخصوص سلف میں شامل کرتے ہیں) طبرانی کے حوالے سے روایت نقل کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی جہاں بھی درود پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔

(جلاء الافہام: ۶۳، حجة الله على العالمین: ۷۱۳)

ابن قیم کے مقلدین، وہابیوں کی بھی پھوٹھیں اور بدعتیں ملاحظہ کریں۔

نجدی مفسر لکھتا ہے: ”اس فاسد عقیدے سے درود شریف پڑھنا، کہ آپ ﷺ براہ

راست سنتے ہیں، یہ عقیدہ فاسد قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔“ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

وجہ اور دلیل کیا بیان کی کہ کیوں نہیں سنتے، لکھا: منوں مٹی تلے مدفون ہیں، نہیں

سنتے۔ (سعودی تفسیر: ۱۲۲۲) واہ کیا دلیل دی!

عقل کے پجاری، بخاری کے حوالے سے اتنا تو مانتے ہیں کہ ”مردہ، دفن

کر کے لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔“ چاہے ان کے دین میں تھوڑی دیر

کے لیے ہی سہی۔ (سعودی تفسیر: ۱۰۶۳)

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ اس نے منوں مٹی کے نیچے کیسے سن لیا؟

اور پھر تمہارے امام ابن قیم نے لکھا کہ آپ درود شریف براہ راست سنتے ہیں

۔ اب ہمارا یہ کہنا بجا ہے: ”جن کے امام ہی قرآن وسنت کے مخالف ہوں، ان کے



مقتدیوں کا کیا حال ہوگا؟  
اور کیا ان کو ایسا نصیب ہوگا جو امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب  
کر رہے ہیں۔ (بیان اللہ)

امام بخاری، امام نووی، حنفی، شافعی، مالکی وغیرہ کا عقیدہ:

ان محدثین نے باب باطلہ میں بقول انا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
پاؤں سن ہو جائے تو وہ کھڑے ہو جائیں اور فرمائی اللہ جہاں کی روایت ہے کہ رسول اللہ  
آپ کا پاؤں کہہ گیا، اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے  
الناس اليك يأتون فترى الرجل يمشي على رجليه فيقول يا رسول الله اني قد  
افقيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کی پاؤں سن کر کھڑے ہو جاتا ہے  
ہے، کہ جب اس کی پاؤں سن کر کھڑے ہوتا ہے تو کہتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ  
یہ حدیث صحیحہ ہے۔ (بیان اللہ)

اس کا کیا جواب ہے؟  
علمائے اہل سنت پر دن رات ترک کے لوگوں کے حیرت انگیز جواب  
نے والے، تاہم کہ تمام صحابہ کرام اور اسی طرح ان کے پیروں کے  
قبائل تھے؟  
یہ تو کچھ نہیں ہے۔



رضی اللہ عنہ کہیں تو مشرک و بدعتی ٹھہریں، اور اگر ابن کثیر، ابن تیمیہ اور ابن قیم کہے تو امام ہی رہیں!۔۔۔ لیا للعجب!

اور کیا اہل سنت نے یہ عقائد خود گھڑے ہیں، یا کہ سلف کرام سے لیے ہیں؟ اگر تم میں کچھ بھی حیاء انصاف اور دیانتداری کا مادہ ہے، تو پھر سب کو ایک پلڑے میں رکھو، اور ہمارے ساتھ اس شرک میں ان مقدس ہستیوں کو بھی شامل کرو۔

تو جب حافظ ابن کثیر کا بھی وہی عقیدہ ہے جو کہ اہلسنت کا ہے، تو پھر وہ ہماری طرح یقیناً مشرک ہوئے، جبکہ تم ان کو امام کہتے ہو، انکی تفسیر کو اپنی تفسیر کا مأخذ بنایا ہے۔ تو کیا ایک مشرک کو امام کہنا، اُسکے قول سے سند پکڑنا شرک نہیں؟

اور کیا اہلسنت کا ہی ناقابل رعایت جرم ہے، کہ اگر صحابہ کرام اور ان ائمہ کی اتباع میں انہی یا رسول اللہ ﷺ وغیرہ کہیں، تو مشرک اور مخالف قرآن ٹھہریں۔

۔ ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اجماع امت اور صحابہ کرام کا مخالف کون؟:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ ابن کثیر، ابن اثیر، امام طبری اور وحید الزماں حیدر آبادی وغیرہ نے بعد از وصال مصطفیٰ ﷺ آپ کو دور سے مدد کے لیے پکارنے کے متعلق صحابہ کرام اور اولیائے امت کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا: کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، سنت رسول، اور صحابہ کرام کی پیروی کرنے والا گروہ جنتی اور ناجی ہوگا۔

اب ناظرین فیصلہ کریں! کہ اجماع امت کا مخالف کون ہیں، متبع کون ہیں؟



اور خود نجدی مفسر نے اجماع امت کی مخالفت کو کفر لکھا ہے۔ (الثناء: ۱۱۵، ص: ۱۵۶)



### باب: ۱۹

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله، خانہ ساز درود ہے؟

نجدی مفسر لکھتا ہے: علاوہ ازیں احادیث میں درود کے اور بھی سینے آتے ہیں، جو پڑھے جاسکتے ہیں۔ نیز مختصراً صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھا جاسکتا ہے، تاہم الصلوۃ والسلام عليك يا رسول الله! پڑھنا اس لیے صحیح نہیں کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور یہ حدیث نبی کریم سے عام درود کے وقت منقول نہیں ہے، اور تحیات میں السلام عليك يا رسول الله! آپ ﷺ سے منقول ہے اس وجہ سے اس وقت میں پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ یہاں اس کا پڑھنے والا اس فاسد عقیدے سے پڑھتا ہے کہ آپ ﷺ اسے براہ راست سنتے ہیں۔ یہ عقیدہ فاسد قرآن و حدیث کے خلاف ہے، اور اس عقیدے سے مذکورہ خانہ ساز درود پڑھنا بھی غیر صحیح ہے۔۔۔۔۔ مسند احمد میں صحیح سند سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا، یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر سلام کس طرح پڑھنا ہے، یہ تو ہم نے جان لیا (کہ ہم تشہد میں السلام عليك پڑھتے ہیں) لیکن جب ہم نماز میں ہوں تو آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو آپ ﷺ نے درود ابراہیمی کی تلقین فرمائی (فتح الربانی: ۲۱، ۲۷، ۳۰) مسند احمد کے علاوہ یہ روایت صحیح ابن حبان، سنن کبریٰ، مشکوٰۃ، مستدرک حاکم اور ابن خزیمہ میں بھی ہے۔۔۔۔۔ (ص: ۱۱۹۰)

نوٹ: عرف عام میں صلوٰۃ و سلام کو تحظیفاً صرف صلوٰۃ یا درود شریف کہہ

دیا جاتا ہے۔

سعودی تفسیر کی اس عبارت سے کئی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی درود شریف



کے الفاظ کے صحیح ہونے کے لیے ان کا حدیث پاک سے ثابت ہونا ضروری نہیں، جیسے اس نجدی مفسر نے اپنے خود ساختہ درود کے متعلق لکھا: ”نیز مختصراً“ صلی اللہ علیٰ رسول اللہ وسلم ”بھی پڑھا جاسکتا ہے۔“

اور اسی طرح ”صلی اللہ علیہ وسلم“ بھی، کیونکہ یہ درود شریف بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت نہیں، اس کو درود محمد ثین کہا جاتا ہے، اور تمام وہابی اس کو لکھتے اور بولتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لیکر آج تک علماء امت کا اتفاق ہے، شرع مطہرہ کے موافق جن الفاظ سے بھی کوئی چاہے، درود و سلام پیش کرے جائز ہے۔

❖ عقیبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم مجھ پر درود بھیجو تو حسین درود بھیجو۔ (کنز العمال: ۲۵۱/۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۴/۲)

❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب تم رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھو، تو حسین درود پاک پڑھا کرو، تم نہیں جانتے شاید یہی درود شریف آپ ﷺ پر پیش کیا جائے۔ (ابن ماجہ: ۶۵، مسند ابی یعلیٰ: ۹۵۹، المعجم الکبیر: ۱۱۵/۹، تفسیر ابن کثیر: ۲۳۴/۴، تفسیر قرطبی: ۲۳۴/۱۳، مسند شاشی: ۷۹۲، شعب الایمان: ۲۰۸/۲)

❖ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ جمہور کے نزدیک جن الفاظ سے بھی حضور سرور کائنات ﷺ پر صلوٰۃ کا مفہوم پورا ہوتا ہے، ان کا پڑھنا جائز ہے۔ (القول البدیع: ۶۳)

❖ یہی کچھ علامہ یوسف نبھانی علیہ الرحمۃ نے بھی نقل فرمایا (سعادت الدارین: ۵۹۶/۱)

❖ غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم دین نواب صدیق حسن نے بھی لکھا: نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف کسی بھی صیغے سے ہو، خواہ وہ صیغے مروی ہوں یا نہ ہوں



پڑھنے والا یقیناً اس ثواب کا مستحق ٹھہرے گا، جس کا وعدہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ ("نزل الابرار من الادعیۃ والاذا ذکر بالصلوۃ" الخ میں: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، حرید: "فصل الخطاب": ۸۵)

❖..... وہابی مولوی عبد الجبار عز نوی نے مروی درود شریف میں الفاظ کے اضافے کو بھی جائز کہا ہے، اور تا جائز کہنے کو تشدد قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ تزییہ: ۱۲، عون المعبود: ۳۰۹)

❖..... اسی طرح وہابی مولویوں داؤد غزنوی اور یس کاندھوی نے مروی درود شریف میں کچھ الفاظ بڑھانے کو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے الفاظ "صلوا علیہ وسلموا تسلیا" کے اطلاق سے اس خاص خود ساختہ درود کی شکل کا استنباط کیا۔ (داؤد غزنوی: ۱۹۵)

پتا چلا کہ وہابیوں کا درود ابراہیمی کو نماز کے باہر بھی ہر حال میں استعمال کرنا کہنا، اور ہر حال میں اسی کو ہی پڑھنے کی تبلیغ کرنا اور درودینا، ان کی اصل بدعت ہے۔ چونکہ حدیث پاک میں درود ابراہیمی کا موقع محل نماز بیان ہوئی، جس سے اس کی افضلیت بھی نماز ہی کے ساتھ خاص ہوئی۔

❖..... وہابیہ کے امام قاضی شوکانی نے بھی درود ابراہیمی کو نماز کے ساتھ خاص لکھا۔ (تحفۃ الذاکرین: ۱۳۸)

اور اس سے لیے بھی کہ اس سے پہلے سلام (السلام علیک لکھا فی الخ) پڑھا جا چکا ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے صرف درود کا حکم نہیں دیا، بلکہ "صلوا علیہ وسلموا" سے درود کے ساتھ سلام کا بھی حکم دیا ہے، اس حکم کی تعمیل نماز میں ہو جاتی ہے۔

❖..... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر سلام کے بغیر صرف صلوۃ (درود) پڑھنے کو علماء نے مکروہ جانا ہے۔ (نووی علی المسلم: ۲۱، روض الحانی: ۱۱۹/۲۲)

❖..... قاضی شوکانی نے بھی لکھا کہ نماز کے باہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل صلوۃ کے



ساتھ سلام پڑھنے سے ہوگی، جس نے اللہ صلی وسلم علی محمد، کہا اس نے اس حکم پر عمل کیا۔ ("تختہ الذاکرین"؛ ملخصاً: ۱۲۸، اسی طرح "فتح القدیر"؛ ۳۰/۱۳۳)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ علماء اہل سنت کے علاوہ خود مخالفین کے اکابر نے بھی، بلکہ نجدی مفسر نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا، درود شریف کے الفاظ مردی ہونا ضروری نہیں، اور غیر نماز میں وہ درود شریف کامل ہوگا، جس میں صلوٰۃ و سلام دونوں جمع ہوں، جبکہ درود ابراہیمی صرف صلوٰۃ ہے سلام نہیں۔

### تضاد و بدعت:

یہی وجہ ہے نجدی مفسر نے، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، درود و سلام کو مطلق ناجائز نہیں کہا، بلکہ اس پر صرف یہ اعتراض کیے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب اور نداء ہے، اور یہ صیغہ نبی اکرم ﷺ سے عام درود کے وقت منقول نہیں۔

●۔۔۔ جبکہ اسی سعودی مفسر صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے خود لکھا کہ: نبی ﷺ کی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے؟، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل نقل ہوا ہے کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھا کرتے تھے، اس لیے کوئی پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ (رسالہ ماہنامہ حرمین جہلم جنوری ۱۹۹۲ء)

میں کہتا ہوں، کہ جب یہ درود و سلام، خطاب کا صیغہ آپ ﷺ سے منقول نہ ہونے کی وجہ سے غیر صحیح اور خانہ ساز ہے۔ تو پھر صرف خطاب والے صیغے کے ساتھ درود و سلام کے صحیح ہونے کے لیے، آپ ﷺ سے منقول ہونے کی قید شرع شریف سے دکھادی جائے؟۔۔۔ نہیں تو اس قید و شرط کو بھی اپنی بدعات میں شامل کر لیا جائے؟



دوم، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور باقی صحابہ و سلف امت پر کیا فتویٰ ہے جو غیر منقول صیغہ خطاب والا یہ معروف درود شریف، وہ بھی بعد از وصال محبوب ﷺ پڑھا کرتے تھے؟

اور کیا یہ صحابی رسول ﷺ اس اصول سے جا مل اور سنت کے مخالف تھے؟۔۔۔ اور کیا صحابی کا عمل دلیل شرعی نہیں؟۔۔۔ اور اس کی پیروی کرنے والا ہدایت یافتہ نہیں؟ (علاوہ ازیں متعدد و مستند روایات میں صیغہ نداء کے ساتھ بعد وصال بھی آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام پیش کرنا مذکور ہے۔ ایسی کئی ایک روایات اس کتاب میں بھی نقل کر دی گئیں)

اور پھر خود نجدی مفسر، اور باقی وہابی علماء پر کیا فتویٰ ہے، جنہوں نے اس روایت کی یا اس جیسی روایات کو نقل کیا، اور باقاعدہ تمام زائرین کو بصیغہ خطاب یہی درود و سلام پڑھنے کی رخصت بھی دی؟۔ (آگے مزید کتب کے حوالے آرہے ہیں) اور باوجود اس کے سعودی مفسر کو اس درود شریف کو خانہ ساز، اور غیر منقول لکھتے ہوئے شرم کیوں نہ آئی؟۔۔۔ اور کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟۔

پھر قیاس محمودہ کیا شے ہے؟۔۔۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں صیغہ خطاب کے ساتھ سلام عرض کرنے کی خود تعلیم دی، اور تمام امت نے آج تک اس کو باقی رکھا، بلکہ بعض علماء اسلام نے فرمایا کہ نمازی غفلت سے سلام عرض نہ کرے، بلکہ اس اردے اور امید سے بارگاہ محبوب خدا ﷺ میں سلام عرض کرے، کہ اللہ کے رسول ﷺ سماعت فرما رہے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی درود و سلام کا مطلق حکم دیا، جس کے اطلاق میں یہ خاص شکل بھی آجاتی ہے۔ اور غیر نماز میں بھی آپ ﷺ کو نداء و پکار پر اجماع ہے۔ (جیسے بیان ہو چکا)



قارئین غور کریں کہ مزاج نبوت و صحابیت،۔۔۔ اور وہابیت میں کتنا اختلاف ہے۔۔۔ اور اہلسنت کا مزاج صحابہ کرام کے ساتھ ملتا ہے۔ الحمد للہ!

معلوم ہوا مبتدعین کے دامن میں سوائے قیاس فاسدہ، اور ”یتبع غیر سبیل المؤمنین“ کے اور کچھ نہیں، اور ان کا مذہب شدید تضاد و بدعت کا شکار ہے۔

وہابی مفسر کا یہ کہنا بھی دھوکا، جھوٹ اور غلط ہے کہ نداء کے صیغے کے ساتھ آپ ﷺ سے عام درود و سلام منقول نہیں ہے۔

..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ

کے نواح میں گیا تو جو بھی درخت یا پہاڑ آپ ﷺ کے سامنے آتا، وہ یوں عرض

کرتا: السلام عليك يا رسول الله!۔ (جامع ترمذی: ۲۰۴۲، مشکوٰۃ: ۵۴۰، معذ رک: ۶۲۰/۲، الشمامہ العنبریہ: ۱۷، از نواب صدیق، وغیرہ وغیرہ)

..... سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت ﷺ میں عرض کیا:

”السلام عليك يا رسول الله؟“۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۱/۲)

..... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی بارگاہ رسالت مآب میں یوں ہی

عرض کیا: ”السلام عليك يا رسول الله؟“۔ (جامع ترمذی: ۱۱۵/۲)

..... حضرت بلال رضی اللہ عنہ بعد اذان آپ ﷺ کے مبارک دروازے پر یوں ہی

عرض کرتے: ”السلام عليك يا رسول الله؟“۔ (کنز العمال: ۱۰۸/۷)

..... حضرت جبریل نے بھی یوں ہی سلام عرض کیا۔ (المعجم الکبیر: ۳۲۹/۱۲)

..... ایک اعرابی نے بھی بارگاہ نبوت ﷺ میں اسی طرح عرض کیا۔

(المعجم الکبیر: ۹/۲۵)



چونکہ سودی مفسر کو درود شریف "الصلوة والسلام عليك يا رسول الله" کے بارے میں صرف یہ خطاب کی ایک ہی جگہ عام درود کے وقت منقول نہیں ہے تو وہ ہم نے بیان کر دیا۔

"الصلوة والسلام عليك يا رسول الله" آپ سے منقول ہے۔  
پچھلی سطور میں ہم نے نجدی مفسر کے تضاد کی نشاندہی کی کہ ان کے مذکورہ بالا درود و سلام کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نقل سے تسلیم بھی کیا، مگر کسی کے لئے کہنے کو جائز بھی لکھا۔۔۔ جبکہ باوجود اس کے دوسری جانب سودی مفسر نے اس کی داری سے اہل سنت پر تہمت لگاتے ہوئے "خانہ سار" میں منقول فرمایا ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح عام درود کے وقت میں خطاب کے لئے آپ سے منقول غیر منقول لکھا، جو کہ محوٹ ہے۔

● امام شہاب الدین غزالی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ: منقول ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان تحیہ پیش کرتے وقت ہاتھ کیب و دوام رکھتے ہیں اور منقول ہے کہ: "الصلوة والسلام عليك يا رسول الله" (مجموعہ اربعہ ص ۱۸۷)

معلوم ہوا کہ یہ درود شریف خانہ سار میں، بلکہ خطاب کے پہلے کے ساتھ حضور ﷺ سے منقول ہے، اور صحابہ کرام کی سند ہے۔

● اسی طرح امام برہان الدین عینی اور شیخ احمد بن وحطان کی رہما اللہ علیہم کے بیان: بعثت کے قرعی زمانے میں آپ ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے کھڑے اور وادھوں کو چاتے تو جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تو وہیں عرض کرتے:



”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“۔

(ملخصاً، یرت حلبیہ: ۲۲۳/۱، یرت نبویہ: ۱۵۹/۱)

..... حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مکہ میں مجھے سلام کیا کرتا تھا، میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (سبحان اللہ!) (مسلم شریف: ۵۹۳۹)

اوپر والی روایت میں وضاحت ہے کہ پتھر یہ درود و سلام عرض کرتے تھے:

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله!

۔ ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام

ان پر سلام جن کو تحت ثجر کی ہے

..... حضرت جبریل نے بھی یوں ہی عرض کیا۔

(بیان المسیلا والنبی: ۳۳، مولد العروس: ۲۷، ابن جوزی)

..... حضرت جابر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی طرح عرض کیا۔

(جامع المعجزات: ۲۵۵)

..... ایک اعرابی نے یوں ہی درود و سلام عرض کیا۔ (معارج النبوت: ۳/۳۷ فارسی)

..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا اور وہ یہ درود پڑھتے تھے۔ (مکافئہ القلوب: ۳۶)

..... شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، جو کہ مخالفین کے ہاں بھی معتبر ہیں، ان

کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں: ”اورادِ فتحیہ“ وہ وظائف کا مجموعہ ہے جو کہ حضرت سید

علی امیر کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کی زیارت کے لیے گئے تو وہاں ان کو حضور

رحمت عالم ﷺ کی زیارت ہوئی، تو آپ ﷺ نے ان کو ”اورادِ فتحیہ“ پڑھنے کا حکم دیا۔



اسی "اور اذ فتحہ" میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کے سترہ سینے درج ہیں۔ (الاعتناء فی سلاسل اولیاء: ۱۲۸، ص ۱۰۲)

پتا چلا کہ یہ درود شریف خود نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ اس کے پڑھنے کا حکم فرما رہے ہیں، شاہ ولی اللہ بغیر تردید کے اس کو نقل فرما رہے ہیں۔

❖..... دیوبندیوں کے شیخ الحدیث ذکریا کاغذی نے بھی یہ درود لکھا ہے۔

❖..... شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے خود بھی بارگاہ رسالت ﷺ میں خطاب درود شریف پیش کیا ہے:

و صلی علیک اللہ یا خیر خلقہ

و یا خیر مأمول و یا خیر واجب۔۔۔ (تہذیب الخصال: ۲۲)

❖..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درود شریف صلی اللہ علیک یا خیر خلقہ

بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول تھا، آپ ﷺ کے بعد سورۃ توبہ کی آخری آیات اور یہ درود شریف عن ابن بار پڑھتے۔ (تاریخ بغداد: ۱۰۳، ص ۱۵۳، علاء الامام: ۱۵۵، امام الوہاب: ۱۱۱، تعلوۃ الاسلام: ۱۰۳، سیران مسعود: ۱۰۳، اہالی افعال: ۱۰۳، اللہ ان کا دعویٰ تھا کہ درود و سلام: ۱۰۳، ص ۱۵۳)

و یا نبی مولویوں سے صلوٰۃ و سلام کا ثبوت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کو طے کر لیا اور اسے مقبول کر دیا ہے، جبکہ خود اہل دیوبند اس کے خلاف ہیں۔



❖۔۔۔ ایک تو اسی سعودی مفسر صلاح الدین یوسف نے خود بھی لکھا: کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روضہ رسول ﷺ پر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ا پڑھا کرتے تھے، جو پڑھنا چاہیے پڑھ سکتا ہے۔ (ماہنامہ حرمین جہلم، جنوری ۱۹۹۲ء)

❖۔۔۔ اسی طرح وہابی مفتی ابوالبرکات آف گوجرانوالہ۔

(فتاویٰ برکاتیہ: ۱۷۷، فتاویٰ علماء اہل حدیث: ۱۵/۹)

❖۔۔۔ مولوی عبدالسلام بستوی۔ (اسلامی تعلیم: ۸۲۶/۱)

❖۔۔۔ وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری۔ (اہل حدیث کا مذہب: ۳۴)

❖۔۔۔ قاضی سلیمان منصور پوری۔ (سفرنامہ حجاز: ۲۲۳)

❖۔۔۔ وحید الزماں حیدر آبادی۔ (ہدیۃ المہدی: ۲۳/۱)

❖۔۔۔ دیوبندی علماء نے بھی اسے درست قرار دیا، ملاحظہ کریں: امداد المثنیٰ: ۵۹، فیوض قاسمیہ: ۴۹، فضائل درود: ۲۴، شکر العمرۃ بذکر الرحمة: ۱۸، حاشیہ، عشق رسول اور اکابر علماء دیوبند: ۴۴، یا حرف محبت اور باعث رحمت: ۶۳، ماہنامہ الخیر مناظر اسلام نمبر: ۴۶۰، تذکرۃ خلیل: ۲۲۳۔

سعودی عرب کے مطبوعہ کتب میں صلوٰۃ و سلام:

۱: مناسک حج و عمرہ: ۸۳، مکتبہ الحرمین الریاض۔

۲: مناسک الحج والعمرة علی المذہب الاربعہ و ادعیہ و زیارة المدینہ المنورہ عربی: ۸۳۔

۳: حج و عمرہ اور زیارت مسجد نبوی: ۱۱۰، طبع مکتبہ الکواثر باب مجیدی مدینہ المنورہ۔

۴: حج و عمرہ از محمد عتیق وہابی: ۷۸۔

۵: الحج والعمرة والزیارة علی ضوء الکتاب والسنة لابن باز: ۱۵۱۔

ان تمام کتابوں میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، متعدد صیغوں سے مرقوم ہے۔ نمبر (۲) کتاب سے ظاہر ہوا کہ مذاہب اربعہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! کے قائل ہیں۔



صلوٰۃ و سلام کے منکرستی نہیں وہابی ہیں، اہل حرمین کا عمل؟

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رقم طراز ہیں کہ: ”وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے، اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں، چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، کو سخت منع کرتے ہیں۔ اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں، اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں، اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو، اگرچہ بے بیخند نداء و خطاب کیوں نہ ہوں، محض و مستحسن جانتے ہیں، اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔“ (شباب نقاب: ص ۱۰۰)

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱: اہل مکہ اور اہل مدینہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہیں۔

۲: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، سے روکنے والے خبیث قسم کے وہابی ہیں۔

۳: دیوبندیوں کے اکابر کے نزدیک الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ جائز ہے۔

۴: چونکہ آج کے دیوبندی بھی اس درود پاک کے منکر ہیں، جس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے سنیعت سے آہستہ آہستہ وہابیت کی طرف خروج کیا ہے، اور اب بکے وہابی ہیں۔

کیا آپ کے خود، درود سماعت فرمانے کا عقیدہ فاسدہ ہے؟

نجدی مفسر نے یہ جو لکھا کہ: ”اور تحیات میں السلام علیک ایہا النبیؐ لکھا ہے، آپ ﷺ سے قول ہے اس وقت میں پڑھنے میں کوئی تاحید نہیں، عربیہ اس کا پڑھنے والا



اس فاسد عقیدے سے پڑھتا ہے کہ آپ ﷺ اسے براہ راست سنتے ہیں۔ یہ عقیدہ فاسدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

قارئین ملاحظہ کریں کہ بقول نجدی مفسر کے کون کون سی ہستیاں فاسد العقیدہ اور قرآن و سنت کی مخالف ٹھہریں۔ امام غزالی، امام بدرالدین عینی، امام ابن حجر عسقلانی، امام زرقانی، امام عبدالوہاب شعرانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا عبدالعلیم فرنگی محلی، عبدالحی لکھنوی، وہابیہ کے مجدد نواب صدیق، وغیرہ نے لکھا ہے کہ نمازی سرکار دو عالم کی خدمت اقدس میں ”السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ“ عرض کرتے وقت غافل نہ رہے، بلکہ جان کائنات ﷺ کو اپنے دل میں حاضر جانے اور خود کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں موجود سمجھ کر سلام عرض کرے۔ (احیاء العلوم: ۱/۲۷۹، عمدۃ القاری: ۱۱/۶، فتح باری: ۲/۳۵۸، شرح مواہب: ۷/۳۲۹، زرقانی شرح مؤطا: ۱/۱۹۰، میزان الکبریٰ: ۱/۱۶۷، لمعات: ۳/۱۸۱، احیاء الموات: ۱/۴۰۱، مدارج النبوت: ۱/۳۳۶، السعایہ شرح وقایہ: ۲/۲۲۸، نور الایمان: ۷۲، مسک الختام: ۱/۲۳۳)

..... حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ وہ یوم شہود ہے، فرشتے

اس میں حاضر ہوتے ہیں، ”لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان“ جو

بندہ درود پڑھتا ہے خواہ وہ کہیں ہو اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے، عرض کیا گیا کہ آپ کی

وفات کے بعد؟ فرمایا: وفات کے بعد بھی!، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے

جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (اخرج الطبرانی فی المعجم الکبیر بحوالہ جلاء الافہام، ابن قیم: ۶۳، الجوہر

اعظم: ۲۵، حجة اللہ علی العالمین: ۱/۷۱۳، سبل الہدی والارشاد: ۲/۳۵۸، الترغیب وترہیب: ۲/۵۰۲، ہیئۃ

التوکل: ۲۵، الواراحمدی: ۷۶)



شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہ اس حدیث کے سند پر اشرف علی تھانوی کے متعصبانہ اور جاہلانہ اعتراضات کے مسکت جوابات دینے کے بعد اپنا فیصلہ یوں سناتے ہیں: ”الحمد للہ! ہم نے باحوالہ لائل کثیرہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت سند کی جن کڑیوں پر مشتمل ہے وہ سب کی سب ثقہ اور معتد ہیں اور تھانوی صاحب نے ان پر بلا یعنی جرح کر کے اپنی علیست کو دھندلایا ہے اور ان کی اس نامحسوس کوشش سے قوت حاصل نہیں ہو سکتی عیب نہیں آسکا۔“

مزید لکھتے ہیں: ”واقعہ یہ ہے کہ سند کے لحاظ سے جلاء الاہتمام کی سند تھانوی صاحب کی پیش کردہ (فرشتوں کے درود و سلام پہنچانے والی) تمام احادیث سے بہت زیادہ قوی و مستحکم ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے غزالی دروداں سے اس حدیث کی تصنیف کردہ رسالہ (حیات النبی: ۹۲ تا ۸۵)۔ (ذکر اللہ: ۲۳۲)

اس روایت میں صراحت ہے کہ تم گھبرا مت ﴿ظاہر﴾ بلکہ اس کے لیے غلاموں کا درود و سلام (اور فریاد) سنتے ہے۔

● حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مبارکہ کو لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۶۱، ترمذی: ۲۸۶۱)

● امام سبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس سے معروف روح مراد انیس بلکہ توجہ مراد ہے۔ (جلاء المقام: ۳۳)

● خود وہابیہ کے امام کاظمی شوکانی نے کہا: اس لیے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور آپ کی روح مبارکہ آپ سے جدا نہیں ہوتی، جیسا کہ حدیث میں



مروی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تختہ الذکرین: ۲۸)

یہ فرمان مصطفیٰ کریم ﷺ اپنے عموم پر ہے، اس کو زائرین کے ساتھ خاص کرنے کے لیے خاص دلیل چاہیے۔ لہذا صرف قریب سے ہی نہیں، دور سے بھی سلام عرض کرنے والے کو جواب کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

✽..... چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے سمع خارق للعادۃ کو لوٹا دیتا ہے، اس طرح حضور سلام بھیجنے والے کے سلام کو خود سنتے ہیں، خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو، اور اس کو بغیر کسی وسیلہ کی احتیاج کے جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ: ۱۸۳/۲)

✽..... امام ابن حجر مکی، علامہ خفاجی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ، نے بھی یہی ثابت کیا ہے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ: ۱۳۹/۲)

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

نجدی مفسر اور اس کے ہم مذہب جواب دیں، کہ کیا یہ سارے اجلہ علماء اسلام بمع ان کے امام ابن قیم، فاسد العقیدہ اور مخالف قرآن و سنت تھے؟۔۔۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے براہ راست درود و سلام سننے کی صراحت فرمائی ہے۔

✽..... حضرت سلیمان علیہ السلام کی سماعت کی یہ شان ہے، آپ نے تین میل کے

فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی۔ (سورۃ نمل: ۱۸، ۱۹، تفسیر روح المعانی: ۲۹۵/۳، ۲۶۲/۱۹، تفسیر مدارک:

۳۸۰/۳، تفسیر جمل: ۲۰۶/۳، تفسیر جلالین: ۳۶۹، تفسیر مظہری: ۱۰۳/۷، تفسیر روح البیان: ۳۳۳/۶، تفسیر محمدی: ۳۷۵/۵

حافظ محمد لکھوی دہلوی)



● ختم الرحمن

کشتہ محمد علی شاہ...  
بھارت کے...  
...

● ... کہ شاہ دلی...  
... "نہاد علی" ...  
... اور ...  
... (الاجنبی مسائل الاموال)

● انہیں شاہ صاحب ...  
... (تقریر الامان)

● اور ...

● شاہ دلی ...

● ...  
... کے ابدال ...  
... ایک ...

● ...

● ...

● ...

● ...



مبتدعین منکرین بتائیں! کہ کیا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی فاسد العقیدہ اور مخالف قرآن و سنت، اور مشرک تھے یا کہ نہیں؟ اور کیا صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے سماعت کا عقیدہ رکھنے والے ہی فاسد العقیدہ ہیں؟۔

۔ وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر

ارے تجھ کو کھائے تب ستر تیرے دل میں کس سے بخار ہے؟

(درود شریف کے متعلق اسحاق کی تفصیل و تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں، کتاب ”اصلوٰۃ والسلام علیک

یا رسول اللہ کہنے کا ثبوت“، از مناظر اسلام علامہ کاشف اقبال مدنی دام ظلہ)

کیا اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا بدعت ہے؟:

نجدی مفسر لکھتا: اسی طرح اذان سے قبل اسے پڑھنا بھی بدعت ہے جو ثواب نہیں، گناہ

ہے۔ (ص: ۱۱۹۰)

اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو بدعت کہنا خود بدعت سیدہ ہے۔ کیونکہ

بدعت کی صحیح تعریف اور پہچان یہ ہے کہ، بعد از وصال رسول ﷺ ظاہر ہونے والا، ایسا نیا

کام جو شریعت کے خلاف ہو، اور کرنے والا اس کو دین سمجھے۔

(تفصیل ”بدعت“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

کیا درود شریف افضل العبادات سے نہیں ہے؟،۔۔۔ کیا بغیر کسی وقت اور

جگہ کی شرط کے اس کو پڑھنے کا مطلق حکم نہیں دیا گیا؟۔۔۔ کیا قرآن و سنت میں اذان

سے پہلے کچھ پڑھنے کی نہی وارد ہوئی ہے؟۔

نہیں ہرگز نہیں تو مخالفین کا اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو بدعت و گناہ



1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

100

1940

THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS

1. The first part of the document is a list of names and titles, including "The Hon. Mr. Justice" and "The Hon. Mr. Justice".

1512-5000

*[Illegible handwritten notes]*

[illegible]

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم

A black and white photograph showing a large, dark, textured object, possibly a piece of machinery or a large animal, in a dark, industrial setting. The object is positioned horizontally across the frame, with its surface appearing rough and metallic. The background is dark and indistinct, suggesting an interior space with some structural elements visible. The lighting is dramatic, highlighting the textures of the object against the dark background.

100



کچھ نہیں پڑھنا چاہیے؟

اور کیا صحابہ کرام کو حدیث، ”کل بدعة ضلالة“ یاد نہیں تھی؟

..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جمعہ کی پہلی اذان کا آغاز

کیا، جو بازار میں زوراء مقام پر دی جاتی تھی۔ (بخاری: کتاب الجمعہ)

آج مساجد میں جمعہ کی یہ دونوں اذانیں مساجد کے اندر ہی دی جاتی ہیں،

لیکن وہابی مولویوں نے اس کو بدعت نہیں کہا، آخر کیوں؟

صرف اتنا لکھا: ”لیکن مسجد ہی میں دو اذانوں سے بچنا چاہیے۔“

(صحیح نماز نبوی: ۳۰۶، دارالاندلس، اس کتاب کو پانچ وہابی مولویوں نے مل کر لکھا ہے)

اسی جگہ لکھا: ”اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ یہ (جمعہ کی پہلی اذان) عثمان غنی رضی

اللہ عنہ کا انتظامی معاملہ تھا۔“ (ایضاً)

..... ایک دوسری کتاب جس کی تصحیح سعودی تفسیر کے مفسر صلاح الدین یوسف نے

بھی کی ہے، میں لکھا ہے: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام بدعت نہیں، کیونکہ آپ خلفاء

راشدین میں سے ہیں۔۔۔ انہوں نے اسے شرعی حکم کے طور پر نہیں، محض انتظامی حل کے طور پر

جاری کیا تھا، جسے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خاموش تائید حاصل تھی، ظاہر ہے کہ جس چیز پر صحابہ

کرام کا عمومی اتفاق ہو جائے وہ بدعت نہیں ہوا کرتی۔ واللہ اعلم (ع:ر)۔

(نماز نبوی: ۲۵۸، دارالسلام، اس کتاب کو چار مولویوں نے مل کر لکھا)

میں کہتا ہوں، وہابیوں کے پاس مسئلہ بدعت میں، اور فرمان مصطفیٰ کریم

ﷺ کل بدعة ضلالة، وغیرہ سے صرف صحابہ کرام کو مستثنیٰ کرنے کی کون سی خاص

دلیل ہے، کہ وہ تو دین میں نئے کام شروع کر سکتے ہیں؟







اللہ عنہ بھی محبوب ﷺ کی ادا کو ادا کرنے کے لیے، ہر ہفتے کے دن مسجد قبا کی زیارت کے لیے جاتے۔ (بخاری: ۱۵۹/۱)

..... اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب بھی وضو کرتے معین تعداد میں نوافل پڑھتے۔ (بخاری: ۱۵۳/۱)

..... اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

”اس سے معلوم ہوا کہ (نفلی) عبادات کے لیے اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت بلال نے وضو کے بعد نوافل اپنے استنباط سے معین کیے تھے، اور حضور ﷺ نے اسے درست قرار دیا۔“ (فتح الباری: ۲۷۶/۳)

جس طرح نوافل پڑھنے کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں، لیکن حضرت بلال نے اپنی تمنا سے ہر وضو کے بعد نوافل پڑھنے کا التزام کر لیا اور یہ جائز قرار پایا، بالکل اسی طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں ہے، لیکن اذان کے اول وقت میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو اختیار کر لیا جائے، تو یہ کس طرح بدعت قرار پائے گا؟۔

آج وہابی حضرات بھی نمازوں، تقریروں کا وقت مقرر کرتے ہیں۔

..... اسی طرح ایک صحابی امام مسجد تھے انہوں نے اپنی مرضی سے ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد کوئی اور سورۃ ملانے سے پہلے سورۃ اخلاص کو محبت کی وجہ سے لازم و معین کر لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بجائے زجر و توہین کے انہیں بشارت سنائی کہ اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ (بخاری: ۱۰۷/۱)

تو جن لوگوں نے محبت مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے اذان کے اول و آخر کے وقت کو درود شریف پڑھنے کے لیے معین کر رکھا ہے، وہ کیونکر اس بشارت سے محروم ہونگے؟۔



حالانکہ انہوں نے دو دو شریف کلمات کی مدد سے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کا جھگڑا  
ہیں، بلکہ فصل کر کے اختلاف لکھتے ہیں۔ (۱۵۰ ص ۱۵۱)۔

(عربی: "مطالعہ القرآن" ص ۱۵۱) "مطالعہ القرآن" ص ۱۵۱



## باب: ۲۰

یہ کتاب ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے، تاکہ وہ اس کی تعلیم دے۔  
مختصر تفسیر: یہ کتاب ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے، تاکہ وہ اس کی تعلیم دے۔  
مختصر تفسیر: یہ کتاب ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے، تاکہ وہ اس کی تعلیم دے۔  
تفسیر میں لکھتا ہے کہ: "نہ عبادات اللہ کے لئے اور نہ عبادت انسان کے لئے"۔  
لیکن جگہ جگہ میں عبادت اللہ کے لئے ہے۔ مثلاً: "اللہ تعالیٰ کی عبادت"۔  
استقامت میں فرق کو نظر انداز کر کے تمام کلمات کو یکساں سمجھ لیا گیا ہے۔  
ایسے محض سے وہ طلب کی جاتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔  
محض کلمہ کے لئے یہاں، بلکہ محض کلمہ کے لئے یہاں، بلکہ محض کلمہ کے لئے یہاں۔  
نزدیک سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہے، تاکہ وہ اس کی تعلیم دے۔  
طریقے سے وہ طلب کیا گیا ہے، تاکہ وہ اس کی تعلیم دے۔  
کیا فوق الاسات میں اور شرک (۱۵۱ ص ۱۵۲)۔  
یہ سودی تفسیر کی بنا پر ہے کہ بڑے بڑے مفسرین اس کی تائید کرتے ہیں۔  
کیا تفسیر کر کے کہ ان میں سے ہر ایک شرک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہی ہے، جو  
یہودی تفسیر میں لکھا ہے، تاکہ وہ اس کی تعلیم دے۔



شرک کہنا درست ہے۔

ہم پوری وحابی ٹیم کو دعوت دیتے ہیں کہ جس آیت مقدسہ ”ایاک نعبد و ایاک نستعین“ کی یہ تفسیر کی گئی ہے، اس آیت سے استمداد و استعانت کی یہ ساری تقسیم و شرائط دکھا دو!۔۔۔ نہیں تو پورے قرآن مجید سے ہی دکھا دو!۔۔۔ نہیں تو چونکہ خود کو اہل حدیث کہتے ہو، تو کوئی ایک صحیح صریح حدیث پاک ہی دکھا دو!۔۔۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو قدیمی و سلفی تفاسیر سے ہی دکھا دو۔ کہ جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے مدد نہ کر سکتا ہو یا فوت شدہ وغیرہ سے استعانت شرک ہے۔

انشاء اللہ! کبھی نہ دکھا سکو گے،۔۔۔ تو پھر مانو کہ یہ تقسیم کرنا، خود تمہاری مغالطہ آفرینی اور بدعت ہے۔

اور یہ بھی تسلیم کرو کہ اس تفسیر کا قرآن و سنت سے کچھ واسطہ نہیں، بلکہ یہ تفسیر با لرائے اور تحریف ہے جو کہ یقیناً بہت بڑا جرم ہے۔

پھر یہ کہنا کہ: ”شرک تو یہ ہے کہ ایسے شخص سے مدد طلب کی جائے جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے مدد نہ کر سکتا ہو“۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ایسے شخص سے مدد مانگی جائے جو ظاہری اسباب کے بغیر ہی مدد کر سکتا ہو، پھر تو شرک نہیں ہوگا؟

ہم اہل سنت ایسی مدد ہر کس و نا کس سے طلب نہیں کرتے، بلکہ اولیا کرام سے طلب کرتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ یہ کرامت اور عزت عطا فرماتا ہے، جیسے حدیث قدسی:

”فكنت سمعه الذی الخ“۔ (آگے آرہی ہے) اور یہ اصل میں ان سے اللہ

تعالیٰ ہی کی قدرت کا ظہور ہوتا ہے، وہ صرف مظہر ہوتے ہیں نہ کہ مستقل۔



سعودی مفتی ابن باز نے بھی، یہی جھوٹ بول کر یہی چکر دینا چاہا؛ ”زندگی میں آپ سے شفاعت کا سوال کرنا جائز تھا، اور قیامت کو بھی جائز ہوگا، کیونکہ دنیوی و آخروی زندگی میں یہ چیز آپ ﷺ کی استطاعت میں تھی، اور ہوگی“۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۲۰، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل)

ہم سے بات بات پر صریح دلیل کا مطالبہ کرنے والوں کی اپنی غربت دلائل کا یہ عالم ہے، کہ عقیدہ شفاعت کو شخص اس عقلی ڈھنگو سلے کی بنیاد پر شرک اکبر کہتے ہیں کہ: ”بعد وصال شفاعت کرنا آپ کی قدرت میں نہیں“۔ لعنہ اللہ علی الکاذبین! ہم شیخ نجدی کے مقلدین سے پوچھتے ہیں کیا شیخ نجدی پر وحی نازل ہوئی کہ بعد وصال آپ کو شفاعت کی قدرت نہیں؟؟؟۔

ما فوق الاسباب استمداد اور پکار قرآن میں:

کتاب اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو جینکڑوں میلوں پر پڑا ہوا تخت بلقیس پل بھر میں درکار تھا، جس کا تعلق ما فوق الاسباب جہان کے ساتھ تھا، تو آپ نے بغیر کسی فرق و امتیاز کے اپنے تمام درباریوں کو مخاطب کیا، ”ایکم یا بنی معرہما“ کہ تم میں سے کون ہے؟ جو اُس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ (نمل: ۳۸) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ما فوق الاسباب امداد کے لیے اپنے تمام درباریوں کو کسی فرق کے بغیر، کہ کون اس پر قادر ہے اور کون نہیں، ”عداء“ (یعنی پکار) کرنے سے، نجدیوں کے شرک کے دونوں طرح کے فتووں کا رد ہو گیا۔ ایک (۱) یہ کہ ”اس شخص سے مدد طلب کرنا شرک ہے کہ جو ما فوق الاسباب مدد کی قدرت نہ رکھتا ہو“۔



اور دوم (۲) یہ کہ، ”کسی کو مافوق الاسباب مدد کے لیے، ”نداء“ (پکارنا) کرنا

شرک ہے۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۳۳، ۱۳۳۵، ۱۰۹۹، تقویۃ الایمان: ۲۷)

معلوم ہوا کہ انجمنی یا رسول اللہ، یا علی مدد اور یا غوث اعظم مدد پکارنا شرک نہیں، کہ یہ بھی مافوق الاسباب مدد کے لیے ندا و پکار ہے۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں: پکارو۔۔۔۔۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

پھر یہ لکھنا: ”جیسے فوت شدہ شخص کو مدد کے لیے پکارنا، اسکا نام ہے مافوق الاسباب

طریقے سے مدد طلب کرنا اور یہی شرک ہے۔“

اس جملے میں لفظ ”جیسے“ کو مثالیہ انداز میں لکھ کر، پھر مثال کے لیے، فوت شدہ

کا ذکر کرنا بھی ایک مکروچکر ہے۔ اور اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے، کہ وہ صرف فوت شدہ ہی ہے، جس کو فوق الاسباب مدد کی طاقت نہیں ہوتی، زندہ کو ہوتی ہے۔

اصل میں ان خارجیوں کی توحید کو سارا خطرہ ہی فوت شدہ صالحین سے ہے

، اسی لیے تو اس ساری بحث اور شرک کو اختتام پر فوت شدہ کے ساتھ خاص کر دیا، لکھا:

”اسکا نام ہے مافوق الاسباب طریقے سے مدد طلب کرنا اور یہی شرک ہے۔“

ان لوگوں کا مشن ہی یہ ہے، کہ فوت شدہ صالحین کی استمداد و وسیلے کو عبادت

کہہ کر، عامۃ المسلمین کو مشرک قرار دیا جائے، اور وہ اس نجدی نے پورا کر لیا۔

میں کہتا ہوں کہ جب تمہارے نزدیک مافوق الاسباب امور میں مطلقاً کسی کو

بھی کچھ اختیار نہیں، چاہے وہ زندہ ہو یا فوت شدہ، تو پھر مافوق الاسباب استمداد کے

شرک ہونے کو، صرف فوت شدہ کے ساتھ خاص کرنے کا کیا مقصد و جواز ہے؟

بالفرض اگر ہو بھی تو وہ زندہ سے مدد مانگنا شرک ہونا چاہیے، کیونکہ







ارادے کا دخل نہیں ہوتا) یہ صرف خدا تعالیٰ کی قدرت و مشیت پر موقوف ہوتے ہیں۔

(سعودی تفسیر: ۱۰۵۳، ۱۴۶، ۱۳۵۷، ۱۶۹، ۶۷۰، ۸۲۳، ۸۷۲، ۱۰۴۸، ۱۰۵۳)

حقیقت میں یہ لوگ بھی منکرین معجزات و کرامات، دھریوں اور جبریہ کی طرح ہیں، جیسا کہ اس نے خود سرسید احمد خاں کو منکر معجزات و کرامات لکھا گیا۔ (سعودی تفسیر: ۲۳)

فرق صرف اتنا ہے، کہ یہ ذرا ماڈرن اور جدید قسم کے منکرین معجزات ہیں، جبکہ سرسید، پرانے انداز کا منکر تھا۔

جبکہ اس نجدی مفسر کو (سورۃ ص: ۳۹ تا ۳۶ کے تحت) طوعاً و کرہاً یہ اقرار کرنا پڑا، کہ اللہ تعالیٰ نے معجزاتی طور پر ہوا، اور جنات وغیرہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان و چاہت اور کر دیا تھا۔ فرمایا: ”هذا عطاءنا، فامنن او امسك بغير حساب“، ”کہ (اے سلیمان!) یہ ہماری عطا ہے، سخاوت و تقسیم کر، یا روک رکھ، تم سے کچھ پوچھ نہیں“۔ (ص: ۱۴۸۱، ۱۰۴۸)

گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے تمہیں خازن بھی بنایا ہے، اور داتا بھی!۔ (حرید: یوسف: ۹۳، اورطہ: ۹۶ کے ضمن میں بھی ملاحظہ کر لیں)

یعنی بلا آخر سعودی مفسر نے خود بھی اس شرک کا اقرار کر لیا، کہ اللہ والوں کو باذن اللہ، مافوق الاسباب امور میں تصرف و قدرت حاصل ہوتی ہے۔

یہ تضاد بھی ملاحظہ کریں، کہ ایک طرف تسلیم کیا کہ: ”مکوینی امور فرشتوں کے ذمہ ہوتے ہیں، لہذا وہ مجازی مدبر ہوتے ہیں“۔ (سعودی تفسیر ملخصاً، ص: ۱۶۷۹، ۱۴۷۲، ۸۴۳)

جیسے جبریل علیہ السلام نے جنابہ مریم رحمۃ اللہ علیہا سے عرض کی: کہ میں آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔ (مریم: ۱۹)



اسی طرح روح ڈالنا، روح نکالنا، رزق پہنچانا، بادل برسانا وغیرہ، یہ سارے امور فرشتے انجام دیتے ہیں۔ جنگ بدر میں بھی فرشتوں نے امداد کی۔

✽..... سرور کائنات ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: ”اللهم ابدہ بروح القدس“۔ (مسلم، ابوداؤد)

اور دوسری طرف انکار کر دیا، اور یہ جھوٹ لکھ دیا: ”ہر چیز اسی کے سپرد ہے اور وہ بغیر کسی کی مشارکت کے ان کی حفاظت اور تدبیر کر رہا ہے“۔ (ص: ۱۳۰۹، ۱۳۱۶، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶)

✽..... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسماعیل دہلوی کے چچا جان) لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے۔ اور ”تکوینی امور“ کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں۔

فاتحہ، درود، صدقات، اور نذر و نیاز ان کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں، چنانچہ تمام اولیاء کا یہی حال رہا ہے۔ (تحفہ الثاشریہ: ۳۹۶)

معلوم ہوا کہ نجدی قوم نے اس مسئلے میں بھی امت کی مخالفت کی ہے۔

ایک طرف لکھا: معاملہ اب طبیعوں کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ (سعودی تفسیر: ۱۷۰۵)

اور دوسری طرف لکھا: اور تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۳۶۰)

الحاصل کہ ان کے دین میں صرف انبیاء و اولیاء کو مختار ماننے سے شرک ہوتا

ہے۔ (معاذ اللہ!) ع ذرا دیکھو بے عقلاں دی، اقرار دی اے، انکار دی اے!

وہابی عیسائیوں کو کیا جواب دیں گے؟:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرندہ بنانے، کوڑھی اور اندھے کو شفا دینے کی نسبت اپنی



طرف کر رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سارے اختیار و کمالات اپنے مرضی سے مجھے عطا فرما ہوئے ہیں، اور ان میں میری مرضی اور ارادے کو بھی دخل ہے۔ (آل عمران: ۴۹)

جبکہ ان منکرین کے امام اسماعیل دہلوی نے اپنے مقلدین کو یہ عقیدہ بخشا: جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان: ۴۷)

یہ لوگ عیسائیوں کو کیا منہ دیکھائیں گے، وہ کہیں کہ تمہاری کتاب کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو یہ یہ اختیار دے رکھے تھے۔ جب کہ تم خود اپنے نبی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ انہیں کچھ اختیار نہیں، وہ بے اختیار اور مجبور ہیں۔

اسی طرح قرآن کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں، مگر تمہارے مولوی اسماعیل نے ”تقویۃ الایمان“ میں محمد ﷺ کو مر کر مٹی میں ملنے والا لکھا۔

اگر ایسی بات ہے تو پھر تم نجدی لوگ، عیسائی ہی کیوں نہیں ہو جاتے؟

اسی لیے میرے امام نے فرمایا تھا:

۔ ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجیے؟

آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا تصرف:

پھر جناب آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کی خدا تعالیٰ کے ہاں وجاہت و مرتبہ، اور ان پر مافوق الاسباب امر میں قدرت و تصرف کا عطیہ اور انعام دیکھیے! کہ ملک یمن کے شہر صنعاء (تقریباً ۳۰۰۰ میل کی دوری) سے ملک شام میں اتنا بڑا اور وزنی (۸۰ ہاتھ طول، ۴۰ ہاتھ عرض، ۳۰ ہاتھ اونچائی، سعودی تفسیر: ۱۰۴۹، ۱۰۵۳) تخت پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دیا۔



❖..... امام قرطبی اور ابن کثیر لکھتے ہیں: تخت وہاں سے زمین میں گھس گیا اور سامنے حاضر ہو گیا۔

❖..... علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں: کہ حدیث قدسی: ”لَکُنْتُ مَعَہُ الَّذِی الْخَ“ کی رو سے، جیسے ہماری شریعت میں ولی معفات خدا کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے، اسی طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت میں تصرف کیا۔ (نظم الدرر: ۳۲۶/۵)

❖..... علامہ السید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں: کہ آصف نے عین عرش میں تصرف کیا تھا، اس نے اس جگہ اس تخت کو معدوم کر دیا، اور حضرت سلمان علیہ السلام کے سامنے موجود کر دیا، کیونکہ مرد کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے لفظ ”کن“ کی طرح ہوتا ہے۔

(روح المعانی: ج ۱۹، ص ۳۰۶)

عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

۔ مرد ملے تے درد نہ چھوڑے، او گن دے گن کردا  
کامل مرد محمد بخشا، لال بیان پتھر دا  
۔ ہر مشکل دی کنجی یارو، ہتھ مرداں دے آئی  
مرد نگاہ کرے جس ویلے، مشکل رہوے نہ کائی

اولیاء کے تصرف کا نظریہ، سنت انبیاء ہے:

یہ بھی پتہ چلا کہ اولیاء اللہ کی طاقت، قدرت اور تصرفات کا نظریہ رکھنا، انبیاء کرام کی سنت ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: کل میں جھنڈا اسے دون گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیر فتح کرے گا۔ (بخاری، غزوہ خیبر)



❖۔۔۔۔۔ اور صحابہ کرام کو تعلیم دی: کہ ”اولیس قرنی“ سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کروانا۔ (مسلم: کتاب فضائل صحابہ)

❖۔۔۔۔۔ ابو علی رحمۃ اللہ علیہ کو مشکل پیش آئی، خواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو علی! تم یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جا کر دعا کرو، تمہاری حاجت پوری کی جائے گی، ایسا کرنے سے ان کی مشکل حل ہوگئی۔ (تہذیب المعاد: ۱۱/۲۹۹)

اولیاء اللہ شریک و مقابل نہیں، بلکہ قدرت خدا کا مظہر ہوتے ہیں:

معلوم ہوا کہ محبوبان الہی، اللہ تعالیٰ کے شریک (من دون اللہ) نہیں ہوتے، بلکہ اس کی قدرتوں کے (بازن اللہ) مظہر ہوتے ہیں، جیسے سلیمان علیہ السلام ملکہ بلقیس کو بظاہر اپنی اور باطناً اس قدر وقادر ذات کی قدرت دکھانا چاہتے تھے۔ اس کی قدرت کا اظہار حضرت آصف بن برخیا سے ہوا۔

خلاصہ بحث یہ ہے، کہ مافوق الاسباب امور میں تصرف کو اللہ تعالیٰ کی صفت خاص قرار دینا، جو کہ غیر اللہ کے لیے محال ہو، اور بزرگوں کے لیے اس کا عقیدہ رکھنے کو شرک کہنا، غلو فی الدین اور خود شرک ہے۔

وہ اس طرح کہ جب قرآن مجید سے یہ صفت عطائی طور پر مقربین خدا کے لیے بھی ثابت ہے۔ تو اس کو خاصہ الوہیت کہنا، اور غیر اللہ کے لیے عطائی کے اعتقاد کو بھی شرک کہنا،۔۔۔ اللہ والوں کو خود اللہ تعالیٰ کا شریک ثابت کرنا ہے۔

جس طرح اللہ کی صفت کو مخلوق کے لیے ثابت کرنا شرک ہے، اسی طرح مخلوق کی صفت اللہ کے لیے ثابت کرنا بھی شرک ہے۔



شرک کی اسی قسم کے دو عمل فرمایا: سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔

نبرد کائنات غلام کی ظاہری حیات پاک کے بھی متحدہ واقعات ہیں، کہ آپ نے صحابہ کرام کی مافوق الاسباب امور میں مشکل کشائی فرمائی۔ لعاب وہن سے شفا عطا کرنا، انگلیوں سے چشمے جاری کرنا، وغیرہ۔ (احمد رضا، مافوق الاسباب تصرفات عظمیٰ حضرت شدہ کا وسیلہ، اور "اسماعیل دہلوی کی صراط مستقیم" عنوان ملاحظہ کریں)

وہابی مولویوں کے مافوق الاسباب تصرفات:

مشہور غیر مقلد مصنف، عبدالحمید سوہدروی نے اپنے وہابی شاگردوں کی صحبت اور تصرفات کو بیان کرنے کے لیے ایک مکمل کتاب لکھی: "کائنات العجیبہ" جس سے صرف چند کرامتیں مختصراً بطور نمونہ لکھتے ہیں۔

مولوی عبداللہ غزنوی نے اپنے ایک خادم کی حاجت دہلی کرتے ہوئے کئی میلوں پر بیٹھے ہوئے، کرامت کے ذریعے سرکاری دفتر سے ایک چٹھی قاصد کر کے اپنے ہاں حاضر کر لی۔ (کائنات العجیبہ ص ۱۵)

مولوی غلام رسول قلعوی نے ایک مقام کے استعار پر کہ کئی سالوں سے اس کا بیٹا گم شدہ ہے، جس کا کوئی اند پتہ نہیں، کئی سالوں سے پلی میں حاضر کروایا، جو اس وقت سکھر میں تھا۔ (ص ۱۵)

مولوی عبدالرحمن لکھوی کے متعلق ایک مہذب نے جو عطا رہا تھا ایک زمیندار کو مہذبہ جس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، کہ لکھوی کی جاادہ زینتہ ار لکھو گیا، مولوی نے دعا کی تو اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ (پہنا: ۱۳)

مولوی عبدالرحمن لکھوی ایک مہذب سے ملے گئے، جو گئے روز



مولوی صاحب ابھی ریلوے سٹیشن سے اترے کہ مجذوب کو گھر خبر ہو گئی، فوراً کپڑے منگا کر پہن لیے۔ (ایضاً: ۲۰)

قاضی سلیمان منصور پوری اور ضیاء معصوم شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچے۔ ضیاء معصوم مراقبہ کرنے لگے، قاضی صاحب نے دل میں سوچا کہ ان بزرگوں نے کوئی راز کی بات کہنی ہوگی، مجھے اٹھ جانا چاہیے، یہ سوچ کر جب اٹھنا چاہا، تو حضرت مجدد نے قاضی کا ہاتھ پکڑ لیا، اور فرمایا: سلیمان، ہم تم سے کوئی بات راز میں نہیں کرنا چاہتے۔ راوی کا کہنا کہ قاضی صاحب نے کئی دوستوں کو بتایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ۔۔۔ بیداری کا ہے۔ (ایضاً: ۱۹)

یہی بات ہم کریں تو جھوٹے اور مشرک ٹھہریں!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامت، (کہ آپ نے مدینہ پاک سے لشکر ساریہ کی نہاد میں مشکل کشائی فرمائی)، کا انکار کرنے والے،۔۔۔ معجزہ و کرامت میں انبیاء و اولیاء کو مطلق بے اختیار کہنے والے،۔۔۔ ان کو با اختیار سمجھنے والوں کو مشرک کہنے والے۔ اپنے مولویوں کو اس قدر با اختیار ثابت کر کے بھی توحیدی ہی رہے۔





فوت شدہ وغیرہ سے استمداد کو شرک کہنا خود شرک ہے:

نجدی حضرات ”یا رسول اللہ ﷺ“ وغیرہ پکارنے کی وجہ سے عامۃ المسلمین کو شرک ثابت کرنے کے لیے، اپنے خود تراشے نجدی دین کے مطابق، فوت شدہ، غائب اور دور والے سے مدد چاہنے کو شرک کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلو اور جہالت ہے۔ کیوں کہ استعانت و امداد کی اس صورت کو شرک کہنا، گویا خدا تعالیٰ کو فوت شدہ، دور ہو نیوالا ماننا، اور خدا تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا انکار کرنا ہے۔

✽..... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”فانکم لا تدعون الصم ولا غایبا، تدعون سمیعا بصیرا قریبا“، کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، بلکہ سننے، دیکھنے اور قریب والے کو پکارتے ہو۔ (بخاری، کتاب التوحید)

جب منکرین نے وسیلے کا مطلقاً انکار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ (ق: ۱۶) لیکن مسلمانوں کو شرک بناتے وقت یہ بھول جاتے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ دور والے سے استمداد شرک ہے۔

خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ”الحی القيوم“ ہے، منکر کہتے ہیں فوت شدہ سے استمداد شرک ہے۔ حالانکہ اگر بالفرض شرک ہو بھی، تو وہ زندہ سے استمداد شرک ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تو ”الحی“ ہے،۔۔۔۔۔ ”میت“ نہیں۔

تو جب زندہ سے مدد چاہنا شرک نہیں، تو فوت شدہ سے مدد مانگنا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔



اہلسنت پر یہ بہتان بھی باندھا: ”مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر

انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں۔“ (ص: ۶۷۳)

منکرین جواب دیں کہ بندوں کی صفات کو خدا تعالیٰ کے لیے کون ثابت کرتا

ہے؟۔۔۔ وہ کہ اہلسنت؟

وحید الزماں حیدر آبادی نے بھی اپنے ہم جماعتیوں کو یہی بات سمجھانے کی

کوشش کی تھی کہ: فوت شدہ سے مدد مانگنا، اس کو زندہ کا شریک بنانا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ

کا۔ (بدیۃ السہدی: ۱۷)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: خدا تعالیٰ غائب نہیں (عالم الغیب)

ہے۔۔۔ مگر منکر کہتے ہیں کہ غیب کو پکارنا شرک ہے۔

شرک کی حقیقت برابری پر ہے، مشرک خود اعتراف کریں گے: ”اذ نسو بکم

برب العالمین“، کہ ہم تمہیں (بتوں کو) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

(الشعرا: ۹۸، انعام: ۱، بقرہ: ۲۲)

تو جب یہ صفات (فوت اور دور ہونا وغیرہ) خدا تعالیٰ کی ہیں ہی نہیں، تو پھر

برابری کیسے ہوئی؟۔۔۔ اور جب برابری نہ ہوئی تو پھر شرک کیسے ہوا؟

ع خدا جب دین لیتا ہے، حماقت آہی جاتی ہے!

معلوم ہوا کہ منکرین کا یہ اصول اور فارمولا کہ ”فوت شدہ، دور والے

اور غائب سے مدد مانگنا شرک ہے“،۔۔۔ ان کی حماقت اور بدعت پر مبنی ہے، جس کی

کوئی دلیل نہیں۔ اور ان کے شرک کے سارے فتوے خاک میں ملانے کے لیے، امام

اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہی کافی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اس شعر کے سامنے



منکرین کے منہ میں زباں نہیں۔۔۔ نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں۔

اور مبتدعین قیامت تک جواب نہ دیں سکیں گے، انشاء اللہ!، وہ شعر یہ ہے۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں

مردود یہ مراد کس آیت، خبر کی ہے؟

لکھا: امام ابن کثیر فرماتے ہیں: ”ونحن اقرب الیہ من جبل الورد“ کہ اس سے

مراد فرشتے ہیں، جو رگ جان سے بھی قریب ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۶۶)

ہم کہتے ہیں اگر فرشتوں کے متعلق یہ عقیدہ شرک نہیں، تو اگر امتی رحمۃ

اللعالمین ﷺ کو ”النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم“۔ (احزاب: ۶) جان سے بھی

زیادہ قریب، اپنے حال سے باخبر جانے، تو کیسے شرک ہو سکتا ہے؟

(مزید: ”تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث“، اور ”دعا و پکار“ عنوان دیکھیے)



عنوان: ۲۲

داتا، غریب نواز وغیرہ کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں:

لکھا: ”داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز اور بابا فرید گنج شکر کے معبود، مشکل کشا و گنج

بخش ہونے کی کوئی دلیل ان لوگوں کے پاس نہیں، یہ سب نام اپنے تجویز کردہ اور خود ساختہ

ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۶۵۱، ۴۳۱)

کاش کہ صالحین کے متعلق اپنے ثبوت باطن کے اظہار کی بجائے، قرآن پاک

کے ان مقامات (اعراف: ۷۱، یوسف: ۴۰) پر بھی اپنے امام ابن کثیر (اور دیگر سلفی مفسرین) کی

تفسیر قبول کی ہوتی، (جو ”سعودی تفسیر“ کا بنیادی ماخذ ہے) کیوں کہ ان آیات میں بتوں



کے پوجاریوں مشرکوں کے، بتوں کے گھرے ہوئے ناموں اور القابات کی تردید و مزمت مقصود ہے۔ یعنی ایسی آیات مشرکوں اور بتوں کے متعلق ہیں، نہ کہ مسلمانوں اور ان میں مشہور صالحین کے نام والقاب کے متعلق۔

ہم پوری نجدی برادری سے مطالبہ کرتے ہیں: کہ اگر مسلمانوں میں صالحین کے معروف القاب کی کوئی دلیل و سند نہیں۔ تو پھر محمد بن عبدالوہاب، ابن تیمیہ، ابن قیم، اسماعیل دہلوی، ثناء اللہ وغیرہ کے شیخ الاسلام، مجدد الف ثانی، مجدد الدعوة، علامہ مولانا مفتی، حافظ، فضیلۃ الشیخ۔

اور سعودی (زندہ، مردہ) حکمرانوں کو "السَّيْلِك" (جیسا کہ غلاف و دروازہ کعبہ شریف، حرمین شریفین کی تعمیرات پر جا بجا اور سعودی کرنسی وغیرہ پر لکھا ہوا ہے) اور "یزید" کو "رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ"، (جیسا کہ ذاکر نائیک اور باقی نجدیوں کا مسلک ہے) کہنے کی تمہارے پاس کون سی سند و دلیل ہے؟۔۔۔۔۔ ما ہو جوابکم لہو جوابنا!

قارئین کے لیے حیرت کی بات ہے کہ ان کے مردے بھی والی ہیں۔

لکھا: سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۹۳)

نجدی مفسر نے صالحین کو اہلسنت کا "معبود" (الہ) بھی لکھا ہے جو قطعاً جھوٹ اور بکواس ہے۔

اسی طرح عام طور پر وہابی مولوی اپنی تقریروں میں "الہ" (معبود) کی تشریح اس طرح کرتے ہیں: "لا الہ الا اللہ"، کوئی داتا نہیں، الا اللہ۔۔۔ کوئی غوث اعظم نہیں، الا اللہ۔۔۔ کوئی گنج بخش نہیں، الا اللہ۔۔۔ کوئی غریب نواز نہیں، الا اللہ۔۔۔ کوئی پکار کے لائق نہیں، الا اللہ وغیرہ۔



”اللہ“ کے یہ معنی و تشریح کرنا گویا، ”اولیا اللہ“ کو ”عدو اللہ“، اور ”حزب اللہ“ کو ”حزب الشیطان“ ثابت کرنے کی خبیث لعنتی کوشش، اور خدا تعالیٰ اور صالحین کی شان میں کمال بے ادبی، غلو اور افترا ہے۔

اور دنیا کی کسی لغت میں، (سوائے وہابیوں کی لغت کے) ”اللہ“ کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں۔ (مزید ”الوہیت“ عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

یہ بھی خوب یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں، اپنی طرف سے اضافہ کرنا، جیسا کہ نجدی لوگ داتا، گنج بخش، غریب نواز وغیرہ ناموں کو اللہ تعالیٰ کے نام بتاتے ہیں، ”الحاد فی الاسماء“ کی ایک صورت ہے، جس کی (اعراف: ۱۸۰، اور سعودی تفسیر: ۳۶۹ پر بھی) مذمت کی گئی ہے۔

اسی لیے ہمیں خدا تعالیٰ کے وہی نام ذکر کرنے کی اجازت ہے، جو قرآن و سنت میں مذکور ہوئے ہیں۔

اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے بعض صفاتی ناموں کا مفہوم، داتا، غریب نواز وغیرہ بنتا ہے، مگر یہ اسماء قرآن و حدیث میں خدا تعالیٰ کے لیے مذکور نہیں ہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر نام فارسی و ہندی وغیرہ زبان کے ہیں، مثلاً داتا، گنج بخش وغیرہ۔

اور جو اسماء الحسنیٰ شریف میں مذکور ہیں، ان کو وہابی اپنے بڑوں کے لیے بلا دھڑک بولتے رہتے ہیں، مگر شرک کا ذرا بھی وہم نہیں گزرتا۔ (تفصیل آگے آئے گی)

حتی الامکان ”عرف عام“ کا لحاظ ضروری ہے:



عرف عام (عوام کی زبان) میں یہ القاب صرف بزرگان دین کے لیے مشہور و معروف ہیں۔ عرف عام، اور عوام کے جائز نظریات کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ، بلا دلیل مسلمانوں سے بدگمان ہونا گناہ کبیرہ، اور فتنہ و انتشار کا سبب ہے۔۔۔ الفتنۃ اشد من القتل!

نجدی مفسر نے خود بھی ”عرف عام“ کو احکام میں معتبر تسلیم کیا، لکھتا ہے:

”عرف عام میں قسم تاکید اور شک کو دور کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں قسم اسی شک کو دور کرنے کے لیے کھائی ہے۔۔۔ الخ“۔ (ص: ۱۲۵، ۱۲۵)

لہذا عوام میں صرف بزرگوں کے مشہور و معروف، وہ بھی فارسی و ہندی زبان کے القاب کو اللہ تعالیٰ کے مخصوص صفاتی نام قرار دے کر، صالحین کو اہل سنت کا ”معبود“، اور ان کو مشرک اور ان کا پجاری کہنا، ظلم عظیم اور الحاد فی الاسماء ہے۔

### وہابیوں کا شرک فی الصفات:

مخالفین کے لیے شرم کی بات ہے، کہ خدا تعالیٰ کے جو صفاتی نام قرآن و حدیث میں مذکور ہیں، مثلاً ”الملك“ (طہ: ۱۱۳، مومنون: ۱۱۶، حشر: ۲۳، الناس: ۲)۔

”مولانا“ (بقرہ: ۲۸۶، توبہ: ۵۱)۔ ”علام“ (مائدہ: ۱۰۹، ۱۱۶) اور اسی طرح حافظ، عالم، حکیم، وکیل، غنی وغیرہ ان سارے ناموں کو یہ لوگ اپنے حکمرانوں اور مولویوں کے لیے سر عام بولتے ہیں، مگر پھر بھی مشرک نہیں ہوتے، اور نہ کبھی شرک کا گمان گزرتا ہے۔

اسی سعودی قرآن کے پہلے صفحات پر مردہ ”شاہ فہد“ کو کئی مرتبہ ”الملك“ لکھا گیا۔ حالانکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”انا الملك ابن ملوک الارض“،



”میں بادشاہ ہوں، آج دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں؟“۔ (بخاری شریف)

نہ جانے اس وقت یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟

سعودی قرآن کے مقدمہ میں اس کے مترجم، جونا گڑھی اور مفسر، صلاح

الدین کو ”مولانا“ لکھا گیا۔

قرآن کریم میں فتویٰ دینے کا ذکر خدا تعالیٰ کے لیے آیا ہے۔ (انعام: ۱۱۲)

باوجود اس کے یہ لوگ ”ابن باز“ کو مرنے کے بعد بھی صرف مفتی نہیں، بلکہ مفتی اعظم لکھتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں اگر غیر اللہ کو داتا، گنج بخش، غریب نواز کہنا شرک ہے، حالانکہ

قرآن وحدیث میں ان ناموں کا ذکر تک نہیں ہے۔ تو جن اسماء کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے

لیے قرآن میں بیان فرمایا، الملک، مولانا، علام، عالم، حافظ، حکیم، وکیل وغیرہ تو ایسے

ناموں کو غیر اللہ کے لیے بولنا بطریق اولیٰ شرک ہونا چاہیے؟۔

یا پھر مانو کہ ہمارے پاس دو شریعتیں ہیں، ایک عام مسلمانوں کو شرک بنانے

کے لیے۔ اور دوسری اپنے حکمرانوں ومولویوں کی کبریائی بیان کرنے کے لیے۔

اہلسنت، اللہ والوں کی تعظیم وعظمت کے اظہار کے لیے کچھ بھی کریں، وہ تو ہر

صورت شرک وبدعت ہے۔ لیکن تم اپنے بڑوں، کعبۃ اللہ، صفا مروہ (سال میں دو مرتبہ

عرق گلاب وعطر سے غسل دینا) وغیرہ کی تعظیم کے لیے جو چاہے کرو، سب جائز، کار

ثواب، توحید اور سنت ہے۔

عداوت و بغض کی حد ہے کہ وصال یافتہ صالحین کو مردہ، بے بس، بے حیثیت

کہتے ہیں۔ جبکہ اپنے مردوں کو بھی الملک، مولانا، مفتی اعظم لکھتے ہیں، اور ان کے



مردے بھی والی ہیں۔ لکھا: سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۹۳)

حقیقی و مجازی صفات کی تقسیم: (شرک و ہابیہ)

یہ لوگ صفات میں حقیقی و مجازی، عطائی و ذاتی کی تقسیم کو شرکانہ فعل قرار دیتے ہیں۔ اللہ والوں کے لیے مجازی و عطائی صفات و اختیار ثابت کرنا بھی شرک کہتے ہیں۔

(تقویۃ الایمان: ۳۲، ۳۵، نعمانی کتب خانہ، وغیرہ)

اسماعیل دہلوی نے لکھا: ”کسی بزرگ کو حقیقتہً نخی اور جواد نہیں کہا جاسکتا۔“

(صراط مستقیم: ۳۹)

یعنی مجازاً جواد کہا جاسکتا ہے۔۔۔ یہ لکھ کر اپنے ہی فتویٰ سے شرک ٹھہرا۔

اسی سعودی قرآن کے مترجم جو ناگڑھی نے خدا تعالیٰ کی صفت ”الملك“ کا

ترجمہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے بادشاہ ہونے کے ساتھ ”حقیقی“ کی قید لگائی۔

(طہ: ۱۱۳، ص: ۸۷۶)

وہ لیے کہ یہ سعودی اپنے زندہ و مردہ حکمرانوں کو بھی ”الملك“ کہتے ہیں، تو

”بادشاہ“ کے ساتھ ”حقیقی“ کی قید لگانے کا مقصد یہ تھا کہ ”شاہ فہد“ وغیرہ کو ”الملك“

لکھنا شرک نہیں، کیونکہ خدا تعالیٰ حقیقی طور پر ”الملك“ ہے، جبکہ ہمارے یہ حکمران مجازی

الملك ہیں۔

یہ ہے ان لوگوں کی توحید کی حقیقت، اور صالحین دشمنی، کہ جب اپنوں کی باری

آئے تو تاویلات اور توجیہات کی گنجائش نکال لیتے ہیں۔ لیکن جب محبوبان خدا کی

عظمت کی بات آتی ہے، تو وہاں بغیر کسی گنجائش، تا مل اور سوچ و بچار کے فوراً شرک کا







ہم پوچھتے ہیں، کہ ان ہستیوں کو اکبر،۔۔۔ اعظم۔۔۔ اور غنی۔۔۔ کہنے کی کون سی دلیل ہے؟

یعنی کس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو ”صدیق اکبر“ کہا ہو،۔۔۔ حضرت عمر کو ”فاروق اعظم“ کہا ہو،۔۔۔ اور حضرت عثمان کو غنی کہا ہو۔ حالانکہ ”اکبر“ اور ”عظیم“ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اور ”اعظم“ کا معنی ہے بہت بڑا۔۔۔ ”غنی“ بھی اللہ کی صفت ہے۔

لیکن کسی منکر کو خطرہ نہیں گزرتا کہ شرک ہو جائے گا۔ ابھی اسماعیل دہلوی کا فتویٰ گزرا کہ: ”کسی بزرگ کو حقیقۂ سخی اور جواد نہیں کہا جاسکتا“۔ (مراط مستقیم: ۳۹)

القاب اولیاء کا مفہوم، اور وجاہت و عظمت:

اس حقیقت کا کسی کو انکار نہیں، کہ حقیقی و ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی خزانوں کا مالک، دینے والا، نوازنے والا، مشکل کشائی کرنے والا ہے، لہذا یہ ایک واضح حقیقت ہے، کہ کوئی جاہل سے جاہل سنی بھی اللہ والوں کے لیے یہ ساری شانیں اور اختیار من دون اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ کے مقابل اور مستقل تسلیم نہیں کرتا، بلکہ باذن اللہ ہی مانتا ہے۔ اور بے سند بھی نہیں، کیونکہ ”مؤمنین صالحین“ کے لیے ان ساری صفات، مثلاً دینے والا، خزانوں والا، خزانے بخشنے والا، مصیبت دور کرنے والا، مشکل آسان کرنے والا وغیرہ، کا مفہوم قرآن و سنت اور مسلمانوں کی گواہی اور شہادت سے ثابت ہیں۔ اور جو بات شرع شریف سے ثابت ہو، اس کو شرک و بدعت کہنا، خود بے دینی



وگمراہی ہے۔ ("دہلوی اور حدیث قدسی" عنوان ملاحظہ کریں)

اللہ والوں کا مشکل کشاء، حاجت روا، دافع بلا، متصرف ہوتا:

اس کے لیے قرآن کریم کے یہ مقامات ملاحظہ کریں۔ (بقرہ: ۶۰، ۶۱، ۸۹، ۲۲۸،

آل عمران: ۸۱، ۳۹، نساء: ۶۳، مائدہ: ۲، ۳۵، ۵۵، انعام: ۷۵، اعراف: ۱۳۳، ۱۵۷، انفال: ۱۲، ۳۳، ۶۳،

توبہ: ۸۳، یوسف: ۹۳، ۹۴، ۹۶، حج: ۲۷، الانبیاء: ۱۰۷، بحدہ: ۳، نمل: ۱۹، فتح: ۲۵، تحریم: ۴)

اللہ والوں کا داتا، گنج بخش، غریب نواز ہوتا:

اس کے لیے ملاحظہ ہو۔ (بقرہ: ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۵۸، توبہ: ۵۹، ۷۴، اعراف: ۱۲۸، یوسف:

۲۳، ۵۰، ۵۲، ۵۶، ۷۶، ۷۷، کھف: ۷۹، ۸۲، انبیاء: ۱۰۵، مریم: ۱۹، نمل: ۱۶، ۳۳، ۷۷، ص: ۲۰، ۲۶،

۳۵، زخرف: ۵۱)

خود لکھا: "مددگار جو مصیبت میں کام آئے"۔ (سودی تفسیر: ۹۱۴، ۱۳۳۲)

اور لکھا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا کوئی خاص مددگار ہوتا ہے، میرا

خاص مددگار زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)۔ (ص: ۱۳۸)

(تفصیل کے لیے: "شُرک کیا ہے؟ اور شرک کون؟" از مناظر اسلام علامہ غلام مرتضیٰ ساقی

مجددی، ادیبی بک شال، ملاحظہ فرمائیں)

اللہ والوں کی وجاہت و قدرت: (احادیث مبارکہ)

..... حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:۔۔۔ ایک مرتبہ آپ

ﷺ نے فرمایا: "سل"، یعنی جو جی میں آئے مانگ لے!

میں نے عرض کی: کہ جنت کی رفاقت مانگتا ہوں؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا

:"او غیر ذالک"، اس کے سوا اور کچھ!، میں نے عرض کی یہی کافی ہے؟



آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر کثرت سجود سے، اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

(مسلم، کتاب الصلوٰۃ، ۲۳۵، ۱۱۶۶)

علامہ سنوسی مالکی، ملا علی قاری، عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے اس حدیث پاک سے یہ استدلال کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا آپ ﷺ کو (بشرط موافقت تقدیر) مختار بنا دیا ہے۔

(مکمل اکمال المعلم: ۲/۳۱۱، مرقاۃ: ۲/۳۲۳، لمعات: ۱/۳۹۶، ۱۷۲/۱)

ورنہ نہ ہی آپ ﷺ حضرت ربیعہ سے مطلق (بلا کسی قید کے) فرماتے: ”کہ جو چاہے مانگ لے“۔ اور اگر صحابی نے آخرت کی عظیم نعمت مانگ ہی لی تھی، اور آپ ﷺ کو بقول وہابیوں کے کچھ اختیار نہ تھا۔ تو خبردار فرمادیتے کہ یہ کیا مانگ رہے ہو، میں تو بے اختیار ہوں، کو دنیا کی کوئی عام چیز مانگ لو۔

جبکہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صرف مبلغ تھے اور بس، آپ ﷺ کے پاس اس سے زیادہ اختیارات نہیں تھے۔ (سعودی تفسیر: ملخصاً: ۳۸۱)

اسی مفہوم کو ہم اہلسنت آپ ﷺ کے لیے ”مختار کل“ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو احکام اور باقی مخلوقات میں (ساری مخلوق سے زیادہ) تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے، جس پر متعدد دیگر دلائل بھی گواہ ہیں، جو ”حضور مالک و مختار ہیں“، از علامہ ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی دام ظلہ۔ ”نور انیت و حاکیت“، از علامہ کاشف اقبال رضوی دام اقبالہ، وغیرہ کتب اہل سنت میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

۔ خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا  
دونوں جہاں ہیں آپ کے، قبضہ و اختیار میں



..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تقسیم کرنے والا، اور خزانے جمع کرنے والا

ہوں، اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ (بخاری: کتاب الجہاد)

..... فرمایا: ”پس تمہیں اللہ اور اس کا رسول کافی ہیں۔“

(طبرانی کبیر: ۱۷۰۲۲، مجمع الزوائد: ۷/۳۵۰)

..... فرمایا: اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔

(بخاری: ۵۰۸۱، مسلم: ۷/۲۵۰)

..... فرمایا: یعنی زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

(بخاری: ۵۰۸۱)

..... زمین اللہ کے نیک بندوں کی وصالت ہے۔ (ابراہیم: ۷۸)

(مزید: ”چند آیات من دون اللہ“ کی وضاحت ”حوان کے تحت آیت: ”مَنْ مَّالًا مَّالًا“ ملاحظہ کریں)

مزید آیات واحادیث مبارکہ:

اولیاء اللہ، اور ان کے آستانے، ان کے روحانی نمونے، ان کے سرچشمہ اور  
خزن ہوتی ہیں۔ فرمایا: ”ملاؤ کھانا حویلہ“ اس (سہولت) کے لئے کہ وہ کھانے  
رہیں ہیں۔ (نبی اسرائیل: ۱۱)

سعودی مفسر نے لکھا: ”یہ علاقہ قدرتی نعمتوں کی کثرت اور ان کے کھانے کے لئے  
ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لیے اسے بابرکت قرار دیا گیا ہے۔“ (ص: ۷۶)

امام قرطبی نے لکھا: اس مسجد کے ارد گرد انبیاء کرام اور اولیاء عظام دفن ہوئے  
ان کے مقابر و محرابات کی بدولت وہ جگہ کثرت کی امین ہو گئی۔ (عمر قرطبی: ۱/۱۰۰)

..... اس لیے اللہ رب العزت نے (میرا لہو ہے) اس کی نسبت اس کے لئے



فرمایا ہے۔ (توبہ: ۱۱۹)

..... انہیں کے ساتھ موت مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ (آل عمران: ۱۹۳)

..... کیونکہ اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (بقرہ: ۱۹۳)

..... ان کی بیماری، بھوک اور پیاس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ (مسلم: ۳۱۸/۲)

..... اور اس کی رحمت بھی ان کے قریب ہوتی ہے۔ (اعراف: ۵۶)

..... یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف جانے والا، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا ہوتا

ہے۔ (مسلم: کتاب التوبہ)

..... ان کی مجلس میں حاضر ہونے والا، اگر بد بخت بھی ہو تو خوش بخت ہو

جاتا ہے۔ (بخاری: کتاب الدعوات)

..... سو آدمیوں کا قاتل ان کے قرب میں توبہ کرنے کے ارادے سے، ان کی

طرف چل پڑا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے بہانہ بنا کر بخش دیا۔ (مسلم: کتاب التوبہ)

جس سے ان کے قرب، معیت اور آستانوں کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

..... ان کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی ہے۔

(ابن ماجہ: کتاب المساجد، بخاری: کتاب الاستسقاء)

..... کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں، تو وہ انہیں ضرور عطا فرماتا ہے۔

(بخاری: کتاب الادب) چاہے وصال یافتہ ہی کیوں نہ ہوں۔

..... اور اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں، تو ضرور پوری کر دی جاتی ہے۔

(بخاری: کتاب الصلح)

..... ان کی دعاؤں سے مردے بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ: ۶/۲۹۲)



..... ان کے رقعہ سے رکے دریا جاری ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر قرطبی: ۱۰۳/۳، ابن کثیر: ۳۶۵/۳، کبیر: ۸۸/۲۱)

..... انہیں کے صدقے بادل برستے ہیں، فتح ملتی ہے، عذاب دور ہوتے ہیں،

رزق ملتا ہے۔ (مسند احمد: ۱۲۲/۱، طبرانی کبیر: ۶۳/۱۰، ۶۵/۱۸، مجمع الزوائد: ۶۳/۱۰)

..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ہمیشہ تیس (۳۰) آدمی (ابدال و

غوث) رہیں گے جن کے صدقے یہ زمین قائم رہے گی، انہیں کے تصدق سے تم پر

بارش برسائی جاتی ہے، اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (مجمع الزوائد: ۶۳/۱۰، قال ابن کثیر: رجالہ رجال الصبح،

سیر اعلام النبلاء: ۵۷۴/۳، تہذیب الکمال: ۱۰۹/۶، تفسیر ابن کثیر: ۳۰۴/۳، نوادر الاصول: ۹۷/۲، المستطاب فی الاصابہ:

۵۵۰/۶، مسند فردوس: ۸۳/۲، کشف الخفاء: ۲۷/۲، عون المعبود: ۱۵۸/۸، از عظیم آبادی وہابی)

اگر اعلیٰ حضرت نے یہ کہہ دیا کہ: ”بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ

سکتے۔“ (ملفوظات، حصہ اول)۔۔۔ تو کیا وہابیوں کی طرح بلا دلیل کہا؟۔۔۔ وہابی اس

پر اپنی جہالت، عداوت اور شقاوت سے خواہ مخواہ جیسے بچیں ہوتے ہیں۔

..... ان سے دشمنی کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

(بخاری: کتاب الادب)

..... کیا ایک مسلمان پر یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی ہر طرح

سے مدد کرے، اس کا حاجت روا، مشکل کشا، داتا اور غوث بنے؟۔ (بخاری: ۳۳۰/۱،

مسلم: ۳۳۵/۲، حلیۃ الاولیاء: ۲۲۵/۳، معجم الکبیر: ۳۵۸/۱۲، ۲۱۷/۱۰، ۱۱۷/۱۷، مسند مہاب: ۱۱۷/۲، ۱۱۷/۲، ترغیب: ۳/

۲۶۲، مجمع الزوائد: ۱۹۲/۸، ۱۳۲/۱۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۷۷/۹، مسند الفردوس: ۳۳۰/۱)

..... اللہ تعالیٰ نے ان کو خدائی کی حاجت روائی کے لیے خاص فرما دیا ہے۔ (حلیۃ

الاولیاء: ۲۲۵/۳، طبرانی کبیر: ۳۵۸/۱۲، مسند مہاب: ۱۱۷/۲، ۱۱۷/۲، مجمع الزوائد: ۱۹۲/۸)



● — قیامت کے دن بھی ان کا ادب ان کی محبت، ان کی سنگت کام آئے گی، وہاں بھی یہ ”باذن اللہ“ دھگیری کرتے ہوئے (یعنی ہاتھ تھام کر)، اپنے غلاموں کو دوزخ سے بھی نکال کر اپنے ساتھ جنت میں لے کر جائیں گے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۵۷، ۷۸۷، ۶، ۴۱۰، طبرانی اوسط: ۴/۳، ترفیہ: ۴۸/۴، مجمع الزوائد: ۳/۱۳۲، ۱۰/۴۸۴، ابن ماجہ: کتاب الادب، شعب الادب: ۴۵۴/۱، ابداۃ: ۱۰/۴۷۱)

•۔۔۔ ان کو آئندہ ہونے والے کئی کاموں کا بعض دفعہ الہام ہو جاتا ہے، اور ان کے اجسام قبر میں سلامت رہتے ہیں۔ (بخاری: کتاب الجنائز)

●۔۔۔۔۔ ان کو قبروں میں تلاوت قرآن کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔

(ترغی کتاب التفسیر، تفسیر قرطبی: ۲۰۵/۱۸، تفسیر ابن کثیر: ۳۹۶/۴)

❖۔۔۔ وصال کے بعد کلام بھی کرتے ہیں، جیسے زید بن خارجه رضی اللہ عنہ نے  
کی۔ (تاریخ کبیر لکھنوی: ۱/۳۳۶)

●..... جائے دفن کی بھی خبر ہو جاتی ہے۔

(طبرانی کبیر: ۷۸۱، الاستیعاب: ۳۷۳، التہذیب الکمال: ۱۹/۴۵۷)

❁..... ان کی محبت کو آسمانوں سے نازل کر کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے۔ ان کو زمین کی مخلوق میں مقبول اور محبوب بنانے کا، جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے خصوصی انتظام و اہتمام کیا جاتا ہے۔ (بخاری کتاب بہ الخلق)

❁..... یہ اپنے فہم و فراست سے انسانوں کی باطنی کیفیات کو بھی بھانپ لیتے

جیں۔ (طبرانی اوسط ۴۰۷۳، مسند مصاب ۱۱۶۴، مسند فردوس ۱۸۳۱، میزان الامتہ ال ۵۹۲، تفسیر ابن کثیر ۵۵۶۴)



کبھی ان کو اس کی بھی خبر ہو جاتی ہے کہ ماں کے پیٹ میں بیٹا ہے یا بیٹی۔ (موطا امام مالک: وغیرہ)

ان کو اللہ جل و علیٰ کا اتنا قرب حاصل ہوتا ہے، کہ ان کی سماعت، بصارت وغیرہ میں اللہ کا نور جلال شامل ہوتا ہے۔ (منہوم، بخاری: کتاب الادب)

اسی وجہ سے یہ دور و نزدیک سے سُن اور دیکھ لیتے ہیں۔ جیسے آصف بن برخیا نے شام سے یمن کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے نہاوند کو دیکھ لیا۔

(تفسیر کبیر: ۲۱/۸، دلائل النبوة للبیہقی: ۱/۲۱۷)

دنیا میں رہتے ہوئے ان کو جنت میں گھر دیکھا دیا جاتا ہے۔

(مصدرک للہی کم: ۲/۵۳۸، مسند علی: ۱/۳۱۷)

مسلمانوں کی ولایت و موالات کا یہ رشتہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لنحن اولیاءکم فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة، ہم تمہارے دوست ہیں، دنیا اور آخرت کی زندگی میں۔ (م اسجد: ۳۱)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

من كنت مولاه فهذا علی مولاه۔۔۔ "جس کا میں مولا (محبوب و مددگار)

ہوں، اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہیں۔" (ترمذی، باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

مزید فرمایا: علی منی والامنہ و هو ولی کل مؤمن من بعدی، "علی مجھ سے

ہے اور میں علی سے ہوں، اور وہ میرے بعد بھی، ہر مومن کا ولی ہوگا۔" (ایضاً)

اللہ کریم کا ارشاد ہے: "فان الله هو مولاہ و جبریل و صالح المؤمن



الخ، ان کا مددگار تو اللہ تعالیٰ، جبریل، نیک مومن ہیں۔ (تحریم: ۴)

سعودی مفسر نے: "لبس المولیٰ"۔۔۔۔۔ (ج: ۱۳) کی تفسیر میں لکھا: "مولا" کے معنی ولی اور مددگار کے ہیں۔۔۔۔۔ مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے، جو مصیبت کے وقت کام آئے۔ (ص: ۹۱۳)

منکرین بتائیں! کہ وہ بھی حضرت علی شیر خدا کو اپنا "مولا" مانتے ہیں یا نہیں؟۔۔۔ اور "مولا" کے معنی خود "مددگار" کے کیے ہیں۔

اب یا تو علی المرتضیٰ کو اپنا مددگار مانیں، یا پھر اپنے کو مومنین کی صف سے خارج سمجھیں!۔۔۔ وہ کیا خارج جانیں گے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بدعتیہ کیوں کی وجہ سے، ان کو پہلے ہی دین سے خارج فرما دیا تھا۔ (بخاری: کتاب المغازی)

..... علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ رسول اللہ ﷺ اور علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں آکر فرمایا: وعظ کیونکہ نہیں کرتے؟۔۔۔ عرض کی کہ زبان و ذہن میں رکاوٹ ہے۔ تو انہوں نے منہ میں لعاب دہن ڈال کر، مشکل کشائی فرمائی دی، جس سے ان کے سینے سے زبان پر علم و حکمت کے چشمے جاری ہو گئے۔ (روح المعانی: ۵۱/۲۲)

..... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ "ناد علی" کا وظیفہ کرتے تھے۔

(ملاحظہ کریں عنوان "کیا خود درود سماعت فرمانے کا عقیدہ فاسد ہے؟")

..... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسامیل دہلوی کے عم محترم) لکھتے ہیں: حضرت علی اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں، اور نگوئی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ مانتے ہیں۔ (تختہ اشاعرہ: ۳۹۶)



## تضادات وہابیہ:

۱: ایک طرف لکھا: ”مولا“ کے معنی، بولی اور مددگار کے ہیں۔۔۔ مددگار وہ ہوتا ہے جو مصیبت میں کام آئے (یعنی قیامت کو کافروں کی ولایت کام نہ آئے گی)۔ (سودی تفسیر: ۹۱۳)

ایک جگہ: ”مولیٰ“، کے معنی ”مددگار“ کیے۔ (ص: ۱۳۳۲)

مزید لکھا: مومنین بھی مددگار ہیں۔ (ص: ۱۵۹۹)

جبکہ دوسری طرف لکھا: ”کیونکہ اس (اللہ) کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا ہے

ی نہیں“۔ (ص: ۱۵۸۸، ۵۷۱، ۳۲۰) کیا مشکل کشائی اور مددگاری دونوں متضاد چیزیں ہیں؟

۲: ایک طرف لکھا: ”اگر کسی کو اختیار حاصل ہے، تو وہ عطائی اور عارضی ہے۔“

(سودی تفسیر: ۱۵۸۳)

اسماعیل دہلوی نے بالکل ہی مجبور لکھ دیا: ”جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے، وہ کسی چیز کا مختار

نہیں“۔ (تقویۃ الایمان: ۴۷)

دونوں میں سے کون جھوٹا ہے، مقتدی یا امام؟۔۔۔ وہابی فیصلہ کریں!

۳: ایک طرف لکھا: ”بعض کام (مکوینی، یعنی مافوق الاسباب امور میں تصرف)،

بعض دفع بہ اذن الہی فرشتے ہی کرتے ہیں۔ (سودی تفسیر: ۸۲۳)

: ”فالمقتسمات امراً“ (ذاریات: ۴) اور ”فالمحدثات امراً“، (ذاریات: ۵)

کے تحت لکھا: فرشتے، مکوینی (مافوق الاسباب) امور کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔

اور مدد یعنی تدبیر بھی کرتے ہیں۔ (ص: ۱۴۷۲، ۱۶۷۹)

جبکہ دوسری طرف جھوٹ لکھا: ”کسی کے پاس تصرف کا ادنیٰ سا بھی اختیار نہیں۔“

(ص: ۱۴۰۶، ۳۳۶)



اور جھوٹ لکھا: ”وہ بغیر کسی کی مشارکت کے ان کی حفاظت اور تدبیر کر رہا ہے۔“

(ص: ۱۳۰۵، ۱۳۰۹)

۴: نجدی مفسر نے ایک جگہ لکھا: کہ معاملہ اب طبیعوں کے ہاتھ میں نہیں رہا۔

(ص: ۱۷۰۵)

دوسری طرف لکھ دیا: اور تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ (ص: ۳۶۰)



باب: ۲۳

### مشہور حدیث قدسی کا صحیح مفہوم:

اپنے خود ساختہ دین کی بنیادوں کی حفاظت کے لیے، سعودی تفسیر میں اس مشہور حدیث قدسی کی تشریح یہ کی گئی، کہ مقام محبوبیت کے بعد، بندہ اپنے اعضاء سے وہی کچھ کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (ص: ۷۴۹)

جبکہ یہ تشریح تحصیل حاصل اور قرآنی تعلیمات اور خود اس حدیث پاک کے ابتدائی الفاظ سے بہت بعید اور متضاد ہے۔ اس حدیث شریف کے شروع میں ہے کہ پہلے جب بندہ فرائض اور نوافل کی پابندی کرتا ہے، یعنی کامل اتباع کرتا ہے، تو پھر جا کر اس کو دو (۲) انعام حاصل ہوتے ہیں۔

ایک محبوبیت کا، اور دوسرا اس کی سماعت اور بصارت کو اپنی سماعت و بصارت کا مظہر بنالیتا ہے، اور اس کی نسبت اپنی طرف فرماتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: فاتبعونی یحبکم اللہ، میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب



بنالے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

یعنی مقام محبوبیت اتباع رسول کریم ﷺ کا ثمرہ ہے۔ مومن کو مقام محبوبیت ملا ہی تب، جب اس نے محبوب خدا ﷺ کی کامل اتباع کی۔

۔ جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ

ایسے ہر طریقت پہ لاکھوں سلام

لہذا اس حدیث قدسی کا یہی مفہوم صحیح ہے، کہ جس بندہ مومن کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ چاہے، اس کو اتباع رسول ﷺ کے انعام کے طور پر دور و نزدیک سے تصرف کرنے کی قدرت دے دیتا ہے۔ جس کی قوی اور بہترین مثال، قرآن کریم میں حضرت آصف بن برخیا کی کرامت ہے۔ (جس کا کچھ بیان آگے آ رہا ہے)

اس حدیث قدسی کا ان ائمہ اسلام نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی، علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ)، علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر

البقاعی (۸۵۵ھ)، ملا علی قاری، شیخ عبدالقادر جیلانی، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد

سرہندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ۔ (تفسیر کبیر: ۹/۲۱، تفسیر روح المعانی: ۱۱/۳۱، سعودی

تفسیر: ۸۱۵، ۲۰۹ پر روح المعانی کے حوالے دیے گئے، نظم الدرر: ۴۲۶/۵، مرقاۃ: ۵/۱۲۱، ۳۱/۳۴۔ مرقاۃ کا سعودی

تفسیر: ۴۶۹ پر حوالہ دیا، فتوح الغیب مقالہ: ۴۰، دفتر دوم، مکتوب: ۱۱، شرح، فتوح الغیب مقالہ: ۴۰)

وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی نے بھی یہی مفہوم بیان کیا۔ (صراط مستقیم)

یہ حدیث قدسی قرآنی واقعے کی تفسیر ہے:

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پاک میں تشریف فرما ہو کر (کئی میل

دور) نہادند میں مصروف جہاد لشکر اسلام کو دیکھ بھی لیا، اور آواز بھی پہنچا دی، اور صورت



حال کے مطابق مشورہ دے کر دوسرے مشکل کشائی فرما دی۔ (احمد بن حنبل فی فضائل صحابہ: ۲۱۰/۱، بیہقی فی دلائل النبوة: ۳۷۰/۶، ابونعیم فی دلائل النبوة: ۲۱۰/۳، تفسیر کبیر: ۸۷/۲۱، مشکوٰۃ: ۴۱/۲، شرح عقائد نسلی: ۱۰۶، حجة الله: ۸۶۰/۲، تاریخ الخلفاء: ۸۵)

مکرین اپنے عقل کی تقلید میں اپنے خود گھڑے عقائد اور اصولوں کے بچاؤ کے لیے، مذکورہ بالا حدیث قدسی کے صحیح مفہوم کی طرح، حضرت عمر کی اس مشہور کرامت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ باوجود قرآن فہمی اور محبت رسول ﷺ کے دعوئے کے، انہیں قرآن مجید کا یہ مشہور واقعہ بھی دیکھائی نہیں دیتا، جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کی قدرت کا بیان ہے کہ انہوں نے سینکڑوں میلوں سے تحت کوڈ یکھ بھی لیا اور پلک جھپکنے سے پہلے حاضر بھی کر دیا۔ (نمل: ۴۰)

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی (۸۵۵ھ) نے آصف بن برخیا کے تصرف کی اسی حدیث قدسی سے توضیح کی ہے۔ (نظم الدرر: ۴۲۶/۵)

یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ جیسے ہمارے نبی ﷺ افضل الرسل، سید الانبیاء ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کی امت کے اولیاء بھی سابقہ امتوں کے اولیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ تو کیا سید الکونین ﷺ کے وزیر معظم، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قدرت و طاقت، سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کی طاقت کے برابر بھی نہیں ہو سکتی؟

کیوں نہیں بلکہ یقیناً اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

۔ کلمہ بھی پڑھیں تیرا رتبے کے بھی ہیں مگر

اقرار کے پردے میں بد بخت مکر تے ہیں



(مزید "اسماعیل دہلوی اور حدیث قدسی کا مفہوم" کا عنوان ملاحظہ کریں)



باب: ۲۴

کیا "سماع موتی"، کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے؟

آیت: "انک لا تسمع الموتی"، آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (نمل: ۸۰) کے تحت لکھا: "قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے، مردے کسی کی بات نہیں سنتے۔ البتہ وہ صورتیں مستغنی ہیں، جہاں سماعت کی صراحت کسی نص سے ثابت ہو۔ جیسے بخاری میں ہے کہ مردہ دفن کرنے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے، یا قلیب بدر کے کافروں کا سننا وغیرہ"۔ (سعودی تفسیر: ۱۰۶۳، ۱۲۲۳، ۱۱۳۹)

چونکہ نجدیوں کی ساری جنگ ہی وصال یافتہ بزرگوں کے ساتھ ہے، ان کی توحید کو سارا خدشہ و خطرہ انہیں سے ہے، ان کے دین میں صرف قوت شدہ ہی کے لیے کوئی قوت ماننا اس کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا اور شرک اکبر ہے۔

اسی لیے شیخ نجدی نے اپنے دین اور مشن کا آغاز حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کی مسامری سے کیا۔

لہذا جو بات بھی ان فوت شدہ حضرات سے تعلق کا سبب بنے، (سماع موتی، فوت شدگان کا وسیلہ، طلب شفاعت، قبرستان میں تلاوت، گنبد، عرس، وغیرہ) اس کو مٹانا توحید جانتے ہیں۔ اور وہ بات ان کے خود ساختہ، ماڈرن اور باطل و حرم میں شرک اکبر سے کم نہیں ہوتی، خواہ اپنے موقف پر ایک بھی صریح نص نہ ہو۔

ہاتوا ہر مالکم ان کنتم صادقین۔۔۔۔۔



اب موضوع کی طرف آتے ہیں۔ نجدی مفسر کا مقصد یہ ہے کہ قرآن نے زندہ کافروں کی مردوں کے ساتھ مثال اس لیے دی، کہ جیسے وہ بالکل نہیں سننے کی طرح ہی یہ زندہ کفار بھی حق نہیں سننے۔

میں کہتا ہوں کہ کفار کے صرف حق نہ سننے سے مردوں کا بالکل نہ سننا کیسے ثابت ہو گیا؟۔۔۔ اور یہ تو قیاس ہے اور وہ بھی بعید۔۔۔ نص نہیں۔ جبکہ ہم سے ہر بات پر نص کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

جیسے لکھا: ”البتہ وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں، جہاں سماعت کی صراحت کسی نص سے ثابت ہو، جیسے بخاری میں ہے کہ مردہ دفن کرنے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے، یا قلیب بدر کے کافروں کا سننا وغیرہ۔“

لہذا مخالفین بھی اہل قبور کے مطلقاً نہ سننے پر نص پیش کریں!

یہ منہ اور مسور کی دال!

اور لکھ یہ دیا کہ: ”قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔“

ہم کہتے ہیں: کہ پہلے اس آیت کو حقیقی مردوں کے لیے تو ثابت کرو! پھر تمہارا یہ دعویٰ بجا ہوگا۔ اور خود تم نے بھی اس آیت سے کفار مراد لیے ہیں، نہ کہ مردے۔

جیسے لکھا: ”یعنی جس طرح مردے فہم و شعور سے عاری ہوتے ہیں، اسی طرح یہ آپ ﷺ کی دعوت کو سمجھنے اور قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۳۹)

اور لکھا: احباء سے مؤمن اور اموات سے کافر یا جاہل مراد ہیں۔“ (ص ۱۲۲۳)

یعنی حقیقی مردے مراد نہیں۔



اسی طرح ان مقامات پر بھی دل کے مردہ یعنی کافر مراد لیے۔ (ص: ۳۸۷، ۱۲۳۳)

اسی حقیقت کا اقرار مردوح وہابیہ مولانا عبدالحی نے بھی کیا ہے، لکھا: کہ قرآن و سنت میں کوئی ایک بھی صریح نص نہیں ہے، جو مردوں کے شعور کی نفی کرے، بلکہ سنن صحیحہ صراحۃً ان چیزوں کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ (شرح وقایہ: ۲/۲۵۳)

یہ لوگ منہ شگافی کرتے وقت یہ احساس بھی نہیں کرتے کہ ہم ایسی بات کر کے امت کی کتنی عظیم ہستیوں، سلف کرام کو مخالف قرآن ثابت کر رہے ہیں۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں حقیقی مردوں کی تو بات ہو ہی نہیں رہی، یہاں تو دل کے مردوں کی بات ہے، کیونکہ قرآن زندوں کے لیے نازل ہو رہا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کو زندوں کو تبلیغ کرنے بھیجا گیا تھا۔

اسی لیے اگلی آیت (نمل: ۸۱) میں اندھوں کا مقابلہ بیناؤں سے نہیں، بلکہ ایمان والوں سے کیا گیا۔ اور کئی بظاہر نابیناؤں نے بھی شرف صحابیت حاصل کیا۔

اسی لیے امام عاشقاں امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا:

۔ اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اس کا کتنا

تم نے تو چلتے پھرتے مردے چلا دیے ہیں

اس کی وضاحت قرآن کریم نے اس آیت میں کی، ”فانہا لا تعی الابصار

ولکن تعی القلوب التي فی الصدور“، ”بات اصل یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی

نہیں ہوتیں، بلکہ دل (بھی) اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“ (ج: ۴۶)

اسی طرح، ”ختم اللہ علی قلوبہم“ اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دیں، ان کے



دلوں پر۔ (بقرہ: ۷)

ایک جگہ کسی مسئلے کے بارے لکھا: ”قرآن کا سیاق اس (مفہوم) کی تائید نہیں

کرتا۔“ (سعودی تفسیر: ۳۲)

ہم بھی کہتے ہیں کہ تمہارے مفہوم کی بھی ان آیات کا سیاق تائید نہیں کرتا۔

”انک لاتسمع الموتی“، کے متعلق مفسرین کی وضاحت:

امام ابن کثیر نے اس آیت (نمل: ۸۰) کی تفسیر میں کہا: ”یعنی جس طرح آپ

مردوں کو کوئی ایسی چیز نہیں سنا سکتے، جو ان کے لیے نفع رساں ہو، اسی طرح یہ بد بخت ہیں ان دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔“

(فاطر: ۲۲) کے تحت بھی اسی طرح ہی لکھا کہ ”وہ مردوں کی طرح نفع نہیں اٹھا

سکتے نہ یہ کہ مردے سن نہیں سکتے۔“

علامہ نسفی، آیت ”وما انت بمسمع من فی القبور“: ”اور تم نہیں سنانے

والے جو قبروں میں ہیں۔“ (فاطر: ۲۲) کے متعلق لکھتے ہیں: ”زندہ کفار کو مردوں کے ساتھ

اس لیے تشبیہ دی، کہ جیسے وہ اب سننے سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتے، ایسے ہی یہ بھی۔“

(مدارک: ۳۳۹/۳، نمل: ۸۰ کے تحت بھی اسی طرح ہی فرمایا: ۲۲۲/۳)

سعودی مفسر نے خود بھی لکھا: ”مطلب یہ ہوا کہ جس طرح مرنے اور قبر میں دفن

ہونے کے بعد مردہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح کافر و مشرک جن کی قسمت میں بد بختی لکھی

ہے، دعوت و تبلیغ سے انہیں فائدہ نہیں ہوتا۔“ (ص: ۱۲۲۳)

یعنی یہ لکھ کر اپنے دعوے کو خود ہی باطل کر دیا۔



## ”سماع موتی“ پر اجماع امت:

حافظ ابن کثیر اور ابن قیم کو یہ لوگ امام اور سلف مانتے ہیں، ”تفسیر ابن کثیر“، سعودی تفسیر کا بنیادی مأخذ ہے، ان دونوں حضرات نے سماع موتی پر سلف امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

امام ابن کثیر (تحت روم: ۵۲) فرماتے ہیں: ”امت کے لیے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جب وہ اہل قبور کو سلام کرنا چاہیں تو انہیں کا سا سلام کریں، اور یہ کہا کریں، ”السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ“۔ (مسلم، کتاب الجنائز) یہ خطاب اس شخص کے لیے ہی ہو سکتا ہے، جو سنتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ اگر خطاب مقصود نہ ہوتا، تو پھر ان سے خطاب کرنا، ایسے ہی ہوتا جیسے معدوم اور جماد سے خطاب کیا جاتا ہے۔“

اس حدیث کا یہی مفہوم، ابن قیم اور علامہ نووی نے بیان کیا ہے۔ (کتاب الروح: ۵۳، شرح مسلم: ۷۰۹/۱۱)

جبکہ وہابی حضرات اس استدلال کا مذاق اڑاتے، اور انکار کرتے ہیں۔

نجدی مفسر خود لکھتا ہے: ”حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی ہلاک شدہ قوم سے خطاب فرمایا۔“ (ص: ۴۳۳)

ابن کثیر مزید لکھتے ہیں: ”سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے، اور متواتر روایات

سے یہ مسئلہ ثابت ہے (ابن قیم اور وحید الزماں نے بھی یہی لکھا، ”کتاب الروح“: ۵۳)۔“

تیسیر الباری: ۴، ”لغات الحدیث“: ۲، ”حدیث الہدی“: ۶۰) کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لیے



جاتا ہے، اور اس کے پاس بیٹھتا ہے، تو قبر کو اس سے بڑی تسکین ہوتی ہے، اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہاں تک وہ وہاں سے اٹھ جائے۔“

(شرح الصدور، الحاوی للفتاویٰ: ۳۰۲/۲، اتحاف السادة المتقين: ۳۶۵/۱۰)

اس کے بعد ابن کثیر نے اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ سے

مروی بھی نقل کی، جسکے مزید حوالہ جات یہ ہیں۔ (کتاب الروح: ۵۵، کنز العمال: ۱۵/

۱۳۲۵۵۶، الجامع الصغیر: ۸۰۶۲/۲، اتحاف السادة المتقين: ۳۶۵/۱۰، شرح الصدور: ۲۰۲، شعب الایمان

۴: ۹۲۹۶، قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا: نیل الاطار: ۲۸۲/۳)

پھر اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے ارواح کا جنت اور دیگر مقامات پر ہوتے

ہوئے بھی زندوں کی خوابوں میں آنا، اور برزخ کے حالات بیان کرنے کے کئی واقعات

نقل کیے۔ مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے سماع موتی کے انکار

سے رجوع کر لیا تھا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی لکھا۔ (فتح الباری: ۳۰۳/۷)

اور ویسے بھی آپ نے مردوں کے صرف سننے نفی کی، جبکہ ”انہم لیعلمون“،

کہ مردوں کے جاننے کا ذکر واقعہ کیا۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

اور علماء اسلام نے صریح دلائل کے پیش نظر آپ کی تاویل قبول نہیں کی، جیسا

کہ امام ابن کثیر نے لکھا؛ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بالکل صحیح ہے، اور اس کے

متعدد شواہد موجود ہیں، ان میں سے ایک مرفوع اور مشہور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

ہے کہ، ”جو آدمی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر سے گزرتا ہے، جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا،

اور اسے وہ سلام دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے

سلام کا جواب دیتا ہے۔ (کتاب الروح: ۱۰، الاستذکار: ج ۲ ص ۱۶۵، احیاء العلوم: ج ۶ ص ۱۲۷، اس



حدیث کو ابو محمد عبدالحق الاشہلی نے صحیح قرار دیا، احوال القمور: ص ۱۴۲، فیض القدر: ج ۱۰: ۵۳۳۸، تاریخ بغداد: ج ۶ ص ۱۳۷، الجامع الصغیر: ج ۲: ۸۰۶۲، شرح الصدور: ص ۲۰۳، کنز العمال: ج ۱۵: ۳۲۵۵۶)

اور آپ کا یہ فرمانا بھی دلیل ہے، کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس میں دفن ہونے کے بعد اچھی طرح پردہ کر کے جاتی ہوں، ”حیاء من عمر“، حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے۔ (مسند احمد: ۲۰۲/۶، شرح الصدور: ص ۲۰۳، مشکوٰۃ: ص ۱۵۴، مجمع الزوائد: ۴۰۶/۹، امام بیہقی نے صحیح فرمائی)

اب قارئین ہی انصاف کریں! کہ حافظ ابن کثیر اور دیگر سلف امت جن کا اس مسئلے پر اجماع ہے۔ وہ بقول نجدی مفسر کے مخالف قرآن ہیں،۔۔۔ یا کہ یہ گنتی کے چند نجدی؟۔

اور پھر (سعودی تفسیر: النساء: ۱۱۵) کے تحت اجماع امت کی مخالفت کو کفر کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا سلفی کھلوانا دھوکا و فراڈ ہے۔

**فوت شدہ کی ارواح کا زندوں کی ارواح سے رابطہ ممکن ہے:**

نجدی مفسر نے یہ بھی جھوٹ لکھا کہ: ”مرنے کے بعد۔۔۔ حتیٰ کہ نبی و رسول ہو، اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا“۔ (ص: ۵۷۱)

وہابی اس کو شرکیہ اور ہندوانہ عقیدہ بھی کہتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

(”اسلام میں شفاعت کا مفہوم“، ۱۳۳۳ھ، الریاض، وغیرہ)

..... سلیمان منصور پوری غیر مقلد وہابی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے

مزار پر انوار پر گئے، ان کی بیداری میں حضرت مجدد سے بات ہوئی، اور وہ دل کے خیال

سے مطلع ہوئے۔ (کرامات اہل حدیث: ۱۹)



قاضی سلیمان، اور کتاب لکھنے والا وہابی مولوی بھی مشرک ٹھہرے یا نہیں؟

..... حضرت سلیمان فارسی اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما نے آپس میں وعدہ کیا، کہ ہم میں سے جو بھی پہلے فوت ہو جائے وہ دوسرے کو برزخ کے حالات کی خبر دے۔

ایک نے پوچھا: کیا زندے اور مردے بھی باہم مل سکتے ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا: کیوں نہیں! مومنوں کی روہیں زمینی برزخ میں ہوتی ہیں، وہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ (کتاب الزہد اول: ۱۴۳، شرح الصدور: ۲۳۳، کتاب الروح: ۳۳، حلیۃ الاولیاء: ۲۰۵/۱، احیاء العلوم: ۵۲۷/۳)

..... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر تھے، کہ آپ نے اچانک اپنا سر انور اوپر اٹھایا اور فرمایا: وعلیکم السلام ورحمة اللہ! ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جعفر طیار رضی اللہ عنہ فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں، اور انہوں نے مجھے سلام کہا، تو میں نے اس کا جواب دیا۔ (المستدرک: ۲۰۱/۲، المعجم الاوسط: ۶۹۳۲، مجمع الزوائد: ج ۹ ص ۲۷۵ حافظ بخاری نے کہا اس کی سند حسن صحیح ہے)

..... سلف وہابیہ ابن قیم نے لکھا: ”ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیٹی رحمۃ اللہ علیہا بیان کرتی ہیں: کہ جنگ یمامہ میں شہادت کے بعد ایک مسلمان نے میرے والد کی ”زرہ“ اتار لی، آپ ایک سوئے ہوئے مسلمان کو خواب میں ملے، اور کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں محض خواب سمجھ کر ضائع نہ کر دینا، پھر زرہ اتارنے والے آدمی کے گھر کا پورا پتہ بتایا: کہ آبادی کے آخر میں ہے، اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا اپنی رسی کے بندھا ہوا چر رہا ہے، اس شخص نے زرہ کے اوپر ہنڈیا لٹی رکھ دی ہے، اور ہنڈیا کے اوپر



پلان رکھا ہوا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے عرض کریں، تاکہ وہ آدمی بھیج کر زرہ منگوالیں، اور مدینہ شریف پہنچ کر خلیفۃ الرسول ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کریں: کہ مجھ پر اتنا قرض ہے وہ اتا دیں، اور میرے غلاموں میں سے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں۔ چنانچہ ابو بکر صدیق نے ثابت بن قیس کی وصیت نافذ کر دی۔

(کتاب الروح، لابن قیم: ۲۳، ۲۴)

امام ابن کثیر نے (روم: ۵۲، کے تحت) کئی روایات و واقعات بیان کیے ہیں، جن میں صراحت ہے، کہ فوت شدہ کی ارواح کا زندہ کی روحوں سے رابطہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کی بہت روایات و واقعات، ابن قیم نے بھی لکھے، اور یہ بھی لکھا: کہ روح کے لیے قرب و بعد نہیں ہوتا، بلکہ اس کی مثال سورج کی طرح آسمان پر ہوتے اس کی روشنی زمین پر ہوتی۔

اس عقیدے کو شرکیہ اور ہندوانہ کہنے والے غور کریں کہ کون کون مشرک ٹھہرا؟

..... صحابی رسول ﷺ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

”آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہنا، جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کیا جاتا ہے،“ حتی استانس بکم وانظر ماذا ارجع به رسل ربی، تاکہ میں تم سے سکون پا سکوں، اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوؤں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(مسلم، کتاب الایمان: ۷۶۱)

..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک آدمی نے انجانے میں، ایک



قبر پر خیمہ لگایا، قبر سے سورۃ ملک تلاوت کرنے کی آواز آرہی تھی، حتیٰ کہ سورۃ مکمل ہو گئی۔۔۔ (ترمذی: ۲۸۹۰، شعب الایمان: ۲۵۱۰، المسند رک: ۳۹۸/۳)

❖۔۔۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک نوجوان خشیت الہی کی شدت سے وصال کر گیا، آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا: اے نوجوان! جو اپنے رب سے ڈر جائے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔۔۔ کیا تجھے بھی ملیں؟

اس نوجوان نے قبر سے جواب دیا: اے امیر المومنین! ہاں میرے رب نے مجھے وہ دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق: ۱۱۳ ج ۱۹ ص ۱۹۰، تفسیر ابن کثیر: اعراف: ۲۰۱، شرح الصدور: ۲۱۳، کنز العمال: ۵۱۶/۲، ابن عساکر: ۳۰۷/۲۸، شعب الایمان: ۳۶۸)

❖۔۔۔۔۔ نیشاپور کے قاضی ابو ابراہیم بیان کرتے ہیں:

کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔ قاضی کے پوچھنے پر بتایا: کہ میں کفن چور تھا، اور قبروں سے کفن چراتا تھا۔۔۔ ایک عورت (عام طور پر رابعہ بصریہ کہا جاتا ہے، مگر یہ صحیح نہیں) فوت ہو گئی، میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، تاکہ میں اس کی قبر دیکھ لوں۔ رات کو میں نے اس کی قبر کھودی، اور اس کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تو اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! جلتی، جلتی کا کفن اتار رہا ہے؟۔

پھر اس عورت نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے میری نماز جنازہ پڑھی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا ہے، جنہوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی (سبحان اللہ!)۔ (رسالہ قشیریہ: باب کرامات، شعب الایمان: ج ۷: ۹۲۶۱، شرح الصدور: ۲۰۸)

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:



۔ ولی اللہ دے مردے نہیں، کردے پردہ پوشی  
کی ہو یا جے دنیا اتوں ٹر گئے نال خاموشی



باب: ۲۵

فوت شدہ صالحین کی مدد کا مطلب؟ (دہلوی کی بغاوت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”اس زمانے میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جو ان اولیا سے استمداد کا مکر ہے، جو دار فناء سے دار بقا کی طرف منتقل ہو گئے، یہ منکر ان کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں، اور بت پرستوں میں شمار کرتے ہیں، اور جو منہ آتا ہے بک دیتے ہیں، (یعنی کچھ خوف و حیا نہیں کرتے)۔ (المعانی: ۳/۴۰۲۔ ولغات للعقوب)

ہم کہتے ہیں وصال یافتہ صالحین کے مدد کرنے کی کئی صورتیں ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت کرتے ہیں۔

۲: بعض صالحین کی ارواح فرشتوں کی طرح مدد کرتی ہیں، امام فخر الدین

رازی اور علامہ اسماعیل حقی علیہما رحمۃ نے، ”فالمہدبرات امرا“۔ (زاریات: ۵)، کی تحت لکھا: کہ اسکی مصداق صالحین کی ارواح مقدسہ بھی ہو سکتی ہیں، جو کائنات میں تصرف کرتی ہیں، دوستوں کی مدد کرتی ہیں، خواب میں آکر مدد کرنے کا بھی ذکر کیا۔

(تفسیر کبیر: ۱۱/۳۱، روح البیان: ۱۰/۳۷۳)

وہابیوں کے امام ابن قیم نے لکھا: بہت دفعہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو معہ

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے خواب میں دیکھا کہ ان کی روحوں نے کافروں اور ظالموں کے



لشکر کو شکست دے دی۔ (کتاب الروح: ۱۸۱)۔ (ایسے متعدد مستند واقعات ہیں، جن میں ارواح نے زندوں کی رہنمائی فرما کر مشکل حل کر دی، ”فوت شدہ کا وسیلہ“ عنوان ملاحظہ کریں)

ایک جیسے نبی کریم ﷺ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے منہ میں لعاب مبارک ڈال کر مشکل کشائی فرمائی۔ (روح المعانی: ۵۱/۲۲)

نواب وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد نے لکھا: الہی اس کتاب (حدیہ الہدی) کی تالیف و اتمام میں انبیاء و صالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح مقدسہ سے میری مدد فرما، بطور خاص ہمارے امام حضرت حسن بن علی اور ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابن تیمیہ اور احمد مجد الف ثانی کی ارواح سے میری مدد فرما۔ (حدیہ الہدی: ۳)

شیخ شمس شوبری شافعی لکھتے ہیں: اولیا کی کرامات ثابت ہیں اور ان کا تصرف موت سے ختم نہیں ہوتا اور ان کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں تو سل پکڑنا جائز ہے، اور انبیاء رسول و علما اور صالحین سے ان کی موت کے بعد بھی مدد طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ موت کے بعد ان کی کرامات ختم نہیں ہوتیں۔ (شواہد الحق: ۹۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ زمین و آسمان جنت جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں، اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

(تذکرۃ الموتی والقبور: ۴۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، (اسامیل دہلوی کے دادا جان، ”پر پوترا اپنے دادے دی راہ چھڑ گیا سی“) نے بھی لکھا: کہ نیک لوگوں کی ارواح بعد وصال فرشتوں کی مانند ہو جاتی ہیں، اور ان کی طرح تصرف کرتیں ہیں، بلکہ وہ اپنے کمال میں قوی تر ہو جاتا



ہے۔ (مفہوم، حجۃ اللہ البالغہ: ۲۵، فیوض الحرمین: ۱۳۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسماعیل کے چچا جان اور استاذ) پر بھیجا اپنے چاچے اور استاد دی راہ وی جھڈ گیا سی، اور اہل شرک دے فتویاں نال اہدا دادا اور چاچا دی شرک ٹھہرے، ”تقویۃ الایمان“ پڑھ کے دیکھ لو (لکھتے ہیں: درکامل لوگوں کی روحیں، جنہیں اللہ کے ہاں ان کی زندگی میں قرب و منزلت حاصل تھی اور کرامات و تصرفات اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں، انہیں بعد از وفات بھی یہ قدرت اور تصرف حاصل رہتا ہے اور اسی طرح اب بھی اسی طرح تصرف کرتے ہیں۔۔۔ بلکہ بعد وصال قوت بڑھ جاتی ہے، ان مدد مانگنے سے انکار کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ (فتاویٰ عزیزی: ۱۰۸، ۱۰۷)

مزید فرماتے ہیں: (فوت شدہ) ولی سے استمداد کی صورت اس کے سوا کچھ نہیں، اللہ والے کار و حافی تو تسل اختیار کرے، اور یوں کہے اے اللہ! اپنے اس بندے کی برکت سے میری حاجت پوری فرما۔۔۔۔۔ یا اس بندے سے التجا کرے کہ آپ میرے لیے دعا کریں، تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے، (جیسے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ سے استعاذہ کرنے کی تعلیم ہے) اس صورت میں بندہ صرف وسیلہ ہے، قادر دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اس صورت میں شرک کا شائبہ تک نہیں، جیسا کی منکر (نجدی کو) وہم ہوا۔ اس طرح کا تو تسل اگر ان کی زندگی میں بالاتفاق جائز ہے، بعد وصال کیوں جائز نہیں؟۔۔۔ کیونکہ کامل لوگوں کی ارواح میں زندگی اور بعد از وفات میں صرف یہ فرق ہے کہ وفات کے بعد روحوں کو ترقی مل جاتی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی: ۱۰۸، ۱۰۷)

کیا کوئی منکر یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے، یہ سب حضرات تو قرآن و سنت کی



تعلیمات سے نا آشنا، اور مخالف تھے۔ جبکہ دین کو صحیح طرح سے ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی نے سمجھا؟

ہم پوچھتے ہیں کہ جس دین کی اسماعیل دہلوی کو سمجھ آئی، اس کے دادا اور چچا) اور باقی سلف امت کو کیوں نہ آئی) جن کو وہابیوں کے سارے فرقے اپنا استاذ اور پیشوا مانتے ہیں۔ اور ان ہستیوں کی تعلیمات کے سامنے اسماعیل دہلوی اور دیگر نجدیت زدہ مولویوں کے فہم اور تھوک کے حساب سے شرک و بدعت کے فتوؤں (وہ بھی ایسے کہ جن سے سلف کرام بلکہ پوری امت مشرک و گمراہ ٹھہرے) کی تھوک جتنی بھی حیثیت نہیں۔

اور کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قبوری دین مولوی احمد رضا بریلوی (رضی اللہ عنہ) نے پھیلایا ہے؟۔ ("فیضان مزارات اولیاء"، ترجمہ کشف النور" ملاحظہ کریں)

نجدی ہندوؤں کو کیا جواب دیں گے؟

مزارات اولیا کی حاضری اور ان کو وسیلہ بنانے کی وجہ سے مسلمانوں کو ہندوؤں سے ملانے والے نجدی ہندوؤں کے اس سوال کا کیا جواب دیں گے۔

کہ مسلمان دوسروں کو تو پتھر کے خداؤں کی پرستش سے روکتے اور کافر قرار دیتے ہیں، جب کہ خود پتھر کی بنی ایک عمارت خانہ کعبہ کو سجدہ کرتے اور پوجتے ہیں۔۔۔ اور اسی طرح حجر اسود پتھر کو چومتے ہیں؟۔ مقام ابراہیم اور قربانی کی جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ ہمیں تو گنگا جمنہ کے پانی کی تعظیم سے روکتے ہیں، اور خود آب زم زم کی تعظیم کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے ان اعتراضات کا جو جواب تمہارا، مزارات اولیاء کے متعلق وہی







گواہ ہوتے ہیں، جبکہ ہندوؤں جن کو روحانی مانتے ہیں، سیتلا مثانی وغیرہ، وہ وہی چیزیں ہیں۔

۲: اگر ہیں تو خبیث روحمیں ہیں، جو تکلیف دیتی ہیں، جبکہ اولیا کی ارواح طیب و نفع رساں ہیں۔

۳: اور اولیا سے بطریق دعا مدد چاہی جاتی ہیں۔ لہذا ہندوؤں کی نظریے اور مسلمانوں کے عقیدے میں بہت فرق ہے، مسلمانوں کو ہندوؤں سے ملانا ظلم و فتنہ پروری ہے۔ (فتاویٰ عزیزی مترجم: ۱۵۴)

معلوم ہوا کہ وہابی ہندوؤں کی بولی بولتے ہیں، جبکہ اہلسنت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زبان استعمال کرتے ہیں۔



باب: ۲۶

رسول اللہ ﷺ اور باقی صالحین مردہ، مجبور اور بے خبر ہیں؟

نجدی مفسر نے لکھا: ”لیکن جب یا علی مدد رضی اللہ عنہ، یا رسول اللہ ﷺ مدد کہا جائے، اور اسی طرح دیگر ”مردوں“ سے استمداد و استغاثہ کیا جائے، مثلاً یا شیخ عبدالقادر شمس اللہ وغیرہ، تو پھر انکے دل کی کلیاں کھل اُٹھتی ہیں۔“ (ص: ۱۳۰۵)

کس قدر واضح الفاظ میں امام الانبیاء ﷺ، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دیگر صالحین کو مردہ لکھا۔

ایک اور جگہ لکھا: ”کہ یہ آیت جمادات کی بجائے صالحین پر زیادہ صادق آتی ہے، کہ وہ ”مردہ“ ہی نہیں بلکہ مزید وضاحت فرمادی کہ ”وہ زندہ نہیں ہیں“ اس سے قبر پرستوں کا بھی واضح



رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قبروں میں دفن (انہما واولیاء کرام) مردہ نہیں، زندہ ہیں۔ (فہم من۔ ۷۳)۔ (اس تفسیر کا رد "آیات من دون اللہ کی وضاحت" کے تحت ملاحظہ کریں)

قرآن مجید نے شہداء کے متعلق صراحت کی ہے کہ ان کو "مردہ" مت کہو، "ہل احياء ولكن لا تشعرون" بلکہ وہ زندہ ہیں، اور لیکن تمہیں شعور نہیں۔ (بقرہ: ۱۵۴) ایک اور جگہ فرمایا: انہیں مردہ گمان بھی نہ کرنا "ہل احياء عند ربہم یزکون"، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۶۹) ان دونوں آیتوں کی تعلیم، "کہ شہداء کو نہ ہی زبان سے مردہ کہا جائے اور نہ ہی دل سے مردہ گمان کیا جائے"، سے یہ نکتہ عیاں ہوتا ہے، کہ ان کی زندگی کا زمانہ سے اقرار کیا جائے، اور دل سے تصدیق کی جائے۔

گویا "اقرار باللسان و تصدیق بالقلب"، کا اہتمام کیا جائے۔

سعودی مفسر نے خود ہی یہ بھی لکھا ہے کہ: "شہداء کی یہ دعویٰ حقیقی ہے یا مجازی؟ یقیناً حقیقی ہے"۔ (ص: ۱۸۸)

اللہ والوں کو مردہ کہنا بے ادبی اور بے ادبی ہے:

یہ بھی خود ہی لکھا: "شہداء کو مردہ نہ کہنا، اللہ عز و جل کے لیے ہے"۔ (ص: ۷۳)

باوجود اس کے اسی تفسیر میں کہ رسول اللہ ﷺ اور باقی صالحین کو صاف طور پر مردہ، بے خبر، بے حیثیت لکھا۔ اب بقول وحابی مفسر کے اگر شہداء کی تکریم و تعظیم کا یہ تقاضا ہے، کہ ان کو "مردہ" نہ کہا جائے، کیونکہ انہیں مردہ کہنا ان کی توہین و بے ادبی ہے، تو پھر رسول اللہ ﷺ اور باقی بزرگوں کو صراحتاً مردہ کہنا، یقیناً ان کی بہت بڑی بے ادبی و گستاخی ہے۔ جس سے اس غلطی کو لے لے اپنے گستاخ و بے ادب ہونے کا



اقرار کر لیا۔ ع مدی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ شہید زندہ ہے، اور رسول اللہ فرمائیں: ”لنسی اللہ حی برزق“ کہ اللہ کی نبی زندہ ہیں، انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ لیکن وہابی کہے کہ ”مردہ“ ہیں۔ (استغفر اللہ!)

یہی زبان ان کے امام اسماعیل دہلوی نے استعمال کی، اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا: ”یعنی میں بھی ایک دن ”مر“ کر مٹی میں ملنے والا ہوں“۔ (تقویۃ الایمان)

خاک ہونہ میں تیرے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر

مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری!

اس آیت کے شان نزول میں ہے، کہ لوگ کہتے تھے فلاں مر گیا، فلاں مر گیا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ راہ خدا میں مرنے والوں کو مردہ مت کہو۔ (تفسیر کبیر، ۲/۳۵)

تو جب اللہ تبارک و تعالیٰ کو شہید کو مردہ کہنا گوارا نہیں، تو باعث تخلیق کائنات، فخر موجودات ﷺ کو ”مردہ“ کہنا اور گمان کرنا کس طرح گوارا ہو سکتا ہے، جن کی طفیل شہید کو یہ مرتبہ ملا؟ لیکن بے ادبوں پر حکم الہی کا کچھ اثر نہیں، وہ پھر بھی صالحین کو بمع رسول اللہ ﷺ مردہ کہتے جارہے ہیں۔

عام ماحول میں لفظ ”مردہ، اور مردار“ عام ہے، جو جانوروں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، قابل احترام ہستیوں کے لیے وفات اور وصال کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

ایک سعودی حکومت کا پالتو تو صیف راشدی کہتا ہے: ”اگر کہیں کہ ”نبی مر گئے“، تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ گستاخی ہے، حالانکہ فرشتے حوض پر آپ ﷺ سے کہیں



کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے مرجانے کے بعد انہوں کی انٹی چیزیں پیدا کیں۔ (بخاری کتاب الرقاق)۔۔۔ کیا فرشتے بھی وہابی ہیں؟۔ (یوٹیوب، موضوع ”میلاد النبی کی شرعی حیثیت“)

یعنی نجدی دجال نے اپنی بد تمیزی پر اصرار کے لیے معصوم ملائکہ کو بھی معاف نہیں کیا، ان پر بھی بہتان باندھا، اور اپنی طرح کا گستاخ ثابت کرنا چاہا۔

حالانکہ اس حدیث شریف میں ”موت“ کا لفظ ہی نہیں ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”فَيَقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَهْلُكَ بَعْدَكَ“، ”تو کہا جائے گا، آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں۔“ (نہجہ القاری: ۶۹۵/۵) یہ ترجمہ فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

ایک اور سنی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ”تو کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے آپ کے ”وصال“ کے بعد انہوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں۔“ یہ ترجمہ، مفتی محمد ابراہیم حنفی چشتی حفظہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (بخاری مترجم: ۶۵۴/۳)

یہ ہے ادب کی وہ توفیق جو صرف اہلسنت کا ہی نصیب ہے، کہ ”مرنے“ کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ ”وصال“ کا لفظ استعمال کیا۔ سبحان اللہ!

مر گئے اونہاں دے جہڑے کہن مر گئے

ساڈا ہے ہر اک تاجدار زندہ!

خود رب محمد عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ گوارہ نہیں ہے، کہ کوئی میرے

حبیب ﷺ کی بارگاہ میں عامیانہ الفاظ استعمال کرے، فرمایا: ”لَا تَقُولُوا رَاعِنًا، وَلَوْ لَوْ

انظروا“، راعنا نہ کہو، بلکہ کہا کرو، نظر کرم فرمائیے۔ (بقرہ: ۱۰۳)

اسی آیت کی تفسیر میں نجدی مفسر نے خود لکھا ہے: ”ایسے الفاظ، جن میں تہقیر



واہانت کا شائبہ ہو، ادب واحترام کے پیش نظر اور سد ذریعہ کے طور پر ان کا استعمال صحیح نہیں۔ (ص: ۲۳)

اور یہ بھی لکھا کہ: ”ادب کے تقاضوں کا خیال نہ رکھنا بے عقلی ہے۔“ (ص: ۱۳۵۶)  
مزید لکھا: ”نبی وعلماء کی توہین، اللہ اور اس کے دین کی توہین ہے۔“ (ص: ۶۲۹)  
معلوم ہوا وہابی بے عقل قوم ہے! جو ادب کے تقاضوں سے نا آشنا ہے۔  
اور بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اور دیگر صالحین کو ”مردہ“ کہہ کر نجدی  
اللہ تعالیٰ اور دین کی توہین کرتے ہیں۔ ان الوہابیۃ قوم لایعقلون!

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آرہا ہے، کہ آپ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں  
عام الفاظ کے استعمال کو مکروہ جانتے۔ (شفا شریف)

پھر ایک دو جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر اسی طرح کی گندی زبان استعمال کی  
(ملاحظہ کریں، ص: ۶۱۶، ۷۳۱، ۷۴۱، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۹۳۶، ۱۰۰۳، ۱۱۳۵، ۱۱۹۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۳۰۵)

اور ان ساری آیتوں میں دشمنانِ خدا بتوں اور شیطان وغیرہ کی مذمت گئی  
ہے، جبکہ ان نجدیوں نے خوارج کی اتباع میں ان کا مصداق محبوبانِ خدا کو ٹھہرا ہے۔  
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہمیشہ یاد رکھیں، کہ کفار کے متعلقہ آیات کو  
مسلمانوں پر لگانے والے بدترین مخلوق ہیں۔ (بخاری، کتاب الاستیلابۃ المرتدین)

اللہ والوں کی موت کا معنی:

قرآن وسنت میں ”عدم“ (نہ ہونے) و کنتم امواتاً، بقرۃ: ۲۸، مومن: ۱۱) اور ”نیند  
“ پر بھی لفظ موت کا اطلاق کیا گیا ہے، فرمایا: ”وہو الذی یتوفا کم بالیل“ اور وہی  
تو (معبود) ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے۔ (انعام: ۶۰)



سوتے وقت کی دعا میں ہے: "اللہم باسئمتک اصوت واحیا" اے اللہ!

میں تیرے نام ہی (کی برکت) سے مرتا (موتا) اور جیتا (جاگتا) ہوں۔ (بخاری: ۹۳۲/۲)

سعودی مفسر "موت" کا معنی بیان کرتا ہے: "انسان کی موت پر عذبات کا لفظ بولا

جاتا ہے، تو اسی لیے کہ اس کے جسمانی اختیارات مکمل طور پر سلب کر لیے جاتے ہیں اس اعتبار سے موت، اس کے معنی کی مختلف صورتوں میں سے محض ایک صورت ہے۔ نیز میں یہ کہ انسان کے اختیارات ماضی طور پر محفل کر دیے جاتے ہیں، اس لیے نیز پر بھی قرآن نے موت کے لفظ کا اطلاق کیا ہے۔" (ص: ۱۳۹)

اسی لیے تو انہیں قبر میں فرشتے کہتے ہیں: "کم کھولنا العروق" اس طرح سو

جا جس طرح دلہن سوتی ہے۔ (ترمذی: ۱۰۱۱) لاہاب عذاب قبر (موت) کی اس طرح اور ایک حالت ہے، اور پہلی رات کی دلہن سوتی کب ہے، اسے لاہاب عذاب کا انتظار ہوتا ہے، کیا منتظر کو نیند آ سکتی ہے؟

اور چونکہ نیز پر مکی موت کا اطلاق کیا گیا ہے، لہذا انبیاء کی موت کو نیز

کے معنی ہی میں سمجھنا چاہیے۔ (اس قسم کے معنی میں شرح السعود میں مذکور ہے کہ انبیاء کی موت

ف: یہاں یہ قلم کار نے حاصل کیا کہ انبیاء و اولیاء کرام پر صرف موت طاری

ہونے، اور آپ ﷺ کے لیے "فنا" اور "موت" کے الفاظ کو مکمل بنا کر ان ہستیوں کو "مردہ" کہنا، باطل اور حماقت ہے۔

اور اس اصول سے تو شہدا کو بھی مردہ کہا جانا چاہیے، کہ موت تو ان پر بھی طاری ہوئی؟

مگر میں کا اہستہ یہ مرتبہ بتاتا ہوں کہ یہ لفظ صحیح ہے۔



وفات کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں۔ لکھا: ”لیکن یہاں وفات کی عید تو کجا، سرے سے وفات و ممات ہی کا انکار ہے۔ یعنی وفات نبوی ﷺ کا انکار کر کے نص قرآنی کا انکار تو کرتے ہی ہیں۔“ (سعودی تفسیر: ۸۳۶)

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق نبیوں، ولیوں پر بھی موت ضرور طاری ہوتی ہے، لیکن اسکے بعد انکو دوبارہ انتہائی پاکیزہ اور اعلیٰ حیات عطا کی جاتی ہے، اور وہ فرشتوں کی مانند ہوتے ہیں، کہ وجود و حیات تو ہے مگر نظر نہیں آتے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ اہلسنت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

۔ انبیاء کو بھی اجل آتی ہے، مگر ایسی کہ فقط آتی ہے

پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ، ان کا جسم ہر نور بھی روحانی ہے

اگر کوئی کہے کہ شہدا کو مردہ کہنے سے تو روک دیا گیا، لیکن اولیاء اللہ کے متعلق

یہ حکم نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے، اولیاء کرام کو علماء اسلام نے شہداء کے حکم میں داخل کیا

ہے۔ اور ان کے لیے یہ صفت، انعام یافتہ گروہ کی معیت و سنگت کی وجہ سے ثابت کی

ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، وہ نبی، صدیق، شہید اور

صالحین ہیں۔ (نسا: ۶۹) (یہی بات، علامہ یوسف بھائی کے حوالے آگے آرہی ہے)

ارشاد خداوندی ہے: ”جو بھی اچھے عمل کرے چاہے مرد ہو یا عورت، پرہو

مؤمن، ”فلنحیئہ حیاة طیبہ“، پس ہم اسے پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں

گے۔ (نمل: ۹۷)







مومن کی وفات کے وقت فرشتے خوشخبریاں دیتے ہیں، روح کو بڑے احترام سے نکالتے ہیں، وہ قبر کی طرف جاتے خوشی محسوس کرتا ہے، اور جلدی جانا چاہتا ہے، نکیرین بڑے ادب سے سوال کرتے ہیں، کامیابی کے بعد جنتی فرش، لباس اور جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے، قبر جنت کا باغچہ بن جاتی ہے، اسے دلہن کی طرح ناز و نیاز میں پر سکون سلایا جاتا ہے، روح کو آزاد کر دیا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن بھی اس کو خاص عزتیں عطا کی جائیں گی۔

یعنی ایک ثواب و رحمت میں ہے، دوسرا عذاب و غضب میں۔ ایک قید، اور دوسرا آزاد۔ ایک جنت میں، دوسرا جہنم میں۔

سیدنا فاروق اعظم کا عقیدہ حیات اولیاء:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک صالح نوجوان حشیت الہی (کی تلوار سے) سے جاں بحق ہو گیا، اسے رات کو ہی دفن کر دیا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع ملی، تو آپ رضی اللہ عنہ اس اللہ کے وتی کے مزار پر تشریف لے گئے۔ اور اس سے پوچھا: اے نوجوان! جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جائے، اُس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔ (الطہن: ۴۶) کیا تمہیں بھی دو جنتیں ملیں؟

اس نوجوان نے قبر سے جواب دیا: اے امیر المومنین! بیشک مجھے دو جنتیں عطا

ہوئیں۔ (ابن کثیر، اعراف ۲۰۱، کنز العمال، ج ۲، ابن عساکر، ۴۸، شرح الصدور، ۲۱۳، شعب الایمان ۴۶۸،

امام فخر الدین رازی اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں: اسی لیے کہا

جاتا ہے، ”اولیاء اللہ لا یموتون ولكن یتقلون من دار الی دار“، ”کہ اللہ تعالیٰ کے



دوست مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تبدیلی کرتے ہیں۔

(التفسیر الکبیر، پ ۴، آل عمران، تحت الایۃ: ۱۶۹: ۳/۴۲۷، مرقاۃ: ۲/۱۲۱)

بزبان عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ:

۔ ولی اللہ دے مردے ناہیں کردے پردہ پوشی

کی ہو یا جے دنیا اتوں ٹر گئے نال خاموشی

(اولیاء اللہ کی حیات کے مستند واقعات ملاحظہ کرنے کے لیے ”سماع موتی“ عنوان، اور ”شرح

الصدور“، ”فیضان مزارات اولیاء“، مکتبۃ المدینہ، کتب کا مطالعہ کریں)

حیات شہداء کی کیفیت اور اجسام کی سلامتی:

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حیات شہدا کی کیفیت کے متعلق لکھتے ہیں:

”شہدا کی حیات کی کیفیت میں علما کا اختلاف ہے، اکثر حقد میں نے لکھا

ہے، کہ شہدا کی حیات حقیقی ہے، اور جسم و روح کے ساتھ، لیکن ہم اس زندگی میں اس کا

ادراک نہیں کر سکتے، ان کا استدلال اس آیت سے ہے: ”عند ربهم یرزقون“۔

نیز صرف روحانی حیات میں شہدا کی کوئی تخصیص نہیں ہوگی، کیونکہ یہ حیات تو

عام مسلمانوں بلکہ کفار کو بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ پھر ان کا دوسروں سے کیا

امتیاز ہوگا؟

بعض علما نے کہا کہ شہدا کی حیات صرف روحانی ہے۔۔۔ لیکن یہ تمام اقوال

نہایت ضعیف، بلکہ باطل ہیں۔ اور شہدا کی حیات جسمانی والا قول ہی صحیح ہے، حضرت

ابن عباس، قتادہ، مجاہد حسن، عمرو بن عبیدہ، واصل بن عطا، جبائی، رمانی، اور مفسرین رضی اللہ

عنہم کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے، الخ“۔ (روح المعانی: ۲/۲۰۷)



ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام مالک بیان کرتے ہیں، عمرو بن جموع انصاری اور عبداللہ بن عمرو انصاری ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا، یہ دونوں غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے، اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی، تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے۔

جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے، یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں، ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا، جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (المرقات: ۷۲۴۔ موطا امام مالک: ۴۸۲) (سبحان اللہ)

ایسے ہی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد اپنے والد کو قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا، تو سوائے ایک کان کے پورا جسم اسی طرح تروتازہ تھا، جیسے ابھی دفن کیا ہو۔ (سنن کبریٰ: ۵۸۷۳، ۵۷۷۳)

ولید بن عبد الملک اموی کے دور حکومت میں جب روضہ انور کی دیوار گر گئی، تو ناگہاں ایک مبارک قدم نظر آیا۔ لوگ گھبرا گئے، اور سب نے یہی سمجھا کہ یہ رسول اکرم ﷺ کا پائے اقدس ہے، لیکن عروہ بن زبیر نے دیکھا تو قسم اٹھا کر کہا: کہ حضور انور ﷺ کا مقدس پاؤں نہیں بلکہ یہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں شریف ہے۔ تب جا کر لوگوں کو سکون ہوا۔ (بخاری: کتاب الجنائز)

خیال رہے کہ ولید کا دور (۵۸۶ء سے ۵۹۶ء) تک ہے، اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت (۶۳۳ء) کو روئنا ہوئی۔ یعنی آپ کی شہادت کو تریسٹھ ۶۳ سال سے زیادہ



عرصہ گزر چکا تھا، جب یہ واقعہ پیش آیا۔

سیدنا سہیلی نے "دلائل النبوة" میں بعض صحابہ سے نقل کیا ہے کہ (عائنا شہید احد کی) ایک قبر کھل گئی تو صحابہ کرام نے دیکھا کہ اس قبر میں ایک شخص تخت پر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ (کشف النور: ۷۹، ترجمہ بنام فیضان حرارات اولیاء: ۹۷، مکتبۃ المدینہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور پاک میں ابو موسیٰ اشعری نے تسبیح کا کلمہ پڑھ کر کہا، تو حضرت دانیال علیہ السلام کی کا جسد مبارک ایک تابوت میں پایا گیا۔ اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ کے جسم مقدس اور گردن مبارک کی تمام رگیں بے حرکت رہیں۔ (البدیہ: ۴۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۱۳، دلائل النبوة للشیخ: ۳۸۲، سنن ابی یوسف: ۴۷۳، بیروت: ابن اسحاق: ۶۶۱، المحلی لابن حزم: ۳۸۷/۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا پار کرنے لگے، تو حکم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر قریب ہے۔ ان کا مبارک جسم ساتھ لے لیں، تو آپ نے ساتھ لے لیا۔ (جو یقیناً تروتازہ اور حبرک تھا) (طبرانی: ۳۷۸، مجمع الزوائد: ۱۰۷، کنز العمال: ۵۱۶/۱۱، مجمع ابن حبان: ۴۳۲/۲، مستدرک: ۵۷۱/۲، تفسیر و منشور: ۳۰۲)

(حضرت دانیال اور یوسف علیہما السلام کے واقعات بطور حبرک نقل کیے گئے)

مفتی دعوت اسلامی کی قبر ساڑھے تین سال بعد بارشوں کی وجہ سے کراچی میں کھل گئی، دنیا نے دیکھا کہ جسم سلامت ہے، اور قبر سے خوشبو آ رہی ہے۔

(سی ڈی، "جب مفتی دعوت اسلامی کی قبر کھلی")

سچ کہا کسی نے: زمین میں نہیں ہوتی، زمین میلا نہیں ہوتا

مگر اللہ کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا



اس موضوع کے متعلق اتنے واقعات اور شواہد ہیں، کہ احاطہ کرنا دشوار ہے۔

(”شرح الصدور“، اور ”فیضان مزارات اولیاء“، مکتبۃ المدینہ، کا مطالعہ کریں)

علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ہم نے ”تذکرۃ“ (ص: ۱۸۵) میں لکھا ہے: ”کہ انبیاء، شہداء، علماء، حفاظ اور ثواب کے لیے اذان دینے والوں کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی“۔ (الجامع لاحکام القرآن)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حیات النبی:

نجدی مفسر نے لکھا: ”انہی آیات (آل عمران: ۱۴۴، زمر: ۳۰) سے استدلال کرتے

ہوئے ابوبکر صدیق نے بھی لوگوں میں آپ ﷺ کی موت کا تحقق فرمایا تھا“۔ (ص: ۱۳۰۰)

لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کو اس طرح نہیں

سمجھا تھا، جیسے وہابیوں کا عقیدہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وصال مصطفیٰ ﷺ پر بھی عرض

کیا تھا: یا لہی اللہ ا۔ (بخاری: ۱۶۶/۱)

اور عرض کیا: ”اذکرنا یا محمد عند ربک“، اے محمد ﷺ اپنے رب کے ہاں

ہمیں بھی یاد رکھنا۔ (المواہب لدنیہ، زرقانی، ۲۸۲/۸، نسیم الریاض، ۳۵۶/۱)

آپ نے وصیت فرمائی، کہ میرے جنازے کو روضہ رسول ﷺ پر لے جانا،

پہلو میں دفن کی اجازت طلب کرنا، اگر مل جائے تو فیہا ورنہ بقیع میں دفن کر دینا۔ دنیا

جانتی ہے، کہ صحابہ کرام کے بہت بڑے اجتماع نے مزار اقدس پر حاضر ہو کر اجازت

طلب کی تو مل گئی، آواز آئی حبیب کو حبیب سے ملا دو۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر: ۴۳۶/۳۰)

خصائص کبریٰ: ۴۹۲/۲، تفسیر کبیر: ۸۷/۲۱، نور الابصار، شوہد النبوۃ، سیرت حلبیہ: ۴۹۳/۳)

کیا منکرین کا بھی حیات النبی ﷺ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے؟



## قبر انور میں آپ کی حیات مبارکہ:

ہم نے ”فوت شدہ کا وسیلہ“، اور ”شفاعت“ عنوانات کے تحت بھی کچھ روایات نقل کیں ہیں، جن میں وضاحت ہے کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں۔ جو غلام شفاعت کی التجا کرے، آپ شفاعت فرماتے ہیں، اپنے محبین کے خواب میں تشریف لا کر اپنے دیدار پر انوار سے مشرف بھی فرماتے ہیں۔

مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں، جن میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک کا تعلق قبر انور میں جسم مطہرہ کے ساتھ بھی ہے، اور آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں، اُمت کے احوال سے باخبر ہیں۔

نہ کہ جیسا منکرین جھوٹ بولتے ہیں: کہ آپ قبر میں زندہ نہیں۔ اہل علمین میں زندہ ہیں، اور دنیا کے احوال سے بے خبر ہیں۔ (ص: ۵۷۱) ان کے امام ابن قیم نے اس شبہ کے جوابات دیے ہیں، کہ روح کے لیے قرب و بعد نہیں ہوتا، وہ سورج کی مانند ہے۔ (کتاب الروح)

✽..... رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: ”ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء، فنبى الله صلى الله عليه وسلم في رزق“، اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اور رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب البخار، الترغیب، ۳۲۸/۲، تفسیر ابن کثیر، ۵/۳، ۴۹۳، فیض القدیر، ۲/۸، کشف الخفاء، ۱۹۰)

رواہ ابن ماجہ باسناد صحیح، امام منذری نے بھی صحیح کہا، امام مناوی نے فرمایا کہا امام ومیری نے اسے صحیح کہا، امام مجلونی نے اسے حسن کہا۔

✽..... آپ ﷺ نے قبر انور میں جسم کی سلامتی کو بیان کر کے حیاۃ فی القبر کو ثابت



فرمایا۔ کہ جب قبر میں میرا جسم سلامت رہے گا، تو تمہارا درود سلام بھی وہاں پہنچتا رہے گا۔

\_\_\_\_\_ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”الانبياء احياء في قبورهم يصلون“، انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز

پڑھتے ہیں۔ (اس روایت میں بھی حیاتِ قبر کی وضاحت ہے)

(مسند ابو یعلیٰ، ۱۳۷/۶، الکامل، ۳۲۷/۲، مسند الفردوس، ۱۱۹/۱، فتح الباری، ۶/۳۸۷، لسان المیزان، ۱۷۵/۲، مجمع الزوائد، ۲۱۱/۸، فیض القدر، ۱۸۳/۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۶۲۱، نیل الاوطار، ۱۷۸/۵، شرح موطا زرقانی، ۳۵۷/۴، شرح نسائی سیوطی، ۱۱۰/۴، المطالب العالیہ، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱۵) امام ابن عدی، امام بیہقی نے اسے صحیح کہا۔ امام زرقانی اور امام الوہابیہ قاضی شوکانی نے کہا کہ امام بیہقی نے حیاتِ انبیاء پر ایک لطیف کتاب تالیف کی، جس میں اس روایت کو اسناد صحیح کے ساتھ بیان کیا۔ امام بن حجر عسقلانی نے بھی امام بیہقی کی کتاب کا ذکر کیا اور مزید تحقیق کی ہے۔

\_\_\_\_\_ شبِ معراج آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر مبارک میں نماز

پڑھتے دیکھا، فرمایا: ”وہو قائم یصلیٰ فی قبرہ“۔ (مسلم، کتاب الفعائل، نسائی، احمد، ابن ابی شیبہ وغیرہم) نماز پڑھنا جسم کی صفت ہے۔

\_\_\_\_\_ ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ، ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا آپ کو یہ علم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں!۔ (طیۃ الاولیاء، رقم الحدیث ۲۵۶۷)

\_\_\_\_\_ موسیٰ علیہ السلام کے ویلے سے ہی پینتالیس نمازیں معاف ہوئیں۔

فرمایا: ”مردت علی موسیٰ“، میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا۔ یہ نہیں فرمایا کہ روح موسیٰ کے پاس سے۔ (بخاری: کتاب الصلوٰۃ)



❖۔۔۔۔۔ آپ ﷺ نے، حضرت یوسف، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا حلیہ بیان فرمایا۔ (مستدرک، ۶۲۳/۲، بخاری: کتاب الانبیاء) حلیہ جسم کا ہوتا ہے روح کا نہیں۔

❖۔۔۔۔۔ جب سیدنا عمر فاروق حجرہ مقدسہ میں دفن ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”حیاء من عمر“، آپ سے حیا کی وجہ سے اب میں مکمل پردہ کر کے داخل ہوتی ہوں۔ یعنی آپ باشعور جانتی تھیں۔ (مسند احمد، ۲۰۲/۶، مستدرک للحاکم، ۶۳۳/۳، ۸۷۳، الاصابۃ للورکشی، ۶۸، مجمع الزوائد، ۲۶۸/۸، ۳۷۹/۹) امام حاکم، امام بیہقی اور امام زرکشی نے اس روایت کو ”صحیح علی شرط شیخین“ کہا۔

❖۔۔۔۔۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) مدینہ پاک پر یزیدی حملہ کے دنوں میں، قبر رسول ﷺ سے آذان و اقامت کی آواز سنتے۔ (دارقطنی، ۵۶۱، مسند احمد، ۴۰۰/۲، بیہقی فی شرح سنن ابن ماجہ، ۲۹۱/۱، وفی خصائص کبریٰ، ۲۸۰/۲، ۲۸۱، وحاوی للفتاویٰ، ۲۶۷/۲، عارسل التبع، ۲۳۸/۲، دلائل النبوة لابو نعیم، ۳۹۶، المقریزی فی اجتماع الاسماع، ۶۱۵/۱۳، ۶۱۶، شرح مواہب، ۳۶۵/۷، جذب القلوب، ۲۴، طبقات الکبریٰ لابن سعد، ۱۳۲/۵)

❖۔۔۔۔۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:۔۔۔۔۔ ”حیائی خیر لکم“ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے، کہ تم میری احادیث سنتے ہو، ”ووفائی خیر لکم“، کیونکہ مجھے تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، جب اچھے عمل کو دیکھتا ہوں حمد بیان کرتا ہوں، اور جب کسی بری چیز کو دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (مسند بزار، ۳۰۸/۵، مسند شاشی، ۲۵۳/۲، المحضی فی فضل الصلاۃ علی النبی، ۳۸/۱، طبقات الکبریٰ لابن سعد، ۱۹۳/۲، مسند الفردوس، ۱۸۳/۱، مجمع الزوائد، ۲۳۹/۹، سیر اعلام النبلاء، ۱۰۶/۱۷، تہذیب الکمال، ۵۵۸/۱۳، تفسیر ابن کثیر، ۵۱۶/۳، شرح المواہب، ۳۷۳/۷) امام بیہقی اور زرکشی نے فرمایا: اس کے رجال صحیح ہیں، سند جید ہے۔

❖۔۔۔۔۔ اسی لیے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: کہ آپ ﷺ انور نبوت سے ہر امتی کے مرتبہ دین اور ایمان کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔۔۔۔۔ آپ پہچانتے ہیں۔۔۔۔۔



اخلاص و نفاق کو۔ (تفسیر عزیزی، ۵۱۸/۱)

وہابی مولویوں نے بھی امت کے اعمال سے آگاہی کے متعلق لکھا۔ نواب صدیق الشمامہ العنبر یہ۔ قاضی شوکانی؛ نیل الاطار۔ عبداللہ روپڑی؛ فتاوی اہل حدیث۔ شمس الحق؛ عون المعبود۔

..... مقصود کائنات ﷺ نے فرمایا: ”ما من أحد يستلم على إرادة الله على روحى حتى إرادة“، ایسا کوئی شخص نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح کو لوٹا نہ دیا ہو، یہاں تک کہ میں ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مسند احمد، ۵۲۷/۲، مجمع الزوائد، ۱۶۲/۱۰، المعجم الاوسط، ۲۶۲/۳، سنن کبریٰ للبیہقی، ۲۳۵/د، شعب الایمان، ۱۲۷/۲، مسند ابن رحمویہ، ۱۶۲/۱۰)

..... تاج الدین سبکی فرماتے ہیں: ان احادیث کا تقاضا ہے، کہ آپ ﷺ کی روح مبارک (مستقل) لوٹا دی گئی ہے، آپ سلام سن کر جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (شفاء القام، ۱۳۳)

..... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے، ”فہو قائم علی قبری“، وہ میری قبر پر (غلاموں کی طرح) کھڑا ہے، پس قیامت تک جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا، وہ فرشتہ اس درود پڑھنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام مجھے پہنچائے گا، اور عرض کرے گا، یا محمد ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ (مسند بزار، ۲۵۵/۴، البخاری فی التاریخ الکبیر، ۴۱۶/۶، ابن حبان، ۷۶۲/۲، الترغیب، ۳۲۶/۲، بیان المز ان لعسقلانی، ۲۳۹/۴، مجمع الزوائد، ۱۶۲/۱۰، مسند حارث، ۹۶۲/۲)

ان تمام احادیث پاک سے بھی یہی متحقق ہوتا ہے کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، روح مبارک کا جسم اطہر سے تعلق قائم ہے۔



(عربی روایات "نفس شہیدہ" کے تحت ملاحظہ کریں)

نجدیوں کی بدعت دھوکا اور علامہ اسلام کا موقف  
عقل کے پوجاری روح کو بھی جسم پر قیاس کرتے ہیں، کہ جب جسم قبر میں بند  
ہو گیا تو پھر وہ زندہ کیسے رہ سکتا ہے، اگر زندہ تھے تو غسل لوگوں کو دینا پڑا اور وہ کیوں  
کیا۔۔۔ انہیں "ولکن لا تشعرون" کا بھی خیال نہیں رہتا۔

لکھا: منوں مٹی تلے مدفون ہیں، نہیں سمجھتے۔ (ص: ۱۳۳)

اور یہ بھی دھوکا دیتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے ہاں جنت میں ہیں، قبر میں  
نہیں، قبر کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ خود ان کے امام اس کی تردید کرتے ہیں کہ  
"الروح" میں اس طرح کے تمام شہادت کے حجابات دیتے ہیں کہ قبر کے قریب وہ  
بعد کچھ نہیں ہوتا، جیسے سورج کی روشنی جنت میں رہ کر بھی اُس کا جسم کیسا تھوڑا سا  
ہوتا ہے۔

امام ابن کثیر نے بھی ان کی تمام کلامات بیان کیے ہیں (مجموعہ ۵: ۵۲)

ملاحظہ قاری، اور علامہ عسکری نے بھی ان کی تردید کی ہے۔ (مجموعہ ۵: ۵۲)

المؤرخ، ۱۲، اردو ترجمہ، تمام "فیضانِ حیات" کے تحت ملاحظہ کریں

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ جب عام مومن کی قبر کی یہ شان ہے، تو کیا:

"النساء القبر روضة من رياض الجنة الخ"، قبر یا تو جنت کی باغوں میں سے

باغ ہوتی ہے، یا پھر روزِ رخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتی ہے (عسکری اور کئی دوسرے

نفس) (مجموعہ ۵: ۵۲)

تو پھر سرکارِ دو عالم ﷺ کی قبر شریف کی عظیم جنت ہوگی۔ خود فرمایا: "میں



قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة“، میری قبر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے۔ (مسند احمد، ۶۴/۳، مسند ابو یعلیٰ، ۴۹۶/۲، المعجم الاوسط، ۱۹۲/۱، تاریخ الکبیر بخاری، ۳۹۲/۱، سیر اعلام النبلاء، ۷۷/۱۲، مجمع الزوائد، ۸/۳) امام بیہقی نے فرمایا: رجالہ رجال الصحیح۔

معلوم ہوا اس انداز سے بھی آپ ﷺ کی قبر انور کی حیات، جنت ہی کی حیات ہے، آپ آج بھی جنت میں ہی ہیں۔

جنت کی ہوا پائیں، جو در پہ تیرے جائیں  
خوش بخت ہیں، جو تیرے کوچے سے گزرتے ہیں

خلیفہ راشد عمر ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خصوصی قاصد بھیج کر روضہ اقدس پر اپنا سلام بھیجا کرتے، اور جو کوئی مسافر مدینہ مل جاتا اسے بھی کہتے، کہ درجائیں ﷺ پر میرا سلام عرض کرنا۔ (شعب الایمان، ۳۹۱/۳، شفا شریف، ۵۸۵، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ۲۰۴/۶۵، ابن حزم المحلی، ۵۱۶/۹، تفسیر درمنثور، ۵۷۰/۱)

امام مالک رضی اللہ عنہ اس کو مکروہ جانتے کہ کوئی یہ کہے: ”زنا قبر النبی“، کہ میں نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی ہے، کیونکہ یہ عامیانہ الفاظ ہیں۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں عامیانہ الفاظ استعمال کرنا خلاف ادب اور مکروہ ہے۔

لہذا مستحب یہ ہے کہ خاص طور پر یہ کہا جائے: ”سلمنا علی النبی ﷺ“، کہ ہم نے سرکارِ دو عالم کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کیا ہے۔ (شفا شریف: ۵۸۴)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) نے تو اپنے دور میں یہ فرمایا تھا: ”انہ لم یقل احد۔۔۔۔۔ وارواحہم غیر متعلقہ باجسامہم“، بے شک کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا۔۔۔ کہ ان کی ارواح کا ان جسموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور جو کوئی ان پر سلام



پیش کرتا ہے وہ اسے نہیں سنتے۔ تو ایسا ہی انبیاء کے بارے میں آیا ہے، کہ بیشک انبیاء علیہم السلام تبلیہ کہتے، حج کرتے ہیں، اور ہماری سرکار ﷺ کے لیے تو یہ کرامات بدرجہ اولیٰ ثابت ہیں۔ (جمع الوسائل فی شرح شمائل، ۳۰۰/۲۔ اور اسی طرح المواہب، ۶۹۵/۲، وشرح مواہب، ۳۶۵/۲ میں بھی ہے)

یعنی ملا علی قاری کے دور تک کسی کلمہ گو کا یہ عقیدہ نہیں تھا، کیونکہ یہ انگریز کی پیداوار، فتنہ نجدیت کی ہی بدعت مذمومہ ہے، یہ شوٹا انہوں نے ہی چھوڑا ہے۔

علامہ یوسف بن اسماعیل بھائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فقد صح انہ علیہ السلام حتی فی قبرہ“، یہی صحیح ہے، کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔  
(شہداء، ۲۱۲)

امام زرقانی، امام ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہم، امام الوابیہ قاضی شوکانی نے کہا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حیات انبیاء“ پر ایک لطیف کتاب تالیف فرمائی۔ (فتح الباری، ۶/۳۸۷، شرح موطا زرقانی، ۳/۳۵۷، الحاوی للفتاویٰ، ۲/۲۶۳، نخل الاوطار، ۵/۱۷۸)

علامہ شرنبلالی، علامہ سیوطی علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا: آپ حقیقی و جسمانی حیات سے زندہ ہیں، آپ کے وفات کا صرف اتنا مطلب ہے، کہ فرشتوں کی طرح ہماری نظروں سے اوجھل ہیں، آپ ﷺ کو فقط مقامات عالیہ والے لوگ دیکھ سکتے ہیں، ابن قیم نے بھی یہی لکھا۔ (نور الایضاع، ۳۹۱، الحاوی للفتاویٰ، ۲/۱۹۰، کتاب الروح، ۵۱)

شیخ عقیف الدین یافعی فرماتے ہیں: اولیا کرام پر حقائق منکشف ہوتے ہیں، اور وہ انبیاء کرام کو مردہ نہیں، بلکہ زندہ دیکھتے ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں زندہ دیکھا۔ (الحاوی، ۲/۲۶۸)



امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ صوفیا کرام (صرف خیمہ ہی میں نہیں بلکہ) بیداری میں (بھی) فرشتوں اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ فرماتے ہیں، آوازیں سننے ہیں، ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ (المعتمد من الصوال، ص ۵۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ سے عالم روحانی میں دینی سوال کرنے اور فیض لینے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (تہذیبات الہیہ، ۲/۳۰۰)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کر دی، فرماتے ہیں: ”حیاۃ النبی فی قبرہ۔۔۔“ کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارکہ میں زندہ ہیں، یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے، اس کے دلائل متواتر ہیں۔ (الحادی للفتاویٰ، ۲/۲۶۴)

یعنی اس عقیدے کا منکر اگر کافر نہیں، تو شدید گمراہ ضرور ہے۔

مزید فرماتے ہیں: آپ ﷺ جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں، تصرف فرماتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، تشریف لے جاتے ہیں، آپ باکل اسی ہیئت پر ہیں، جس پر قبل وفات تھے، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی صرف ملائکہ کی طرح آنکھوں سے غائب ہیں۔

(ایضاً، ۲/۴۵۳)

ایسے ہی تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے۔ (ایضاً: ۲/۲۶۷)

ایسے ہی علامہ محمود آلوسی نے فرمایا ہے۔ (روح المعانی، پارہ ۲۳، ص ۱۳، پارہ ۲۳، ص ۳۳ ج ۲۲ ص ۳۷)

علامہ اسماعیل حقی نے امام غزالی کے حوالے یہی کچھ لکھا ہے۔ (روح البیان،

(۹۹/۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تو حضور پاک ﷺ کو دل میں جلوہ گر



جان کر عرض کیا کہ، "السلام علیک ایہا النبی الخ"، اور یقین رکھ کہ میرا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے، اور آپ اس سے بہتر جواب سے نوازتے ہیں۔ (احیاء العلوم، ۱۶۹/۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کے لیے اب کوئی موت و وفات نہیں ہے، بس ایک حال سے دوسرے حال میں، اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے۔ (مرقاۃ، ۱۱/۲۵۶)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: حیات انبیاء علیہم السلام کا اتفاق ہے، کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا، (یعنی یہ انکار والا نجدی ٹولہ بعد کی بدعت ہے) اور یہ حیات جسمانی دنیاوی اور حقیقی ہے، نہ کہ روحانی و معنوی۔ (مدارج المؤمنین، ۱/۱۰۰)

علامہ یوسف بن اسماعیل بحالی فرماتے ہیں: "حیۃ الانبیاء فی الدور ہم ثابتہ بادلہ کثیرۃ بہا اہل السنۃ و کذا حیۃ الشہداء و لا ولیاۃ حیات انبیاء کثیر دلائل سے ثابت ہے، جن سے اہل سنت نے استدلال کیا ہے، اور ایسے ہی شہداء اور اولیاء کی حیات بھی ثابت ہے۔ (شواہد اہل بیت، ۱/۱۲۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے: کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں۔ (موضوئہ الحرمین، ۸۴)

تحت آیت: "و یكون الرسول علیکم شہیدا"۔ (نور، ۱۴۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ آپ ﷺ نور نبوت سے ہر امتی کے مرجعہ دین اور ایمان کی حقیقت سے آگاہ ہیں، اور یہ کہ کون سا پردہ اس کی ترقی ایمان میں رکاوٹ ہے، پس آپ پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں، ایمان کے درجات اور اخلاص و نفاق کو۔ (تفسیر عزیزی، ۵۱۸)



کیا یہ سارے سلف کرام جاہل، بدعتی، مشرک اور گمراہ تھے؟ یا کہ ان کے مسلک اور طریقے سے انحراف، بغاوت کرنے والے بدعتی اور بے دین ہیں؟

شاہ عبدالعزیز پر انہی کے ناخلف شاگرد اور بھتیجے کا فتویٰ شرک ملاحظہ کریں، لکھا: ”جو یہ سمجھے کہ کسی کو میرے دل کی حالت کی خبر ہو جاتی ہے، سوان باتوں سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے“۔ (تقویۃ الایمان، ص ۳۲، پہلا باب، مکتبہ خلیل)

وہابیہ کے امام العصر، محمد ابراہیم میرسیا لکوٹی لکھتے ہیں: کہ پرانے اہل دہلی میں تو یہ بھی مشہور تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو حضور ﷺ کی حضوری کا مرتبہ حاصل تھا۔ (سراج منیر: ۳۰، حاشیہ)

اسی ابراہیم میرسیا لکوٹی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علم و فضل کی تحسین کی اور ان سے عقیدت کا اظہار کیا۔ (تاریخ الہمدیث، ص ۲۷۴)

نواب صدیق حسن غیر مقلد نے بھی شیخ محقق کی خدمات حدیث کی تعریف کی۔ (المجلد، ص ۱۶۰)

انور شاہ کاشمیری دیوبندی کو بھی لکھنا پڑا: انبیاء کرام کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندوں جیسے کام بجالاتے ہیں، ارواح تو کافروں کی بھی زندہ ہیں۔

(فیض الباری، ۴/۳۵، سعودی تفسیر: ۹۷ پر فیض الباری کا حوالہ دیا گیا)

قارئین ہی فیصلہ کریں، کہ ان بزرگوں کے پیچھے چلنا چاہیے، یا کہ ان گمراہ لوگوں کے پیچھے، جن کے بدعت و شرک کے فتوؤں سے ایسی پاکباز ہستیاں بھی محفوظ نہ رہ سکیں؟۔



## نجدیوں کے اکابرین کا مسلک:

نواب صدیقی نے لکھا ہے: کہ بیشک آپ اپنی وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں، جیسے حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسے امام بیہقی نے صحیح کہا ہے۔ (السراج الوہاج، ج ۱۔ اشعۃ العنبر، ص ۵۲)

قاضی شوکانی نے ”نیل الوطار“ ج ۳، ج ۵، تحفۃ الذاکرین: ۳۸۔ نذیری دہلوی نے ”فتاویٰ نذیریہ“ ج ۱، ۲۔ فتاویٰ علمائے اہل حدیث، ج ۹۔ وحید الزماں، مترجم سنن ابن ماجہ، ج ۱۔ شمس الحق، عون المعبود، ج ۱۔ عطاء اللہ حنیف، التعليقات السلفية، ج ۱۔ حافظ محمد گوہر دہلوی، الاعتصام ۲ شمارہ نمبر ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے اہل حدیث، ج ۹۔

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی نے (بحوالہ اتحاف العلماء: ۴۱۵) بھی لکھا ہے: کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

کیا اس عقیدے کی بنیاد پر یہ سارے اکابرین وہابیہ بھی گمراہ ہیں یا کہ صرف ہم ہی؟۔۔۔ نجدی انصاف کریں!۔

۔ تو زندہ ہے واللہ، زندہ ہے واللہ!

میری جسم عالم سے چھپ جانے والے

(تفصیل کے لئے ”واللہ آپ زندہ ہیں“ از علامہ محمد عباس رضوی، ملاحظہ کریں)





## باب: ۲۷

صالحین کو اختیار تو کجا، شفاعت کے مفہوم سے بھی بے خبر ہیں:

نجدی مفسر نے لکھا: ”یعنی شفاعت کا اختیار تو کجا، انہیں تو شفاعت کے معنی و مفہوم کا بھی پتہ نہیں، کہ وہ پتھر ہیں یا بے خبر، (اگلے صفحے پر رسول اللہ ﷺ حضرت علی، عبدالقادر جیلانی کو صراحتاً مردہ کہا)۔ (ص: ۱۳۰۴)

مزید لکھا: ”آخرت میں پیروں، گدی نشینوں کی بے بسی اور بے وفائی پر مشرکین حسرت کریں گے“۔ (ص: ۶۶)

مزید ان مقامات پر شفات صالحین کا انکار کیا۔ (ص: ۳۳، ۳۰۰، ۵۶۶، ۱۱۱۴، ۱۲۱۲)

دوسری طرف ان مقامات پر لکھا کہ: شفاعت صالحین ہوگی۔ (ص: ۸۸۹، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶) جو واضح تضاد ہے۔

اور ان مقامات پر مسلمانوں کے عقیدہ شفاعت کو مشرکوں کے عقیدہ شفاعت کے ساتھ ملایا۔ (ص: ۱۲۹۰، ۱۳۲۵)

اسماعیل دہلوی نے بھی جھوٹ لکھا: مشرکین مکہ بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، ان کا شرک یہی تھا، پکارنا، نذر و نیاز کرنا، وکیل و سفارشی سمجھنا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، وہ ابو جہل جیسا مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

دہلوی نے لکھا: ”اسی (اللہ) کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام“ (قیامت کو پتہ چلے گا!)۔ (تقویۃ الایمان: ۴۸)

سعودی نجدی صالح بن فوزان افتراء علی اللہ کا ارتکاب کرتے لکھتا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی کہ فرشتوں، نبیوں یا بتوں سے شفاعت طلب کی



جائے۔ (حقیقت توحید: ص ۳۶، دعوتِ وارث اور ریاض)

مزید لکھا: ”شفاعت اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے، مردوں سے نہیں“

۔ (ایضاً: ص ۴۵)

اسی لیے حسین احمد مدنی دیوبندی نے لکھا تھا: ”وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر) پہنچاتے ہیں“۔ (الشہاب الثاقب: ۸۴)

دیوبندیوں (تبلیغی وغیرہ) کا بھی یہی عقیدہ ہے، کیونکہ یہ بھی شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کے مقلد ہیں، ”تقویۃ الایمان“ پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔

سعودیہ سے شائع ہونیوالی ایک کتاب میں ”ابن تیمیہ“ کے (مجموع الفتاویٰ: ۱۵۵/۱۲/۱۳) حوالے سے لکھا ہے: ”کہ صالحین کو پکارنے والے مشرک ہیں، کیونکہ یہ ان کی عبادت ہے، ان کو صالحین کی دوستی اور محبت، شفاعت کے متعلق کام نہیں آئے گی، ایسے لوگوں کا غیر اللہ (صالحین) کو اپنا دوست بنانا شرک ہے، وہ مشرک ہیں۔ ان کی شفاعت کرنا تو دور کی بات ہے، وہ ان سے الگ ہو جائیں گے۔“

(ملخص، اسلام میں شفاعت کا مفہوم: ۱۳۳، ۱۳۱، ۱۵۴، ۱۵۵)

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے مسلمانوں کے عقیدہ شفاعت کے متعلق اپنی بدعتیہ عقیدگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ: ”تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان (عامۃ المسلمین) کا توحید رنویت کا اقرار کرنا انکو اسلام میں داخل نہیں کرتا اور جو ملائکہ اور انبیاء کا قصد کرتے ہیں، اور انکی شفاعت کا ارادہ کرتے ہیں اور اس سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں، یہی وہ چیز جس نے انکی جانوں و مالوں کو (وہابیوں، نجدیوں پر) حلال کر دیا ہے، اب تم نے اس توحید (وہابیہ) کو جان لیا ہوگا کہ جس کی رسولوں نے دعوت دی ہے، (یہ انبیائے کرام



پر شیخ نجدی کا کھلا بہتان اور غلو ہے)، خواہ اس کا انکار کرنے سے مشرکوں نے انکار کیا ہو۔  
(کشف المشبات: ص ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ)

اسی شیخ نجدی کی اندھی تقلید میں امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں بھی اسی طرح لکھا، (تقویۃ الایمان کی عبارت گزر چکی)

سعودی مفسر نے خود ہی لکھا: ”یعنی شفاعت کی نفی اہل کفر و شرک کے لیے ہے، اور اثبات ان کے لیے جو گنہگار مومن و موحد ہوں گے، اس طرح دونوں قسم کی آیات میں کوئی تعارض بھی نہیں رہتا۔ (ص: ۳۵۸)

معلوم ہوا کہ نجدی برادری کا عقیدہ شفاعت کی وجہ سے مسلمانوں کو ابو جہل جیسا مشرک، واجب القتل کہنا، تعارض، تحریف اور غلو ہے۔

اسماعیل دہلوی نے شفاعت بالوجاہت کا معنی یہ کیا کہ، کسی کے رعب سے اُسکی سفارش مان لینا۔ شفاعتِ محبت کا معنی یہ کیا کہ، کسی کی محبت سے لاچار ہو کر اُسکی سفارش مان لینا۔ اور اسی طرح شفاعت باذن اللہ کا بھی معزلہ کی پیروی میں معنی بگاڑ دیا۔ (تقویۃ الایمان)

جبکہ ”شفاعت بالوجاہت“ کا صحیح معنی یہ ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو خود اپنی بارگاہ میں جو قرب اور مقام عطا فرمایا ہے اُسکی وجہ سے اُنکی عزت افزائی کرتے ہوئے، گنہگاروں کے حق میں اُنکی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ”وجیہا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین“، وہ دنیا و آخرت میں ذی عزت ہے، اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔ (آل عمران: ۴۵۔ نجدی مفسر نے اس آیت کی تفسیر نہیں کی، جو اس کی بد باطنی پردال ہے)



مفسرین کرام نے اخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول کیا ہے۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت۔ (بیضاوی مع عنایت القاضی: ۵۱/۳)

۔ آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجہ ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے۔  
اسی طرح ”شفاعت بالمحبت“ کا صحیح معنی یہ ہے کہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی، دلداری اور اس کی خوشی لحاظ رکھا جائے، اس میں یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ اگر محبوب کی فرمائش نہ مانی گئی تو وہ ناراض ہو جائیگا۔ اور یہ حال اسی شخص سے پوچھا جاسکتا ہے جو محبت کو جانتا ہو، اور یہ حقیقت عقلاً و نقلاً ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:  
”وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى“ تجھے تیرا رب بہت جلد (انعام) دیگا اور تو راضی (و خوش) ہو جائیگا۔ (النحل: ۵)۔ (مفہوم، تبیان القرآن: ۴۷۸ تا ۴۸۲)

۔ حق تمہیں فرما چکا اپنا حبیب اب شفاعت بالوجاہت کیجیے!  
ثابت ہوا کہ یہ نجدی تو خوارج اور معتزلہ سے بھی نمبر لے گئے جو صرف اہل کبار کے لیے شفاعت کے منکر تھے، جبکہ انہوں نے تو مسلمانوں کے عقیدہ شفاعت کو صالحین کی عبادت اور شرک قرار دے کر سرے سے ہی انکار کر دیا۔ اور اس میں اپنے گھر سے خود ساختہ قیدی اور شرطیں لگا کر مسلمانوں کے اس مقدس عقیدے کو ان مشرکین کے عقیدہ شفاعت کیساتھ ملا دیا جو خود اقرار کرتے تھے کہ: ”ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیکی کے مرتبے تک ہماری رسائی کرا دیں۔ (زمر: ۳)

جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ”وَأَن لَّهٗ عِنْدَنَا ذُلْفَىٰ“



و حسن ماب۔“ اور بے شک ان کے لیے ضرور ہمارا قرب، اور بہترین ٹھکانہ ہے۔“

(سورۃ ص: ۴۰)

یعنی وہ بت اور دشمنان خدا ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح مشرکوں کے متعلق فرمایا کہ: ”اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کے عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں الخ۔“ (یونس: ۱۸) ان دونوں آیات میں کس قدر وضاحت ہے کہ یہ مشرکین اپنے سفارشیوں کی عبادت کرتے تھے، جبکہ کوئی مسلمان بھی کسی نبی، ولی کی عبادت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اس ظلم کے باوجود بھی یہ لوگ منافقین کی طرح اس فساد کو اصلاح کا نام دیتے ہیں، کہ چونکہ دور رسالت کی طرح آج بھی دنیا شرک سے بھر گئی ہے، آج لوگ کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی مشرک ہیں، رب تعالیٰ کی توحید کو بڑا خطرہ ہے، لہذا اہم نجدی لوگ دنیا سے شرک کو مٹا کر خدا تعالیٰ کی توحید کو قائم کر رہے ہیں۔

”لعنة الله المنافقين والكاذبين“

ہو سکتا ہے کہ نجدیوں کی رگ شر پھڑ کے اور کہیں کہ ہم تو صرف فوت شدہ سے طلب شفاعت کو شرک کہتے ہیں۔

تو ہم کہتے مطالبہ کرتے ہیں، کہ پوری شریعت اسلامیہ میں سے کوئی ایک صحیح صریح نص لے آؤ، جس میں مسئلہ شفاعت میں شفیع کے متعلق زندگی اور موت کی قید لگائی گئی ہو، اور فوت شدہ کو شفیع جاننے کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہو۔

سعودی قرآن کے مترجم (جو ناگزرمی) نے، ”ام اتخذوا من دون الله



شفعاء“، (زمر: ۲۳) کا ترجمہ یہ کیا: ”کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا (اوروں کو) سفارشی مقرر کر رکھا ہے۔“

یعنی اس ترجمے میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی سفارشی ثابت کیا گیا، جو کہ یقیناً خود گمراہی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کس کے ہاں سفارشی ہوگا؟ اس سے بڑا اور کون ہے؟ بلکہ اُسکی عطا سے اُسکے محبوب بندے اُسکے ہاں گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔ جب کسی زبان میں ترجمہ کیا جائے تو اُسکے محاورے کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہوتا ہے، تاکہ کوئی قرآن کا مفہوم غلط نہ سمجھ لیا جائے۔

اسی لیے امام اہلسنت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کے خزانے ترجمے ”کنز الایمان“ میں اس مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ یوں فرمایا: ”کیا انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بتا رکھے ہیں۔“

سبحان اللہ!۔۔۔ یہ ہے قرآن فہمی جو صرف اہلسنت کا نصیب ہے۔

اس ترجمے میں کس طرح قرآن کے مفہوم اور مدعا کو واضح فرما دیا گیا کہ، ”من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه“، یعنی وہ کون ہے جو اُسکے ہاں سفارش کرے بغیر اُسکے حکم کے۔ (بقرہ: ۲۵۵)

آپ آج بھی شافع ہیں؛ (تضاد)

قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کے حیات ظاہری میں شفع ہونے کی صراحت ہے: ”ولو انهم اذ ظلموا لنفسهم جازك الخ“، اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، آپ کے پاس آجاتے، اللہ سے معافی مانگتے، اور رسول بھی ان کی شفاعت



کرتے، تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ (النساء: ۶۳)  
 اور اس آیت کو سوائے نجدیوں کے پوری امت نے قیامت تک کے لیے عام سمجھا ہے، یہ بدعت ابن تیمیہ کی ایجاد کردہ ہے، اس کی مذموم تقلید میں شیخ نجدی پھر اس کے سارے قبعین کا یہی دین ہے۔ اور کہتے ہیں: اس آیت کا حکم صرف ظاہری حیات طیبات تک ہی تھا، آپ ﷺ سے اب شفاعت طلب کرنا شرک اکبر ہے۔

(ابن تیمیہ، شیخ نجدی، اسماعیل دہلوی تینوں کی عبارات گزر چکی ہیں)

سعودی مفتی ابن باز مد اخلت فی الدین کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے:  
 ”آپ کی زندگی میں شفاعت کا مطالبہ جائز تھا، اور قیامت کو بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ کی استطاعت میں تھی اور ہوگی۔“ (یعنی شرک اس لیے ہے کہ اب شفاعت کرنا آپ کی استطاعت میں نہیں رہا)۔ (مخلصا، زیارت مدینہ منورہ: ص ۲۰، پریزیڈنسی جنرل (سعودیہ)  
 سعودی نجدی مولوی صالح بن فوزان نے اسی آیت کے تحت سلف مفسرین کے نقل کردہ ”امام عتبی“ کے واقعے، اور اس آیت کے مقید ہونے کے متعلق دلیل ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: ”یہ قصہ اور کہانی ہے، آیت سے مراد زندگی میں آنا ہے، قبر کے پاس نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی قبر کے پاس آکر شفاعت کا سوال نہیں کیا۔“ (یہ سفید جھوٹ ہے، بالفرض یہ کام کسی نے نہیں کیا، تو غالیو! شرک کس نے کہا؟)۔ (حقیقت توحید: شخص: ۶۰، ۵۹، ۵۸، دعوة دارشادر یا ض)

سعودی مفسر نے (بقرہ: ۲۰۷)، کے تحت لکھا: ”لیکن یہ آیت عام ہے،۔۔۔، کیونکہ اس قسم کی تمام آیات کے بارے میں، جو کسی خاص شخص یا واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں یہ اصول ہے: (العبرة بعموم اللفظ، لا بخصوص السبب) یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار ہوگا، سبب نزول کے



خصوص کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔“ (ص: ۸۳، ۷۵۹)

ع مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری!

حزید مفتی اعظم سعودی عرب ابن باز کا فتویٰ بھی پڑھ لیں؛ ”قرآن کے ظاہر عموم سے اس وقت تک عدول نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ کتاب و سنت میں کوئی ایسی دلیل نہ ہو جسے اس طرف پھیرنا واجب ہو، رہا اس کے مخالف قیاس تو اسے قاسد سمجھا جائیگا۔“ (فتاویٰ ابن باز، اردو: ۲۳۵، دارالسلام الریاض)

ہم پوچھتے ہیں کہ نجدیوں کے پاس (نساء: ۶۳) کے عموم کو خاص کرنے کی کون سی خاص دلیل ہے؟

سعودی مفسر نے (النساء: ۶۵) کو عام رکھا۔ (ص: ۱۱۶۶) مگر (النساء: ۶۳) کو بلا دلیل مقید کر کے بعد وصال آپ ﷺ کے وسیلہ کو شرک کہا۔ (ص: ۵۶۶، ۱۴۹۱)

حجرات: ۲، کو بھی حکم کے اعتبار سے عام لکھا۔ (ص: ۱۴۵۶)

صالح بن فوزان نے لکھا: ”ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت (بنی اسرائیل: ۵۷) عام ہے۔“ (حقیقت توحید: ص ۵۱)

سعودی مفسر نے ان مقامات پر آیات میں عموم ذکر کیا۔ (ص: ۱۱۹، ۱۱۱، ۱۲۰، ۱۵۳، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳



(شفاء القام: ۸۱، جواہر المعظم: ۶، شواہد الحق: ۶۱)

وہابیوں کے پاس (النساء: ۶۴)، کو خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں:

منکرین شفاعت نجدیوں کے پاس النساء: ۶۴ کو مقید کرنے کی کوئی دلیل نہیں اسی لیے انہیں، گھر سے قید لگانے کے لیے کئی جھوٹ گھڑنے پڑتے ہیں۔

سعودی مفتی نے یہ دلیل دی جو ابھی گزری: ”کہ اب شفاعت کرنا آپ کی استطاعت میں نہیں رہا۔“

صالح بن فوزان (النساء: ۶۴) کے مقید ہونے کی دلیل پیش کرتا ہے: ”اس آیت سے مراد زندگی میں آنا ہے، قبر کے پاس نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی قبر کے پاس آکر شفاعت کا سوال نہیں کیا۔“

(حقیقت توحید: ۶۰، ۵۹، ۵۸، دعوة وارشار یا ض)

قارئین کرام! آپ اہل سنت کو بدعتی کہنے والوں اور ان سے ہر میت کے متعلق نص کا مطالبہ کرنے والوں کی اپنی غربت اور غلو ملاحظہ کریں؟ کہ جس عقیدے کو شرک اکبر کہتے ہیں، اس کی ممانعت کے متعلق کتاب و سنت سے ایک دلیل بھی نہیں دیکھا سکے، سوائے قیاس فاسدہ، گمان خبیثہ کے۔

ورنہ۔۔۔ ہاتوا ہرہانکم ان کنتم صادقین!

لیکن پھر بھی مسلمانوں کو عقیدہ شفاعت کی وجہ سے مشرکین مکہ جیسا مشرک کہتے ہیں۔

ابھی ان کے مفتی کا فتویٰ بھی گزرا کہ: ”رہا اس (یعنی عموم) کے مخالف قیاس



تو اسے فاسد سمجھا جائیگا۔“ (فتاویٰ ابن باز ص ۲۳۵، دار السلام الریاض)

ابن فوزان نجدی کا یہ لکھنا: ”کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی قبر کے پاس آکر شفاعت کا سوال نہیں کیا“، صحابہ و تابعین پر بہتان اور سفید جھوٹ ہے اور ان اصول بدعت کے مطابق بدعت بھی ہے۔ (اس کا رد ”ذقات شدہ کا رد“ ص ۱۱۱ کے تحت ملاحظہ کریں)

اور یہ جو لکھا کہ: ”یہ (امام حسن کا واقعہ) قصہ اور کہانی ہے۔“

سعودی قرآن کے مترجم جونا گڑھی نے بھی تفسیر ابن کثیر کے قصہ میں لکھا کہ یہ واقعہ غیر معتبر ہے کہ کسی حدیث کی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔۔۔ حالانکہ مستر ہونے کے لیے یہ شرط لگانا، منکرین کے اصول کے مطابق خود بدعت ہے۔ اور کیا ابن کثیر بھی غیر مستر ہیں، جن کی تفسیر کا ترجمہ کرنے کا شوق چڑھا؟۔۔۔ کیا اتنے جلیل محدث مفسر نے بھی بغیر اعتبار کیے، اور خلاف شرع سمجھتے ہوئے بھی اس واقعہ کو نقل کر دیا؟

ابن کثیر نے لکھا کہ ایک دونوں، بلکہ مفسرین کی ایک جماعت نے اس واقعے کا ذکر کیا ہے،۔۔۔ اور وہ لوگ نجدیوں کی طرح بے اعتیاد نہیں تھے، کہ ”بغیر اور دلائل“ کے ایک غیر معتبر واقعے پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھ لیتے، بلکہ انہوں نے اسی اصول، (جس کا ذکر سعودی مفسر اور سعودی مفتی کے حوالے سے ابھی گزرا) یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار ہوگا، سبب نزول کے خصوص کا اعتبار نہیں) کے پیش نظر اس آیت مقدسہ کے حکم کو عام سمجھا۔ پھر اس واقعہ پر اعتبار کر کے اس کو بطور توضیح نقل کر دیا، جس سے ان کے عقیدے کی بھی صراحت ہوتی ہے۔



(النساء: ۶۴) کے متعلق مسک سلف کرام:

ابن کثیر اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں: ”اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ گنہگاروں سے ارشاد فرماتا ہے: کہ جب ان سے کوئی غلطی ہو جائے، انہیں چاہیے کہ (وہ آج بھی) رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں الخ“۔۔۔ مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے، ان شیخ ابو منصور صباغ بھی ہیں، انہوں نے اپنی مشہور کتاب ”الشامل“ میں عقی سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: کہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کی، ”السلام علیک یا رسول اللہ“، میں نے قرآن کریم کی ایک آیت سنی ہے، ”ولو انهم اذ ظلموا۔۔۔“ میں اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں اور آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں شفیع بناتا ہوں، پھر اس نے یہ اشعار کہے۔۔۔ عقی کہتے ہیں کہ یہ شعر کہنے کے بعد وہ لوٹ گیا، اور مجھے نیند آ گئی، میں نے خواب میں نبی پاک کی زیارت کی کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے عقی! جاؤ اعرابی کو خوشخبری دے دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش

دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳۰۶/۲، تفسیر قرطبی: ۵/۲۶۵، الجامع الاحکام القرآن: ۵/۲۶۵، البحر المحیط: ۳/۲۹۳، مدارک التنزیل علی ہاشم الخازن: ۱/۳۹۹، تفسیر نسفی: ۳/۲۳۳، درمنثور: ۱/۵۷۰، شعب الایمان: ۳/۳۹۵، مفتی، لا بن قدامہ: ۳/۵۵۷، امام عزالدین، حدایہ السالک: ۳/۱۳۸۴، ابن جوزی، مشیر لغرامہ السالک: ۳/۳۰۱، امام صالحی، سبل الہدی والرشاد: ۱۲/۳۸۰، امام سمودی، وفا الوفاء: ۳/۱۳۶۱، امام ابوالیمن ابن عساکر، اتحاد الزائر: ۶۸، ۶۹، امام ابن نجار، الدرة الشمینة: ۲۲۴، شواہد الحق: ۶۱، مصباح الظلام: ۵۳، علامہ محمد بن موسیٰ مراشی، القرية: ۱/۱۶۱، امام ابن بشکول، ایضاح: ۴۵۴، معارف القرآن: ۲/۴۵۹، مفتی شفیع دیوبندی، تسکین السدور: ص ۳۶۵، سر فراز گھگھڑوی دیوبندی)

..... مقصدی باللہ کے وزیر ابو شجاع محمد حسین کی دنیا سے رحلت کا وقت آیا، انہوں



نے بھی روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر یہی طریقہ اختیار کیا۔

(مصباح الاطلاق، (اردو ترجمہ) پکارویا رسول اللہ: ۵۶، امام محمد بن موسیٰ مراکشی)

❖ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قبر انور کی زیارت تمام قربتوں سے بڑھ کر اہم ترین قربت ہے۔۔۔ پھر آپ کی ذات سے توسل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے حق میں شفاعت طلب کرے۔“ (المجموع: ۸/۲۰۲)

❖ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں: ”روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینے والا یہی آیت (نساء: ۶۳) پڑھ کر آپ سے شفاعت طلب کرے۔“ (المغنی: ۳/۲۹۸)

❖ امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”علمائے اس آیت (نساء: ۶۳) کا حکم تمام آنے والے امتیوں کے لیے عام سمجھا ہے۔“

(شفاء القام: ۸۱، جواہر المعجم: ۶، شواہد الحق: ۶۱)

اور چونکہ یہ عقیدہ ان بدعتیوں کے دین میں شرکیہ ہے لہذا ہمارے ساتھ ان کے یہ امام ابن کثیر اور دیگر سلف ائمہ بھی مشرک ٹھہرے۔

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف

❖ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ پانچ چیزیں عطا کیں جو سابقہ نبیوں میں سے کسی کو نہیں ملیں، (ان میں سے ایک) ”اعطیت الشفاعۃ“ کے مجھے شفاعت دے دی گئی۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

اس فرمان مصطفیٰ کریم ﷺ میں موت و حیات کی کوئی قید نہیں، تو جب آپ ﷺ کو شفاعت دے دی گئی، تو پھر آپ سے طلب کرنا شرک کیسے ہو سکتا ہے؟

لطف کی بات ہے کہ آج بھی مسجد نبوی شریف کی دیوار قبلہ پہ جہاں شافع محشر



ساقی کوثر ﷺ کے اسماء مبارکہ لکھے ہوئے ہیں وہاں آپ کا نام ”صاحب الشفاعۃ“،  
”شفاعت والے“ بھی لکھا ہوا ہے۔

✽..... آپ ﷺ نے نابینے صحابی کو جو دعا سکھائی، اس میں یہ الفاظ ہیں: ”اللہم  
فسفعه فی“ یعنی اے اللہ! میری اس حاجت کی متعلق اپنے نبی ﷺ کی شفاعت قبول فرما  
لے۔

✽..... دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں بھی اس روایت کے راوی صحابی عثمان بن حنیف  
رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہی دعا سکھائی، اور آپ سے نداء بالغیب، مافوق الاسباب  
نداء کے ساتھ استمداد اور استشفاء کیا۔ (”مساجد میں استغاثہ“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

۔ نالے حشر دا شافع مندے نیں، نالے آکھن کجھ نہیں کر سکا

ذرا دیکھو عقل بے عقلاں دی، اقرار دی اے انکار دی اے

”باب فاطمہ“ رضی اللہ عنہ: (امام بوصیری پر فتویٰ کفر)

محبوب دو عالم ﷺ کے روضہ (حجرہ) پاک کا آپ کے قدموں کی طرف جو

”باب فاطمہ“ (رضی اللہ عنہا) ہے، اس کو سنہری تالہ لگا ہوا ہے جس پر آج (۲۰۱۰ء) بھی

قصیدہ بردہ کا یہ شعر کندہ ہے: ۔ هو الحبيب الذي ترجى شفاعته

لکل هول من الالهوال مفتحم

ترجمہ: اے اللہ! وہ جو تیرے محبوب ﷺ ہیں، جن سے شفاعت کی امید کی جاتی

ہے، مصیبتوں اور بلاؤں کے وقت، جو اچانک آپڑتی ہیں۔

یہ شعر قصر نجدیت پر صواعق محرقہ کی طرح ہے، کیونکہ یہ عقیدہ ان کے دین میں

شرک اکبر سے کم نہیں ہے۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ بعد از وصال آپ ﷺ



سے شفاعت طلب کرنا، یہ عقیدہ حرمین شریفین میں بھی جاری و ساری نہ تھا، اور وہاں سے ہی یہ عقیدہ پورے عالم اسلام میں شائع ہوا۔۔۔ ان جیسے اشعار کی وجہ سے نجدی حضرات امام بوصری رحمۃ اللہ علیہ کو کافر، گمراہ اور جھوٹا کہا ہے، جن کے عقیدہ مردہ شریف کو پوری دنیا کے مسلمان پڑی عقیدت سے پڑھتے ہیں۔ (دیکھئے ارکان اسلام و ایمان، ص ۱۶۲، ۱۶۶، ۱۷۳، محمد بن جمیل زین نجدی، مکتبہ البالیات بانیم الریاض)

ہمارے لیے یہ آسان ہے کہ ہم امام بوصری رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی کو کافر، گمراہ اور جھوٹا کہنے کی بجائے، ان مہتممین کو کافر، گمراہ اور جھوٹا مان لیں۔

خلق کے داد و دس سب کے فریاد دس

کہتے روز محبت لاکھوں سلام



باب: ۲۸

رسول اللہ ﷺ کی عزت نہیں رکھتے

آیت: "قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي حَرْشًا وَلَا لِنَعْمِ الْأَمْرِ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ"۔ "اے محبوب فرما دیجیے کہ میں اپنی ذات کے لیے (دوائی غرض) کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر بتنا اللہ چاہے"۔ (یونس: ۴۹)

کے تحت سعودی مفسر نے لکھا: "جب فضل الخلاق، سید اوزل، محمد رسول اللہ ﷺ تک کسی کو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر نہیں، تو آپ کے بعد کوئی ہستی حاجت برآری و مشکل کشائی پر قادر ہے"۔ (خص: ص ۵۷۸)

ہر دہائی چاہے وہ یوحنا کی ہی کیوں نہ ہو اس کا یہی عقیدہ ہے، جو ان کی تمام



کتابوں میں موجود ہے۔ ("شریعت یا جہالت" ۴۰۱، ۴۰۰، پر یہی کچھ لکھا ہے، اس کتاب پر ذکر یا کا دعویٰ تبلیغی کی تصدیق موجود ہے) اور یہ یہود اور خوارج کا طریقہ استدلال ہے، جو ان نامرادوں کو ورثہ میں ملا ہے۔

یہود کی اسی بری عادت کی مذمت کی گئی: "افومنون ببعض الكتاب و تکفرون ببعض"، کہ کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟۔ (بقرہ: ۸۵)

اور خوارجیوں نے صرف "ان الحكم الا لله"، "حکم صرف اللہ کا ہے"۔ (انعام: ۵۷، یوسف: ۶۷، ۴۰) کو دلیل بنا کر حضرت علی شیر خدا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفر و شرک کا فتویٰ لگایا، لیکن انہیں آیت، "واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"۔ (نساء: ۵۸) نظر نہ آئی۔۔۔۔۔ گویا: "میٹھا میٹھا ہپ۔۔۔۔۔ کڑوا کڑوا تھو!"

تو جس طرح کلمہ شریف میں "لا الہ" الفاظ ہونے کے باوجود بھی، الوہیت خداوندی کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ اس سے غیر اللہ سے الوہیت کی نفی کرنا مقصود ہے۔ اور آگے "الا اللہ" بھی موجود ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح اس آیت مقدسہ میں بھی، "لا املک لنفسی ضراً ولا نفعاً" سے رحمت دو عالم ﷺ کی نفع بخشی کی نفی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے مقصود کفار کے بطور مذاق و آزمائش مطالبات پر ان سامنے الوہیت اور ذاتی و حقیقی قدرت و اختیار کی نفی کرائی جا رہی ہے: کہ میں اللہ نہیں، رسول اللہ ہوں۔۔۔۔۔ میری قدرتیں اللہ تعالیٰ کی چاہت کے تابع ہیں۔ اور ساتھ "الا ما شاء اللہ"، "مگر جو اللہ چاہے" کے الفاظ کی وضاحت بھی موجود ہے۔ اور جیسا کہ مفسرین کرام نے اس کو استثناء متصل مانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے: "ولسوف يعطيك ربك فترضى"



”اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (نہی: ۵)“  
اور فرمایا: سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی  
ہیں۔ (بقرہ: ۱۴۴)۔ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضا محمد ﷺ

منکرین کی ایسی مت ماری گئی ہے، انہیں عداوت رسول کی شدت میں یہ بھی  
خیال نہیں رہتا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے نفع رسانی کی نفی کر کے، حقیقت میں خود کو  
کافروں کی صف میں شامل کر کے اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

کیونکہ وہ تو کفار ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ سے کامل نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔  
(سباء: ۴۲، لقمان: ۳۳، متحدہ: ۳، مدثر: ۴۸) جیسے خود لکھا: ”اس لحاظ سے آپ ﷺ کا ذکر کسی میں ان  
(کافروں) کے حفظ و امان کا سبب تھا“۔ (سعودی تفسیر: ۴۸۸)

مومنوں کو تو قیامت کے دن صدق و سچائی بھی نفع دے گی۔ (المائدہ: ۱۱۶)۔  
اور باپ بیٹے بھی نفع دیں گے۔ (انعام: ۱۱۱، طور: ۳۱ وغیرہ)  
بچہ کے جنازہ پر پڑھی جائے والی دعا میں بھی نفع کا ذکر ہے۔ ”عام مخلوق بھی  
نفع دیتی ہے۔ (بقرہ: ۱۶۳، نمل: ۵، حج: ۲۸، مدثر: ۱۵)

نجدی مفسر نے خود لکھا کہ وہ بت ہیں جن سے نفع نہیں: ”میں تمام جنوں اور  
معبودوں سے بیزار ہوں۔۔۔ ان کے اندر یہ قدرت ہی نہیں کہ کسی کو مافوق اسباب کے طریقے سے  
نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ (ص: ۲۱۶)

ورنہ ایک ایسا انسان جس کو رسول اللہ ﷺ کے طفیل دنیا میں ایمان کی دولت  
نصیب ہوئی ہو، قبر و حشر میں آپ کے صدقے سے چھٹکارہ و نجات حاصل ہوگی، اور  
جنت کا مستحق ٹھہرے گا، کبھی بھی تک حرامیوں کی طرح نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ کو مشکل



کشتائی پر قدرت نہیں یا آپ کسی کو کوئی نفع نہیں دے سکتے۔

اور قرآن پاک نے شفاعت کو نفع فرمایا ہے: ”ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا

لمن اذن لہ“۔ (سبا: ۲۳)

لہذا آقائے دو عالم ﷺ کی نفع رسانی کا منکر درحقیقت آپ کی شفاعت

اور رسالت کا منکر ہے، جو کہ زندیق ہے۔

اسی لیے، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۳ھ) فرماتے ہیں: ”اللہ

تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں آپ ﷺ کو عطا کی ہیں، جس نے یہ گمان کیا کہ آپ

عام لوگوں کی طرح ہیں، کسی چیز کے مالک نہیں، آپ سے کوئی نفع نہیں، نہ ظاہری نہ

باطنی تو وہ کافر ہے، اس کے لیے دنیا آخرت میں خسارہ ہے“۔ (تفسیر صاوی: ۱۵۸/۱)

محقق العصر علامہ غلام رسول سعیدی نے اس مقام پر بڑی خوبصورت بات

فرمائی: ”رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی سے کون انکار کر سکتا ہے، کہ انسان محمد رسول اللہ

ﷺ کہے تو جنت کا مستحق ہو جاتا ہے، بلکہ اُس وقت تک کوئی شخص جنت کا مستحق نہیں ہو

گا، جب تک محمد رسول اللہ ﷺ اللہ اکبر!

جسکے نام کی نفع رسانی کا یہ عالم ہے، اُنکی ذات کی نفع رسانی کا عالم کیا ہوگا!

اور میں تو یہ کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی کا انکار کرتا ہے وہ آپ کا نام نہ لے، اور

ہمیں جنت میں جا کر دکھلا دے!“۔ (تبیان القرآن: ۳۶۷/۳)

۔ آج لے اُنکی پناہ آج مدد مانگ اُن سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

تضاد ملاحظہ کریں، کہ کئی جگہ آپ ﷺ کی نفع رسانی تسلیم بھی کی۔ لکھا: ”جو



آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے گا۔۔۔ نتیجتاً دنیا و آخرت کی سعادتمندیوں سے ہم کنار ہوگا۔۔۔ آپ پورے جہان کے لیے رحمت بن کر، یعنی اپنی تعلیمات کے ذریعے سے دین و دنیا کی سعادتمندیوں سے ہم کنار کرنے کے لیے آئے ہیں۔۔۔ کہ آپ ﷺ کی وجہ سے یہ امت، بالکل یہ تابعی و مبراہدی سے محفوظ کر دی گئی ہے۔ (سودی تفسیر: ۹۰۹)

مزید لکھا: ”اس لحاظ سے آپ ﷺ کا وجود گرامی بھی ان کے حفظ و امن کا سبب تھا۔“ (ص: ۳۸۸)

اور لکھا: ”آخر میں مسلمانوں پر آپ کی صورت میں جو احسان عظیم فرمایا، اس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔“ (ص: ۵۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کو جعلی مبارکاً، کے تحت لکھا: ”ان کے لیے نافع“ (ہوں)۔ (ص: ۸۴۹)

ایک دوسرے پھر چشمِ عبرت سے سودی تفسیر کی اس عبارت کو پڑھیے: ”جب فضل الخلاق، سید الانس، محمد رسول اللہ ﷺ کسی کو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہو تو آپ کے ہاتھ کو ہستی حاجت برآری، مشکل کشائی پر قادر ہے۔“ (ص: ۵۷۸)

اسامیل دہلوی نے لکھا: ”اسی (اللہ) کو پکاریں اللہ کسی سے ہم کو کیا کام۔“ (تقویٰ الایمان: ۱۸۱) یہ تو قیامت کو پہنچنے کا!

جہنم میں ایک ایک گام نہ نکلتے پھرتے ہیں عدد آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر

لکھا: ”فوت شدہ اشخاص نفع نہیں پہنچا سکتے۔“ (ص: ۷۴۸)

اجتہاد قیامت کو حفاظت کرنے والے تمام صالحین پہلے فوت شدہ ہی ہو گئے اور حفاظت نفع ہے۔۔۔ اور آج کے بعد غلامی پادشاہ کی بجائے یہاں نمازیں



پڑھا کریں۔ کہ یہ نفع موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے حاصل ہوا۔

ان لوگوں کی بے دینی و حماقت دیکھیے کہ شیطان مردود کے لیے تو گمراہ کرنے کی قدرت مانتے ہیں۔ (ملاحظہ کریں، سعودی تفسیر: ۱۷۵۷)

مگر رسول اللہ کے لیے ہدایت دینے کی قدرت نہیں مانتے۔

جیسے دیوبندی نجدی زمین کا محیط علم شیطان کے لیے تو نص سے ثابت شدہ مانتے ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا ہی علم ثابت کرنا، شرک سمجھتے ہیں۔

(مخلص، براہین قاطعہ: ۵۱)

منکرین پر سوال:

اگر نجدی یہ کہیں ظاہری حیات میں بھی نفع دیتے تھے اور قیامت کو بھی نفع دیں گے، جبکہ ہماری مراد وصال رسول ﷺ سے لے کر قیامت تک ہے۔ جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: آپ ﷺ کی زندگی میں بھی آپ سے شفاعت طلب کرنا جائز تھی اور قیامت کو بھی جائز ہوگی، کیونکہ آپ کی استطاعت میں تھی اور ہوگی، (یعنی اب اس لیے شرک ہے کہ آپ کی استطاعت میں نہیں)۔

(زیارت مدینہ منورہ، ص ۲۰، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل، الرياض)

ہم کہتے ہیں: کہ یہ آیت (یونس، ۴۹) تو آپ پر ظاہری حیات طیبہ میں نازل ہوئی تھی، نہ کہ وصال کے بعد، اور نہ ہی اس میں کسی زمانے کی قید ہے، جبکہ یہ لوگ مطلقاً آپ ﷺ سے نفع پہنچانے کی قدرت کی نفی کرتے ہیں۔ (ص: ۵۷۸)

اصل میں ان وہابیوں کی شیطانی توحید کی یہی حقیقت و مجبوری ہے کہ کفار و دشمنان خدا کے متعلقہ آیات کو بنیاد بنا کر اللہ والوں کو بے بس، بے نفع ثابت کرنا، ورنہ



ان کی توحید، شرک کا شکار ہو جاتی ہے۔۔۔ مجھے بتا تو کسی۔۔۔ اور کافری کیا ہے؟

سچ فرمایا تھا عالم ماکان و مکون نے: "یتلون کتاب اللہ رطبا لا یجاوز

حنا جرہم"، وہ (گمراہ ٹولہ) کتاب اللہ کی تلاوت سے زبان تر رکھے گا، لیکن قرآن

انکے حلق نے نیچے نہیں اترے گا (یعنی فیضان سے محروم رہیں گے)۔ (بخاری، کتاب المغازی)

۔ مغز قرآن، روح ایمان، جان دین، ہست خست رحمت اللعالمین

صحابہ کرام وصال رسول کریم ﷺ کے بعد بھی آپکو نفع رساں، حاصل کشاء،

حاجت روا سمجھتے تھے۔ ("اعنی یا رسول اللہ"، "فوت شدہ کا وسیلہ"، عنوانات ملاحظہ کریں)

نجدی مردہ مولویوں اور کتابوں کا نفع رساں ہوتا:

ایک نجدی نے لکھا: "فاضل مؤلف (کی) اس کوشش کو نفع مند مانتا ہے۔"

(حقیقت توحید: ۸)

ایک کتاب کا نام ہے "مفید مجموعہ"، (یعنی فائدہ پہنچانے والا) لکھا۔ (اریاض)

ایک جگہ لکھا: "جو (کتابچہ) ائمہ مساجد۔۔۔ سرمدہ خاندان۔۔۔ طالب علم کے لیے،

مفید ثابت ہو"۔ (اہم دروس: ۳، مطالعہ النہج، اریاض، تہذیب عبدالرحمن بن عبدالعزیز (نجدی)

صالحین کے متعلق تو لکھا: "فوت شدہ اشخاص نفع نہیں پہنچا سکتے"۔ (ص: ۷۸)

جبکہ اپنے مفتی کے متعلق لکھا: "شیخ عبدالعزیز بن باز، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، اور ان

کے اجر و ثواب کو عظیم بنائے، اور ان کی ذات سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔"

(ایضاً، اہم دروس: ۵، عبدالعزیز بن داود القایز (نجدی)

اس مفتی کے مرنے کے بعد بھی اس کی تصانیف سے پوری دنیا کی نجدی نفع حاصل کر



رہے، جو کہ اس کی ذات ہی سے نفع ہے۔

تقویۃ الایمان کے متعلق لکھا: ”کہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے۔“ (تقویۃ الایمان: ۵، مکتبہ خلیل)

قاضی شوکانی کی دورنگی، اور عداوت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ ضرر دے سکتا ہے نہ نفع، اگر رسول اللہ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(بخاری: ۱۵۹۷، مسلم: ۱۲۷۰، ابوداؤد: ۱۸۷۳، ترمذی: ۸۶۰، نسائی: ۲۹۳۷، ابن ماجہ: ۲۹۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن حجر اسود اس حال میں آئے گا، کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھ رہا ہوگا، اور اس کی ایک زبان ہوگی جس سے کلام کرے گا، اور یہ ان لوگوں کے حق میں گواہی دے گا جو اس کی حق کے ساتھ تعظیم کریں گے۔

(ترمذی: ۹۶۱، ابن ماجہ: ۲۹۳۳، مسند احمد: ۲۳۷، دارمی: ۱۸۳۶)

قاضی شوکانی نے اپنی تفسیر میں (جو سعودی تفسیر کا بنیادی مأخذ ہے)، (یونس: ۴۹) کے

تحت رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی کی مطلقاً نفی کر دی۔ (فتح القدیر: ۶۳۱/۲)

اور دوسری طرف حضرت ابن عباس کی روایت کی وجہ سے ”کہ حجر اسود قیامت

کو نفع دیگا“، حجر اسود کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے حضرت عمر کے قول کہ ”حجر اسود

تو ایک پتھر ہے، ضرر اور نفع نہیں دے سکتا“، میں بالذات کی قید لگائی، کہ عمر فاروق کا

مقصد یہ تھا کہ حجر اسود بالذاتہ (ذاتی طور پر) نفع اور ضرر نہیں دے سکتا، مگر چونکہ قیامت کو



اللہ چاہے گا، لہذا وہ پھر نفع دے گا۔ (نیل الاوطار: ۶۷: ۱۳۳)

ایک جگہ میت کے لیے ایصالِ ثواب کا، چاہے تلاوتِ قرآن ہو، نفع بخش ہونا لکھا۔ (ایضاً: ۹۹/۳)

ہم پوچھتے ہیں، کہ اگر حجرِ اسود قیامت کو اپنی تعظیم کرنے والوں کو نفع دے گا، ایصالِ ثوابِ نفع بخش ہو سکتا ہے، تو کیا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر جنت کا حقدار بننا، نفع نہیں ہے؟۔۔۔ کیا قیامت کو آپ کا شفاعت کرنا نفع نہیں؟

یقیناً ہے، تو پھر آپ کے لیے اس آیت میں بالذات کی تہ کیوں لگائی گئی، اور آپ کی نفع رسانی کا مطلقاً انکار کیوں کیا گیا؟

دال میں کچھ ضرور کالا کالا ہے۔ جس کو قرآن نے: ”فَلْيَسْأَلْهُمْ عَنْهُ“ کہ ان کے دلوں میں مرض ہے، کہا ہے۔

۔۔۔ اور یہ کیا ہے؟ محبتِ حبیب کی

جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خاک و غر کی ہے

اگر دل میں محبوبِ خدا کی عزت و محبت کا کچھ بھی لحاظ ہوتا، تو امامِ اہلِ بابیہ قاضی شوکانی کبھی بھی یہ دورخی اختیار نہ کرتے۔

میں کہتا ہوں اصل میں معاملہ کچھ اور ہے، اور وہ یہ ہے کہ حجرِ اسود صرف اس کی گواہی دے گا، جو دنیا میں اس کی تعظیم کرے گا۔ اور کیونکہ ان لوگوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی تعظیم نہیں کی، بلکہ حتی المقدور بے ادبیاں کرتے رہے، جس سے ان کو یقین ہو گیا ہے کہ اب میں آپ کی شفاعت نصیب نہیں ہو سکتی، جو کہ یقیناً نفع ہے۔

اس وجہ سے یہ منکر کہتے ہیں: ”کہ آپ ﷺ نفع اور ضرر دینے کی قدرت نہیں



رکھتے۔ اور اس سے مراد ”اہلسنت“ نہیں ہوتے، بلکہ صرف ”وہابی“ ہوتے ہیں۔ یعنی اب نجدیوں کو بے ادبیاں کرنے کی وجہ سے آپ ﷺ سے کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے  
پھر نہ مانیں گے، قیامت میں اگر مان گیا



باب: ۲۹

فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ شیطانی فلسفہ، مشرکوں کا فعل ہے؟

الایۃ: ”وابتغوا الیہ الوسیلہ“ اور اس کی طرف وسیلہ اختیار کرو۔ (مائدہ: ۳۵)

کے تحت لکھا: ”جاہلوں نے اس حقیقی وسیلہ (اعمالِ صالحہ) کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون لوگوں کو اپنا وسیلہ سمجھ لیا ہے، جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں۔ (ص: ۳۰۰)

مزید لکھا: ”سنت یہ ہے کہ کسی کا وسیلہ اختیار نہ کیا جائے۔“ (ص: ۲۰)

صالحین کے وسیلے کو شیطانی فلسفہ کہا۔ (ص: ۵۶۸)

بزرگوں کے وسیلہ کو مشرکین کا طریقہ کہا۔ (ص: ۵۶۶، ۷۳۶، ۱۲۹۱، ۱۳۲۵)

فوت شدہ صالحین کو بے علم اور بے نفع کہا۔ (ص: ۷۳۸، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳)

اللہ تعالیٰ اور قبور صالحین کا مقابلہ کروایا۔ (ص: ۷۳۷)

ایک جگہ لکھا: امت شرک میں پھنسی ہوئی ہے، اللہ کی طرف رجوع کی بجائے، فوت

شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (ص: ۵۶۹)

لکھا: اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں نے کسی فوت شدہ بزرگ، ولی یا نبی

کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو۔ (ص: ۹۵۷)



## نجدیوں کا اہل سنت پر بہتان:

اہلسنت کا موقف یہ ہے، کہ ارکان اسلام، اطاعت خداوندی اور اعمال سے کنارہ کش اور بے پرواہ ہو کر حاجات دنیوی اور نجات اخروی کے لیے، صرف صالحین کے وسیلے کو کافی جان لینا، لائق تحسین نہیں، اور خود کو دھوکے میں رکھنا ہے، اور وہ بندہ قابل سزا ہے۔

لہذا وہابی مولوی غوام کو گمراہ کرنے کے لیے ایک چال چلتے ہیں، کہ اہلسنت خدا تعالیٰ کے قرب، دعا کی قبولیت اور طلب حاجات میں صرف صالحین کے وسیلے کو ضروری سمجھتے ہیں، کہ اسکے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے، اور غوام کو بے عملی پر اکساتے ہیں۔۔۔ جبکہ یہ اہلسنت پر صریح بہتان ہے۔

محقق العصر علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: ”جس چیز سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (صحاح جوہری: ۱۸۴/۵) ایمان، اعمال صالحہ، فرائض کی ادائیگی، اتباع سنت، اور محرمانت و مکروہات سے بچنا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کا عہد کرتا ہے، جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے، اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے، اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الہی کا ذریعہ ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؟ شاہ ولی اللہ دہلوی ”قول جمیل“ میں لکھتے ہیں: کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (”و کونوا مع المرشد“ (توبہ: ۱۱۹) بھی اس مفہوم کی تائید اور اس آیت کی تفسیر کرتی ہے) اور اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں: اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں، اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے



ہیں، اسی بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے، اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔ (صراط مستقیم: ۵۰)۔ (انوار تبیان القرآن: ۱۷۹)

## اہلسنت کے ہاں وسیلے کی قسمیں:

ہمارے ہاں وسیلہ کی تین صورتیں ہیں۔ ۱: خدا تعالیٰ کے اسماء و صفات کا وسیلہ  
۲: اپنے نیک اعمال کا وسیلہ۔

۳: صالحین کی ذوات کا وسیلہ، عام اس سے کہ وہ ظاہری حیات کیساتھ زندہ ہوں یا فوت شدہ۔ (ملخصاً "اسلامی عقائد": ۱۶۹، مترجم علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

پہلی دو صورتیں تو منکرین کے ہاں بھی جائز ہیں، انکو جلن صرف تیسری صورت سے ہے۔ لہذا اس نجدی کا یہ لکھنا: "جاہلوں نے اس حقیقی وسیلے کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون لوگوں کا اپنا وسیلہ سمجھ لیا ہے۔"

یہ اہلسنت کی جہالت نہیں، بلکہ خود ان لوگوں کی، مسلک اہلسنت سے جہالت کا ثبوت ہے۔

## نجدی شریعت اور محمدی شریعت:

نجدی مفسر نے لکھا: "فوت شدہ صالحین کے وسیلے کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں۔"

(ص: ۳۰۰)

ہم کہتے ہیں ہاں! شیخ نجدی کے دین میں واقعاً اسکی کچھ بنیاد نہیں۔

اس مسنون وسیلے کو شیطانی فلسفہ کہنا، خود شیطانی فلسفہ ہے۔۔۔ شرکانہ فعل

کہنا، یہودانہ فکر، بے دینی اور غلو فی الدین ہے۔



یہ لکھنا کہ: "سنت یہ ہے، کہ کسی کا وسیلہ اختیار نہ کیا جائے"۔ (ص: ۳۰)

اسکے متعلق بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ ہاں! شیخ نجدی، قائل المسلمین کی سنت بھی ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے خود اپنا وسیلہ اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

(جس کی "مسجد میں استغاثہ" عنوان کے تحت وضاحت کر دی گئی)

یہ لکھنا کہ: "اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں نے کسی فوت شدہ کو روگ، ولی یا نبی کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو۔" (ص: ۹۰)

ہم کہتے ہیں کہ منع اور نفی کہاں فرمائی؟۔۔۔ پھر وصالِ رسول کو بے نفع اور بے علم کہنا، ان کی بے ادبی اور درپردہ شفاعت کا انکار ہے۔ یہ سارے بکواسات، منہج صحابہ و سلف سے انحراف اور اتباعِ خودی کا نتیجہ ہے۔  
ورنہ۔۔۔ "هاتوا برهانکم ان کتم حقیقۃ"۔

عمر فاروق کو بدعتی کہنے والوں کا آپ پر بہتان، اور آپ کی پناہ لینا:

اگر ہم ان اندھے مقلدین، نام نہاد غیر مقلدین سے مطالبہ کریں، کہ جس وسیلے کی تم نے اتنی مذمت کی ہے، مشرکوں کا فعل اور شیطانی فلسفہ قرار دیتے ہو۔ وہ کوئی آیت یا حدیث ہے، جس میں اسکی اتنی شدید برائی اور ممانعت آئی ہے۔۔۔ کیوں کہ شریعت تمہاری خواہش و مرضی کا نام نہیں!

لہذا کسی فعل خاص کو شرک و حرام ثابت کرنے کے لیے محض تاویلات رکیکہ اور تو جیحات بعیدہ۔ (جیسے خود لکھا میں: ۷۶۰) اور گمانِ فاسدہ سے کام نہیں چلا، بلکہ صریح نص کی ضرورت ہوتی ہے، جو انشاء اللہ! تم کبھی بھی پیش نہیں کر سکتے۔  
اور پھر طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ میں ابن تیمیہ کی بیرونی کر کے۔



(شریفہ بد فتاویٰ ثنائیہ، ج ۱، ص ۲۱۶)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بدعتی اور قرآن و سنت کا مخالف کہنے والوں کو۔

(طریق محمدی، ص ۸۷، ۱۹۱، ۱۹۲، الاستقار الجع، ص ۶۲)

(ذاکرنائیک نے بھی عمر فاروق کو بے لفظوں میں قرآن و سنت کا مخالف

ثابت کیا۔ (سی، ڈی)

اور غیر اللہ کی پناہ کو شرک کہنے والوں کو۔ (کشف الشبهات، از شیخ نجدی) جب وصال یافتہ بزرگوں کے وسیلے کو شرک کہنے کے لیے کوئی بھی دلیل نہ ملی۔ تو پھر انہیں وصال یافتہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دامن میں ہی پناہ لیتی پڑی۔ اور انہوں نے اپنا یہ عقیدہ فاسدہ عمر فاروق جیسی مقدس ہستی پر تھوپ دیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھا، کہ آپ رضی اللہ عنہ وصال مصطفیٰ کے بعد آپ ﷺ کا وسیلہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

لعنة الله على الكاذبين!

مکرین کہتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وصال رسول ﷺ کے بعد آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا۔ (بخاری، کتاب الاستقواء) جس سے ثابت ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ اب آپ ﷺ کا وسیلہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

فوت شدہ بزرگوں کے وسیلے و شفاعت کو شرک کہنے کی کوئی دلیل نہیں:

ہم سے ہر معمول اہلسنت کی خاص ہیئت کے متعلق صریح دلیل کا مطالبہ کرنے والے، ذرا خود ہی انصاف سے کام لیں، کہ اس حدیث شریف میں وہ کون سا لفظ ہے؟ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمر فاروق بعد وفات آپ ﷺ کے وسیلے کو صرف ناجائز ہی نہیں، بلکہ معاذ اللہ! شرک سمجھتے تھے۔ یقیناً کوئی نہیں! تو یہ ان لوگوں کا اپنا گمان باطل



ہے۔ یا پھر اپنے کو اہل حدیث کی بجائے، اہل قیاس کہلوا یا کریں۔

لہذا وہ اپنا دعویٰ سچ ثابت کرنے کو، کوئی ایک صریح نص پیش کریں، جس میں ان کے دعوے کے مطابق کم از کم ایک لفظ ہی ہو۔ (یہی بات وحید الزماں وغیرہ کے حوالے سے آرہی ہے)

۲: اس حدیث پاک میں ”کنا نتمول“ کے الفاظ ہیں، جو ماضی استمراری ہے، جو اس فعل کے گزشتہ زمانہ میں ہمیشہ جاری رہنے پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کا صاف یہ مطلب بنتا ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات مقدسہ میں اور بعد وصالِ مصطفیٰ ﷺ سے لے کر آج تک بھی ہم، صرف تمہارے نبی ﷺ کے وسیلے سے ہی دعا کرتے آرہے ہیں۔ لیکن آج ہم بالواسطہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تیرے نبی ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ تیرے نبی ﷺ کے چچا ہیں۔ لہذا یہ دوسرا وسیلہ ٹھہرا۔ (اثر فعلی تھانوی نے بھی یہی شرح کی ہے۔ (نثر الطیب: ۳۰۲)

مسلب سیدنا فاروق اعظم:

۳: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کا وسیلہ پکڑنے کے بعد جو خطبہ دیا۔ فرمایا: ”اے لوگو! حضور نبی کریم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایسے ہی سمجھتے تھے، جیسے بیٹا باپ کو۔ آپ ﷺ ان کی تعظیم و توقیر کرتے تھے، اور ان کی قسموں کو پورا کرتے تھے: ”فاقتدوا ایہا الناس، برسول اللہ ﷺ فی عہد العباس، واتخذوہ وسیلۃ الی اللہ فیما نزل بہکم۔“

ترجمہ: ”اے لوگو! تم بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو، اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ، تاکہ وہ تم پر بارش







آپ رضی اللہ عنہ کا یہ دعا مانگنا اسے اللہ مجھے اپنے رستے میں شہادت اور اپنے نبی کے شہر میں مدفن عطاء فرما۔ (بخاری، تاریخ الخلفاء)

قاضی شوکانی نے کہا: کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا موقف یہ ہے، کہ (مکہ معظمہ سے) مدینہ منورہ افضل ہے۔ (نیل الاوطار: ۹۹/۵)

ایسے ہی جب بوقت وصال پہلوئے حبیب ﷺ میں دفن ہونے کی دعا کر صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے لی تو فرمایا: اس مقام سے زیادہ میرے نزدیک (مدفن کے لیے) اہم نہیں تھی۔ (بخاری: کتاب البیعت)

اس سے بھی وضاحت ہوتی ہے، کہ آپ بعد وصال بھی قرب رسول ﷺ کے وسیلے سے برکت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

یہ بھی فاروق اعظم کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہما جب بھی کہیں سفر کا ارادہ کرتے تو پہلے مسجد نبوی میں جا کر نوافل ادا کرتے، پھر قبر انور پر حاضر ہو کر یوں سلام عرض کرتے: "السلام علیک یا رسول اللہ" (ایک روایت میں ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ قبر انور پر رکھ کر سلام عرض کرتے۔) (سیر اعلام النبلاء: ۱/۵۵۵، شفاء: ۵۸۶)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸/۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۶/۳، سنن کبریٰ: ۱/۵۵۵، طبقات الکبریٰ لابن سعد: ۱۵۶/۳)

بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت آدم علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روایت کرنے سے ملتی ہے، عمر فاروق کے عقیدے کی وضاحت آ رہی ہے۔



وحید الزماں، قاضی شوکانی وغیرہ کا فیصلہ (اجماع امت)

وحید الزماں حیدر آبادی جو کہ غیر مقلدین حضرات کے مجتہد اور مترجم ہیں، فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ اختیار کرنے کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کہ جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلے کا جواز ثابت ہے، تو اسکو زندوں کیساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کی تھی، وہ نبی ﷺ کے وسیلے سے ممانعت پر دلیل نہیں، انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے اس لیے دعا کی، تاکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لوگوں کیساتھ دعا میں شریک کریں۔ اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔۔۔۔۔۔ کاش میری عقل ان منکرین (غیر مقلدین، دیوبندی حضرات) کے پاس ہوتی، کہ جب کتاب و سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ جائز ہے، تو صالحین کا وسیلہ (ظاہری حیات اور باطنی حیات میں) بھی، اسی پر قیاس کیا جائے۔

امام حاکم اور امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے: ”اے اللہ میں تجھ سے بحق محمد ﷺ سوال کرتا ہوں (اسکی مزید وضاحت آگے آرہی ہے)۔

علامہ نسکی نے کہا: کہ آپ ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے: کہ نبی ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آہ و زاری کرنے کا حقد میں اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، (گویا کہ



سلف و صالحین کا اجماع ہے) حتیٰ کہ (اس دہلیے کا پہلا منکر) "ابن کعبہ" آیا اور اس نے انکار کیا۔

قاضی شوکانی نے کہا: کہ انبیاء میں کسی نبی، اولیاء میں سے کسی ولی، اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ (الدر الصمد، بحوالہ تحفۃ الاحیاء، ص ۳، ۱۸۳)، (ہدیۃ الہدی: ۳۹۵۳۷)

یہ بھی لکھا: فوت شدہ سے مدد مانگنا، اس کو زعمہ کا شرک ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا۔ (ہدیۃ الہدی: ۱۷)

وحید الزماں وہابیوں کی مسلک شخصیت ہے:

آج کے عیارِ رسم کے بغیر وحید الزماں کی بعض ("حدیث الہدی" کی) حق بیانیوں کی وجہ سے اس سے لاسلطی کا اظہار کرتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ وحید الزماں غیر مقلدین کی مستند علیہ کسی ہے اور صحاح ستہ کا مترجم ہے۔ اور متعدد کتب میں اس کی تعریف کی گئی۔ (ماہنامہ: اہل حدیث کی خدمات حدیث: ۸۰-۲؛ چالیس ملائے اہل حدیث: ۱۰۳-۱۳؛ دارالاسلام: مقدمہ: ۳؛ تحریک اہل حدیث: ۳۳۰-۵؛ اہل حدیث کی اہم خدمات: ۵۹-۶؛ احادیث ہدیۃ: ۱۷-۷؛ تحفۃ حنفیہ: ۳۸۹-۸؛ تاریخ احمدیہ: ۴۸۳-۹؛ عقیدہ مسلم: ۱۳)

جب مسلک اہلسنت کی تائید میں اس کا کوئی حوالہ نہیں کیا جائے، تو کہہ دیتے ہیں: کہ ہم تو کتاب و سنت کے پیروکار ہیں، اور وہ شیعہ اور گمراہ ہو گیا تھا وغیرہ۔

حالانکہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ جن علماء کی وجہ اہل سنت و جماعت کو یہ لوگ مشرک کہتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی عقیدہ مانگے کسی کو سے بڑے دہلی سے



بھی ثابت ہو جائے، تو اُس پر بھی ان کو بلا توقف شرک کا فتویٰ لگا دینا چاہیے۔ اور اس کی تصانیف کی اشاعت وغیرہ بھی بند کر دینی چاہیے۔ اور اعلانیہ طور پر اس سے برأت کا اظہار کر دینا چاہیے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں، کہ یہ لوگ کبھی بھی ایسا نہیں کرتے۔ تو یقیناً یہ انکی منافقت، اہلسنت سے بے جا عداوت، تفرقہ پسندی اور فتنہ بازی ہے۔

اجماع کا مخالف، اور وسیلے کا پہلا منکر کون؟

ابھی آپ نے وحید الزماں کی زبانی ”علامہ قسطلانی“ کے حوالے سے اس مسئلہ پر اجماع سلف ملاحظہ کر چکے، اور یہ بھی کہ اس اجماع کو توڑنے والا پہلا شخص وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہیں۔ (”ابن تیمیہ کا تعارف“ عنوان ملاحظہ کریں)

فاروقی دور میں صحابی کا قبر رسول پر حاضر ہو کر استغاثہ کرنا: (اجماع صحابہ)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کے مقصد کی وضاحت، مستدرک للحاکم، اور وحید الزماں کے حوالے سے آپ ابھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب مزید ایسی روایت ملاحظہ فرمائیں جسمیں، اہلسنت کے موقف کو انتہائی صراحت کیساتھ فاروق اعظم اور باقی صحابہ کرام کی تائید حاصل ہوتی ہے اور آپ کا مسلک بھی واضح ہو جاتا ہے۔

آپ کے وزیر خزانہ مالک الدار راوی ہیں کہ آپ کے دور خلافت میں جب قحط پڑا تو ایک شخص (صحابی بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ: فتح الباری) قبر رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ”استسقی اللہ لامتك فانهم قد هلكوا“، اے



اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے ہارش طلب کریں، کیوں کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی خواب میں رسول اللہ ﷺ اشریف لائے اور (طوم فہم میں سے ایک طم و رسول صلیت (۳۳) کی خبر دے رہے تھے) فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، انہیں خوشخبری دو کہ ہارش آ رہی ہے۔ اور اس سے کہو کہ فہم سے کام لیا کرو۔ (پید رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت کے افعال پر شاہد ہونے کی دلیل ہے)

جب بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سارا واقعہ پیش کیا تو (آپ نے نہ تردید کی اور نہ ہی شرک کا خدشہ لگایا بلکہ) پڑے اور کہا: اے میرے رب میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے عافیت ہوں۔ (مسند منی ابی ثیب ج ۳ ص ۳۸۔ مستطاب ج ۳ ص ۴۳۔ کمال فی تاریخ ج ۳ ص ۳۸۰ ج الباری ج ۲ ص ۴۹۵۔ ابن جریر مستطانی نے سند کو صحیح کہا۔ البدایہ و النہایہ ج ۱ ص ۱۷۷۔ کثیر نے بھی امام حنفی کے (رواہ البیہقی ج ۲ ص ۴۷) حوالے سے ذکر کے اسکو صحیح قرار دیا۔ کتاب البرج و الاحوال ص ۷۳۔ ابن مساکر نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے ج ۶۰۔ عام و الملوک ص ۳۳۳۔ نظام برہ ص ۳۳۰۔ کنز العمال ص ۳۱۸۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷۳۔ ابن حبیب ص ۳۳۳ ص ۳۳۴)

امین کثیر اور امین جبریلان دو عظیم محدثین کی صحیح کے بعد، اب نہ کسی تردید اور بہانہ کی گنجائش ہے، اور نہ ہی کسی تفرقہ باز اور بدعتیہ لوگوں کے اعتراض کی کوئی حیثیت ہے۔

۲۔ نیز حافظ امین کثیر نے اپنی سند کیساتھ ذکر کیا ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (۸۱ ہجری میں) جب عام قحط پڑ گیا، تو حضرت بلال بن حارث کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ ہماری ذبح کریں۔۔۔ انہوں نے کہا ہمیں کچھ (گوشت) نہیں ہے۔ گھر والوں کے اصرار پر جب انہوں نے ہماری ذبح کیا تو اسکی ہڈیاں سرخ



تھیں، (گوشت کا نام بھی نہیں تھا) تو انہوں نے (بے چینی کے عالم میں) پکارا: یا محمد!۔  
 خواب میں عزیز و رحیم نبی ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر کو  
 میرا سلام کہو، اور کہنا کہ میرا عہد تمہارے ساتھ پورا ہونے والا ہے، اس کی گرہ سخت  
 ہے۔ اے عمر! تم بھکاری سے کام لو، اے عمر! تم بھکاری سے کام لو۔ پھر حضرت  
 عمر رضی اللہ عنہ نے نماز استسقاء پڑھی۔ (البدایہ: ۵/۱۶۷، الکامل فی التاريخ: ۲/۱۸۹، المختصر لابن  
 الجوزی: ۳/۱۵۷)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت میں یہ تصریح ہے، کہ خط  
 کے ایام میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر، آپ ﷺ کو ”یا رسول  
 اللہ“ کے الفاظ سے پکارا۔ آپ ﷺ نے انکو بارش کی خوشخبری دی۔ حضرت بلال بن  
 حارث رضی اللہ عنہ نے وہاں موجود صحابہ میں، رسول اللہ ﷺ کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ  
 عنہ کو سنایا، تمام صحابہ نے تائید کی اور اس پر عمل کیا۔

جبکہ سعودی مفسر لکھتا ہے: ”امت شرک میں پھنسی ہوئی ہے، کہ مصائب میں اللہ کی  
 طرف رجوع کی بجائے، فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔“ (ص: ۵۶۹)

مزید لکھا: ”اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا: کہ میں نے کسی فوت شدہ بزرگ، ولی یا نبی  
 کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو۔“ (ص: ۹۵۷)

اور لکھا: آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان شرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان  
 شرک مسلمانوں نے شرک کو پتھر کی صورتوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے، کہ صرف وہی شرک  
 ہیں۔ جب کہ یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں جو پتھر کے پجاری  
 اپنی صورتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص: ۲۳)



صحابہ کرام کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ ہم نے تو یہ دین انہیں سے سیکھا ہے۔

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا، کہ وصال کے بعد رسول اللہ ﷺ سے استمداد اور استغاثہ پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔ اور یہ بھی کہ آپ ﷺ صرف جنت میں عر زندہ نہیں، جیسے منکرین چکر دیتے ہیں، بلکہ حقیقی حیات کے ساتھ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور اپنی امت کے احوال پر مطلع ہیں۔ اسی کو حاضر و ناظر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس صحیح روایت میں مصائب و آلام میں وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے جواز کی قوی اصل ہے۔

بعد وصال مصطفیٰ ﷺ پریشانیوں اور مشکلات میں آپ ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر، یاد اور سے آپ ﷺ کو پکارنے کے متعلق صحابہ کرام اور بعد والے لوگوں کے متعدد واقعات ہیں۔ بقول امام محمد بن موسیٰ المراکشی (۶۸۲ھ): ”اگر اس قسم کے واقعات جمع کیے جائیں تو ان کا احاطہ کرنے میں قلمیں گھس جائیں گی، دواتیں خشک ہو جائیں گی، رجسٹر اور کاغذ ختم ہو جائیں گی۔“ (مصابح الظلام اردو: ۱۳۳)

جن سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس عقیدے اور طریقے کا صحابہ کرام سے لے آج تک مسلمانوں میں عام رواج اور اتفاق ہے۔ ایک بڑا رقت انگیز اور نجدیت سوز واقعہ ملاحظہ کریں۔ ایک دن گورنر مدینہ مروان، قبر النبی ﷺ پر آیا، اور دیکھا کہ ایک شخص اپنا چہرہ روضہ مقدسہ پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے اس شخص سے کہا، تمہیں کچھ معلوم بھی ہے یہ کیا کر رہا ہے؟

جب اس آدمی نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا، بلکہ میزبان رسول ﷺ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: ”جنت دوسونے“



اللہ ﷺ ولم ات الحجر (ولا الخدر)۔ ”میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر، یا کسی بے جان چیز کے پاس تو نہیں آیا!“۔ (متدرک ۵۱۵/۳، مسند احمد ۵/۳۲۲-مجمع الزوائد ۵/۴۔ اس روایت کو امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا۔ جبکہ حافظ ہاشمی نے کہا: کہ اسے کسی نے بھی ضعیف قرار نہیں دیا)

سعودی تفسیر کی عبارت پھر ملاحظہ کریں: ”امت کے شرک میں پھنسے ہوئے ہیں، اللہ کی طرف رجوع کی بجائے، فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔“ (ص: ۵۶۹)

تو کیا صحابہ کرام بھی شرک میں پھنسے ہوئے تھے؟ استغفر اللہ! یہ بے ادب اور گستاخ لوگ قبر النبی ﷺ اور دیگر صالحین کی قبور سے برکت حاصل کرنے کو شرک و عبادت، اور قبور صالحین کو ”بت“ یعنی پتھر کی مانند، اور زائرین کو پجاری کہتے ہیں۔

ایک نجدی لکھتا ہے: ”آج کے دور میں کچھ دوسرے بت بھی سامنے آ گئے ہیں، جنہیں عموماً قبر، مزار، مشہد، دربار اور درگاہ وغیرہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔۔۔۔۔“ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم: ۱۳۶، دعوة وارشاد الریاض)

یہ وہابیوں کی کذب بیانی ہے کہ صحابہ کرام نے کبھی بھی قبر الرسول ﷺ پر حاضر ہو کر آپ سے توسل و استمداد نہیں کی۔ (ایضاً: ۱۳۹، حقیقت توحید: ۶۰)

ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا: ”شفاعت طلب کرنے کے لیے، کسی قبر کا قصد کرنا، عبادت و شرک ہے۔“ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم ملخصاً: ۱۵۳، مجموع الفتاویٰ ۴/۴۱۲)

صحابہ کرام کے بعد بھی مسلمانوں کا معمول تھا، کہ وہ جب مغموم و پریشان ہوتے، تو عزیز و حریص ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر آپ کو درد غم سنا کر دل کو تسکین



دے لیتے۔ اور اس دور میں شرک کی تہمت لگانے والی اس خارجی پارٹی کا نام و نشان تک بھی نہ تھا۔

حضرت محمد بن منکدر جو تابعی ہیں اور امام مالک اور امام اعظم رضی اللہ عنہم جیسی شخصیات کے استاذ ہیں۔ وہ روضہ رسول پر چہرہ رکھ لیتے۔ جب وجہ پوچھی گئی، تو فرمایا: جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے: ”استنعت بقبر النبی“ تو میں قبر رسول ﷺ سے مشکل کشائی چاہتا ہوں۔ (سیر اعلام النبلاء، ملذہبی: ۱۵۹/۶، بیروت)

امام القراء امام ابو بکر بن المقرئ فرماتے ہیں: کہ میں امام طبرانی اور ابو الشیخ رضی اللہ عنہم سے نبی کریم ﷺ کے دربار انور پر حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی، آپ ایک علوی کو خواب میں اور کہا میرے مہمانوں کی تواضع کرو۔

(ایضاً: ۱۶/۴۰۰، طبقات الشافعیہ الکبریٰ: ۲۵۱/۳، تاج الدین سبکی)

حنسیب بغدادی نے جید سند کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مشہور قول نقل کیا ہے: ”عراق میں قیام کے دنوں جب بھی کوئی مشکل آتی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہو کر آپ کے وسیلے سے دعاء کرتا تو مشکل حل ہو جاتی۔ (تاریخ: ۱۲۳/۱)

ثمرقند کے قاضی نے ایک صالح کے مشورے سے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضری ہو کر ان کے وسیلے سے بارش مانگی، تو فوراً بارش برس پڑی۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ: ۴۴۲/۱۔ ارشاد الساری: ۱/۶۷)

شارع بخاری علامہ بدر الدین عینی (۸۵۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قسطنطنیہ کی سرحد پر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، قحط میں اہل روم اس قبر پر بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔ (عمدة القاری: ۱۳/۱۹۸)



امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے متعلق کہتے ہیں: ”معلوم الی الیوم معظم یستسقون بہ، فیسقون“، ”آج تک ان کی قبر مشہور و باقی ہے (چونکہ اس وقت قبریں مٹانے والی نجدی کمپنی ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی) اور اس کی تعظیم بھی کی جاتی ہے، اور قحط میں جب ان کے وسیلے سے بارش مانگی جاتی ہے، تو بارش برس پڑتی ہے“۔ (الاستعاب، اوسط الغابہ: ۶۵۳/۱، ابن اثیر جزری، م ۶۳۰ھ)

یہ ہے وہ دین جو صحابہ سے تابعین نے ان سے ساری امت نے سمجھا ہے، مگر یہ سب کچھ شیخ نجدی کے دین میں شرک اکبر ہے۔ ہمارے لیے پوری امت کو شرک ماننے سے، ان مٹھی بھر نجدیوں کو گمراہ و بے دین مان لینا آسان ہے۔

ایک دردمند مبلغ و مصلح کا حسین انداز:

حضرت محمد بن اسحاق ثقفی فرماتے ہیں: میں نے ابواسحاق قرشی کو بیان کرتے سنا: کہ یہاں مدینہ پاک میں ایک آدمی تھا، جب بھی وہ کوئی ایسی برائی دیکھتا جسے وہ اپنے ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ رکھتا تھا، ”انسی القبر“، تو وہ حریص نبی ﷺ کی قبر انور کے پاس آتا، اور یوں عرض کرتا:

۔ ایا قبر النبی وصاحبہ الا یا غوثنا لو تعلمونا

”اے صاحب قبر!، اور آپ کے دونوں رفقاء!، اور اے ہمارے ”فریاد رس“ کاش آپ ہماری حالت زار پر نظر کرم فرمائیں“۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۳/۴۹۵، حاشیہ مصباح الظلام اردو: ۱۳۴)۔ (مزید روایات، ”مسجد میں استغاثہ“، ”شفاعت“ اور ”اغثنی یا رسول اللہ“ کے عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں)

نجدی پانچ نمازیں پڑھ کر بھی مشرک کیوں نہیں؟:



اللہ تعالیٰ نے تو نبی کریم ﷺ کو شب معراج پچاس (۵۰) نمازیں عطا فرمائیں تھیں۔ پھر اپنی حکمت کاملہ سے، ایک وصال یافتہ بنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے پینتالیس (۲۵) معاف کر دیں، اور پانچ (۵) باقی رہے۔

(بخاری: کتاب الصلاۃ: ۳۲۹، مسلم: ۱۶۳، نسائی: ۱۳۹۹)

چونکہ ان نجدیوں کے دین میں فوت شدہ کا وسیلہ اور امداد شرک اکبر ہے۔

جیسے یہ بھی لکھا: ”فوت شدہ انعام میں نفع نہیں پہنچا سکتے“۔ (ص: ۷۳۸)

لہذا یہ لوگ پانچ نمازیں پڑھ کر مشرک ٹھہرے، تجدید ایمان و نکاح کریں۔  
پچاس نمازیں پڑھا کر پکے تو حیدری ہونے کا مظاہرہ کریں۔

ایک ہی دن میں چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔ انشاء اللہ!

یا پھر فوت شدہ کا وسیلہ اور امداد اور نفع بخشش کو تسلیم کریں۔

اگر کہیں کہ یہ مجھوہ ہے۔ تو ہم کہتے ہیں، کہ کیا مجزوہ کی صورت میں شرک

تو حید بن جاتا ہے؟۔۔۔ دلیل پیش کریں؟

امام علی رضا کے مزار سے استعانت:

ابو بکر محمد بن موسیٰ کہتے ہیں: امام بخاری کے استاد امام احمد ثنین ابو بکر بن

خزیمہ رحمۃ اللہ علیہما نے اہل بیت کے آٹھویں امام، علی رضا رضی اللہ عنہ کے مزار پر

محمد ثنین کی ایک پوری جماعت کے ساتھ حاضری دی، اور ہم نے آپ کو قبر انور کی اس

قدر تعظیم کرتے اور عاجزی کرتے دیکھا کہ ہم حیران رہ گئے۔ (تہذیب احمد: ۶۵۶/۳)

امام محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی قبر کی



بہت دفعہ زیارت کی، طوس میں قیام کے وقت مجھ پر جب بھی کوئی مشکل پیش آتی، میں امام علی رضا کی قبر کی حاضری دیتا، اور دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی اور مشکل حل ہو جاتی۔ اور میں نے اس کا بارہا مرتبہ تجربہ کیا ہے، اور ہر بار مشکل حل ہو جاتی۔

(کتاب الثقات: ۵/۳۲۶)

دیوبندیوں کے مجدد اور حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے بھی، ”جمال الاولیاء، ارواح ثلاثہ، امداد المشتاق“، میں اس قسم کے کئی واقعات لکھے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجرہ کی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے حضرت (شاہ جی نور محمد) کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا: کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے؟

(قبر شریف سے) حکم ہوا، کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔ (امداد المشتاق: ۱۲۳)

(”دہائیوں کے اکابرین کے تعریفات“ عنوان بھی ملاحظہ کریں)

آدم علیہ السلام، وسیلہ مصطفیٰ ﷺ اور سیدنا عمر فاروق:

نجدی مفسر نے لکھا: ”حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفیٰ ﷺ اختیار کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے، اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا۔ (مخص: ۲۰)

اس روایت کو بے سند، موضوع، قرآن اور خدا تعالیٰ کے بتلائے ہوئے



طریقے کے خلاف کہنا، خود باطل، مردود، بے سند، موضوع اور خدا تعالیٰ پر بہتان و حابیہ، کذابیہ ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا ہوگئی، تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تجھ سے بحق محمد ﷺ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا، حالانکہ میں نے ابھی اُنکو پیدا نہیں کیا؟

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، لکھا ہوا تھا۔ سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے، وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے آدم! تو نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور کیوں کہ تم نے اُنکے ویسے سے سوال کیا ہے۔ اس لیے میں نے تم کو بخش دیا، کہ اگر محمد ﷺ کو پیدا نہ کرنا ہوتا، تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (دلائل النبوة، ۵/۳۸۹)

امام ذہبی نے اس حدیث کو موضوع لکھا۔ (تخصیص المسند رک: ۶/۶۱۵) مگر یہ صحیح نہیں، (منکرین کو تو بہانہ چاہیے) کیونکہ اس کی سند میں کوئی وضاع راوی نہیں، اور امام ذہبی نے اس کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی۔ اسی لیے امام بیہقی نے دلائل النبوة میں، اور ابن کثیر نے البدایہ اور قصص الانبیاء میں اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ کہ اس میں ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم



ہے، جو ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے خود بھی اسے ضعیف ہی لکھا ہے، وضاع نہیں قرار دیا۔ اور فضائل میں ضعیف احادیث کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور قوی دلیل یہ ہے کہ امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے اس حدیث سے وسیلہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۵۱/۲)

ہر چند کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو کئی ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن بعض ائمہ حدیث نے اس کی تعدیل اور تحسین بھی کی ہے۔ حافظ جمال الدین یوسف مزی اس کے متعلق لکھتے ہیں: امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ امام ابو حاتم کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم، ابن ابی الرجال سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور ابو احمد بن عدی نے کہا: اس کی احادیث حسن ہیں، لوگوں نے ان کو حاصل کیا ہے۔ اور بعض نے اس کو صادق قرار دیا ہے۔ اور ان راویوں میں سے ہے جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (تہذیب الکمال: ۱۱/۱۹۶، تہذیب

التہذیب: ۶/۱۶۲)

نیز امام جوزی نے الوفاء میں اس حدیث کو جس سند سے ذکر کیا ہے، اس میں یہ مذکورہ بالا راوی نہیں ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی اسی سند کے ساتھ اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ لہذا اس راوی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے، وہ اعتراض اصلاً ساقط ہو گیا۔

ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں (دوسری آگے آرہی ہے) حدیثوں کو روایت کیا۔۔۔ اور لکھا: کہ یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲/۹۶)

لیکن ابن تیمیہ کے پیرو اور مقلد کہتے ہیں: ”حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفیٰ ﷺ اختیار کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے، اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا۔ (مخص، ص ۲۰)۔ (مزید: معجم اوسط ۲۵۹، معجم الصغیر، ج ۲/۸۲۔ مستدرک للحاکم ۶/۶۷۲۔ مزید: تخریج اور شواہد کے لیے ”رفع المنارة“ از شیخ محمد سعید ممدوح ص ۱۹۵، الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ۳۳، امتاع الاسماع ۳/۱۸۷، امام مقریزی، بل الہدی



والرشاد ۸۶، امام صالحی، مجمع الزوائد: ۲۵۳/۸، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶، المواہب اللدنیہ، مع الزرقانی، ج ۱، ص (۳۴)

امام محمد بن موسیٰ المراثشی فرماتے: کہ امام شرف قدی اور امام مکی وغیرہا نے بھی آدم علیہ السلام کی یہی دعا ذکر کی ہے۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: کہ جن علماء نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "فخلقنا ادم من ربه کلمات" کی تاویل کی ہے، ان کی یہی تاویل ہے۔۔۔ پھر تھوڑا آگے چل کے امام ابن موسیٰ نے اپنا: (ابو الحسن علی بن ہارون بن علی، اور امام زکی الدین عبدالعظیم بن ابی الاسود) کا لکھا ہوا قصیدہ نقل کیا، جس میں اسی روایت کے مضمون کو اشعار میں بیان کیا گیا ہے، کہ صرف آدم علیہ السلام کو ہی نہیں، بلکہ تمام انبیاء کرام کو امتحانات میں باعث تخلیق کائنات ﷺ کے وسیلے سے ہی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ (مصباح الظلام، اردو)

ناصر الدین البانی (غیر مقلد) نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل: ۱۰۶) امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: اور صحیح الاسناد لکھا ہے۔ (مستدرک للحاکم: ۶۱۵/۲)

علامہ خفاجی نے بھی (شرح الشفاء، میں بحوالہ حاکم)، صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ (نثر الطیب: ۱۱)

وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے کا بطور دلیل ذکر کیا ہے۔ (ہدیہ الہدی: ۴۷) امام حاکم نیشاپوری نے ایک اور حدیث اسی مضمون کے مطابق روایت کی ہے



”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لاؤ، اور جو تمہاری امت میں سے انکا زمانہ پائے، اُسکو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو۔ کیوں کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو طے لگا، پھر میں نے اُس پر، ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ لکھا، تو وہ ساکن ہو گیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، مگر امام بخاری و مسلم نے اُسکو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک: ۲/۶۱۵)

علامہ زرقانی اسکی شرح میں امام حاکم اور ابوالشیخ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ الصدر روایت بیان کی ہے۔ اور لکھتے ہیں: امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ سبکی نے شفاء السقام اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں، اس تصحیح کی تائید کی ہے۔ اور کہا ہے: کہ اس قسم کی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی، اسلیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

اور امام دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے: کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ النار کو۔ (شرح المواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۴۴)۔ (تفصیل ”تبیان القرآن“ ۱/۲۹۷۔ ”پکارو یا رسول اللہ!“، مترجم علامہ شرف قادری، کا مطالعہ کریں)

**مفسرین کرام کی تصریح:**

صاحب تفسیر روح المعانی، صاحب تفسیر عزیزی اور صاحب تفسیر درمنثور نے

آیت، ”فخلقنا آدم من ربہ کلمت فتاب علیہ“، (بقرہ: ۳۷) کے تحت لکھا ہے: کہ جب



حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمے کا اطلاق ہوا (النساء: ۱۷۱)، تو جو روح اعظم اور حبیب اکرم ہیں، اُن پر کلمات کا اطلاق کیا جانا چاہیے، کیوں کہ تمام انبیائے کرام اسی نورِ اعظم کے انوار اور اسی باغ کے پھول ہیں۔

ابھی قاضی عیاض مالکی کا قول گزر چکا ”کہ مفسرین کی یہ تاویل صحیح ہے۔“  
اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس روایت کو محبتِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی سینوں کا بے سند اور موضوع اور قرآن کے خلاف کہنا، بد عقیدگی اور بغضِ مصطفیٰ ﷺ کی انتہا کی علامت ہے۔

اور علماء اسلام کا اس روایت کو ذکر کرنا، خوش عقیدگی اور حبِ مصطفیٰ ﷺ کی علامت ہے۔ اور کیا یہ سارے ائمہ اسلام، قرآنی تعلیم سے نا آشنا اور جاہل تھے؟  
مغز قرآن، روح ایماں، جانِ دیں ہست، حبِ رحمۃ العالمین

یہود کا، ہمارے نبی کے وسیلے سے دعاء کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح کی دعائیں کرتے تھے۔ (بقرہ: ۸۹)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی، اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح طلب کرنے کی دعاء کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے، اس کا انہوں نے انکار کر دیا۔ ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور بشر بن البراء بن معرور نے



ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ۔ جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعاء کرتے تھے۔ اور تم ہم کو خبر دیتے تھے کہ وہ نبی ﷺ مبعوث ہونے والے ہیں۔ اور تم اس نبی ﷺ کی وہی صفات بیان کرتے تھے، جو آپ ﷺ میں موجود ہیں۔ اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں۔ اور یہ وہ نبی نہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔ (جامع البیان ۳۲۵/۱، تفسیر ابن کثیر، زیر آیت، تفسیر کبیر ۳۰۰/۳، تفسیر کشاف ۲۹۶/۱، روح المعانی: ۲۹۸/۱، روح البیان: ۱۷۹/۱، الدر المنثور: ۸۸/۱)

حافظ سیوطی نے امام ابو نعیم کی دلائل النبوة کے حوالے سے یہی روایت نقل کی، جس میں یہودی کی دعا کا بھی ذکر ہے۔ ”اے اللہ! ہم نبی امی ﷺ کے وسیلے سے تجھ سے نصرت طلب کرتے ہیں، تو ہماری مدد فرما۔ تو ان کی مدد کی جاتی“۔ (الدر المنثور، ۸۸/۱)

علامہ محمود آلوسی نے یہ الفاظ نقل کیے: ”اللھم انا نسئلك بحق نبيك الخ“۔ (روح المعانی: ۲۹۸/۱)

یہ بھی خیال رہے کہ عالم ارواح اور عالم برزخ کے حالات میں کافی مناسبت ہے۔ جیسے ارشاد ہوا: ”وکنتم اموالاً فاحیاً کم ۛ لم یمنکم لم یحییکم“۔ (بقرہ: ۲۸)

اس آیت میں عالم ارواح کی حالت کو بھی ”موت“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہذا اگر مصطفیٰ کریم ﷺ کے عالم ارواح میں ہوتے ہوئے، آپ کا وسیلہ جائز تھا، تو عالم برزخ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے کیونکر ناجائز ہو سکتا ہے۔

وہابیوں جیسی بے تمیز قوم سے یہ بھی توقع ہے، وہ کہ دیں کہ پھر تو تم لوگ یہودیوں کی سنت ادا کرتے ہو۔ جیسے میلاد شریف کو حدیث ثویبہ (بخاری، کتاب النکاح) کی



وجہ سے، سنت بولہبی کہتے ہیں۔ معاذ اللہ!

قارئین! بتائیں کہ کیا یہ کہنا غلو اور افتراء علی اللہ نہیں ہے، کہ وسیلے سے دعا کرنا قرآن کے خلاف ہے؟

بنی اسرائیل کے گنہگار کا مشہور واقعہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے، جس نے تورات میں نام محمد ﷺ کو دیکھ کر ادبا اور محسباً چوم لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سو سالہ گناہ معاف کر دیے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا، کہ اس کی تجھیز و تکفین کریں۔ (الحادی للفتاویٰ، للسیوطی)

”بحق فلاں“ دعا کرنا، (تضاد و بدعت وہابیہ)

سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: ”رسول اللہ ﷺ سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں، جو کسی بھی مخلوق کے حق یا منزلت سے توسل کے جواز یا اس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہو (حدیث پاک آرہی ہے)۔ لہذا کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسا توسل اختراع کرے جو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا۔۔۔ جو بدعات لوگوں نے پیدا کر رکھیں ہیں، ان سے بچیں،۔۔۔ محبت رسول ﷺ سے توسل کرنا جائز ہے۔“

(فتاویٰ ابن باز، ص ۲۹، دار السلام الریاض)

اسی ابن باز نے لکھا: کسی کی طفیل، مقام و مرتبہ اور جاہ و منزلت سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا، بدعت، انتہائی ناجائز و برا فعل ہے۔ (ملخصاً، زیارت مدینہ منورہ: ۴۶، از ابن باز، الریاض)

صالح بن فوزان سعودی نجدی لکھتا ہے: ”ناجائز وسیلہ یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی ذات، یا عظمت، یا حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔۔۔ قطع نظر اس



سے کہ جس کے واسطے سے سوال کیا جا رہا ہو، وہ زندہ ہو یا مردہ۔ اس طرح سوال کرنا بدعت، حرام اور شرک کے وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہے۔ (حقیقۃ توحید: ۵۶، ۵۵، ۴۸)

دوسری طرف ان کے اماموں اور اکابرین کی بھی سن لیں، اور ان کی بے اصولی اور تضاد ملاحظہ کریں۔۔۔ ابن تیمیہ اور قاضی شوکانی نے لکھا: کہ صالحین کی حرمت اور وجاہت کے وسیلے سے دعا کرنا جائز ہے۔ (ملخصاً، فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۱۱/۱، تحفۃ الذاکرین: ۶۹)

ہندوستان میں تفرقہ بازی کی بنیاد بننے والی پہلی کتاب، ”تقویۃ الایمان“، از اسماعیل دہلوی۔ (مطبع مرکنائل دہلی، ۱۳۳۱ھ، ۱۹۲۰ء) کے آخری ورق (ص: ۴۲۳) پر، چھپی ہوئی نظم کا آخری شعر اس طرح ہے:

۔ اللہ ہی بحق، رسول کریم ﷺ گناہوں سے ہو پاک، عبدالرحیم

اس کتاب کو نام نہاد اہل حدیثوں نے شائع کیا ہے، ٹائل پر لکھا ہوا ہے۔

(حسب فرمائش شیخ حافظ حمید اللہ صاحب، فنائٹل سیکری الہمدیٹ کانفرنس دہلی: ”اور حقوق الوالدین

تصنیف: نواب صدیق حسن“)

اب نا جانے یہ وہابی حضرات اپنے ان بڑوں کو بھی ہماری طرح ہی ”مشرک و بدعتی“ کہیں گے۔ یاد دہری شریعت اور پالیسی کا سہارا لے کر، صالحین کی حرمت کے منکرین، اپنے مولویوں کی حرمت کو بچانے کے لیے اپنا مخصوص ڈائیلاگ بولیں گے:

”کہ یہ ان کا اپنا موقف اور اجتہاد ہے، ہم تو غیر مقلد ہیں، ہمارے لیے کسی عالم کا قول حجت نہیں“، وغیرہ وغیرہ۔

اور وہی خاص موقع ہوتا ہے، جب ان کو اپنے ہی آئینے میں اپنی اصلی تصویر نظر آرہی ہوتی ہے، اس وقت مزید ”دباننا“ چاہیے: کہ اپنے اس بڑے پر بھی وہی







ان احادیث میں بصراحت ”حق“ کے لفظ کے ساتھ وسیلہ پکڑا گیا ہے، جو کہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ٹھہری۔ مگر شیخ نجدی کی ”توحید و سنت“ کے ٹھیکے دار، نجدی مولوی اس کو بھی بدعت اور شرک کا ذریعہ اور خلاف شرع کہتے ہیں۔ جس سے یہ یقین ہوتا ہے، کہ یہ لوگ خود کو امتی نہیں بلکہ شارع (پیغمبر) سمجھتے ہیں۔

یہ بھی واضح ہوا کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں اور شیخ نجدی کی شریعت و ذہنیت میں کتنا فرق اور دوری ہے، کہ جو چیز شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت اور سنت ہے، اس کو یہ لوگ بدعت اور شرک گردانتے ہیں۔

ۛ تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف!

دوم: اس روایت میں، بغیر ”حیات و ممات“ کی کسی قید کے، ”سائلین خدا“ کا وسیلہ اختیار کرنے کا ذکر ہے، صالحین کرام کا بعد وفات بھی اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات و سوال کرنا ثابت ہے، جیسے آیت: ”ولو انهم اذ ظلموا الخ“۔ (سورۃ النساء: ۶۴، مزید: آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰، یسین: ۲۶، ۲۷)

حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہونے والی روایت، جو ابھی گزری ہے، دوبارہ ملاحظہ فرمائیں، اس میں بھی آپ ﷺ کا بعد وصال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا مذکور ہے۔ امام عقی کی روایت، جس میں اعرابی نے آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کیا، اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کرنا مذکور ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا بعد وصال، اپنی امت کے احوال کو ملاحظہ فرمانا، برے اعمال دیکھ کر اللہ پاک کی بارگاہ میں امت کے لیے شفاعت و استغفار کرنا۔ (المہجرات



الکبریٰ ۱۹۳/۲، البدایہ ۲۵۷/۳، مسند احمد: ۳۶۶، المطالب العالیہ ۲۲/۳، کنز العمال ۴۰۷/۱۱، الجامع الصغیر، ۵۸۲/۱، مسند ابن عمر: ۸۳۵، حافظ ہاشمی نے کہا کہ مسند ابن عمر کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ۲۳/۹ (۲۳/۹)

حدیث قدسی: ”و ان سالسی، لا عطینہ“ اگر وہ (خدا کا محبوب بندہ) مجھ سے

سوال کرے تو میں اسے ضرور عطاء کرتا ہوں۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب تواضع)

تو کیا بعد وصال محبوبان خدا سے ولایت و محبوبیت سلب کر لی جاتی ہے؟

عام فوت شدہ رشتہ داروں کے سامنے بھی زندہ رشتہ داروں کے اعمال بھی

پیش کیے جاتے ہیں، جس پر وہ بھی زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: روم، ۵۲، وغیرہ)

رسول اللہ کا خود اپنے وسیلے سے دعا فرمانا: (انبیائے پر بہتان)

اس نجدی نے انبیائے کرام پر یہ تہمت لگائی کہ ”انہوں نے کبھی بھی کسی کا وسیلہ

اختیار نہیں کیا۔“ (ص: ۲۰)

حافظ ابی ہاشمی بیان کرتے ہیں، کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں: کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم

رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، اور رسول اللہ ﷺ انکی لحد کھودنے سے فارغ ہو گئے، تو آپ

انکی لحد میں لیٹ گئے۔ اور یہ دعا کی: ”اللہ ہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے، اور وہی زندہ

ہے جسے موت نہیں آئے گی، ”بحق نیک والانبیاء الذین من قبلی“ اے اللہ! اپنے

نبی ﷺ اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے، میری ماں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ

عنہا کی مغفرت فرما سے، انکو حجت القاء فرما، انکی قبر کو وسیع کر، بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم

فرمانے والا ہے۔ پھر آپ نے انکی نماز جنازہ پڑھی، آپ ﷺ نے حضرت عباس اور



حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے انکو قبر میں اتارا۔

اس میں ”روح بن صلاح“ نام کا ایک راوی ہے، جس کی ابن حبان اور امام حاکم نے توثیق کی ہے، باقی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔ (طبرانی معجم کبیر: ۲۳/۳۵۱ اور اوسط: ۶۷/۱، مزید: مجمع الزوائد: ۲۵۷/۹، حلیۃ الاولیاء: ۱۲۱/۳، علامہ سمودی: وقاء الوفاء: ۸۹۸/۳)

ناصر الدین البانی (غیر مقلد) نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل: ۱۰۲)  
مذکورۃ الصدر روایت سے یہ حقیقت بھی روشن ہو گئی، کہ منکرین کا یہ کہنا: ”کسی کا وسیلہ اختیار نہ کرنا سنتِ انبیاء ہے“۔ (ص: ۲۰) دھوکا، کذب بیانی اور انبیاء پر افتراء ہے۔  
اس ساری بحث سے یہ نتیجہ بھی نکلا، کہ آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا باپ آدمیت، حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوا، اور انشاء اللہ! دخول جنت تک جاری رہے گا۔

۔ رہے گا یونہی، ان کا چرچا رہے گا  
پڑے خاک ہو جائیں، جل جانے والے

آپ کے وسیلے اور مدد کا انکار، بے ادبی ہے:

شارح بخاری (فتح الباری)، علامہ حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ”بعض علما نے ابن تیمیہ کو زندقہ (بے دینی اور گمراہی) کی طرف منسوب کیا، کیونکہ وہ کہتا تھا: ”کہ نبی ﷺ سے مدد نہیں مانگنی چاہیے“، اس قول میں نبی ﷺ کی تنقیص، اور آپ ﷺ کی تعظیم کا انکار ہے۔“

(الدرر الكامنه: ۱۵۵/۱، مطبوعہ دار البیروت)

آج وہابیوں کے سارے فرقے، ابن تیمیہ اور شیخ نجدی کی اندھی تقلید



میں، آپ ﷺ سے طلب مدد کو شرک اکبر کہتے ہیں۔ اس عظیم محدث، حافظ اور شارح کے عقیدے اور فتوے کے مطابق یہ لوگ گستاخ اور بے ادب ہیں۔



### باب: ۳۰

کیا قبورِ صالحین پر گنبد، عرس وغیرہ، انکی عبادت اور شرک ہے؟

سعودی مفسر نے لکھا: ”ان (صالحین) کے مرنے (خاک بدمن) کے بعد انکی قبور پر گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں کو غسل دینا، چادر چڑھانا، انکی قبروں کے پاس تعظیماً ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، یہ کاروبار لات و منات کو فروغ دیتا ہے، اور یہ محبت یا تعظیم نہیں، بلکہ انکی عبادت ہے، وہ شرک اور ظلم عظیم ہے اور یہ فتنہ عبادتِ قبور ہے۔ (ص: ۳۰)

ایک نجدی لکھتا ہے: ”قبروں کے قبة منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی۔“ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی مساعی: ۴۱، الریاض)

یہ ان خارجیوں کا غلو اور زیادتی ہے، کہ جس چیز کو چاہتے ہیں شرک بنا ڈالتے ہیں، اور جس کو چاہیں ایمان۔ انہیں کسی دلیل و ثبوت کی کوئی حاجت نہیں ہوتی، سوائے گمانِ فاسدہ اور تفسیر بالرائے کے۔

نجدیوں کا صالحین کے مزارات کے متعلقہ تعظیسی امور کو عبادت قرار دے کر مسلمانوں کو، لات و منات کے پوجاریوں، مشرکین مکہ اور مزاراتِ اولیاء کو مشرکین کے بتوں، لات و منات کے ساتھ ملا دینا، شعائر اللہ یعنی صالحین اور مزاراتِ صالحین کی توہین و گستاخی ہے۔



جب عام مسلمان کی قبر کی توہین کرنا، اس پر چلنا اور بیٹھنا آگ میں اور تلواریں پر چلنے سے سخت تر ہے۔ (مسلم، ابن ماجہ) تو قبور صالحین، جو جنت کے باغات اور شعائر اللہ ہوتے ہیں۔ (ترمذی کتاب مدۃ قیامہ) ان کو بتوں سے ملانا، جو کہ دوزخ کا ایندھن ہیں (الانبیاء: ۹۸)، قطعاً توہین اور بے ادبی ہے۔

علامہ اسماعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) لکھتے ہیں: ”بعض فریب خوردہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب لوگ کسی ولی سے اعتقاد رکھیں گے، ان کی قبر کی تعظیم کریں گے، اور اس سے برکت و مدد حاصل کریں گے تو ہمیں خطرہ ہے کہ لوگ کہیں یہ اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ اللہ کے ساتھ اولیا بھی موثر فی الوجود ہیں، نتیجہً لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔ پس ہم انہیں اس سے روکیں گے، اولیا کی قبور کو گرائیں گے، ان پر بنی ہوئی عمارت ہٹائیں گے، ان سے غلاف اور پردے اتاریں گے اور بہ ظاہر اولیا کی توہین کے مرتکب ہوں گے تاکہ جاہل عوام کو پتا چلے جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ یہ اولیا بھی موثر فی الوجود ہوتے تو اس توہین کو روک دیتے۔“

سوجان لیجئے! یہ فعل (توہین قبور وغیرہ جائز جان کر کرنا) صریح کفر ہے۔۔۔ اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے فرعون نے کہا تھا: کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ (اپنی مدد کے لیے) اپنے رب کو بلا لیں، بیشک مجھے تو ڈر ہے اس بات کا کہ کہیں وہ تمہارے دین کو تبدیل نہ کر دیں، اور ملک میں فساد نہ پھیلا دیں۔ (الغافر: ۲۶) اور یہ فعل (توہین قبور وغیرہ) محض ایک امر موہوم کی بنا پر کیونکر درست ہو سکتا ہے، جب کہ اس میں عوام الناس کے متعلق گمراہی کی بدگمانی بھی ہے؟۔ (روح البیان، ۹/۴۳)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی (م ۱۲۲۳ھ) ”واعتوا الیہ الوسيلة“۔ (مائدہ: ۳۵)



کے تحت لکھتے ہیں: ”کھلی گمراہی اور کھلا خسارہ ہے ان لوگوں کے لیے جو مسلمانوں کو زیارت اولیا کی بنیاد پر محض یہ گمان کر کے کافر قرار دیتے ہیں“ کہ زیارت اولیا ”من عبادۃ غیر اللہ“ غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے، ہرگز نہیں! بلکہ یہ تو ”محبة فی اللہ“ اللہ کا مظاہرہ ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا: کہ سنو! اس کا ایمان نہیں جس کے اندر محبت نہیں۔ (تفسیر صاوی: ۲/۳۹۷)

(”نبی کریم کو عبادت قبور کا خوف نہیں تھا“ عنوان بلا حلف کریں)

وہابی علماء کی حاضری مزارات:

ابن تیمیہ کی قبر پر اس کے عقیدت مند کئی دن تک ڈیرے جمائے

رہے۔ (البدایہ: ۵۲۲/۱۳)

غیر مقلدین کے امام العصر ابراہیم میرسیا لکوٹی لکھتے ہیں: سفر حج میں دیگر بلاد اسلامیہ (جن کو شیخ نجدی اور اب تک کے نجدی بلاد شرکیہ کہتے ہیں) کا بھی سفر کیا۔۔۔ مصر میں نماز جمعہ جامع امام شافعی میں پڑھ کر امام شافعی کی قبر پر فاتحہ پڑھی، یوں مغرب کی نماز شیخ عبدالوہاب شعرانی صاحب کی جامع مسجد میں پڑھی اور آپ کی قبر کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھی۔ (تاریخ اہل حدیث: ۲۷۱)

مزید لکھا: عبدالوہاب شعرانی مصر کے اولیا میں سے تھے۔۔۔ مجھ نابکار کو ان سے بہت عقیدت ہے۔۔۔ مصر میں ان کی مسجد میں نماز مغرب ادا کی، اور ان کے مزار مقدس پر فاتحہ پڑھی۔ (ایضاً، ص ۸۲، حاشیہ)

مزید لکھا: شیخ عبدالوہاب شعرانی کے مرقہ منور کی زیارت کی۔ (ایضاً: ۷۹)



وحید الزماں نے لکھا: امام شافعی امام ابو حنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتے رہے، وہاں دعا مانگتے آپ کی دعا قبول ہوتی۔ (عدیۃ الہدی، ۲۲/۱)

جمعیت اہل حدیث کے امیر ساجد میر نے امام بخاری کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ (ہفت روزہ تصویر پاکستان، ص ۱۹ مارچ ۱۹۹۳ء)

وہابی علما کی ان عبارات سے دو باتیں یہ بھی معلوم ہوئیں، مزارات اولیا کے پاس مساجد بنانا اور وہاں نماز ادا کرنا، اور فوت شدہ کی قبر کے پاس تلاوت کرنا جائز اس کا نفع میت کو پہنچتا ہے۔

لکھا: قاضی شوکانی نے کہا اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے والے لوگ مسلمان تھے۔ (ص: ۸۰۵) اور یہ خود اس فعل کو شرکیہ کہتے ہیں، اب اپنے امام شوکانی کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

قاضی سلمان منصور پوری، امام ربانی علیہ الرحمۃ کے روضہ پر گئے، حضرت شیخ نے ان کے دل کے خیال پر مطلع ہو کر، بیداری ہی میں ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور بات بھی کی۔ (کرامات اہل حدیث: ۱۹)

علاوہ ازیں اپنے ایک بار اپنے عقیدت مند سے پوچھا کہ یہاں کوئی قبر ہے۔ (ایضاً)۔۔۔ قریب ایک قبر آئی جس پر آپ ٹھہر گئے اور کہا دیکھو شاہ جی اس صالح مرد کی قبر سے کس قدر خوشبو آرہی ہے۔ (ایضاً، ص ۱۸)

نواب صدیق حسن نے لکھا: کہ مجرب ہے کہ نیکوں کی قبر پر دعا قبول ہوتی ہے۔ (نزل الامار، ص ۴۵)

اب منکرین میں تھوڑا سا بھی عدل و حیا کا مادہ ہے، تو اپنے ان وڈیروں پر بھی



شرک کا فتویٰ جڑیں۔۔۔ اور یہ بھی بتائیں کہ یہ سارے وہابی مولوی ان مزارات کی عبادت کرنے گئے تھے؟

کوئی فعل خود عبادت نہیں ہوتا:

ہر عبادت، تعظیم ضرور ہوتی ہے، مگر ہر تعظیم کا عبادت ہونا ضروری نہیں، جیسے ”سجدہ“ فعل واحد ہے، فرشتے جب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں تو عبادت بھی ہوتا ہے اور تعظیم بھی، لیکن جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو فقط تعظیم تھا۔ (اسی وجہ سے منکرین کو بھی سجدہ تعظیمی اور تعبدی کی تقسیم کرنا پڑی۔ (ص ۱۸، ۶۷، ۷۱، ۸۱، ۱۳۸)

تو جب نماز کا اہم رکن ”سجدہ“ بھی خود عبادت نہیں، حالانکہ اس میں عبادت کی روح و معنی باقی تمام افعال اور ارکان سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ تو پھر منکرین کا گنبد، عرس، غسل قبر، چادر چڑھانا، احتراماً ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو عبادت کہنا، غلو فی الدین اور عبادت و تعظیم کو غلط ملط کرنا ہے۔ ”ان الوہابیۃ قوم لا یعقلون؟“ کبھی تو غیر اللہ کی تعظیم فرض اور بے ادبی کفر ہوتی ہے، جیسے بارگاہ رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام۔

۔ شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب  
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

منکرین کی دورنگی و منافقت:

اگر مزارات اولیاء کی تعظیم کی غرض سے، یہ سارے امور شرک اور بدعت ہیں، تو پھر ہم منکرین سے پوچھتے ہیں کہ ”صفا و مروہ“ پر بلند اور قیمتی گنبد بنانا، کعبہ شریفہ پر



قیمتی غلاف چڑھانا، اس کو سال میں دو مرتبہ دن مقرر کر کے (۱۵ شعبان اور ۱۵ محرم) کو عرق گلاب اور عطر سے غسل دینا، حرم کعبہ اور مسجد نبوی کے مینار اور زینت کا سارا انتظام۔ کیا یہ سب کچھ ان مقامات کی عبادت کے لیے ہے، تعظیم کے لیے، یا کہ یہ سب فضول خرچی ہے؟

اگر منکرین کہیں کہ قرآن پاک نے ”صفا و مروہ“ کو ”شعائر اللہ“، اللہ کی نشانیوں میں سے فرمایا ہے۔ (بقرہ: ۱۵۸) اور فرمایا کہ ”ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب“ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے، تو یہ اس کا دلی تقویٰ ہے۔ (ج: ۳۲) اس لیے ہم ان مقامات کی تعظیم کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تمہارے نزدیک جو کام رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، اور ہم سے بھی ہر فعل کے متعلق نص کا مطالبہ کیا جاتا ہے، لہذا اپنے اصول کے مطابق ان سارے امور کو سنت نبوی سے ثابت کرو۔

دوم: ”صفا و مروہ“ کو تو ”شعائر اللہ“ میں سے فرمایا گیا ہے، مگر کعبہ شریف کو تو نہیں! باوجود اس کے کعبہ شریف کے غلاف پر رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہی آیت (ج: ۳۲) لکھی ہوئی ہے، (اپریل ۲۰۱۰ء) یعنی کعبہ معظمہ کو بھی شعائر اللہ میں شمار کیا گیا۔

اگر کعبہ معظمہ اور قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہو سکتے ہیں، (ج: ۳۶) تو اولیا کرام اور ان کے مزارات شعائر اللہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ کیونکہ جو چیز اللہ کی ذات و صفات کی علامت ہو وہ شعائر اللہ میں داخل ہے، دلی وہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آئے، اس کی مجلس اور اس کی یاد، یاد خدا کا سبب ہو۔ یقیناً مزارات اولیا بھی یاد خدا اور



عظمت خدا کے اظہار کا سبب ہوتے ہیں۔

جب صفا مروہ پہاڑیاں جن پر اللہ کی ولیہ کے صرف قدم لگے، اور ریت، اینٹوں اور پتھروں سے بنا ہوا کعبہ شریفہ اور مساجد شعائر اللہ میں سے ہو سکتے ہیں، تو وہ مزار جس میں اللہ کا ولی اپنے مکمل جسد پاک کے ساتھ تشریف فرما ہوتا ہے، اللہ کی نشانیوں میں سے کیونکہ نہیں ہو سکتا؟

علامہ بدر الدین عینی امام قیروانی کے حوالے سے لکھتے ہیں: کہ سرور کائنات ﷺ قبر انور، حلقہ جات ذکر، مساجد اور قبور صالحین ”بکل مکان فاضل بطاع اللہ فیہ“ یہ سب فضیلت والے مکان ہیں، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے۔

(شرح عمدة القاری: ۱۳/۱۳۸)

لہذا جن دلائل سے ان لوگوں نے صفا مروہ، اور عمارت حریمین و کعبہ شریفہ کو اللہ کی نشانیوں میں شمار کر کے ان کے لیے تعظیسی امور اختیار کیے ہیں، ہماری طرف سے بھی انہی دلائل سے مزارات اولیاء کا ”شعائر اللہ“ ہونا، اور ان کے لیے تعظیسی امور کا جائز ہونا سمجھ لیں۔

ما هو جوابکم فہو جوابنا

اور اگر کہیں کہ صفا مروہ وغیرہ کا سارا انتظام مخلوق خدا کی سہولت و آسانی کے لیے ہے، جو شرعی احکام کی بجا آوری کے لیے آتے ہیں۔ تو ہم یہاں پر بھی ان سے ان کے اصول کے مطابق نص کا مطالبہ کریں گے؟

اور ہم کہیں گے کہ مزارات صالحین کی حاضری، وہاں فاتحہ خوانی، اپنی حاجات میں ان کو وسیلہ بنانا، یہ امور شرع شریف سے ثابت ہیں، اور صحابہ سے لیکر آج تک کے مسلمانوں کے عمل مسلسل سے ثابت ہیں۔ (تفصیل ”نوت شدہ کا وسیلہ“ عنوان ملاحظہ کریں)



قبور صالحین پر بھی عمارت اسی مقصد کے بنائی جاتی ہے، کہ ان کی قبور کی عظمت اور منفرد مقام ہر کس و ناکس پر واضح رہے، کیونکہ جس طرح جنتی جہنمی برابر نہیں ہو سکتے، جس طرح عام مومن اور صالح مومن برابر نہیں ہو سکتے، بالکل ایسے ہی ان کی قبریں بھی برابر نہیں ہو سکتیں، کیونکہ ان کے مزار جنت کے باغات ہوتے ہیں۔

دوم: دھوپ، چھاؤں اور رات دن کے اوقات میں زائرین کو سہولت رہے۔

الحاصل: جب قرآن کریم میں ”شعائر اللہ“ کی تعظیم کے مطلق حکم کی وجہ سے

ان کے لیے کعبہ شریف کو عرق گلاب سے غسل دینا اور انتہائی قیمتی علاف چڑھانا۔ ایسے ہی ”صفا، مروہ“ کی تعظیم اور عوام کے سہولت کے لیے اس پر عظیم الشان گنبد اور عمارت بنانا جائز ہے، فضول خرچی نہیں۔ بالکل اسی طرح مزارات اولیاء کی تعظیم اور زائرین کی سہولت کے لیے گنبد و عمارت بنانا، چادر چڑھانا، غسل دینا اور بنانا جائز ہے۔ (تفصیل ”کشف النور“، کار و ترجمہ ”فیضان مزارات اولیاء“، مکتبۃ المدینہ)

سعودی مفسر نے لکھا: ”مزارات کو غسل دینا کعبہ کو غسل دینے کی نقل ہے“۔ (ص: ۱۰۶)

ایک مولوی نے لکھا: ”کعبہ کو سالانہ غسل دینا، عبادت ہے“۔ (تلاش حق: ۱۶۸)

ان کے اصول سے یہ دونوں باتیں، ان کی بدعتیں ٹھہریں، جن کی ان کے

پاس کوئی دلیل نہیں۔ (انشاء اللہ!)

وقت کی تغیر پذیری:

خالق ارض و سموات نے عالم کی فطرت میں تغیر رکھ دیا ہے، زمانے کی

انقلاب سے کئی ایک مسائل میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے، جیسے زمانہ نبی ﷺ کے

بعد قرآن پاک کتابی صورت میں جمع ہونا، اس پر اعراب لگنا، سپاروں میں منقسم ہونا، نماز



تراویح کی جماعت کا باقاعدہ آغاز، جمعہ کی پہلی آذان، تراشے ہوئے پتھروں سے دیواریں اور ستون بنا کر مسجد نبوی کی توسیع، مسجدوں کے مینار و محراب، اسی طرح کتب تفسیر و حدیث و شروح حدیث (جن کے مخالف کو گمراہ اور کافر سمجھا جاتا ہے۔ (ص: ۲۵۶، ۱۱۴) علم حدیث، قرآن کریم کی غیر عربی زبانوں میں تفسیریں، بد مذہب کے رو میں کتب، تبلیغ کے جدید ذرائع، ٹی وی، سی ڈی، رسائل، انٹرنیٹ وغیرہ، جہاد کے جدید آلات و ہتھیار، مساجد کے اندر، اور سپیکر پر آذان، گھڑیوں کے مطابق وقت مقرر کر کے نمازوں کی ادائیگی، مناظرے، حج کی ادائیگی کے لیے سفر جہاز، زکوٰۃ کی ادائیگی بذریعہ نوٹ، ٹیلی فون پر نکاح۔

..... رسول اللہ ﷺ نے مساجد کو محتش، پختہ اور اونچا بنانے کی، یہود و نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے مذمت فرمائی۔ (ابن ماجہ وغیرہ، سعودی تفسیر: ۹۷۹)

باوجود اس کے قرآن و سنت کی پیروی کے دعویدار، صالحین کے حرارات سے انتہائی بیزار، نجدی لوگ اپنی مساجد کو پختہ، بلند اور مزین تعمیر کرتے ہیں، قیمتی قالین، اے سی، مسجد حرام اور مسجد نبوی پر بڑے قیمتی مینار تعمیر کیے گئے، ان کی زینت پر بہت زیادہ خرچ کیا گیا، اور اس سارے انتظام اور خرچ پر اجر کی امید بھی رکھتے ہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ انہیں اگر کوئی شے بدعت اور شرک نظر آتی ہے، تو وہ صرف اور صرف قبور صالحین پر بنے ہوئے گنبد اور قبة ہیں، جو ان کی صالحین دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (عنوان "بدعت" بھی ملاحظہ ہو)



## مزاراتِ صالحین اور اجماعِ امت:

ائمہ سلف نے مذکورہ بالا جدید امور کی طرح اولیائے کرام کی قبور کو عام قبروں سے ممتاز کرنے اور انکی عزت و وقار کو بحال رکھنے اور زائرین کی سہولت کے لیے، اُن پر گنبد و عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

..... ملا علی قاری لکھتے ہیں: بیشک ائمہ سلف نے قبور اولیاء و علماء مشہورین پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے، تاکہ لوگ انکی زیارت کر سکیں اور وہاں بیٹھ کر راحت پائیں۔

(مرقاۃ، ۶۹/۴)

..... علامہ طاہر پٹنی نے بھی سلف کرام کا یہی موقف نقل کیا ہے۔ (مکملہ، مجمع بحار الانوار)

(نور المصنوعات، ج ۱، عمدۃ القاری، ۱۸۳/۸، لؤلؤ الانوار القدسیہ، ص ۵۹۳، تقریرات رافعی، ۱۲۳/۱،

رد المحتار، ۳۱۹/۵، کشف النور، وغیرہ پر بھی یہی کچھ لکھا گیا ہے)

..... بخاری شریف کتاب الجنائز میں، حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبور پر قبے اور خیمے بنانے کا الگ الگ روایتوں میں ذکر موجود ہے۔

..... اسی طرح داری شریف وغیرہ کی مشہور روایت کہ صحابہ کرام نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: کہ قبر نبی ﷺ کی طرف جاؤ ”فاجعلوا منہ کوئی الی السماء“ ”اور وہاں سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف ایسے کھول دو، کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی ”سقف“ پردہ حائل نہ رہے الخ۔

اس روایت میں بھی صراحت ہے ام المؤمنین کے زیر نگرانی قبر اقدس پر خیمہ، قبہ (گنبد) جو بھی کہہ لیں، اس دور کے حالات کے مطابق بنایا گیا تھا۔



..... اور کئی روایتوں میں ہے کہ کئی صحابی اور تابعین حضرات نے ام المؤمنین سے گزارش کی کہ آپ ہمیں رسول ﷺ کے روضہ مبارک کا دروازہ کھول دیں، ہم زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے ایک بی بی کا بھی واقعہ ہے، اور قبر انور کے پاس اتنا روئیں کہ روح پرواز کر گئی۔ (کتاب الزہد: ۳۶۹/۱، امام احمد بن حنبل)

ولید بن عبد الملک کے حکم سے عمر بن عبد العزیز نے بھی پہلا گنبد (صحابہ کے دور والا) مسمار کر کے ”بنی البیت علی القبر“، دوبارہ قبر انور پر گنبد بنایا۔ (فتح الباری، ۳: ۱۵۷) کیا ان ہستیوں کے متعلق مخالفین یہ کہہ سکتے ہیں، کہ یہ سارے حضرات بھی قبر پرست، مردہ پرست، قبوری، اور مزارات کی عبادت کرنے والے، اور مشرک تھے؟

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

قبر النبی ﷺ کی طرح جنت البقیع، جنت المعلیٰ میں بھی صحابہ و اہل بیت کے قبور پر قبہ بنے ہوئے تھے، صحابہ کرام سے لیکر اب تک علما و بزرگان دین کی قبور پر گنبد بننے چلے آ رہے ہیں، جس سے صحابہ کرام سے لیکر اب تک کے مسلمانوں کا عملی اجماع ثابت ہو گیا، کہ ضرورتاً قبر پر چھت اور عمارت بنانا جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی نجدی لوگ مسلک سلف سے منحرف ہیں۔

جن حدیثوں میں قبروں کو پختہ اور اس پر عمارت سے منع فرمایا ہے، وہ بلا ضرورت تعمیر پر محمول ہے۔

کیا صرف قبور کو ہی پختہ بنانا بدعت اور منع ہے؟

مکر بن صالحین دشمنی میں مزارات صالحین پر بنی عمارتوں کو بدعت اور ناجائز



ثابت کرنے کے لیے، صرف ان احادیث کو بڑی شد و مد سے پیش کرتے ہیں، جن میں قبروں کو پختہ اور ان پر عمارت بنانے سے منع کیا گیا ہے، ان کے اس طرز عمل سے یوں معلوم ہوتا کہ جیسے نبی کریم ﷺ نے صرف قبروں کو ہی پختہ بنانے سے منع کیا تھا، اور باقی عمارتوں کے متعلق کھلی چھٹی دی ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

احادیث شریفہ ملاحظہ کریں۔

❖۔۔۔۔۔ قیامت کی ایک علامت یہ بتائی کہ چرواہے، بلند و بالا عمارتوں پر باہم فخر کریں گے۔ (بخاری: کتاب الایمان)

❖۔۔۔۔۔ فرمایا: ہر بلڈنگ اپنے مالک پر وبال ہے، سوائے اس کے جو اس قدر (بلند) ہو، اپنے دست پاک سے (سرانور کی طرف) اشارہ فرمایا۔ (الترغیب، طبرانی)

❖۔۔۔۔۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک چوبارہ بنایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا گرا دیں۔ (طبرانی کبیر)

❖۔۔۔۔۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے حجر مبارک کی جگہ، اینٹوں کا مکان بنایا تو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ (الترغیب)

❖۔۔۔۔۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ”خرج لمرای قبة مشرفة لقال ما هذا؟“ آپ ﷺ باہر نکلے تو ایک اونچا سا گنبد بنا ہوا دیکھا (جیسے آج صفا و مردہ پر بھی نجدیوں نے بنائے ہیں)، فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی: فلاں انصاری کا ہے۔ آپ خاموش ہو گئے اور یہ بات اپنے دل میں رکھی، جب وہ آدمی آیا، اور اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے رخ انور پھیر لیا،۔۔۔۔۔ فرمایا: ہر عمارت اس کے مالک پر وبال ہے، مگر جس کے بغیر گزارا نہ ہو۔ (ابوداؤد، ابواب السلام)



ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے صرف قبروں کو پختہ اور ان پر عمارت بنانے سے ہی منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ہر پختہ، بلند عمارت، حتیٰ کہ مساجد کو بھی پختہ بلند مزین بنانے کی مذمت فرمائی ہے۔ (حوالہ آ رہا ہے) لیکن نجدی قوم انتہائی بددیانت ہے، کہ دنیا پرستی کے نشے میں ایسی روایات اور تعلیمات کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ اور صالحین دشمنی میں صرف قبور کے متعلق احادیث کو غلط طریقے سے پیش کرتے ہیں۔

اور سعودی حکومت کی عیش و عشرت اور دنیا پرستی کا یہ عالم ہے کہ تاریخی مساجد اور مقدس مقامات کو گرا کر وہاں پر اپنے محلات تعمیر کر دیے گئے، لیکن انہیں یہ احادیث دیکھائی نہ دیں۔

آخری روایت میں یہ وضاحت بھی فرمادی گئی کہ خاص کر وہ بلڈنگ بنانا ناجائز ہے، جو بلا ضرورت اور دکھاوے کے لیے ہو، جبکہ ضرورت صحیح کے تحت بنانا جائز ہے۔ ہم کہتے ہیں یہی رخصت صالحین کی قبروں کو پختہ اور ان پر عمارت بنانے کے متعلق بھی ہوگی، کہ ضرورتہً جائز ہے۔

اسی آخری روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ”بلند گنبد“ دیکھ کر انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ قبور صالحین پر گنبد بنانے کو بدعت اور فضول خرچی قرار دینے والی سعودی نجدی حکومت نے اب خود ”صفامروہ“ پر بلند و بالا گنبد تیار کروائے ہیں، جو ان کے اصول کے مطابق یقیناً بدعت ہیں۔

مساجد کو آراستہ کرنا بدعت کیوں نہیں؟:

آپ ﷺ نے عمارتوں کی طرح مساجد کو بھی بلند، پختہ اور مزین کرنے سے منع



فرمایا ہے۔

..... ارشاد فرمایا: مجھے مسجدوں کو بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: کہ تم ضرور مسجدوں کو اسی طرح آراستہ کرو گے، جیسے یہود و نصاریٰ نے کی تھیں۔

(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

..... مزید فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ لوگ مساجد کی ظاہری شان و شوکت پر فخر نہ کر لیں۔ (ایضاً)

..... ارشاد فرمایا: تم اپنی مسجدوں کو ایسے ہی بلند و بالا بناؤ گے، جیسے نصاریٰ اور یہود اپنے کنیساؤں اور گرجوں کو بناتے ہیں۔ (ابن ماجہ، ابواب المساجد والجماعت)

ان حدیثوں پر بھی نجدیوں کا کوئی عمل نہیں، بلکہ ان کے خلاف عمل پیرا ہیں، اور اپنی مساجد کو خوب بلند اور مزین تعمیر کرتے ہیں، جس سے وہ بدعتی ٹھہرے۔۔۔ اور اس اعتراض کا ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں، کہ جب عام حیثیت کے لوگ بھی اپنے مکانات کو پختہ اور آراستہ بنا رہے ہیں، تو اب وقت کا تقاضا ہے کہ مساجد کے وقار اور عزت کو قائم رکھنے کے لیے ان کو بھی پختہ اور خوب صورت بنایا جائے۔

ہم کہتے ہیں بالکل اسی طرح جب عوام عام قبروں کو بھی پختہ بنا رہے ہیں، تو اب ضرورت ہے کہ صالحین کی قبور کو عام قبروں سے ممتاز کرنے کے لیے ان پر گنبد بنائے جائیں۔

گنبد خضراء کے متعلق نجدی عزائم:

یہاں پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب ان لوگوں کے نزدیک، مزار پر گنبد



بنانا، بدعت، حرام اور شرک کا سبب ہے، اور اس کو گراما نجدی دین کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ جیسے شیخ نجدی نے زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مزارات اقدس کا قبہ گرا کر اس رکن کی بنیاد رکھی۔

ایک نجدی مولوی لکھتا ہے: ”قبروں کے قے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی۔ (امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی مساعی و مہجورہ ریاض)

اسی لیے مشرکوں کی قبروں کی متعلق احادیث کو بنیاد بنا کر جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں بنے ہوئے صحابہ کے بیسوں مزارات کو گرا گیا، بلکہ ان کی قبریں کو بھی زمین کے برابر کر دیا۔ تو یہ لوگ گنبد خضراء کو کیسے برداشت کیے ہوئے ہیں؟

جواب یہ ہے، کہ بلاشبہ گنبد خضراء بھی ان بدعتیوں کے نزدیک بدعت، حرام اور سبب شرک ہی ہے۔ راقم کے ساتھ خود یہ واقعہ (اپریل ۲۰۱۰ء) کو پیش آیا کہ ہم دوساتھی رات کو گنبد مقدس کے سامنے بیٹھے تھے، کہ ایک نجدی ملاؤں کا جمہا غارے پاس سے گزرا، ہمیں دیکھ کر کہنے لگا: تم جو کچھ یہاں بیٹھے کر رہے ہو یہ شرک ہے! مسجد میں جا کر تلاوت کرو اور نفل پڑھو۔

یہ لوگ گنبد خضراء کو مشرکین کے بتوں کی طرح کابت کہتے ہیں، معبود باطلہ میں شمار کرتے ہیں، کہ جیسے انکی عبادت کی جاتی ہے، ایسے ہی مسلمان اس گنبد خضراء کی عبادت کرتے ہیں، لہذا باقی بتوں کی طرح اسکو گراما نجدی واجب ہے (معاذ اللہ)۔

(ملاحظہ ہو، کتاب التوحید، ص ۱۰۰ حاشیہ۔ شرح الصدور سعودی، ص ۲۵ حاشیہ، بحوالہ نصیحة الاخوان ملائے نجد، ص ۱۷۱۔ الشاہدات المصنوعہ، ص ۱۴۲۔ نظیر الاعتقاد، ص ۴۔ قدیم، البریلو، ص ۵۱۔ التوحید، ص ۵۵۔ اسلام



میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲۹۔ عرف الجادی۔ تحفہ وحابیہ۔ الروضة الندیہ۔ فتح الجید۔ ہدایۃ المستفید۔ ترجمان وحابیہ (ص ۳۶)۔

ان ساری کتابوں میں انبیاء و اولیاء کرام کے مزارات کو بُت اور قابلِ مسامر لکھا گیا ہے۔ کیوں نہ لکھتے، جب ان کے مجدد الدعوة شیخ نجدی کے متعلق ”شیخ احمد بن علی بصری شافعی“ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ شیخ نجدی کا کہنا تھا کہ اگر مجھے حجرۂ رسول ﷺ پر تصرف کا موقع ملا تو میں ضرور اُسے ڈھا دوں گا۔ (عربی سے ترجمہ، فصل الخطاب، ادخ البراہین)

یہیں تک ہی نہیں بلکہ نجدیوں نے اپنے امام کے اس خواب کو پورا کرنے کے لیے عملی کوشش بھی کی۔۔۔ رشید رضا مصری لکھتے ہیں: ایک مرتبہ جب گنبد خضراء کو گرانے کے لیے اس پر دو نجدی کارندے چڑھے اور سونے کا ہلال اتارا، تو اوپر سے گر کر مر گئے، جس کی وجہ سے نجدیوں نے یہ خبیث ارادہ ترک کر دیا۔

(محمد رشید رضا، ایڈیٹر المنار، مصر، نجد و حجاز: ۱۱۲)

سعود بن عبدالعزیز نے بھی (۱۸۰۳ء) میں قبہ مزار نبی ﷺ کو گرانے کا قصد کیا

۔ (ترجمان وحابیہ: ۳۶، از نواب صدیق حسن دہابی)

سردار حسنی لکھتے ہیں: کہ ایرانی حکومت نے ایک وفد تحقیق حالات کی غرض سے (۱۹۲۵ء) میں کے آخر میں بھیجا، اس وفد نے آکر بیان شائع کیا: کہ واقعی حضور اکرم ﷺ پر ہضہ پاک پر پانچ گولیاں لگیں ہیں۔ (حیات سلطان بن سعود: ۱۵۷)

اب رہ گیا یہ سوال کہ پھر گنبد خضراء، اب تک سلامت کیسے ہے؟ اسکے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ سبز گنبد کا آج تک سلامت و قائم رہنے کا اول اور باطنی سبب تو اللہ تعالیٰ



کی غیبی حفاظت ہے۔

اور ظاہری سبب، نجدیوں کا عالم اسلام سے خائف ہونا ہے، کہ اگر یہ ذلیل قدم اٹھایا، تو مسلمانانِ عالم کسی صورت میں بھی یہ بے حیائی برداشت نہ کر سکیں گے، اور یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی۔

۔ گنبد خضرا! خدا تجھ کو سلامت رکھے  
دیکھ لیتے ہیں تجھے، پیاس بجھا لیتے ہیں

قبریں اور مزار گرانہ: (تضاد)

..... ابو الہیاج اسدی والی روایت جس میں ہے: ”ولا قبراً مشرفاً لاسویۃ“

کہ بلند قبر کو برابر کر دو۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

جنت البقیع میں ایک بلند بورڈ پر لکھی گئی ہے، اور اسی کو دلیل بنا کر سعودی حکومت نے جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کی قبور کو زمین کے برابر کر دیا۔ شاید کچھ غیرت آگئی ہو کہ اب جنت البقیع میں قبور کو کوہان مانند بنایا جاتا ہے۔ جبکہ جنت المعلیٰ کی قبور اب بھی اسی طرح بالکل زمین کے برابر ہیں۔

یہ کھلا تضاد ہے، اور پتہ نہیں ان کا اصلی دین کون سا ہے؟

میں نے یہی تعارض جنت البقیع میں ایک نجدی مطوعے پر پیش کیا، کہ ادھر قبور کو زمین کے برابر کرنے والی روایت آویزاں کر رکھی ہے، جبکہ قبروں کو کوہان کی مانند بنایا گیا ہے؟ وہ اس تضاد کو رفع نہ کر سکا، کہنے لگا: ”قبر کی کھدی ہوئی مٹی اوپر ڈال سکتے ہیں۔“

مندرجہ بالا روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جن



قبروں کو زمین کے برابر کرنے کے لیے بھیجا تھا وہ مشرکین کی قبور تھیں۔ مؤمنین کی قبریں تو آپ ﷺ کی موجودگی میں زمین کے برابر نہیں بلکہ کوہان کی مانند بنائی جاتی تھیں۔ پھر انہیں دوبارہ برابر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

❖ اسی لیے امام بخاری نے باب باندھا، ”باب هل تنبش قبور مشرک الجاہلیۃ“، ”کیا جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو گرایا جاسکتا ہے؟۔ (بخاری: کتاب الصلوۃ)

❖ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: جن قبروں کو گرانے کا حکم دیا گیا، وہ مشرکوں کی قبریں تھیں، رہیں انبیاء اور ان کے قبضین کی قبریں، تو ان کو گرانا ان کی اہانت، یعنی گستاخی ہے۔ (ملخصاً، فتح الباری، ۲/۴۶۶)

صالحین کی اہانت کرنا اور پھر اس کو توحید و سنت کا نام دینا، نجدیوں کی فطرت، مشن اور بدعت سیّد ہے۔

❖ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے متعلق سفیان الثمار فرماتے ہیں: ”اللہ راہی قبراً لنبی منہما“، ”میں نے قبر انبی ﷺ کو دیکھا، وہ کوہان کی طرح تھی (زمین کے برابر نہیں تھی)۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

❖ یعنی نبی کریم ﷺ کی قبر انور کو صحابہ کرام نے زمین کے برابر نہیں، بلکہ کوہان مانند بنایا تھا، اور یہی نبی کریم کی تعلیم تھی۔۔۔ کیونکہ حضرت خارجہ فرماتے ہیں: کہ ہم میں سے بڑا کوڈنے والا وہ شخص ہوتا، جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو پھلانگ سکتا۔ (بخاری: کتاب الجنائز)

❖ اس روایت سے بھی پتہ چلا کہ حضرت عثمان کی قبر بھی زمین کے برابر نہیں بلکہ بلند تھی۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ یہ قبر نبی کریم ﷺ نے خود تیار کروائی تھی، جیسا کہ (ابوداؤد:



(۱۰/۱۲) میں ہے۔

سعودی مفتی کا فتویٰ، کہ قبر کو ہان مانتا، بالشت اونچی ہونا سنت ہے (بدعت)

سعودی مفسر نے لکھا: ”نسیم کے معنی، بلندی کے ہیں۔ اونٹ کی کوہان، جو اس کے جسم سے بلند ہوتی ہے، اسے منام کہتے ہیں۔ قبر کے اونچا کرنے کو بھی ”نسیم القبور“ کہا جاتا ہے۔“ (ص: ۱۶۹۸)

اور سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: ”قبر پر صرف اس لیے مٹی ڈالی جاتی ہے اور اسے تقریباً ایک بالشت اونچا رکھا جاتا ہے، کہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ قبر ہے۔ قبروں کے متعلق یہی وہ سنت ہے جس پر رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ عمل پیرا رہے۔

(فتاویٰ ابن باز، اردو: ۳۵، دار السلام الریاض)

آپ نے نجدی مفتی کا فتویٰ ملاحظہ کیا کہ قبر کو بالکل زمین سے ملا دینا، خلاف سنت یعنی ”بدعت“ ہے۔۔۔ اور سنت یہ ہے کہ قبر ایک بالشت اونچی رہے، اس کا نشان واضح رہے۔ تاکہ زائرین کو معلوم ہو سکے کہ یہ قبر ہے، اور اس کا تقدس قائم رہے۔

✽..... اور رسول کائنات ﷺ کا یہ فرمان کہ ”فزودوها“ کہ تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (مسلم، ۳۱۴۱) بھی اس کی دلیل ہے کہ قبر زمین سے کچھ بلند ہونی چاہیے، جس پر زیارت کے الفاظ صادق آسکیں۔

الحمد للہ! خود ان کے گھر کی گواہیوں سے واضح ہو گیا، کہ سعودی نجدیوں کا ابو الہیاج والی رویت کو جنت البقیع میں آویزاں کرنا، تحریف فی الحدیث، بدعت، مؤمنین اور قبور مؤمنین کی توہین ہے۔





### مزاراتِ اولیاء پر جہلاء کی غیر شرعی حرکات:

اولیاء اللہ کے مزارات پر جہلاء اور نقلی پیروں اور ان کے مریدوں کی خلاف شرع حرکات مثلاً میلے، قوالیاں، ڈھول ڈھمکے، عورتوں مردوں کا مخلوط اجتماع، نماز ترک کرنا، سجدے طواف، داڑھیاں منڈنا، شراب و چرس پینا وغیرہ، امور سے مسلک اہلسنت اور علما اہل سنت بری الذمہ ہیں، اور وہ ان غیر شرعی حرکات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ان نقلی پیروں کی ان بے ہودہ حرکات کی وجہ سے مسلک حق اہلسنت کا ناقابل اندازہ نقصان ہو رہا ہے۔

وہابی لوگ باخوبی جانتے ہوئے بھی کہ علمائے اہلسنت ان غیر شرعی حرکات کا ہر طرح سے کھل کر رد کرتے ہیں۔ پھر بھی فریب اور بددیانتی سے مزارات پر ہونے والی بیہودہ حرکات کو آلہ کار بنا کر مسلک اہلسنت کو بدنام کرتے ہیں۔ اور اپنے مسلک سے جاہل دنیاوی پڑھے لکھے سنی حضرات کو یہ کہہ کر خوب گمراہ کر رہے ہیں: یہ ہے بریلویوں کا دین، اور یہ احمد رضا کے پیروکار ہیں۔

جبکہ امام اہلسنت مجدد دین و ملت احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات گواہ ہیں، آپ نے ایسی تمام بدعات و خرافات کا خوب رد فرمایا ہے۔ جس کو خود غیر مقلدین کے علماء نے تسلیم کیا، اور یہاں تک مانا کہ آپ کی تعلیمات پر چلنے والا ہدایت یافتہ اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ ملاحظہ ہو، کتاب ”تعلیمات شاہ احمد رضا خان بریلوی“، از غیر مقلد عالم محمد حنیف یزدانی۔ اس کتاب پر متعدد وہابی مولویوں کا تبصرہ اور تصدیق بھی موجود ہے۔ (الفصل ماشہدت بہ الاعداء)



(مزید: ”امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات“، ”فاضل بریلوی اور امور بدعت“ کتب ملاحظہ

فرمائیں)

لہذا آپ رضی اللہ عنہ اس فتنے اور گندگی سے بالکل بری ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ مزارات پر حاضری کا طریقہ بیان فرماتے ہیں: ”حزار کو نہ

ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام“۔

(فتاویٰ رضویہ: ۵۲۲/۹، طبع جدید)

ہم یہاں (”جامعہ اشرفیہ“ گجرات سے، ۱۸، اپریل، ۲۰۰۶ء) جاری ہونی والا ایک

فتویٰ نقل کر رہے ہیں، جس میں حاضری مزارات کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

الجواب: ۱۔ مزارات کے گرد طواف کرنا، ناجائز، سجدہ تعظیسی کرنا بالاتفاق

حرام اور بوسہ لینے سے بھی اجتناب چاہیے۔

۲: مزارات پر بجائے عرس کے میلے لگانا، ڈھول بجانا اور بھنگڑا ڈالنا سخت حرام

نیز گھڑولیاں اور مورتیاں چڑھانا بھی (جیسے شاہ دولہ دربار پر چڑھائی جاتی ہیں) مشرکین کے

ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے سخت ممنوع اور حرام ہیں۔ شریعت میں ان افعال کی

قطعاً کوئی گنجائش نہیں، ان افعال سے بزرگوں کے ارواح کو ایذا پہنچتی ہے (جس کی وجہ

سے مزارات کے فیوض و برکات کم ہوتے جا رہے ہیں) نیز عین قبر کے اوپر اگر بتی، موم بتی اور

چراغ جلانے سے بھی فقہائے کرام منع فرماتے ہیں۔

۳: مرد حضرات کی موجودگی میں بالخصوص جوان عورتوں کا، وہ بھی بے پردگی کی

حالت میں، اور بغیر محرم کے مزارات کی حاضری دینا سخت ممنوع ہے، لہذا ان کے لیے

بہتر یہی ہے کہ اپنے اپنے گھروں سے ہی ایصالِ ثواب کریں۔



۴: مزارات پر حاضری دیتے وقت اگر ممکن ہو تو قدموں کی طرف سے جائیں، اور منہ کے سامنے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر جتنی ممکن ہوں، آیات تلاوت کر کے صاحب مزار کی روح کو ایصالِ ثواب کر دیں، اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کریں۔ فقط: واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ ﷺ

کتبہ، المفتی المعاون محمد عبدالسلام ہاشمی

بدارالافتاء ”الجامعة الاشرفية“ علی مسجد گجرات۔



باب: ۳۲

”جنت البقیع“ میں نصب شدہ بورڈ کی گمراہ کن عبارات:

جنت البقیع میں (اپریل ۲۰۱۰ء) نیلے رنگ کا ایک بورڈ نصب ہے، جس پر لکھی گئیں، گمراہ کن عبارات میں سے چند یہ ہیں۔

۱: قبر والوں سے کچھ بھی طلب کرنا شرک ہے۔

۲: قبر والوں کے وسیلے و واسطے سے دعا کرنا بدعت ہے۔

۳: قبرستان میں قرآن کی تلاوت سنت رسول کے خلاف ہے۔

۴: قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے۔

پہلی اور دوسری عبارت کا رد، ”فوت شدہ سے مدد“۔ ”فوت شدہ کا

وسیلہ“، عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

۳: قبرستان میں قرآن مجید کی تلاوت سنت رسول کے خلاف ہے:

سعودی مفسر نے بھی ”وان لیس للانسان الاماسعی“۔ (نجم ۱۴) کے تحت



لکھا: ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مردوں کے لیے قرآن خوانی کی ترغیب دی نہ کسی نص سے نہ اشارۃ النص سے رہنمائی فرمائی۔۔۔ رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں۔ اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے۔۔۔ البتہ دعا اور صدقہ و خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ (ص: ۱۳۹۸)

### خطباء اہل سنت کی خدمت میں گزارش:

سعودی تفسیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے متعلق منکرین کا اصل اعتراض یہ نہیں کہ صدقہ و خیرات کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ بنیادی طور پر دو اعتراض ہیں،۔۔۔ ایک یہ کہ قرآن خوانی کا ثواب نہیں پہنچتا اور یہ جائز نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ تم نے جس ہیئت کے ساتھ قل، دسواں اور چالیسواں وغیرہ مقرر کر رکھے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے منقول نہیں۔

لہذا ایصال ثواب کی محافل میں صدقہ و خیرات کا ایصال ثواب ثابت کرنے پر سارا وقت اور زور لگانے کی بجائے، انہیں دو باتوں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

سعودی تفسیر جو کچھ لکھا یہ سفید جھوٹ ہے اور افتراء ہے۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ جس کام کے متعلق شریعت مطہرہ سے ممانعت اور انکار وارد نہ ہو، اس فعل کو خلاف سنت کہہ دینا، جہالت و حماقت ہے۔

خود لکھا: اپنے طور حرام کر لینا منع ہے۔ (سعودی تفسیر: ۴۱۶، ۴۰۰، ۳۹۷، ۳۹۸، ۵۸۰)

سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: ممانعت میں کوئی صحیح، صریح نص نہیں آئی۔

(فتاویٰ ابن باز: ۵۳، دار السلام الریاض)

مزید لکھا: ”اس کی ممانعت کا ثبوت نہیں ملتا“۔ (ایضاً: ۵۰)



ابن باز نے ایک اور جگہ لکھا: ”کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔“ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل (وکالت رسالت عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

لہذا ہم مطالبہ کرتے ہیں، کہ فوت شدگان کے لیے اور قبرستان میں قرآن خوانی کو خلاف سنت کہنے والے، وہ ”سنت“ پیش کریں، جس کے یہ عمل خلاف ہے۔ انشاء اللہ! کبھی نہ پیش کر سکو گے۔ عدم وجود یا عدم نقل کو سنت کہنا جہل مرکب ہے۔ تلاوت قرآن کا ایصال ثواب، احادیث مبارکہ:

❖ دَامِدِ رَسُولَ ﷺ زَوْجَ بَتُولٍ، مَوْلَايَ كَانَتِ، عَلِي الْمُرْتَضَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا، اور اس نے اکیس (۲۱) (دنی روایہ: ۱۱) مرتبہ ”قل هو اللہ احد“ پڑھا، پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مردو کو بخش دیا، تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں، اتنی بار پڑھنے کا اس کو ثواب ملے گا۔

(دارقطنی، جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲، فضائل سورۃ اخلاص للخلال: ۱۰۲/۱، اللہ کریم القرطبی: ۱۲۸/۱، شرح الصدور: ۳۱۲، کنز العمال: ۲۵۵/۱۵، فردوس الاخبار: ۳۸/۳، تفسیر مظہری، روح البیان، رافعی فی تاریخ کذا قال العجلونی فی کشف الخفا: ۲۸۲/۲)

❖ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو، اور یسین پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہل قبرستان پر تخفیف کر دیتا ہے، اور اس کو مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(شرح الصدور: ۴۰۴، اللہ کریم: ۸۰، فردوس الاخبار: ۱۰۸/۳، مظہری)



..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: کہ جب تم میں سے کو فوت ہو جائے تو اس کو رکھو مت بلکہ جلدی لے چلو اور اس کے سرہانے سورہ فاتحہ پڑھو، اور اس کے پیروں کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیات پڑھو۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۶۱۳)

..... عبد الرحمن بن العلاء بن اللجج بیان کرتے ہیں: کہ مجھ سے میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے! جب میں فوت ہو جاؤں، تو میری لحد بنانا۔ اور مجھے قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ وعلی ملہ رسول اللہ پڑھنا، پھر میری قبر پر مٹی ڈال دینا، اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اور ابن عمر بھی اس کی وصیت کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۳۲۰۔ سنن بیہقی: ۵۶، ۵۷/۳۔ تاریخ نجی بن معین: ۴۱۵/۳، ۴۳۶/۳، ۵۰۲/۳، واللفظ لہ بحوالہ القول المنصور۔ کتاب العاقبہ للمحافظ عبد الحق الأشمیلی: ۲۵۵۔ کتاب الروح: ۱۳، از امام الوہابیہ ابن قیم۔ شعب الایمان: ۱۶/۷)

..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کے پاس، سورہ یسین پڑھو۔

(یہ حدیث اپنے عموم کی وجہ سے قبرستان کے مردوں کو بھی شامل ہے)

(نواب صدیق، ابن قیم، سراج الوہاج: ۵۵/۲، علامہ سیوطی، علامہ قرطبی، علامہ مقدسی، محبت طبری

رحمۃ اللہ علیہم۔ شرح الصدور، ابوداؤد: ۳۱۰۵، ابن ماجہ: ۱۳۳۸، مسند احمد: ۲۶/۵، المسند رک: ۵۶۵)

..... سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید، امام فقہی فرماتے ہیں: انصار

صحابہ کرام کا معمول تھا، کہ وہ اپنے فوت شدہ لوگوں کی قبر جا کر قرآن کی تلاوت کرتے

تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶/۳، شرح الصدور: ۱۳۰، الذکرہ للقرطبی: ۸۰، کتاب الروح: ۶۶، الامر

بالمعروف والنہی عن المنکر للمحول: ۱۲۳)







۳ ص ۱۱، شرح الصدور، مسلم مع نووی: ۱۳۱/۱، اور دیگر علماء) (سعودی تفسیر، ص ۱۸، ۱۳۰، ۱۶۹، پر قرطبی۔ اور صفحہ ۹۱۴ پر فتح الباری، کا حوالہ دیا)

اسی لیے کئی اسلاف نے وصیت کی ان کی قبر پر سبز شاخ گاڑی جائے۔ (بخاری، شرح الصدور، طبقات الکبریٰ)

❖ علامہ یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں: ”استحب العلماء قرلة القرآن عند القبر“، علماء نے قبر کے پاس قرأت قرآن کو مستحب فرمایا ہے۔

(نووی بر مسلم: ۱۳۱/۱، شرح الصدور)

❖ ”وان ليس للانسان الا ما سعى“، اور نہیں انسان کے لیے، مگر جو اس نے کوشش کی۔ (النجم: ۳۹)

اس آیت کو قرأت قرآن، کا ثواب نہ پہنچنے کی دلیل بنایا جاتا ہے، اس کے چند جواب ہیں۔ ۱: یہ آیت مطلق ہے، اس آیت کو صرف قرأت قرآن کا ثواب نہ پہنچنے کی ہی دلیل کیسے بنایا جاسکتا؟

۲: اور ابھی احادیث بھی گزریں، جن سے تلاوت قرآن کا نفع میت کے لیے

ثابت ہوا۔

۳: جب باقی بدنی اعمال، نماز، روزہ، حج کا ثواب پہنچتا ہے۔ تو علمائے اسلام نے انہیں بدنی اعمال پر قیاس کر کے، قرأت قرآن کا ثواب پہنچنا بھی ثابت کیا ہے۔ ابن قیم اور نواب وحید الزماں نے بھی یہی کہا۔ (آگے آرہا ہے)

۴: اس آیت کو مفسرین اسلام نے اپنے ظاہر پر تسلیم نہیں کیا، اس کے کئی

جواب دیے ہیں۔



..... علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: یہ آیت، (الطور: ۲۱) سے منسوخ ہے۔ (اس پر (النساء: ۱۱) بھی دلالت کرتی ہے، راقم الحروف)

..... ربیع بن انس نے کہا: کہ یہ آیت کافروں کے متعلق ہے۔ (الذکر: ۱۳۷/۱۳۸، شرح الصدور)

..... وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ: نے بھی اس آیت کے کئی جواب دیے، اور کہا کہ مومن کو، مومن سے مطلقاً، ہر نیکی کا نفع پہنچتا ہے۔ لکھا: ”کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ نفع اس کی اپنی سعی سے ہو۔ کیونکہ مومنین کے کم سن بچے اپنے آباء کے ساتھ، بغیر اپنی سعی کے جنت میں داخل ہونگے“۔ (مجموعہ فتاویٰ: ۱۷۳/۲۳۳)

..... نواب صدیق حسن نے بھی، ابن تیمیہ کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔

(فتح البیان: ۳۶۴/۶)

..... نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے لکھا: ”کہ اس آیت کے معنی ہیں، کہ کسی کا ایمان دوسرے کو نفع نہیں دے سکتا، اگر وہ خود ایمان نہ لائے۔۔۔ اور یہ آیت (طور: ۲۱) سے منسوخ ہے“۔ (ہدیۃ الہدی)

مزید لکھا: علما کی کثیر جماعت کا موقف ہے تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، چاہے وہ نماز ہو، روزہ ہو یا تلاوت ہو وغیرہ وغیرہ۔ (ایضاً: ۱۳/۱)

..... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

جمہور سلف اور ائمہ مجتہدین تلاوت قرآن کا ثواب پہنچنے کے قائل ہیں۔ پھر علامہ المقدسی کے حوالے سے (النجم: ۳۹) کے کئی جواب ذکر کیے۔ ایک یہ کہ قدیم سے مسلمانوں کا یہ معمول ہے، کہ وہ جمع ہو کر مردوں کے لیے قرآن کی تلاوت کرتے



ہیں۔ اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ اس سے "اجماع المسلمین" ثابت ہوتا ہے۔  
 -- ہمارے اصحاب نے جواز کا قول کیا۔۔۔ امام شافعی نے کہا کوئی حرام نہیں۔۔۔ اور  
 پورا قرآن ختم کرے تو افضل ہے۔۔۔ امام احمد بن حنبل پہلے انکار کرتے تھے، بعد میں  
 جب احادیث پہنچیں تو رجوع کر لیا۔ علامہ سیوطی نے اس کے علاوہ اور روایات و وا  
 قعات بھی نقل کیے۔ (شرح الصدور)

یہ سعودی وہابی، خود کو حنبلی کہتے ہیں، مگر تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کے  
 منکر ہیں، اور اپنے امام کے مسلک سے منحرف ہیں۔

❖..... ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ حافظ شمس الدین عبدالواحد فرماتے  
 ہیں: ہر شہر میں مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اکٹھے ہو کر اپنے فوت شدگان کے لیے  
 تلاوت کرتے ہیں، کبھی کسی نے انکار نہیں کیا، گویا اس پر اجماع ہے۔

(مظہری، زیر آیت: وان لیس الانسان ارنح، تذکرۃ الموتی والقبور: ۴۹)

❖..... امام ابن قدامہ نے مسلمانوں کا تسلسل بیان کر کے، اس پر اجماع نقل  
 کیا۔ (المغنی مع الشرح الکبیر: ۴۲۹/۲)

❖..... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی اس کے قائل ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی: ۷۱/۱)

❖..... شاہ ولی اللہ کے قل شریف پر اکیاسی (۸۱) قرآن ختم ہوئے۔

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز: ۸۰)

ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی وغیرہ کی تصریح:

❖..... ابن تیمیہ نے لکھا: "اور قبروں پر دائماً تلاوت کرنا سلف میں معروف نہیں



تھا۔۔۔ متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے۔ جب ان کو یہ حدیث پہنچی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ۔۔۔ اور بعض صحابہ نے وصیت کی تھی، کہ ان کے تدفین کے بعد، ان کی قبر پر سورہ بقرہ تلاوت کی جائے۔ (دونوں گزر چکی)۔ (ملخصاً، مجموعۃ الفتاویٰ: ۲۳/۱۷۵)

مزید لکھا: میت کو گھر والوں کی قرات، تسبیح و تکبیر اور تمام اذکار کا ثواب پہنچتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۳/۳۲۳)

..... ابن قیم: نے عبدالرحمان بن العلاء بن اللجلاج کی مذکورہ بلا رویت کو نقل کیا۔

(الروح: ۱۳)

مزید لکھا: سلف کی ایک جماعت نے وصیت کی وفات کے بعد ان کی قبروں کے پاس قرآن کی تلاوت کرنا۔ عبدالحق نے فرمایا: روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ ان کی قبر کے پاس سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جائے۔ (کتاب الروح: ۶۴)

..... قاضی شوکانی نے لکھا: کہ اہل سنت کے ہاں نماز، روزہ، حج و صدقہ ہو یا قرات، بلکہ ہر نیکی کا ثواب پہنچتا ہے، اور نفع دیتا ہے (پر رسول اللہ نفع نہیں دے سکتے؟)۔

(نیل الاوطار: ۴/۹۹)

معلوم ہوا اس کا منکر اہل سنت نہیں!۔۔۔ جیسے وہابیہ ہیں۔

..... اسماعیل دہلوی نے بھی تسلیم کیا۔ (صراط مستقیم: ۸۹)

..... نواب صدیق حسن: نے بھی تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کو تسلیم کیا، اور

ابن تیمیہ اور ابن قیم کی طرح لکھا۔ مزید لکھا: ”کہ ہم نے اپنے مشائخ قرا بتداروں کو دعاء، تلاوت قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا، اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا، اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے۔“



(سراج الوہاج، ج ۲، ص ۵۵)

✽۔۔۔ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں ایسے واقعات نقل کیے۔

(تفسیر ابن کثیر تحت، سورۃ روم: ۵۲)

✽۔۔۔ نواب وحیدالزں حیدر آبادی؛ نے لکھا ”اہل حدیث میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہر عبادت بدنہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ مثلاً تلاوت قرآن کا بھی۔۔۔ ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا: کہ قرآن کی تلاوت بغیر اجرت کے کر کے اسے میت کو ہدیہ کرنے سے ثواب پہنچتا ہے۔ اگرچہ یہ چیز سلف میں معروف نہیں تھی، لیکن دلیل کا یہ تقاضا ہے جائز ہو۔ کیونکہ جب باقی اعمال کا ثواب پہنچتا ہے، تو تلاوت قرآن کا ثواب پہنچنے میں کیا چیز مانع ہے؟۔۔۔ ہماری تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ بعض علماء (وہابیہ) کا یہ کہنا باطل ہے کہ اعمال بدنہ کا ایصال ثواب ”بدعت“ ہے۔ (ہدیۃ المہدی: ۱۰۸، ۱۰۷)

امام الوہابیہ شیخ نجدی، اور قرأت کا ایصال ثواب:

صالحین و مؤمنین کی قبور اور ان پر بنے ہوئے مزارات کو گرانے پر، اپنے دین کی بنیاد رکھنے والے شیخ نجدی نے بھی قرأت قرآن کے ایصال ثواب کو تسلیم کیا۔

✽۔۔۔ ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی نے (فوائد) میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا، کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو، اور سورۃ الفاتحہ، الخلاص، الحکاثر پڑھے، پھر کہے: کہ میں جو پڑھا، اس کا ثواب اہل مقابر کو بخشا۔ تو اہل قبور اللہ کی بارگاہ میں اس کے شفیع ہو گئے۔

✽۔۔۔ عبدالعزیز صاحب الخلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے مرفوعاً



روایت کی، کہ جو شخص مقابر میں داخل ہوا، اور اس نے سورۃ یٰسین پڑھی۔ تو اللہ تعالیٰ اہل قبور کا عذاب ہلکا کر دے گا، اور مردوں کی تعداد کے برابر اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (احکام جنس الموت، از شیخ نجدی، المکتبۃ الامدادیۃ، مکتبۃ المکرمۃ، باب العمرۃ)

ابن تیمیہ کی موت پر ختم قرآن، اور چوم کر برکت حاصل کرنا:

علامہ ابن کثیر اپنے استاد، ابن تیمیہ کی موت کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قبل غسل ختم (قرآن) پڑھے گئے۔ مردوں کی جماعت نے دیکھ کر اور چوم کر برکت پائی۔ پھر عورتوں کی جماعت آئی، اس نے بھی ایسا ہی کیا (کیا بات اے!)۔ پھر غسل دیا گیا، عقیدت مندوں نے غسل کا بچا ہوا پانی پی لیا، اور پتے چبا لیے۔ پھر بعد غسل بھی بہت قرآن ختم کیے گئے۔ پھر کئی دن تک قبر کے پاس بھی یہی کچھ ہوتا

رہا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۳/۵۵۲، ۵۵۳)

وہابی علماء کے مزید حوالہ جات:

عبداللہ روپڑی: مرنے والے کو قرآن کا ثواب پہنچتا ہے۔

(فتاویٰ الہدیٰ: ۱۳۵/۱، ۶۷۶)

ابوالبرکات احمد: قرآن خوانی کے لیے طلباء اور مولویوں کو گھر بلانا، الگ الگ سپارے پڑھنا، ان کے لیے کھانا پکانا اور دعا کروانا،۔۔۔ گھر والوں کا ان کو معاوضہ دینا، یہ خدمت ہے بدعت نہیں۔ (فتاویٰ برکاتیہ: ۱۹۳)

نذیر حسین دہلوی: متاخرین علماء اہل حدیث میں سے علامہ محمد بن اسماعیل امیر نے سبل السلام میں۔۔۔ قاضی شوکانی نے نبل الاطار میں اسی کو حق کہا ہے۔ (فتاویٰ



نذریہ: ۴۳۱) (مزید حوالہ جات: فتاویٰ ثنائیہ: ۳۹/۲، فتاویٰ علمائے اہلحدیث: ۳۳۶/۵، کتاب المعویزات: ۸۷)

سعودی حکومت کا ریزہ خوار، پاکستانی وہابی مولوی توصیف راشدی، جو انتہائی درجے کا منہ پھٹ اور فتنہ عظیم ہے۔ بلکتا ہے: ”کہ قبروں پر بیٹھ کر قرآن پڑھنے والی، بدترین مخلوق ہے قیامت کے دن“۔ (عنوان تقریر ”شہباز قلندر کے مزار کا حج“)

لعنہ اللہ علی الکاذبین والتظالمین والمفترین!

ظلم کی انتہا ہے، کہ جس کام کی نبی کریم ﷺ نے تعلیم دی، صحابہ کرام اور دیگر ائمہ اسلام (خود نجدیوں کے اکابرین) نے مستحب قرار دیا۔ اسی کام کو ان لوگوں نے خلاف سنت، اور عمل کرنے والوں کو بدترین مخلوق کہا۔ استغفر اللہ! حالانکہ کافروں کے متعلقہ آیات کو مسلمانوں پر لگانے کی وجہ سے یہ ٹولہ خود بدترین مخلوق ہے۔

چونکہ خود ان کے اکابرین نے بھی جائز کہا ہے۔ لہذا انصاف کا تقاضا یہ ہے، کہ پہلے اپنے مولویوں کو بدترین مخلوق کہا جائے۔

ہاں کہو! کہ قبروں کے پاس تلاوت قرآن کو جائز لکھنے والے، ابن تیمیہ کی میت کے پاس، اور قبر پر ختم قرآن کرنے والے، اور ابن کثیر اس کو جائز سمجھ کر، بغیر تردید کے نقل کرنے والے، اور دوسرے اکابرین وہابیہ ابن قیم، نواب صدیق، وحید الزماں، قاضی شوکانی وغیرہ نسب بدترین مخلوق ہیں۔

تاکہ ہوش ٹھکانے آجائیں!۔

قبر کے اندر بھی تلاوت قرآن:

نجدی مولوی زندوں کو قبر کے پاس قرأت قرآن سے منع کرتے ہیں، لیکن اللہ



تعالیٰ کو تو فوت شدگان کا قبروں کے اندر بھی یہ عمل پسند ہے، اور وہ بعض کو اس کی توفیق اور طاقت عطا فرماتا ہے۔

..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ ایک شخص نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا دیا۔ اس قبر سے ایک انسان کے سورۃ ملک پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ حتیٰ کہ اس نے اس کو ختم کر لیا۔ وہ آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس گیا، اور آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا: یہ سورۃ ملک المانعة اور المنجیۃ ہے۔ یعنی یہ عذاب قبر کو روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۰، شعب الایمان: ۲۵۱۰)

..... علامہ خلال نے ”کتاب السنہ“ میں اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا: کہ مؤمن کو قبر میں ایک مصحف دیا جاتا ہے، جس کو وہ دیکھ کر پڑھتا ہے۔ (شرح الصدور)۔ (”فیضان مزارات اولیاء“ ترجمہ ”کشف النور“، مکتبۃ المدینہ۔ ملاحظہ کریں)

..... حضرت عاصم سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی، تو اس میں سوراخ ہو گیا، جب اس میں دیکھا، تو ایک شیخ سبزے سے ڈھکے ہوئے، تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ (سبحان اللہ!)۔ (ایضاً)

ہم کن لوگوں کی اتباع کریں؟۔۔۔ ان مٹھی بھر اور گمراہ نجدیوں کی، یا کہ ان سلف الصالحین کی، جن کے طریقے کو قرآن کریم نے صراط مستقیم کہا؟

۴: کیا قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے؟

یہ ”جنت البقیع“ میں نصب شدہ بورڈ کی، چوتھی (۴) عبارت ہے۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ قبرستان سے مٹی اٹھانا، شرع شریف کی جس نص کے خلاف ہے، سارے نجدی مل کر وہ نص پیش کریں۔ نہیں تو اس فتوے کو بھی اپنی بدعات



مذمومہ میں شامل کر لیں۔

قرآن پاک میں ہے: ”فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنَ الرِّسَالِ فَلَبِثْتُهَا“، میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کے نقش قدم سے ایک مٹھی (مٹی) بھر لی، اسے اس (پتھر) کے منہ (منہ) میں ڈال دیا۔ (ط: ۹۶)

یہ سامری تھا، جس نے حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں سے، مٹی کی ایک مٹھی بھر لی، اور اسے بے جان پتھر کے منہ میں ڈال دیا، تو وہ ایک قسم کی آواز نکالنے لگ گیا۔

یہ ہے اللہ والوں کی سواری کے قدموں کے ساتھ لگنے والی مٹی کا اثر، تو خود ان کے اپنے قدموں سے مس ہونے والی مٹی کی برکت کا عالم کیا ہوگا؟  
 ✽۔۔۔۔۔ امام بخاری کی قبر کی مٹی سے مدتوں مشک کی مہک آتی رہی، اور عرصہ دراز تک لوگ دور دور سے آکر قبر کی مٹی بطور تبرک لے جاتے رہے۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ۴/۴۲۱، حدیث الساری: ۴۸۴، مع فتح الباری: ۱)

ان منکرین تبرکات کا امام بخاری سے کیا تعلق؟ اگر اس وقت یہ لوگ ہوتے، تو ان مسلمانوں کو مشرک اور قبر پرست، اور ”قبر“ کو بت قرار دے کر بلڈوز کر دیتے!  
 ✽۔۔۔۔۔ امام محدث حافظ ضیاء مقدسی، (الحکایات المسموۃ) میں فرماتے ہیں: کہ حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی کے پھوڑا نکل آیا، جب علاج معالجہ سے مایوس ہو گئے، تو شفاء کے حصول کے لیے ”امام احمد بن حنبل“ کی قبر سے ملا، تو وہ پھوڑا درست ہو گیا۔

✽۔۔۔۔۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سے شفا حاصل کی جاتی ہے۔ (اکمال فی اسماء الرجال: ۵۸۶)



ابن تیمیہ کی قبر کی مٹی سے شفاء، و تبرک حاصل کرنا:

پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے، کہ ابن تیمیہ کے مرنے کے بعد، اس کی زیارت کر کر کے، اور چوم کر برکت حاصل کی گئی۔ (البدایہ والنہایہ، ۱۳/۵۵۳، ۵۵۴)

قبور صالحین کو بت اور شرک کے اڈے قرار دینے والوں کی، اپنے بڑوں کی قبور سے عقیدت اور ان کی مٹی کی تاثیر کا عقیدہ ملاحظہ کریں۔

..... ابو العباس احمد بن علاء الدین بیان کرتے ہیں: کہ علی بن عبد الکرم بغدادی کی لڑکی کو مرض مد لاحق ہو گیا۔ اسے خیال آیا کہ ابن تیمیہ کی خاک تربت لڑکی کی آنکھوں میں ڈالے۔ چنانچہ وہ قبر پر گیا، وہاں ایک اور بغدادی اسی مقصد کے لیے خاک جمع کر رہا تھا۔ اس کی عقیدت اور بڑھ گئی، اس نے خاک لی، بچی کی آنکھ میں ڈالی، بچی دوسری صبح کو تندرست ہو کر اٹھی۔ (امام ابن تیمیہ: ۹۹، از برق۔ الرد الوافر لانا صر الدین الدمشقی: ۱۳۵، ۱۳۶، تھوزے اختلاف سے)

..... مجد الوہابیہ نواب صدیق بھوپالی، قاضی شوکانی سے اپنی شدت عقیدت کا یوں اظہار کرتے ہیں: ہمارے شیخ اور (مرنے کے بعد بھی) ہماری برکت، امام شوکانی۔۔۔ (السراج الوہاج: ۲۸/۱)

..... اس طرح کا ایک واقعہ مولوی یعقوب دیوبندی کی قبر کی مٹی سے شفا حاصل ہونا، اور پھر صاحب قبر کا شفاء کو روکنے اور عطاء کرنے پر قادر ہونا، دیوبند کے مجدد اشرف علی تھانوی نے بھی بیان کیا ہے۔ (ارداح ۱۳: ۳۰۲)

..... جبکہ دوسری طرف سعودی مفتی ابن باز کہتا ہے: نبی کریم ﷺ سے، بیماری سے شفاء کا سوال کرنا شرک ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ، ص ۱۷، دکانہ رسالہ عامہ)



..... جبکہ عیسیٰ علیہ السلام خود آفر کرتے: آؤ! میں تمہیں شفا دوں۔ (آل عمران: ۴۹)

..... حضرت یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے لیے، خود اپنی

قمیص بھیجی کہ اس کو آنکھوں پر ڈال دینے سے شفاء حاصل ہوگئی۔ (یوسف: ۹۳)

صحابہ کرام ہر طرح کی بیماریوں سے شفاء کے لیے دافع البلاء والوباء ﷺ کی خدمت میں التجاء کرتے، اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے شفاء عطا فرمادیتا۔

گویا جو بات شریعت محمدیہ سے ثابت ہو، وہ ان کے دھرم میں شرک ہے؟



### باب: ۳۳

کیا آثار و تبرکات صالحین کو مٹا دینا، منشاء توحید ہے؟

سعودی مفسر نے صالحین کے تبرکات و آثار کے متعلق لکھا: ”کہ آثار صالحین کو مٹا دینا تو ہین نہیں، جیسا کہ اہل بدعت، قبر پرست باور کراتے ہیں، بلکہ منشاء توحید ہے۔ (استغفر اللہ!۔۔۔ اس لیے کہ وہ شرک کا ذریعہ بن گیا تھا۔ (ملخصاً: ۸۷۳))

جیسے ایک نجدی مولوی لکھتا ہے: ”قبروں کے قبے منہدم کرنا تو حید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی۔ (امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوة اور علماء اہل حدیث کی مساعی: ۴۱، مطبوعہ ریاض)

ہم کہتے ہیں کہ بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی امت کے صالحین کے آثار و تبرکات شرک کا ذریعہ نہیں، بلکہ حصول رحمت و مقاسد کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اور ان کا ادب کر کے لوگ مشرک نہیں، بلکہ اللہ کے مقرب اور بامراد بنتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نسبتوں کا ادب دل و روح کی طہارت و پاکیزگی اور پرہیزگاری کا



سبب ہے۔ (ج: ۳۲) ان کی بے ادبی نری خواری اور دنیا و آخرت کا خسارہ، اور منافقت و حماقت کی علامت ہے۔

..... علامہ نووی، قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہر زمانے میں مسلمان، قبر نبوی ﷺ کی زیارت اور ”آثار صحابہ“ سے ”برکت“ لینے کے لیے، مدینہ شریف کا سفر اختیار کرتے رہے ہیں۔ (نووی بر مسلم: ۸۳/۱)

..... حافظ عراقی، اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارکہ کو بطور تبرک بوسہ دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ جب ابن تیمیہ نے دیکھا تو تعجب کیا، حالانکہ اس میں تعجب والی کون سی بات ہے؟۔۔۔ ہمیں تو یہاں تک روایت پہنچی کہ امام ابن حنبل نے وہ پانی بطور تبرک پیا، جس میں امام شافعی کی قمیص دھوئی گئی۔ (فتح التعل)

..... حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا: ”اذہبوا بقمیصی هذا“۔ (یوسف: ۹۳) میری قمیص لے جاؤ۔

..... امام نسفی لکھتے ہیں: اس (اصحاب کہف کی مسجد) میں مسلمان نماز پڑھتے ہیں، اور ان کی جگہ (مزار) سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (مدارک بر حاشیہ خازن: ۲۰۶/۳)

..... خود سعودی مفسر نے لکھا کہ امام شوکانی نے کہا اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے کا ارادہ کرنے والے مسلمان تھے۔ (ص: ۸۰۵، تحت، الکہف: ۲۱)

ظاہر ہے کہ وہ مسلمان ان صالحین کے قرب سے برکت لینا چاہتے تھے۔



مدینہ طیبہ، طور سینہ، قبر موسیٰ اور مولد عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سفر:

..... علامہ اسماعیل حق لکھتے ہیں: ”انہ علیہ السلام نزل عند قبرہ فصلی

ر کعتین“۔ شب اسرائی کے دولہا ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے مزار اقدس کے پاس

دور کعات نماز پڑھی۔ (روح البیان: ۲/۳۹۵، مسلم: ۶/۲۳)

..... سفر معراج کے دوران جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے چار (۴) جگہ

عرض کیا، کہ براق سے اترے اور نماز پڑھیے!، پھر جبریل پیشل سوال کرتے رہے: کہ کیا

آپ جانتے ہیں، آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟۔۔۔ پھر خود ہی پہلی دفعہ عرض کی:

”صَلِّتْ بَطِيَّة“ جہاں آپ نے نماز پڑھی، یہ آپ کا دارِ ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔

تھوڑے سفر کے بعد عرض کی ”صَلِّتْ بطورِ میناء“ یہ طور سینہ ہے جہاں

آپ نے نماز پڑھی۔

پھر عرض کی: ”صَلِّتْ بَيْتَ الْحَمِّ حَيْثُ وُلِدَ عِيسَى“ یہ بیت الحم ہے،

جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا۔ (نسائی: ۸/۷۸۔ طبرانی کبیر: ۷/۲۸۳۔ مجمع الزوائد: ۷/۷۳۱۔ مسند شامین

۹۴/۱۔ مسند یوزار: ۸/۳۱۰۔ ابن کثیر: ۷/۷۳)

معلوم ہوا کہ مزارات صالحین اور مقدس مقامات کی طرف، وہاں نماز ادا

کر کے یا صرف حاضری دیکر، برکت کے حصول کے لیے خصوصی اہتمام اور ارادے

سے سفر اختیار کرنا، آپ علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام کی سنت، اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔

سعودی مفتی ابن باز اور محمد بن صالح جھوٹ لکھتے ہیں: جہاں نبی کریم ﷺ

بیٹھے یا نماز پڑھی، صحابہ کرام برکت کے لیے کبھی بھی وہاں نہیں گئے۔ (تحفۃ المسلم

۷۶، سعودیہ)



حالانکہ متعدد احادیث میں مذکور ہے، کہ صحابہ کرام ایسی جگہیں تلاش کر کے

برکت حاصل کرتے۔ (بخاری: ۶۰/۱، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳)

### خاندانی برکت:

..... صحابی رسول ﷺ اُسید بن حفیر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ، اور یہ جملہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ جب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے کی وجہ سے آیت تیمم نازل ہوئی۔ تو اُسید بن حفیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”ماہی باؤل بروکتیم یا ال ابی بکر“، ”اے آل ابوبکر یہ کوئی تماری پہلی برکت تو نہیں!“۔

اور یہ جملہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہے: ”لقد بارک اللہ للناس فیکم یا ال ابی بکر ما انتم الا بروکۃ لہم“۔ (بخاری، کتاب التفسیر، مادہ) ”اے آل ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تم میں لوگوں کے لیے برکت رکھ دی ہے، تم ان کے لیے برکت ہی برکت ہو!“۔

سبحان اللہ العظیم!

آج سوائے مُنی کے یہ جملہ کس کی زبان پر چلتا اور سجتا ہے؟

اسی طرح حضرت عمر کا، حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو وسیلہ بنانا، بھی خاندانی برکت حاصل کرنے کے لیے تھا۔

منکرین اور خشک مزاج لوگ کہتے ہیں: خاندانوں میں کیا پڑا ہے؟۔۔۔ آل رسول ﷺ ہونا کچھ باعثِ شرف نہیں، صرف عمل ہی باعثِ فضیلت ہے۔

عملوا الصالحات کی اہمیت کا کوئی منکر نہیں، یہ دعویٰ کرنے والا خود بھی کبھی یہ پسند نہیں کرے گا، کہ اپنی بیٹی کا رشتہ کسی نیک سیرت ”مسلم شیخ“ (مسلی) کو دے دے۔



وسیلہ بننے والی ذات کا بھی کمال ہوتا ہے: (ایک ذمہ کے کارو)

یہ بھی پتہ چلا کہ جس شخصیت کے توکل سے کوئی نعمت ملے، کوئی نفع حاصل ہو، اس کا بھی کچھ مقام اور کمال ضرور ہوتا ہے۔

✽..... نبی کریم ﷺ نے انصار صحابہ کرام سے فرمایا: تم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تمہیں ہدایت نہیں دی؟۔۔۔ تم بکھرے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے وسیلہ سے جمع نہیں کیا؟۔۔۔ تم محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے غنی نہیں کیا؟، انہوں نے عرض کی ہم پر اللہ و رسول ﷺ کا بڑا فضل ہے۔ (بخاری، ۲۶۰۲)

✽..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی نے فرمایا: ”ان اللہ یغنیکم او نعشکم بالاسلام وبمحمد ﷺ“، ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام اور محمد ﷺ کے ذریعے سے غنی اور بلند کر دیا ہے“۔ (بخاری: کتاب الاعتصام)

جیسے نجدی مفسر نے لکھا: ”یہ اس شخص کا تعارف ہے، جس کے ذریعے سے یہ کام ظاہری طور پر انجام پایا“۔ (ص: ۱۰۵۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هل جزاء الاحسان الا الاحسان“۔ (الرحمان: ۶۰)

✽..... سرور کائنات ﷺ کا فرمانِ ذیشان ہے: ”من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ“، ”جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی نہیں ہو سکتا“۔

(ترمذی: ۱۹۵۴، ابوداؤد: ۴۸۱۱، الادب المفرد: ۳۱۸)

یہاں بندگانِ خدا کی شکرگزاری کو پہلے ذکر کیا گیا، اگر کسی کا کمال ہی کوئی نہیں، تو پھر شکر کیسا؟۔

معلوم ہوا کہ بندوں کے کمالات اللہ تعالیٰ کے ہی عطاء کردہ ہوتے ہیں، مگر



باوجود اس کے، ان کے کمالات تسلیم کرنا، ان کی تحسین کرنا یہ احسان کا بدلا ہے، اور یہ تعریف و توصیف درحقیقت اس عطاء کرنے والے کی ہی بالواسطہ حمد و ثنا ہوتی ہے۔

جیسے منکرین شان رسالت، وجل سے کام لیتے ہوئے یہ کہہ کر کمالات نبوت و ولایت کا انکار کر دیتے ہیں، کہ جی یہ تو معجزہ اور کرامت تھی، کون سا ان کا کوئی ذاتی کمال ہے۔ (ص ۶۶۹، ۶۷۰، ۱۰۵۳)

اور دوسری طرف منافقت کی حد یہ ہے، کہ اپنے ملاؤں کے کمالات دکھلا کر عوام کو گمراہ کرنے لیے، ان کی سیرت اور سوانح حیات پر کئی کئی جلدوں میں کتابیں لکھ ماریں۔ بلکہ ان کی کرامات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ جیسے عبدالمجید سوہدروی غیر مقلد نے ”کرامات اہل حدیث“ کے نام سے کتاب لکھی۔

اور شیخ نجدی کی شان بیان کرنے کے لیے، اس کی شرک کے فتووں اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کی تحریک کا آپ ﷺ کی نبوت و تبلیغ سے مقابلہ کروایا۔ کہ جو کام رسول اللہ نے کیا تھا، وہی ہمارے شیخ نجدی نے کر دیکھایا۔ (ص ۱۳۹۳)

۔ ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجیے!

کرامات اولیاء کے انکار کی وجہ:

نجدی حضرات اصل میں کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ بالخصوص قرون ثلاثہ کے بعد کے اولیاء کرام کی کرامات کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں، جس کے لیے سعودی چمچے تو صیف راشدی وہابی کے بیانات سنے جاسکتے ہیں۔ صرف معزلی ہونے کے الزام سے بچنے کے لیے، بظاہر اقرار کرتے ہیں۔ وہ بھی



اس طرح کہ معجزہ و کرامت نبی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔

..... اس انکار کی حقیقی وجہ سیدنا علامہ دلجی علیہ الرحمۃ ”شرح مقاصد المقاصد“ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: کرامات کا انکار بدعتی لوگ ہی کرتے ہیں، اور ان کا انکار کوئی عجیب بات نہیں، کیونکہ عبادت و ریاضت بجالانے اور گناہوں سے اجتناب کی کوشش کے باوجود نہ انہیں کوئی کرامت حاصل ہوئی، اور نہ ہی ان کے بڑوں کو یہ دولت ملی، تو (حسد کی وجہ سے) بدعتی لوگ اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کرنے کی آفت میں مبتلا ہو گئے، ان کے گوشت نوچنا اور کھال کھینچنی شروع کر دی۔ یہ لوگ اس بات سے جاہل ہیں کہ ولایت کے معاملہ کا مدار عقیدہ کی درستی، باطن کی صفائی، طریقت کی پیروی اور حقیقت کے انتخاب پر ہے، (اور یہ نعمت کسی گمراہ فرقے والے بدعتیہ شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی)۔ (جامع کرامات اولیاء: ۲۹/۱، علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ)

سیدنا فاروق اعظم کا تبرکات کے متعلق عقیدہ:

آپ رضی اللہ عنہ نے، مقام (اثار) ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کی چاہت کی، تو اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرما دیا: ”وَالْخُذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّی“، اور ابراہیم کے کھڑے ہونے (پاؤں) کی جگہ کو جائے نماز بنالو“۔ (بقرہ: ۱۲۵۔ بخاری: ۵۸/۱)

اب لگاؤ فتویٰ! عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور قرآن کریم پر، جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی یادگار کو ہمیشہ کے لیے محفوظ ہی نہیں کیا، بلکہ عین حالت نماز میں اس کی تعظیم کا بھی حکم دیا۔

واللہ! اگر تمہارے بس میں ہوتا تو اسے بھی کئی آثار اسلام کی طرح، ضرور



اکھاڑ پھینکتے۔ مگر اللہ عزوجل نے قرآن میں اس کا ذکر کر کے اس کی حرمت کو تاقیامت باقی کر دیا۔

وہابیوں پر سوال، نماز میں تعظیم تبرکات، حضرت عمرؓ پر بہتان:

عین نماز کی حالت میں مقام ابراہیم کی تعظیم کرنے سے آدمی مشرک کیوں نہیں ہوتا؟۔۔۔ اور اگر وہی مسلمان کسی اور جگہ، اسی عقیدے کے ساتھ، کسی اور تبرک یا قبر کی تعظیم کرے۔ تو وہ ”آثار و قبر“ شرک کا سبب، اور وہ بندہ مشرک کیوں ٹھہرتا ہے؟۔

اور جب مقام ابراہیم کی تعظیم سے نماز میں شرک و فساد نہیں آتا، تو نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے شرک و فساد کب ہوگا۔ جیسے اسماعیل دہلوی کی مشہور بدعت ہے۔ (مراۃ مستقیم)

پھر قرآن، سنت اور عمل صحابہ و سلف سے تبرکات کی فضیلت و اہمیت کے بیان و ثبوت کو نظر انداز کر کے، بغیر کسی واضح دلیل کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا: کہ آپ نے بیعت رضوان والا درخت اس لیے کٹوایا تھا، کہ آپ تبرکات کو شرک کا سبب سمجھتے تھے، آپ پر بہتان اور محض بدگمانی ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ فرماتے تھے: میں نے اس درخت کو دیکھا پھر ایک سال بعد وہاں گیا، تو اس درخت کو نہیں پہچان سکا۔ (بخاری: ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، مسلم: ۱۸۵۹)

معلوم ہوا اس درخت کو کاٹا نہیں گیا تھا، بلکہ صحابہ پر مشتبہ ہو گیا تھا۔

حضرت عمر کے اس درخت کو کاٹنے کے متعلق جو روایت پیش کی جاتی



ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ۷: ۳۰) اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ ابن سعد کے شیخ، عبد الوہاب بن عطاء حدیث صحیح کے روای نہیں ہیں، ان پر کافی تنقید اور جرح کی گئی ہے۔

جس روای کے متعلق کہا گیا ہو کہ وہ قوی نہیں، شدید وہمی ہے، روایت میں خطا کرتا ہے، ضعیف الحدیث اور مضطرب تھا، جھوٹ بولتا تھا، متروک الحدیث تھا۔ اس کی رویت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔۔۔ پھر بخاری و مسلم کے مقابل ابن سعد کی یہ روایت کب معتبر ہو سکتی ہے؟۔ (تبیان القرآن ۱۱: ۲۵۱)

لہذا بخاری بخاری کا ورد کرنے والوں کو بخاری سے اعراض کرتے حیا کرنی چاہیے۔

تبرکات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزاج آپ پڑھ چکے، کہ آپ کی تمنا پر مقام ابراہیم کو جائے نماز بنایا گیا۔ یہ آپ کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کے صاحبزادے عبد اللہ اور پوتے سالم رضی اللہ عنہما مکہ جاتے ہوئے ان جگہوں کو تلاش کر کے نماز پڑھتے جہاں محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی ہوتی۔ (بخاری: ۴۸۳)

سچ ہے:

بے عشق نمی جو بھی پڑھتے ہیں بخاری  
آتا ہے بخار ان کو، نہیں آتی بخاری!

تبرکات اور سعودی تفسیر: (تضاد)

سعودی تفسیر میں ان مقامات پر تبرکات و برکات کا ذکر کیا گیا۔

۱: ”ان ینالکم العابوت“۔ (بقرہ: ۲۳۸) کے تحت لکھا: انبیاء و صالحین کے تبرکات

یقیناً باذن الشاہیت و افادیت رکھتے ہیں۔ (ص: ۱۰۵)



دوسری جگہ لکھا؛ کہ یہ شرک کا سبب ہوتے ہیں، ان کو مٹانا منشاء تو حید ہے۔ (ص: ۸۷۳)

۲: ”فہ رجال“۔ (توبہ: ۱۰۸) کے تحت لکھا؛ صالحین کی معیت میں نماز پڑھنا مستحب

ہے۔ (ص: ۵۵۰)

جیسے: ”لتتخذن علیہم مسجداً“۔ (کھف: ۲۱) کے تحت لکھا؛ قاضی شوکانی نے

اس رائے کو ترجیح دی کہ اصحاب کھف کے پاس مسجد بنانے والے مسلمان تھے۔ (ص: ۸۰۵)

یقیناً ان کا مقصد برکت حاصل کرنا تھی۔ یہی رائے ان تفسیروں میں ہے۔

(مدارک بر حاشیہ خازن: ۲۰۶/۳، تفسیر مظہری: ۲۳/۶، تفسیر کبیر: ۱۰۵/۲۱، معارف القرآن: ۴۰۵/۳، تدبر القرآن:

۵۷۵/۴، جواہر القرآن: ۶۵۶/۲)

۳: ”البلد امناً“۔ (ابراہیم: ۳۵) کے تحت لکھا؛ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت

سے آج بھی مکہ شریف میں امن قائم ہے۔ (ص: ۷۰۶)

۴: ”ہرکنا حوله“۔ (بنی اسرائیل: ۱) کے تحت لکھا؛ بیت المقدس کا ماحول۔۔۔ اور

انبیاء کا مسکن و مدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لیے اسے بابرکت فرمایا گیا ہے۔ (ص: ۷۶۵)

۵: ”فاخلع نعلیک“۔ (طہ: ۹۲) کے تحت لکھا؛ یہ حکم وادی کی تعظیم کے لیے تھا، یا اس

لیے کہ وادی کی پاکیزگی (و برکت) کے اثرات ننگے پیر ہونے کی صورت میں موسیٰ علیہ السلام کے

اندرز زیادہ جذب ہو سکیں۔ (ص: ۸۵۵)

لکھا؛ ”اور بنی اسرائیل کو بابرکت زمین کا وارث بنادیا“۔ (ص: ۱۳۲۲)

۶: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”وجعلنی مبارکاً این ما کنت“۔ (مریم: ۳۱) کے

تحت لکھا؛۔۔۔ یا لوگوں کے لیے نافع، (ہوں)۔ (ص: ۸۳۹)۔۔۔ جیسے فرمایا؛ میں اندھوں

اور کوڑھی کو شفاء دیتا ہوں۔ (آل عمران: ۴۹)

لیکن سعودی مفتی ابن باز کہتا ہے: نبی کریم ﷺ سے بیماری سے شفا کا سوال کرنا



شرک ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۱۷، وکالتہ رماستہ عامہ، الرياض)

۷: ”اثر الرسول“، (طہ: ۹۶) کے تحت لکھا: جس سے ظاہری طور پر روحانی برکات کا مشاہدہ بھی کیا گیا۔ (ص: ۸۷۳)

شکر ہے خارجیوں نے بزرگوں کی روحانی برکات کو مان لیا۔

۸: ”وبارك فيها“۔ (حم السجدة: ۱۰) کے تحت لکھا: یہ زمین کی برکت ہے، کثرت خیر کا نام ہی برکت ہے۔ (ص: ۱۳۳۳)

”انا اعطيتك الكوثر“، کے تحت لکھا: ”ابن کثیر نے ”خیر کثیر“ کے مفہوم کو ترجیح دی ہے۔۔۔ اور آپ کا رفع و دوام ذکر، اور آخرت کا اجر و ثواب، سب ہی چیزیں ”خیر کثیر“ میں آجاتی ہیں۔ (ص: ۱۷۴۹)

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو برکتوں کے خزانے عطا فرمادیے ہیں۔

۹: ”واتبعهم ذريتهم“۔ (طور: ۲۱) کے تحت لکھا: یہ تو اللہ تعالیٰ کا وہ احسان ہے جو اولاد پر آباء کے عملوں کی برکت سے ہوگا، جیسے اولاد کی دعا سے والدین کا درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔ (مسند احمد: ۵۰۹/۲)۔ (ص: ۱۴۸۵)

۱۰: ”ليلة مباركة“۔ (الدخان: ۳) کے تحت لکھا: اس (رات) کے پابریکت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، کہ ایک تو اس میں قرآن کا نزول ہوا۔ دوسرے، اس میں فرشتوں اور روح الامین کا نزول ہوتا ہے۔ (ص: ۱۳۹۶)





باب: ۳۴

## سعودی نجدیوں کا اسلامی یادگاریں اور شرمکات مٹانا:

\_\_\_\_\_ سعودی مفتیوں نے لکھا ہے: غار ثور، غار حراء اور دیگر اسلامی یادگاروں کی تعظیم

اور احترام کرنا شرک کا سبب ہے۔ (فتاویٰ علماء البلد الحرام: ۱۰۲۷/۸)

\_\_\_\_\_ ایک نجدی لکھتا ہے: ”قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا

تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی“۔ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی سائی: ۴۱، الریاض)

\_\_\_\_\_ کویت کے سابق وزیر اوقاف سید یوسف بن سید ہاشم رفاعی نے لکھا ہے

کہ ”مدینہ یونیورسٹی“ میں ایک بے باک نجدی، ”مقبل بنی ہادی الوداعی“ نامی شخص نے

”حول القبة المبنية على قبر الرسول“ کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، جس میں اس

نے ”قبر مبارک“ کو بدعت کبیرہ قرار دے کر اسے ملیا میٹ کر دینے کا مطالبہ کیا، جس پر

نجدی سعودی مولویوں نے اسے پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری کی ہے۔

(نصیحۃ لاخوان علماء نجد: ۲۷)

\_\_\_\_\_ سعودیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس پر سلام کرنا منع

ہے۔ (بدلیۃ المستفید: ۷۰۴/۱)

انہیں اعتقادات کی بنا پر ۱۹۲۵ء میں حرمین کریمین پر ظلماً و جبراً قبضہ کرنے کے

بعد ان نجدی لٹیروں (سعودی عوام میں یہ بات مشہور ہے، کہ شاہ عبدالعزیز بہت بڑا ڈاکو تھا) نے

باوجود اسلامی ممالک سے معاہدہ کرنے کے، وقفے وقفے سے تمام آثار اسلامیہ کو منہدم

کر دیا۔ حتیٰ کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مقدس کو بھی ۱۹۹۸ء میں بلڈوز کر دیا گیا۔



انہیں مظالم اور بیہودگیوں کے متعلق شورش کاشمیری اپنے جذبات و دکھ کا اظہار اس طرح کیا: ”سعودی عرب نے عہد رسالت کے آثار، صحابہ کرام کے مظاہر اور اہل بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیے تھیں، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو کر دی گئی ہیں۔

کہیں کوئی کتبہ یا نشان نہیں۔۔۔ حکومت کے نزدیک ان آثار و نقوش اور مظاہر و مقابر کا رکھنا بدعت ہے، عقیدہ کے منافی ہے، سنت رسول کے خلاف ہے۔۔۔ لیکن عصر حاضر کی ہرجہ ت، جدہ ہی نہیں پورے حجاز میں ہے، بلکہ پھیل رہی ہے۔ کیا قرآن و سنت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا؟“۔ (شب جائے کہ من بودم ۲۲)

وفد خلافت کمیٹی کے ارکان لکھتے ہیں: ”بہر حال حالات و واقعات کچھ بھی ہوں، سلطان عبدالعزیز کے تمام حتمی اور واجب الایفاء وعدوں کے باوجود مدینہ منورہ کے تمام قبے گرا دیئے گئے“۔ (رپورٹ خلافت کمیٹی: ۸۸)

اس وفد نے مسلمانان ہند کو یہ بھی خبر دی: ”مکہ میں جنت المعلیٰ کے مزارات شہید کر دیئے گئے۔ مولد النبی ﷺ (جائے ولادت بھی) توڑ دیا گیا ہے“۔ (ایضاً، ص ۲۳)

شورش کاشمیری لکھتے ہیں: ”جنت البقیع جو خاندان رسالت کے دو تہائی افراد کا دفن ہے، شروع اسلام کے درخشندہ چہروں کی آخری آرام گاہ اور ان گنت شہدائے اسلام، صلحائے امت اور اکابرین دین کے سفر آخرت کی منزل ہے، ایک ایسی اہانت کا شکار ہے کہ دیکھتے ہی خون کھول اٹھتا ہے“۔ (شب جائے کہ من بودم)



شبیر عثمانی دیوبندی کی گواہی، کہ نجدیوں کا فتویٰ شرک جھوٹا ہے:

جب حرمین شریف میں مزار گرائے گئے اور طائف کے مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔۔۔ مصنف لکھتا ہے: ”مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: جب ہم جمعیت العلماء کی طرف سے مکہ معظمہ گئے، سلطان ابن سعود سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے کہا: آپ نے اہل طائف کو مباح الدم (واجب القتل) کیوں قرار دیا ہے؟ جواب میں ابن سعود نے کہا: وہ قبروں کو ایسے سجدہ کرتے ہیں جیسے صنم کو کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا: جب آپ کے ہاں ہر سجدہ عبادت ہے، تو پھر ہر ساجد۔۔۔ عابد ہوگا، اور ہر مسجود۔۔۔ معبود ہوگا۔۔۔ تو کیا کسی زمانے میں ایک منٹ کے لیے بھی غیر اللہ کی عبادت جائز رکھی گئی ہے؟۔ حالانکہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے سجدہ کیا۔ اس پر سلطان خاموش ہو گئے اور کہا: میں عالم نہیں ہوں، نہ آپ کی تصدیق کرتا ہوں، نہ تکذیب، علماء سے بات کروں گا۔“ (”ارشاد القاری“؛ ملخصاً، مضمون ”تحقیق شرک“)

نہ علماء سے بات ہوئی، نہ تحقیق کی، نہ ظلم بند ہوا، جو دھاندلی کی وہ آج تک جاری ہے۔ اور ظلم یہ ہوا کہ جو علماء دیوبند سعودی حکمرانوں سے بات کرنے گئے تھے، وہ بھی بک گئے۔ اور دوبارہ کبھی ان کے خلاف حق بیانی کی جرأت نہ کر سکے۔ اور رفتہ رفتہ انہیں کی بولی بولنے لگ گئے، اور آج مکمل انہیں کے مقلدین اور پیروکار ہیں۔

الحمد للہ! وہ صرف طاقت منصورہ اہل سنت ہے، جو نہ کبھی پکے، اور نہ بکیں گئے، اور ہمیشہ اہل باطل کے پول کھولتے رہیں گے۔

(تفصیل ”دالیان نجد و جزاء تاریخی جائزہ“ اوہی بک، کا مطالعہ کریں)



اور جو اعتراض شبیر عثمانی نے ابن سعود پر کیا، وہی اعتراض ان کے امام دہلوی پر بھی وارد ہوتا ہے۔ اس نے بھی سجدہ تعظیسی سے شرک ثابت کیا ہے، لہذا اس کا خود دفاع کریں!۔ ("تقویۃ الایمان سے عبادت کی تعریف" عنوان ملاحظہ کریں)



### باب: ۳۵

آج کے مسلمان بھی مشرکین مکہ کی طرح کے مشرک ہیں:

نجدی مفسر نے لکھا: "آج کے مشرک بھی مشرکین مکہ کی طرح، توحید الوہیت کے منکر ہیں اور بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (ص: ۶۷۴، ۵۷۲، ۹۵۶)

صرف اتنا نہیں بلکہ یہ لوگ عالم اسلام کو مشرکین مکہ سے بھی بدتر مشرک سمجھتے ہیں۔ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے حقیقی بھائی، "شیخ نجدی" کو اس کی گمراہی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تو عالم اسلام کو مشرکین مکہ سے بڑا مشرک کہتا ہے۔ (الصواعق الالہیہ)

سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ بدتر مشرک ان (عامۃ المسلمین) کا ہے۔ (حرارۃ التوحید: ۴۰، دار ابن اثیر سعودیہ)

غلو اور ظلم کی انتہا کی، لکھا: یہی کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔ (۔۔۔ عام نصیحت، مفید مجموعہ: ۹ مطابع النجفیہ الریاض)

ایک اور سعودی نجدی لکھتا ہے: "ہمارے زمانے کے مشرک (اہلسنت) پہلے مشرکین سے زیادہ بڑے مشرک ہیں۔" (چار بنیادی اصول، مفید مجموعہ ص ۱۴، مطابع النجفیہ الریاض)۔ (مزید مشرک کے فتوے "امت کی اکثریت مشرک ہے" کے تحت ملاحظہ کریں)



دیکھیے کس بے باکی اور بے حیائی سے کھلے لفظوں اُمت محمدیہ کو مشرکین مکہ سے بھی بدتر مشرک کہا گیا ہے۔ (معاذ اللہ!) انکا قصور کیا ہے؟۔۔۔ یہی کہ وہ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کو قرب الہی کا ذریعہ و وسیلہ اور اپنا شفیع سمجھتے ہیں۔ اور یہ امور ان نجدیوں کے باطل دین میں ان مقدس ہستیوں کی عبادت اور شرک فی اللوہیت سمجھے جاتے ہیں۔

یہ ہے ان لوگوں کے دین کی حقیقت، کہ جس مسلمان نے کسی نبی، ولی کو وسیلہ بنایا، شفیع ٹھہرایا، مزار پر حاضری دی، اُسکے لیے ایصالِ ثواب کیا، تو گویا اُس آدمی نے اُس ہستی کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا، اور اس کی عبادت کی۔

یعنی یہ سارے معاملات تو اللہ سے کرنے چاہیے تھے، شفیع و وسیلہ اللہ تعالیٰ ہی کو بنانا چاہیے تھا، ایصالِ ثواب بھی اللہ تعالیٰ کو ہی کرنا چاہیے تھا، چونکہ ان نجدیوں کے نزدیک یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خاص تھے۔ مگر اس بندے نے یہ سارے کام غیر اللہ کے لیے کیے، جس کی وجہ سے دین نجدی کے اصولوں کے مطابق وہ مشرک ٹھہرا۔ (معاذ اللہ!)

ان بدعتیوں کی حماقت اور جہالت دیکھیے! حالانکہ شرک کی حقیقت برابری پر ہے، تو جب یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں ہی نہیں، وہ ان معاملات سے پاک اور بلند ہے تو پھر ان امور کو اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دے کر، صالحین کے لیے کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو مشرک قرار دینا، بہت بڑی زیادتی اور بے دینی ہے۔

(”کیافوت شدہ سے استمداد شرک ہے“ عنوان ملاحظہ کریں)



شُرک کیا ہے؟، اور مشرکین مکہ کا شرک؟ (تضاد و کذب)

”الاشراك هو البات الشريك في الالهية، بمعنى واجب الوجود كما

للمجوس، او بمعنى استحقاق العبادة كما للعبدة الاصنام“۔

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا، جیسا کہ مجوسیوں کا

عقیدہ ہے۔ یا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو لائق عبادت جاننا، جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

(شرح عقائد: ۵۶)

یعنی شرک ہوتا ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک کرنے سے۔ اور

شریک کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک کسی کو واجب الوجود (جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ

ہو) جاننے سے۔ دوسرا کسی کو لائق عبادت جاننا۔

معلوم ہوا کہ بت پرستوں کا شرک ”بتوں“ کو لائق عبادت جاننا تھا، نہ کہ محض

وسیلہ و شفیع جاننا۔ اور وہ اس عقیدے سے کہ یہ اللہ کے مقابل ہماری دھونس کی شفاعت

کریں گے، اور ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ جیسا کہ (یونس: ۱۸، زمر: ۳) کے تحت سعودی

مفسر نے بھی لکھا۔ (ص: ۱۲۹۱)

اور دوسری جگہ جھوٹ اور تضاد بیانی کی: ”مشرکین مکہ بتوں کو ”اللہ“ نہیں سمجھتے تھے،

قرب و وسیلہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (ص: ۵۶۶، ۱۳۲۵)

مزید تضاد بیانی ملاحظہ کریں، لکھا: ”آج کے مشرک بھی مشرکین مکہ کی طرح،

توحید الوہیت کے منکر ہیں اور بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (مخلص: ص ۲۶، ۵۷۱، ۵۷۲)

ہم کہتے ہیں اہل سنت کسی ہستی کو نہ ہی لائق عبادت جانتے ہیں، اور نہ اللہ

تعالیٰ کے مقابل شفیع جانتے ہیں۔۔۔ اور اگر تمہارے نزدیک کسی کو قرب کا ذریعہ اور شفیع



جانتا ہی اس کی عبادت اور شرک ہے۔ جیسے لکھا: ”مشرکین مکہ بتوں کو ”الہ“ نہیں سمجھتے تھے۔  
قرب و وسیلہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (ص: ۱۳۲۵)

تو کیا تم قیامت کو بھی صالحین کو قرب کا ذریعہ یا شفیع نہیں جانتے؟۔۔۔ اور کیا  
اس وقت انہیں قرب کا ذریعہ اور شفیع جاننا ان کی عبادت نہیں ہوگی؟۔۔۔ آخر کیوں؟  
۔۔۔ اور دلیل کیا ہے؟۔

لہذا جن آیات میں شفاعت کی نفی کی گئی ان سے مشرکوں کے اسی عقیدے کا  
رد مقصود ہے۔ کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے مقابل (برابری میں آکر) شفاعت نہیں کر سکتا، اور نہ  
ہی اللہ نے بتوں کو شفیع بنایا ہے، اور نہ ہی کفار کے لیے شفاعت ہو سکتی ہے۔

ملاحظہ کریں: (یونس: ۱۸، زمر: ۳، ۴۳، مدثر: ۲۸، زخرف: ۸۶، بقرہ: ۲۵۵، طہ: ۱۰۹، وغیرہ)

عامۃ المسلمین صالحین کے مزارات پر جا کر، یا کہیں سے بھی محض ان کی  
صالحیت کی بنا پر، ان کے وسیلے سے دعائیں کرتے ہیں، اور ان سے مدد طلب کرتے  
ہیں۔ اور ان کو لائق عبادت نہیں سمجھتے، لائق محبت و وسیلہ سمجھتے ہیں۔۔۔ مگر مخالفین ہٹ  
دھرمی اور فتنہ و انتشار کے لیے کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ کا بھی یہی شرک تھا، وہ بتوں کو الہ  
نہیں سمجھتے تھے فقط قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

جبکہ یہ مسلمین دشمنی اور مشرکین دوستی، یعنی: ”یقتلون اهل الاسلام ویدعون  
اهل الايمان“، ”مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور کافروں کو دوست رکھیں گے“ کا اظہار  
ہے۔ (بخاری کتاب التوحید)

ان کے امام دہلوی کی بھی سن لیں: ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا  
شرک تھا۔ (تقویۃ الایمان: ۲۹)۔۔۔ جبکہ یہ سفید جھوٹ، اور تحریف قرآنی ہے۔



کیونکہ پورے قرآن پاک میں سے سارے نجدی مل کر بھی یہ کہیں نہیں دیکھا  
سکتے، کہ کسی بزرگ ہستی کو اس کی صالحیت کی بنا پر، فقط وسیلہ و شفیع سمجھنا ہی اس کو معبود  
مان لینا ہے۔ اور نہ ہی مشرکین مکہ کا یہ شرک ثابت کر سکتے ہیں، کہ وہ صالحین سے، ان کو  
خدا کا محتاج و بندہ جان کر، فقط ان کی صالحیت کی بنا پر ان سے مدد طلب کرتے تھے۔

بلکہ قرآن کریم نے تو ان کا یہ شرک بتایا ہے، کہ وہ بتوں، ملائکہ، جنات  
، ستاروں، حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہا السلام اور جنابہ مریم کو قرب کا وسیلہ بنانے کے  
لیے، یا ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا، جز یا سا جھی جانتے ہوئے ان کی عبادت کرتے تھے۔ اور  
اسی شرک کا ان مقامات پر رد کیا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۵۶، مائدہ: ۱۱۶، ۷۳، الزخرف: ۱۹، ۱۶،  
الانعام: ۱۰۰، صافات: ۱۵۸، اخلاص: توبہ: ۳۰، ۳۱، یونس: ۱۸، انبیاء: ۲۲، ق: ۱۵ وغیرہ)

اور الحمد للہ! اہل سنت کسی ہستی کو بھی نہ اللہ تعالیٰ کا جزء جانتے ہیں، نہ کسی کی  
صفت کو مستقل بالذات مانتے ہیں، اور نہ ہی لائق عبادت جانتے ہیں۔ اور کسی کو اللہ  
تعالیٰ کا محتاج جان کر اس سے کسی قسم کی مدد مانگنے یا کوئی سوال کرنے کو مخالفین کسی قیمت  
پر بھی شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ ("نور من نور اللہ" کا جواب عنوان "نور" کے تحت ملاحظہ کریں)



### باب: ۳۶

"وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون"، کا مفہوم  
اسماعیل دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ کیا؛ "اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر  
کہ شرک کرتے ہیں"۔ (تقویۃ الایمان: ۲۶، سورۃ یوسف: ۱۰۶)  
یہ ترجمہ یقیناً قرآن پاک میں معنوی خیانت و بددیانتی کی اعلیٰ مثال، اور صحابہ



کرام جیسے نفوس قدسیہ اور معیار ایمان لوگوں کے ایمان پر حملہ اور شرک کی تہمت ہے۔

کیونکہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا، اس وقت تو تمام کلمہ گو صحابہ ہی تھے، اور وہی اکثر مسلمان تھے۔ اگرچہ کچھ کلمہ گو منافق تھے، مگر کلمہ گو شرک ایک بھی نہیں تھا۔ اور نہ منافقین اور صحابہ سے الگ، کلمہ گو حضرات کی کوئی ایسی جماعت تھی، کہ جو صالحین کے مزارات پر جاتی تھی، کہ ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

اب اس ترجمہ کا مصداق نجدی حضرات کن لوگوں کو ٹھہرائیں گے؟ ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں؟“۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی!

یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آیت تو اس وقت اترے اور اس کا مصداق پندرہویں صدی کی امت ہو۔۔۔ سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں گمراہوں کے متعلق کہ قرآن سنوار کے پڑھیں گے، مگر فیضان قرآن سے ان کے سینے خالی رہیں گے۔

اصل مقصد عامۃ المسلمین کو شرک ثابت کرنا تھا، چونکہ امت کی اکثریت جن عقائد پر ہے، وہ عقائد نجدی دین میں شرک اکبر ہیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس آیت کا سہارا ڈھونڈتے، اور اس میں معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مفسر کی بے شرمی ملاحظہ کریں، لکھا: آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان شرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان شرک مسلمانوں نے شرک کو پتھر کی مورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا۔۔۔ (ص: ۲۳) استغفر اللہ!

حالانکہ شرک نجس و خبیث ہوتا ہے۔ (توبہ: ۲۸) اور مؤمن طیب و پاک۔۔۔

تو کیا طیب و خبیث برابر ہو سکتے ہیں؟۔۔۔ پاکی و پلیدی یکجا ہو سکتیں ہیں؟۔



ایک جگہ یہاں تک جرأت کی اور لکھ مارا: ”ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے۔“ (مس: ۳۸۵)

لعنة الله على الكاذبين!

(مزید عنوان: ”امت کی اکثریت شرک نہیں ہو سکتی“ ملاحظہ فرمائیں)

لہذا اس آیت میں لغوی ایمان مراد ہے، یعنی چند باتوں کو مان لینا، (جیسے آیت: ”افتؤمنون ببعض الكتاب“۔ (بقرہ: ۸۵) میں، تورات کے بعض احکام تسلیم کرنے کو بھی بعض پر ایمان لانا کہا گیا۔ آگے مفسرین کے حوالے سے بھی آرہا ہے) اصطلاحی ایمان کا ذکر نہیں، کہ کوئی پہلے مکمل طور پر ایمان لایا ہو، اور پھر دعویٰ ایمان بھی کرے، اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرے۔۔۔ نزول قرآن کے دور میں تو ایسا ایک فرد بھی نہیں تھا۔ اور مزید یہ کہ قرآن نے یہاں اکثریت کی بات کی ہے، اگے دُٹے کی نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا: ”وما كان اكثرهم مؤمنين“، ”ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔“ (الشعراء: ۱۰۳) اس آیت کے تحت لکھا: ”مشرکین مکہ کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں۔“ (مخص: ص: ۱۰۲) لہذا خود تسلیم کر لیا کہ (یوسف: ۱۰۶) میں اصطلاحی نہیں، بلکہ لغوی ایمان مراد ہے۔

(یوسف: ۱۰۶) کے متعلق مفسرین کی تصریح:

امام ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۰۷ھ) لکھتے ہیں: جمہور (علماء مفسرین اہل سنت) اس بات پر متفق ہیں، کہ یہ آیت ان مشرکین (مکہ) کے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے۔ (جیسے، عنکبوت: ۶۱، وغیرہ میں ہے) اور جب پریشانی ہوتی تو اسے پکارتے اور اس کے ساتھ دوسروں (بتوں وغیرہ) کو بھی شریک کرتے۔



(تفسیر مدارک بر حاشیہ خازن، ۳۹/۳، طبری: ۱۳/۷۷)

۱: حافظ ابن کثیر نے پہلے، مذکورہ بالا تفسیر بیان کی۔

۲: پھر مشرکین کے تلبیہ کا ذکر کیا۔ (مسلم: کتاب الحج)

۳: پھر حسن بصری کا قول نقل کیا؛ کہ اس آیت سے مراد وہ منافق ہے، جو ریاء

کرتا ہے، تو وہ اپنے ایسے عمل کے باعث مشرک ہے، جیسے: (النساء: ۱۴۲) میں ہے۔

۴: پھر لکھا؛ شرک کی ایک قسم شرک خفی بھی ہے، جس کا مرتکب عموماً اسے محسوس

نہیں کرتا۔

اس کے بعد چند روایات نقل کیں جن میں بعض افعال کو شرک کہا گیا۔ مثلاً

غیر اللہ کی قسم، جادو، شرکیہ تعویذ، بدشگونیاں، بعض صحابہ کا دم کے دھاگے کو شرک کہنا

۔۔۔ آخر میں ریاء کے متعلق احادیث نقل کیں کہ آپ ﷺ کو امت پر اس شرک خفی کا

بہت خوف تھا۔ (”تفسیر ابن کثیر“ زیر یوسف: ۱۰۶)

خود سعودی مفسر نے بھی یہی تفسیر نقل کی، لکھا؛ مشرکین یہ تو مانتے ہیں کہ خالق،

مالک، رزاق، مدد بر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس کے باوجود دوسروں کو اس کی عبادت میں شریک

کرتے ہیں، اور یوں اکثر مشرک ہیں۔ (ص: ۶۷۴، زیر یوسف: ۱۰۶)

نجدیوں پر سوال کہ کوئی مشرک محض بھی ہے؟:

کہ تمہارے امام اور گرو جی اسماعیل دہلوی نے ترجمہ کیا ہے؛ ”اور نہیں مسلمان

ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۶)

چونکہ یہ آیت تو نازل ہوئی تھی مشرکین مکہ کے متعلق، جن کو تمارے امام نے ”

مشرک“ نہیں کہا،۔۔۔ بلکہ ”مشرک مسلمان“ کہا ہے۔۔۔ کیا یہ تحریف قرآن،



غلوی الدین اور ظلم عظیم نہیں ہے؟

اسی آیت کے ترجمے اور تفسیر میں اسماعیل دہلوی، اور سعودی مفسر نے، ہم اہل سنت کو مشرکین مکہ کے ساتھ ملا ہے، لکھا: آج کے قبر پرستوں کا بھی یہی شرک ہے، کہ وہ قبروں میں مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے بھی ہیں، اور عبادت کے کئی مراسم بھی ان کے لیے بجالاتے ہیں۔ (ص: ۶۷۳)

اب ہم بھی تمہاری اصطلاح میں ہوئے ”مشرک مسلمان“۔۔۔ جیسے اسی سعودی تفسیر میں واضح الفاظ میں لکھا گیا: ”آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان مشرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان ”مشرک مسلمانوں“ نے شرک کو پتھر کی مورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا۔۔۔“ (ص: ۲۳)

ہمارا سوال یہ ہے کہ جب ہم بھی ہوئے: ”مشرک مسلمان“۔ اور مشرکین عرب بھی ہوئے: ”مشرک مسلمان“۔

تو کیا کوئی اصلی و حقیقی مشرک بھی ہیں؟۔۔۔ اور وہ کون سے ہیں؟۔

اور وہ کون سے مشرک ہیں، جن کو قرآن کریم نے، ”مشرک مسلمان“ نہیں، بلکہ فقط، اور مطلق ”مشرک“ فرمایا ہے؟؟؟۔

مثلاً فرمایا: ”انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد

عامہم هذا“، ”بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں، وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں“۔ (توبہ: ۲۸)

ع ادھر آستم گرا ہنر آزما ئیں، تو تیر آزما ہم جگر آزما ئیں





کیا آج امت کی اکثریت مشرک و بدعتی ہے؟

لکھا: ”آج امت محمدیہ کی اکثریت شرک و بدعت کے ارتکاب کے سبب حیرانہ کی بجائے شرمناک بنی ہوئی ہے۔“ (ص: ۲۲)

مزید، صاف الفاظ میں امت کی اکثریت کو مشرک لکھا۔

(ص: ۲۳، ۵۴، ۱۷۹، ۳۶۰، ۳۶۹، ۱۱۳۳)

ایک جگہ لکھا: ”ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے۔“ (ص: ۳۸۵)

سعودی مفتی ابن باز نے بھی اکثر امت کو مشرک لکھا ہے۔

(سیرت شیخ محمد بن عبد الوہاب: ۲۵)

مزید لکھا: کہ بدتر شرک ان (اہلسنت) کا ہے۔

(حرمان التوحید: ۴۰، دار ابن اثیر سعودیہ)

لکھا: یہی کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔

(--- عام نصیحت، مفید مجموعہ: ۹ مطالع الحمیحی الریاض)

ایک سعودی نجدی لکھتا ہے: ”ہمارے زمانے کے مشرک (اہلسنت) پہلے مشرکین سے زیادہ بڑے مشرک ہیں۔“ (چار بنیادی اصول، مفید مجموعہ ص: ۱۴، مطالع الحمیحی الریاض)

اسماعیل دہلوی نے بھی شیخ نجدی کی تقلید میں دانستہ طور پر قرآن میں معنوی تحریف اور خیانت کا ارتکاب کیا، (یوسف: ۱۰۶) کا ترجمہ کیا: ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۶، مکتبہ خلیل)



ایک نجدی نے لکھا: ”(وہابیوں کے علاوہ) عام مسلمان عقیدہ توحید سے قطعاً نا آشنا ہیں۔“ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲۷، الجالیات بالدواوی الریاض)

امام کعبہ عبدالرحمان السدیس نجدی نے بھی ”حج کے موقع پر اپنی تقریر میں، عالم اسلام کی اکثریت کو مشرک کہا۔“ (المدینہ اخبار: ۲۰۰۷، ۱۳، ۱۳۰۷)

سعودی قرآن کے مترجم، جونا گڑھی نے تقلید کو مشرک لکھا۔ (سراج محمدی: ۱۳) جس سے امت مسلمہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کر کے مشرک ٹھہری، بلکہ خود شیخ نجدی اور سعودی وہابی بھی کیونکہ ان بھی حنبلی ہونے کا دعویٰ ہے۔

ایک جگہ لکھا: حنفی باپ مشرک ہے، اور مشرک کے لیے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ (سراج محمدی: ۲۷)۔ (مزید: ”مشرکین مکہ کی طرح مشرک“ عنوان ملاحظہ کریں)

فرقہ حروریہ خارجیہ کی شاخ اول ”ارزقیہ“ تھی، جس کا عقیدہ تھا کہ سوائے ان کے متبعین کے اور کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ (تلمیس ابلیس، امام جوزی)

یعنی وہ لوگ باوجود اپنی قلت، اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی کثرت کے، ان کو کافر کہتے۔ چونکہ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی، تمیمی کے دیئے ہوئے دین و ذہنیت کے پیروکار اور مقلد ہیں۔ اور یہی صورت ان کی ہے، کہ امت محمدیہ کی اکثریت، صحابہ کرام اور سلف کی اتباع میں نبی اکرم ﷺ اور صلحائے اُمت کو سفارشی اور وسیلہ جانتی ہے، جس وجہ سے اس تفسیر میں بھی کئی مرتبہ اس کو مشرک لکھا گیا۔

شیخ نجدی نے بھی لکھا: آج کے مسلمان انبیاء و اولیاء کو سفارشی اور وسیلہ جاننے کی وجہ سے مشرکین مکہ کی طرح مشرک ہیں اسی چیز نے اُنکی جانوں اور مالوں کو حلال کر دیا ہے۔ (طغص، کشف الشبهات: ۹)



محمد بن یوسف سورتی غیر مقلد نے شیخ نجدی کے حوالے سے لکھا: ”کہ انہوں نے سمجھا کہ آج: ”لا الہ الا اللہ“ کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں رہا۔“

(مقدمہ، کتاب التوحید، مترجم: ۱۸)

انور شاہ کاشمیری بھی گواہی دے رہے ہیں: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری، ج ۱، ص ۱۷۱)

جبکہ الزام اہل سنت پر لگایا کہ وہ: ”اپنے سوا مومن نہیں سمجھتے“۔ (ص: ۱۶۹۹)

پھر اس شیخ نجدی نے ”نجد و حجاز“ کے تمام مسلمانوں کو اسی طرح مشرک جان کر ان سے عملاً بھی قتال کیا ان کے اموال لوٹے، جیسے دور رسالت مآب کے مشرک تھے۔ جن کے ساتھ آپ ﷺ نے جہاد کیا تھا۔ اور وہ سمجھا کہ پوری روئے زمین پر اسی طرح دوبارہ شرک پھیل گیا ہے۔ (ملاحظہ کریں: عنوانات، ”سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب“ از ابن باز، ص ۲۳، ۲۹، ۳۱، ۳۲ وغیرہ، ”جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہوگی“، اور ”شبیر احمد عثمانی کی گواہی“)

جبکہ رسول اللہ فرمایا: کہ شیطان مایوس ہو گیا کہ جزیرہ عرب میں اسکی عبادت کی جائے۔۔۔ ایک جگہ فرمایا: شیطان مایوس ہو گیا کہ (پوری روئے زمین پر کہیں بھی) نمازی اس کی بندگی کریں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۹۵/۳، البدایہ: ۶۶/۱)

معلوم ہوا کہ بالخصوص حریمین طہیین کے مسلمانوں پر اہل نجد کا شرک کا فتویٰ جھوٹ اور مکر تھا۔

خود لکھا: ”حدیث میں مسلمان سے قتال کو کفر کہا گیا ہے۔ یہ کفر اس وقت ہوگا جب بلا وجہ مسلمان سے قتال کیا جائے“۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۵۸)



اب بتاؤ کہ شیخ نجدی اور عبدالعزیز نے حجاز و طائف کے مسلمانوں سے بلا وجہ  
 قتال کیا، یا کہ بالوجہ؟

شیخ نجدی رسول اللہ کے مقابلے میں:

سعودی مفسر لکھتا ہے: ”قرون اولی کے بہت بعد ایک مرتبہ پھر (دور رسالت کی  
 طرح) عرب میں شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجدد الدعوة شیخ محمد  
 بن عبد الوہاب کو توفیق دی۔۔۔ ان مظاہر شرک کا خاتمہ فرمایا، اور اسی دعوت کی تجدید ایک مرتبہ  
 پھر سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز نے کی۔“ (ص: ۱۳۹۳)

ایک جگہ لکھا: ”ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی صورت  
 ہے۔“ (ص: ۳۸۵)

ہم کہتے ہیں کہ اگر امت محمدیہ میں بھی پہلی امتوں کی طرح شرک پھیل جانا  
 تھا، اور آپ ﷺ کے بعد توحید کو ثابت کرنے کے لیے شیخ نجدی اور سلطان عبدالعزیز اور  
 ان کی ذریت کی ضرورت پڑنی تھی، تو پھر اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت کیوں بند کیا؟۔۔۔  
 آپ کی ختم نبوت کا کیا معنی ٹھہرا؟۔۔۔ دین اسلام کو کامل و اکمل اور غالب کہنے کا کیا  
 مطلب؟۔۔۔ گزشتہ انبیاء سے آپ ﷺ کی رسالت کی کیا خصوصیت رہی؟۔۔۔ کیا اس  
 طرح شیخ نجدی کو آپ ﷺ کی ختم نبوت کا شریک ٹھہرانا نہیں؟ آپ کی ختم نبوت اور دین  
 اسلام کو ناقص و نامکمل ثابت کرنا نہیں؟۔۔۔ اور کیا رسول اللہ ﷺ نے اس امت میں  
 دوبارہ اسی طرح شرک پھیل جانے کی کہیں کوئی خبر دی ہے؟۔

جیسے کہ سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت  
 دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خیر اپنی امت کو دے دی



ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین! بلکہ آپ ﷺ نے تو اپنے بعد ہونے والے دجالوں کی خبر دی، جو ختم نبوت میں ڈاکہ ڈالتے ہوئے، خود کو بھی نبی گمان کریں گے۔

اسی لیے پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شیخ نجدی کو اس امت کے ان دجالوں میں سے ایک قرار دیا، جو خود کو نبی گمان کرتا تھا۔ (سیف چشتیائی: ۱۰۰، قدیمی)

اس بات کا یہ بھی بین ثبوت ہے کہ ان وہابیوں کے ”توحید و شرک“ کے سارے اصول ”شریعت محمدیہ“ سے متعارض و متضاد ہیں، جن کو یہ لوگ کسی صورت بھی سلف کرام سے ثابت نہیں کر سکتے، گویا شیخ نجدی نے ایک نیا دین متعارف کروایا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ شیخ نجدی کی سیرت پڑھ کے دیکھیں، یوں محسوس ہوتا کہ کسی نبی اللہ کی سیرت پڑھ رہے ہیں، کہ پوری قوم مشرک اور مخالف ہے، اور وہ تنہا ہو، قوم جان کی دشمن ہو جائے، پھر اسے کبھی کسی شہر کی طرف ہجرت کرنی پڑے اور کبھی کسی شہر کی طرف۔

لہذا سعودی مفسر نے اس عبارت: ”قرون اولی کے بہت بعد ایک مرتبہ پھر (دور رسالت کی طرح) عرب میں شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے“۔ (ص: ۱۴۹۴) میں ”قرون اولی کے بہت بعد“ کے الفاظ سے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی۔ کیوں جن عقائد کو شرکیہ قرار دیکر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا، وہ عقائد تو صحابہ کرام سے تسلسل کے ساتھ عرب و عجم کے مسلمانوں میں جاری ہیں۔ (جن کو اس کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے)

لہذا یہ جملہ اس طرح ہی صادق آتا ہے کہ ”نجد سے شیطان کا سینگ قرون اولی کے بہت بعد ظاہر ہوا، جس نے مسلمانوں کے مسلمہ اور اجماعی عقائد کو شرکیہ قرار



دے کر خارجی دین کو مستحکم کیا۔ (ازراقم الحروف)

اور خود لکھا: صحیح حدیث میں ہے: ”اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“ (صحیح ترمذی للالبانی جلد ۲: ۱۷۵۹)۔ (ص: ۲۵۶)

یہ بھی کہ: ”ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔“

(سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب: ۲۵، بخاری: کتاب الاعتصام)

### نجدیوں پر چند سوالات:

مذکورہ احادیث کو بھی ذہن میں رکھیں، اور اس تاریخی حقیقت کو بھی کہ شیخ نجدی کی سیرت کی ہر کتاب اور تاریخ کی کتابوں میں یہ بات واضح اور صریح ہے، کہ (قرن الشیطان) شیخ نجدی اپنے اس منصوبے میں تنہا اور اکیلا تھا۔ اسی لیے اس نے پہلے بد معاشی کے لیے عیینہ کے امیر عثمان بن حمد بن معمر کو لالچ دے کر ہمنوا بنایا۔ پھر وہاں سے درعیہ پہنچا اور اس کے حاکم ”ابن مسعود“ جو کہ مشہور لٹیرہ تھا، کی بیوی کو وسیع سلطنت کا لالچ دے کر ورغلا یا۔ اس عورت نے پھر اپنے خاوند کو قائل کیا۔ اپنی بیٹی کا نکاح ابن مسعود سے کیا۔ پھر اس حاکم درعیہ اور اس کی نسل کی طاقت کی بنیاد پر شیخ نجدی اور اس کی نسل نے، پورے جزیرہ عرب کو اپنے خود ساختہ توحید و شرک کے اصولوں کے مطابق مشرک گمان کرتے ہوئے، اپنے جدید دین کو امت مسلمہ پر لاگو کیا۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۹۳، سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب، از ابن باز، مکتبہ دار السلام الریاض سعودیہ، ۱۴۱۳ھ، تاج المکمل، از نواب صدیق)

ہمارے نجدیوں پر یہ سوالات ہیں۔

۱: جب امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، تو پھر تمام عرب و عجم کے کلمہ گو لوگ

شرک پر کیسے جمع ہو گئے، جن کے خلاف ابن عبدالوہاب کو جہاد کرنا پڑا؟۔



۲: جب ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، تو پھر جس وقت شیخ نجدی ظاہر ہوا، اس وقت ہمیشہ حق پر غالب رہنے والی جماعت کہاں تھی؟۔

۲: یا پھر کیا یہ شیخ نجدی اس وقت اکیلا ہی مؤمن اور پوری ایک جماعت تھا؟ میں نے جب یہی سوال ایک غیر مقلد پر کیا تو وہ جواباً کہنے لگا: ”ان ابراہیم کان امۃ“۔ (نحل: ۱۲۰) کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے کو پوری امت نہیں کہا گیا؟ میں نے کہا: تم نے خود یہ مان لیا کہ شیخ نجدی کے دور میں اس کے علاوہ اور کوئی ایک بھی خالص مؤمن نہیں تھا، اور وہ اپنے مشن اکیلا تھا۔۔۔ اور دوسرا یہ بھی واضح ہو گیا کہ تم اس کو اللہ کے خلیل نبی، ابراہیم علیہ السلام کے جیسا سمجھتے ہو۔

۴: کیا اس کو اس دور کے علماء اسلام نے مجدد مانا؟

۵: اور وہ کون سی دعوت ہے، جس کا اسے مجدد کہا جاتا ہے۔ جس کی باقی علماء کو خبر نہ ہوئی، اور وہ اس سے جاہل رہے۔ اور جس کے سبب سے عامۃ المسلمین اس کی جان کی پیا سے ہو گئے؟

بلکہ جب تک نجدیوں کا حریم پر قبضہ نہیں ہوا، اس وقت تک یہ ہندوستانی وہابی بھی بظاہر ان نجدی وہابیوں کے خلاف نظر آتے تھے۔ اس لیے تو ”وہابی“ نام کی جگہ انگریزوں سے اہلحدیث نام رکھوایا۔ (سیرت ثنائی، ترجمان وہابیہ، شہاب ثاقب وغیرہ کتب ملاحظہ کریں)

نجدی اپنی قلت کا دکھ پیٹتے ہیں:

دواڑھائی سو سال سے سنی مسلمانوں کو وہابی بنانے کے لیے مفت کتابیں تقسیم کرنے، پاکستان اور دیگر ممالک میں مساجد بنانے پر بے حساب خرچ کرنے کے با



وجود بھی، آج تک یہ نجدی اپنی تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور چونکہ انکی یہ قلت خود انکی گمراہی اور بے دینی کی بین دلیل ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑی جماعت کو جنتی جماعت فرمایا ہے۔ (جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے) انہوں نے اپنی اس قلت کا دکھ پیٹتے ہوئے، خارجیوں اور شیخ نجدی کی پیروی میں، مشرکوں اور بتوں کے متعلقہ آیات کو کمال بے حیائی سے امت مسلمہ کی اکثریت اہلسنت و جماعت پر تھوپ دیا۔ تاکہ اس سے پہلے کہ کوئی انکے سوادِ اعظم سے کٹ جانے اور قلیل ہونے کی وجہ سے انکو گمراہ فرقہ کہے، ”الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے“ کی طرح انہوں نے پہلے سے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا، کہ جی آج اکثر امت مشرک ہے، یعنی اگر کوئی مسلمان ہیں تو وہ صرف مٹھی بھر نجدی ہی ہیں۔

ع جو چاہے تیر احسن، کرشمہ ساز کرے!

امت کی اکثریت (سوادِ اعظم) کبھی گمراہ نہیں ہو سکتی:

یہ اس امت کا خاصہ ہے کہ اسکا اکثر حصہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا، جس کی گارنٹی خود اللہ کے رسول ﷺ نے دی ہے۔ حدیث پاک گزر چکی ہے: ”اللہ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا، اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“ (صحیح ترمذی لابانی جلد نمبر ۱۷۵۹) (کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة)۔ (ص: ۲۵۶)

یہ حدیث پاک، مستدرک للحاکم: ۲۰۱/۱، اور فیض القدیر، ۲/۲۷۱ پر بھی موجود ہے۔

۲۔ ابن ماجہ شریف میں ابواب الفتن، میں ایک باب کا نام ہی ”باب السواد

الاعظم“ رکھا گیا، جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا: ”ان امتی لا تجتمع علی ضلالة، فاذا رأیتم اختلافاً فلیکم بالسواد الاعظم“

، میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم رکھو



(یہ روایت مزید، معجم الکبیر: ۳۳۷/۱۲، مستدرک حاکم: ۱۹۹/۱ وغیرہ پر بھی موجود ہے)

۳۔ جنتی جماعت کی علامت بیان فرمائی: ”ما انا علیہ واصحابی“ کہ جو

میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔ (ترمذی، ۱۹۳/۲، وغیرہ)

جبکہ اس سعودی تفسیر میں جن باتوں کو شرک کہا گیا وہ صحابہ کرام اور اجماع

امت سے ثابت ہیں۔۔۔ بعض احادیث میں ”اہل سنت و جماعت“ کے الفاظ صراحتاً

بھی وارد ہوئے ہیں۔ (احیاء العلوم، ۲۲۵/۳، وغیرہ)

خود لکھا: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت (آل عمران ۱۰۶) سے اہل سنت

اور اہل بدعت و افتراق مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر و فتح القدیر) جس سے معلوم ہوا کہ اسلام وہی ہے جس

پر اہل سنت و الجماعت عمل پیرا ہیں، اہل بدعت و اہل افتراق اس نعمت اسلام سے محروم ہیں جو ذریعہ

نجات ہے۔ (ص: ۱۶۵)

یقیناً وہی جماعت سوادِ اعظم اور اہل سنت ہوگی، جس کا سلسلہ عقائد صحابہ کرام

سے لے کر قیامت تک رہے گا،۔۔۔ نہ کہ کچھ ابن تیمیہ اور باقی شیخ نجدی اور اسماعیل

دہلوی سے شروع ہوا ہو۔

اس بات کا خود مخالفین کے اکابرین نے بھی اقرار کیا ہے، کہ: ”آج سے

اسی ۸۰ سال پہلے سب لوگ اسی عقیدے پر تھے، جن کو آج بریلوی خفی کہا جاتا ہے۔“

(شمع توحید، ص ۱۴۰، از ثناء اللہ امرتسری)

احسان الہی ظہیر نے بھی تسلیم کیا: ”بریلوی جماعت افکار و عقائد کے لحاظ سے

پرانی ہے۔“ ”یہی عقائد پوری دنیا کے مسلمانوں کے ہیں۔“ (ملخصاً، البریلویہ: ۷، عربی: ۱۰)

(اردو، از احسان الہی ظہیر)







اور ہر برائی سے خبردار کرو دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل (دکالتہ رسالہ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

اگر امت کی اکثریت (سوا و اعظم) نے مشرک ہو جانا تھا جو کہ عظیم فتنہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ اسکی خبر ضرور دیتے۔ جس طرح کہ فتنہ و ہابیت (رافضیت وغیرہ) اور انکی علامات کثیر احادیث میں موجود ہیں۔

لہذا نجد یوں کا یہ کہنا کہ آج امت کی اکثریت مشرک ہو گئی ہے، بلا دلیل، ظلم عظیم اور غلو فی الدین ہے۔ اگر وہ اپنے دعوے کو سچ سمجھتے ہیں تو پھر سارے ملکر صرف ایک آیت یا ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں، جس میں یہ ہو کہ کسی دور میں بھی امت کی اکثریت مشرک ہو جائیگی۔ اور وہ بھی صالحین کو شفیع و وسیلہ جاننے کے سبب۔

لعنة الله على الكاذبين!

اللہ کی قسم مجھے تم پر اب شرک کا کوئی خوف نہیں ہے: (تضادات و ہابیہ)

نبی غیب داں ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر یہ یقین دلایا: وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولكن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا۔ بیشک اللہ کی قسم مجھے تم پر اسکا کوئی خوف نہیں رہا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، ہاں اسکا خوف ضرور ہے کہ تم دنیا کی حرص کا شکار ہو جاؤ گے۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

نگاہ نبوت ﷺ امت پر شرک کی تہمت لگانے والے اس خارجی گروہ کو خوب دیکھ رہی تھی، (اسی لیے تو انکی تمام علامتیں بھی بیان فرمادیں) اسی لیے تاکید قسم اٹھائی۔

جب ان شرک کے سودا گروں سے اس حدیث پاک کا کوئی مدلل جواب نہیں بن پڑتا، تو اپنے حواریوں کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے، بلا دلیل، محض دجل سے کام لیتے



ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خطاب صرف صحابہ سے فرمایا تھا، کہ نہ کہ بعد والی امت سے۔۔۔ حالانکہ اس سے ”خیر القرون“ کے مسلمانوں میں بھی شرک ماننا پڑے گا، جو وہابی بھی گوارہ نہیں کریں گے، جو کہ تضاد ہے۔

دوسرا تضاد یہ ہے کہ وہ امت کی اکثریت کو قبر پرستی کی تہمت سے شرک ثابت کرنے کے لیے، وہ احادیث پیش کرتے ہیں، جن میں قرب قیامت کے اور بتوں کی عبارت کا ذکر ہے۔ (وضاحت آ رہی ہے)

اب ان کے پاس صحابہ کے بعد تابعین کے دور سے لیکر، قرب قیامت تک کے دور کے، شرک سے پاک ہونے کی کیا گارنٹی اور دلیل ہے؟

تیسرا تضاد یہ ہے کہ حدیث کے اگلے جملے ”ہاں یہ خوف ہے کہ دنیا کے حریص بن جاؤ گے“ کو بھی صحابہ کرام کے ساتھ خاص ماننا پڑے گا، کہ صحابہ بھی دنیا کے حرص کا شکار تھے۔ نجدی یہ بھی گوارہ نہیں کریں گے۔

ایسی متعدد احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جن میں بظاہر مخاطب تو صحابہ کرام ہیں، مگر حالات بعد میں آنے والی امت کے بیان کیے جا رہے ہیں۔

مثلاً ایک وہ حدیث پاک کہ تم اپنے سے پہلوں یعنی یہود و نصاریٰ کی پیروی کرو گے۔ (بخاری، مسلم)

اسی انداز سے فرمایا ”وہ زمانہ قریب ہے کہ جب کافر متحد ہو کر تمہیں قتل کرنے کو تم پر ٹوٹ پڑیں گے، جیسے کچھ آدمی ایک پلیٹ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کیا اس وقت ہم قلیل ہونگے؟۔۔۔ فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت کثیر ہو گے، لیکن تم اس وقت سیلاب کی جھاگ کی طرح (بے ہیبت) ہو گے، اللہ تعالیٰ



تمہارے دشمنوں سے تمہارا رہب نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ ڈال دے گا۔ ایک صحابی نے پوچھا ”وہن“ کیا چیز ہے؟ قال: حب الحیوة، وکراہیة الموت۔ ”فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔“ (مسند احمد: ۴/۷۷، مشکوٰۃ: ۵۳۶۹)

اس حدیث پاک میں: ”تم اس وقت کثیر ہوں گے“، میں بظاہر تو صحابہ کرام ہی مخاطب تھے، مگر مراد صرف بعد کی امت ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام پر ایسا وقت نہیں آیا، کہ وہ موت سے نفرت کرتے ہوں اور دنیا سے محبت۔ جس کی وجہ سے کفار نے ان پر غلبہ پا لیا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر موقع پر فتح و غلبہ عطا فرمایا۔

بالکل اسی طرح مذکورہ بالا بخاری شریف کی حدیث میں فرمان رسول اللہ ﷺ کہ ”مجھے تم پر شرک کرنے کا خوف نہیں رہا، مگر حرص دنیا کا ضرور خوف ہے۔۔۔۔۔“ سے صرف صحابہ کرام ہی مراد نہیں، بلکہ بعد میں آنیوالی بڑی جماعت اور اکثریت بھی مراد ہے۔ ورنہ نجدیوں کے پاس اس دعوے ”کہا امت کی اکثریت مشرک ہو گئی“، کی کوئی ایک بھی دلیل نہیں، سوائے شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی وغیرہما کی اندھی تقلید کے۔

آپ کو امت پر بت اور پتھر کی عبادت کا کوئی خوف نہیں تھا:

آئے اب مندرجہ ذیل میں چند ایسی احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جن میں ”امتی من بعدی“ کے الفاظ کے ساتھ صحابہ کرام سے بعد والی امت کے بھی شرک اکبر سے محفوظ رہنے کی گارنٹی دے دی گئی۔۔۔ گویا یہ احادیث، حدیث بخاری ”ان بشرکوا بعدی“ کی شرح کرتی ہیں۔

۱۔ حدیث ابن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ



کے چہرہ اقدس پر غم کے آثار دیکھے، تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کس چیز نے آپ کو غمناک کر دیا ہے؟ فرمایا: ”امر الخوفه على امتي من بعدی“، مجھے اپنی امت پر اپنے بعد ایک امر کا خوف ہے۔ عرض کیا وہ کیا ہے؟ قال: الشوك وشهوة خفية، فرمایا: کہ وہ شرک اور خفیہ شہوت ہے۔ میں نے عرض کیا: ”الشرك امتك من بعدك؟“، کیا آپ کی امت بھی آپ کے بعد شرک کرے گی؟۔

فرمایا ہاں! مگر اے شداد! خبردار ہو جا: ”لا یبدون شمسا ولا قمرا ولا وئنا ولا حجرا ولكن یراؤن الناس باعمالهم“، ”کہ وہ نہ تو سورج کی عبادت کریں گے، نہ چاند کی، نہ پتھر کی، اور نہ ہی بت کی، لیکن وہ اعمال میں لوگوں کے لیے ریا کاری کریں گے۔ میں عرض کی: کہ ریا، شرک ہے؟، فرمایا: ہاں!۔ پھر عرض کی: کہ شہوت خفیہ کیا ہے؟ فرمایا: تم میں سے کوئی صبح کے وقت تو روزہ سے ہو، مگر وہ دنیا کے کسی چسکے کی خاطر روزہ توڑ دے۔ (متدرک للحاکم: ۴۷۰/۵، امام حاکم تصحیح کی، ابن ماجہ، ابواب الزہد باب الریا والسمعة، ۴۲۰/۵، مسند احمد: ۸۳۵/۵، شعب الایمان: ۳۳۳/۵، حلیۃ الاولیاء: ۲۴۷/۱، الترغیب، ۱، الصوعن الالہیہ، از علامہ سلیمان بن عبدالوہاب)

اس حدیث پاک کے خاص کر ”امتی من بعدی“ کے الفاظ نے بخاری شریف کی حدیث پاک کی شرح کر دی: ”اللہ کی قسم مجھے تم پر یہ خوف نہیں رہا کہ تم میرے بعد شرک نہیں کرو گے“، کہ اس سے صرف صحابہ ہی مراد نہیں، بلکہ ان کے بعد قیامت تک کی امت کی بڑی جماعت (اہل سنت) بھی مراد ہے۔

اس فرمان عالی شان کہ: ”میری امت بتوں اور پتھروں کی پوجا نہیں کرے گی“۔۔۔۔۔ سے دوسرے فرمان حق بیان کہ: ”قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ میری



امت کے کچھ قبائل مشرکوں سے جا ملیں گے، اور بتوں کی عبادت کریں گے۔ (ترمذی، ابواب الفتن) کی بھی وضاحت ہوگئی، کہ امت کی اکثریت کسی صورت اور کسی دور میں بھی بتوں کی عبادت میں مبتلا نہیں ہو سکتی۔ ہاں انتہائی قرب قیامت کچھ قبائل بت پرستی کریں گے۔ (وضاحت آرہی)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو قبر انور پر سر رکھے دیکھ کر مروان نے جب کہا تم کون ہو اور یہ کیا کر رہے ہو؟ تو آپ نے اس سے فرمایا تھا: کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس (قبر انور پر) آیا ہوں، ”ولم ات الحجر“ (وفی روایۃ ولا الخدر) ”کسی پتھریا بے جان چیز کے پاس تو نہیں آیا“۔ (متدرک للحاکم، ۵۶۰/۳، وغیرہ) وہابی جن احادیث کی بناء پر اکثر امت کو مشرک کہتے ہیں: (تضادات)

نجدی مولوی اپنی کتابوں میں بڑی ڈھٹائی اور عیاری سے سرخیاں جھاتے ہیں: ”کیا امت مسلمہ مشرک میں مبتلا ہو سکتی ہے؟“، یا پھر: ”کیا کلمہ پڑھنے والا مشرک ہو سکتا ہے؟“، پھر اس عنوان کے تحت چند احادیث لاتے ہیں۔

۱: قیامت قائم نہ ہوگی، حتیٰ کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالنخلصہ کے گرد ملیں گے۔ (بخاری، کتاب الفتن)

۲: قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکوں سے جا ملیں گے، اور بتوں کی عبادت کریں گے۔ (ترمذی، ابواب الفتن)

۳: تم ضرور یہود و نصاریٰ کی پیروی کرو گے۔ (ملخصاً، بخاری، کتاب الاعتصام)

منکرین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ آج امت کی اکثریت مشرک ہوگی۔ چاہے تو یہ تھا



کہ کوئی ایسی ایک ہی نص پیش کرتے، جس سے ان کے دعویٰ ثابت ہوتا۔ لیکن وہ چوری و سینہ زوری سے ان مذکورہ بالا احادیث کو پیش کر کہتے ہیں: دیکھو رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: کہ قرب قیامت میری امت شرک کرے گی۔

یقیناً یہ دھوکا، جھوٹ اور "تضاد" ہے، کیونکہ پہلی دو حدیثوں میں یہ وضاحت بھی ہے کہ مخصوص قبیلے اور اقوام مراد ہیں نہ کہ اکثر امت۔

تیسری حدیث کہ متعلق ہم یہ بھی پوچھتے ہیں کہ اگر، "ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی" صرف صحابہ سے مخصوص ہے، تو پھر اس حدیث پاک کو بھی صرف صحابہ سے مخصوص کرو!

ثابت ہوا کہ جیسے اس حدیث میں خاص کر خیر القرون کے بعد والے لوگ مراد ہیں، ایسے ہی "ان تشرکوا بعدی" میں بھی صحابہ کے بعد والی امت بھی مراد ہے۔

باقی رہا یہ دھوکا کہ چونکہ یہود و نصاریٰ نے شرک بھی کیا تھا، جس کا مطلب یہ ہو کہ تم بھی انکی طرح شرک کرو گے۔۔۔ تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ تو تمام کافر و مشرک ہو گئے تھے، آیتیں بچ دیں، کتابوں میں تحریفیں کر دیں، تو کیا اس امت کی بھی یہی حالت ہے؟

دوسرا جواب ہے کہ اس تیسری حدیث کی شرح پہلی دو حدیثیں کر رہے ہیں کہ انتہائی قرب قیامت (وضاحت آرہی ہے) کچھ قبیلے مشرک ہو جائیں گے نہ کہ اکثر امت، جیسے نجد یہ کا گمان فاسد ہے۔

اور شارحین حدیث نے یہاں پر یہ وضاحت کی ہے کہ: "لی المعاصی والمخالفات لا لی الکفر"، "عملی خرابیوں اور تفرقہ بازیوں میں ان کی طرح ہوگی، لیکن







ان حدیثوں کو مزارات صالحین کو وسیلہ بنانے کی وجہ سے عامۃ المسلمین پر لگا کر ان کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اس سبب سے امت کی اکثریت کے کسی دور میں بھی مشرک ہو جانے کے متعلق یہ لوگ کوئی دلیل بھی پیش نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کو امت پر مقابر کی پوجا کا کوئی خوف نہیں تھا، اسی لیے تو فرمایا: ”نہیتکم عن زیارة القبور فزودوها“، میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا، پس اب تم زیارت کیا کرو۔ (مسلم: کتاب الجنائز، نسائی)

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ممانعت، پھر اجازت کی وجہ بیان فرماتے ہیں: ”آغاز اسلام میں لوگوں کا بتوں کی عبادت کے دور کا قریب ہونا اور قبروں کو سجدہ گاہ بنالینا تھا، لیکن جب دین اسلام مستحکم ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو گیا، ”وَأُمِنْتُ عِبَادَةَ الْقُبُورِ وَالصَّلَاةِ إِلَيْهَا نَسَخَ النَّبِيُّ عَنْ زِيَارَتِهَا“، ”اور قبروں کی عبادت اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اندیشہ جاتا رہا، تو زیارت قبور کی بھی کو منسوخ کر دیا گیا“، کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی، اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔“ (عمدة القاری: ۷۶۷)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی شرح فرمائی

ہے۔ (احیاء اللغات: ۷۱۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”کہ امام احمد بن حنبل غفرہ اللہ تعالیٰ سے سرکار دو عالم ﷺ کی قبر انور اور آپ ﷺ کے منبر شریف کو چومنے کے بارے میں منقول ہے، کہ وہ اس میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح مکہ کے شافعی علما میں



سے ایک جید عالم حضرت ابوصیف یمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قرآن پاک، احادیث مبارکہ کے اجزاء اور قبور صالحین تک کو چومنے کا جواز منقول ہے، اور اللہ تعالیٰ جسے توفیق عطا فرمائے۔ (فتح الباری، ۴/۵۷۳)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قبر رسول ﷺ پر چہرہ رکھ کر بیٹھنا بھی منقول ہے۔ (مستدرک للحاکم، ۴/۵۶۰)

اسی طرح استاذ المحدثین محمد بن منکدر کے متعلق بھی منقول ہے کہ اپنا چہرہ قبر النبی پر رکھ لیتے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۶/۱۵۹)

کیا منکرین کے نزدیک صحابی رسول، ابن حنبل اور ابن حجر اور اس طرح روایات کو نقل کرنے والے ائمہ کرام بھی قبر پرست اور مشرک ہیں؟ نہیں تو کیوں نہیں۔ (حرید "فوت شدہ کا وسیلہ" عنوان دیکھیں)

واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا زیارت قبور کی اجازت دینا اس بات کا قطعی ثبوت ہے، کہ آپ کو امت پر اب عبادت قبور کوئی خطرہ خوف نہیں رہا تھا۔۔۔ جب کہ خارجی ٹولے نے اپنا پیٹ پالنے کے لیے، بلا دلیل اس امت کی اکثریت کے شرک کا سبب عبادت قبور کو قرار دے رکھا ہے۔

سعودی مفسر نے لکھا: آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان مشرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان "مشرک مسلمانوں" نے شرک کو پتھر کی مورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے کہ صرف وہی مشرک ہیں۔ جب کہ یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں جو پتھر کے ہجاری اپنی مورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص: ۲۳)

اگر کوئی کلمہ گو کسی قبر سے غیر شرعی معاملہ کرتا ہے، تو اس کا ذمہ دار مسلک اہل



سنت اور علماء اہل سنت نہیں ہیں۔ اور کیا کسی کے ماتھے پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ ”سنی“ ہے؟  
 --- نبی اللہ کے گھر بھی کافر پیدا ہو سکتا ہے۔۔۔ اور کیا نجدی عوام کی غیر شرعی حرکات  
 کے ذمہ دار، نجدی مولوی ہیں؟ ع شرم تم کو مگر نہیں آتی!

کیا کوئی منکر علماء اہل سنت کی کوئی تقریر یا تحریر دیکھا سکتا ہے، جس میں  
 مزارات پر غیر شرعی حرکات کی اجازت دے گئی ہو۔۔۔ قبور صالحین کے ساتھ غیر شرعی  
 رویہ اختیار کرنے والے ہمارے نزدیک یا تو جاہل و فاسق ہیں، (”موسیٰ علیہ السلام کی  
 احتیاط“ عنوان ملاحظہ کریں) یا پھر مشرک۔

جہلا فساد کی بدکاریوں کا الزام اہل سنت کو دینا نا انصافی اور فتنہ گری ہے۔ قبور  
 صالحین پر برکت کے حصول کے لیے حاضرین کو ”قبر پرست“ ”مردہ پرست“ کہنا، خود  
 ظلم و جہالت و شقاوت ہے۔

اور اگر اصحاب قبور کا وسیلہ ان کی عبادت ہے تو پھر صحابہ کرام سمیت پوری  
 امت محمدیہ مشرک ہے، سوائے امت نجدی کے، کیونکہ تسلسل کے ساتھ امت میں یہ  
 سلسلہ جاری ہے، جس کا پہلا منکر ابن تیمیہ ہے۔ (”ابن تیمیہ کا تعارف“ عنوان مطالعہ کریں)  
 رہا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خدشہ کہ کہیں آپ ﷺ کی قبر انور کو مسجد نہ بنالیا  
 جائے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

تو اس سے امت کا اس فعل میں مبتلا ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور کیا کوئی صحابی یا  
 تابعی اس فعل کا مرتکب ہوا؟۔۔۔ کیونکہ آپ نے تو دور صحابہ میں یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا۔  
 اور یہ بھی ممکن ہے آپ تک یہ حدیث پاک نہ پہنچی ہو ”کہ مجھے تم (امت) پر  
 شرک کا اب کوئی خوف نہیں رہا“، وغیرہ۔



”میری قبر کو بت نہ بنانا“، اور کیا قبر اور بت ایک جیسے ہیں:

یہ بے ادب اور بے لحاظ لوگ قبر النبی ﷺ اور قبور صالحین کو بت اور برابر قرار دیتے ہیں اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعائیں مانگی تھی: ”اللهم لا تجعل قبری وثناً، یبعد“، ”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے۔“

(مسند احمد: ۲/۳۸۷، موطا امام مالک: ۱۵۹)

یعنی ان لوگوں کی عقل ایسی الٹی ہے کہ آپ ﷺ کی دعا کا مطلب بھی الٹا سمجھ لیا۔ کہ بجائے آپ کی یہ دعا قبول ہونے کے الٹ ہو گیا، اور آپ کی قبر بت بن گئی، جس کی پوجا کی جاتی ہے۔ (استغفر اللہ!) ان الوهابیۃ قوم لا یعقلون!

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں اجتہاد کرنے والوں کی فہم و فراست کا یہ معیار ہے۔ حالانکہ اس فرمان پاک کا صاف یہ مطلب بنتا ہے کہ چونکہ نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ لہذا یہ حدیث پاک خود اس بات کی گارنٹی اور ثبوت ہے کہ کسی دور میں بھی آپ کی قبر مقدس کے ساتھ بت والا معاملہ نہیں ہو سکتا۔

اور اسی طرح وہ حدیث پاک کہ شیطان مایوس ہو گیا کہ جزیرۃ عرب میں اس کی عبادت ہو (شیخ سلیمان کے حوالے سے آرہی ہے)، اور مزید یہ حدیث طیبہ کہ: شیطان مایوس ہو گیا کہ اب (پوری دنیا میں کہیں بھی) نمازی اس کی بندگی کریں۔

(البدایہ، ابن کثیر: ۶۶۱)

پتا چلا کہ نجدی گروہ کا اہل حرمین کو نبی اکرم ﷺ سے طلب شفاعت کی وجہ سے مشرک و مباح الدم قرار دیکر ان سے قتل و قتال کر کے، قبضہ کرنا جھوٹ اور سارا ڈرامہ تھا۔



قبور صالحین کو بت اور بتوں جیسا کہنا یقیناً گستاخی و بے دینی ہے۔

کہاں: ”ما بین قبری ومنبری روضة من الرياض الجنة“ (نسائی: کتاب

المساجد، مسند احمد: ۶۳/۳، تاریخ کبیر بخاری: ۳۹۲/۱، مجمع الزوائد: ۸/۳، مشارق الانوار: ۱۰۵/۱، قاضی عیاض، شرح نووی مسلم: ۱۶۱/۹، عمدة القاری: ۲۶۱/۷، تلخیص الحیر: ۲۳۰/۳، امام بخاری و مسلم نے باب باندھا ”باب فضل ما بین قبری ومنبری الخ“: بخاری، کتاب الطوع، مسلم کتاب الحج)

اور ”من زار قبری وجبت له شفاعتی“، (سنن دارقطنی: ۲۷۸/۲، شعب الایمان

للبيهقي: ۳۹۰/۳، مجمع الزوائد: ۲/۳، شہاب ثاقب) اس طرح ہر ولی کی قبر بھی جنتی باغ ہوتی ہے

۔۔۔۔ اور کہاں جہنم کا ایندھن اور بے وقعت بت۔ (الانبياء: ۹۸)

نجدی قرب قیامت کے اس خاص وقت کا تعین کریں (دہلوی کی دھاندلی)

نجدی مذکورہ بالا تین حدیثوں میں سے حدیث کے الفاظ ”حتی لا تقوم

الساعة“ سے قرب قیامت سے آج ہی کا زمانہ مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ ان احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انتہائی قریب قیامت کا زمانہ مراد ہے۔

پیشوائے وہابیہ اسماعیل دہلوی نے برصغیر میں وہابیت کے فروغ اور فرقہ

واریت کے لیے جو جھوٹ اور بدعتیں گھڑیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ جس کو مسلم شریف کی روایت (آگے آرہی ہے) کے تحت گھڑا۔ اور آج سے (۱۵۰) سال پہلے ہی یہ لکھ مارا:

”سو پیغمبر خدا کے فرمان کے موافق ہوا (یعنی وہ قرب قیامت والی باؤ چل گئی

، اور جس کے دل میں ذرہ بھی ایمان تھا وہ فوت ہو گیا) یعنی مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی اماموں

شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں، اس طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے، اور

(مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں، اور انکی رسموں پر چلتے ہیں۔



(تقویۃ الایمان: ۵۰، ۵۱) (لعنة الله على الكاذبين!)

دہلوی کو یہ فیض شیخ نجدی سے ملا، محمد بن یوسف سورتی غیر مقلد نے شیخ نجدی کے حوالے سے لکھا، کہ وہ سمجھتا تھا: ”آج“ لا الہ الا اللہ کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں رہا۔

(مقدمہ، کتاب التوحید، مترجم، ص ۱۸)

گویا کہ ساری دنیا کے کلمہ گو سمیت نجدیوں کے، کافر و مشرک ہی ہیں!

جبکہ ”۱۵۰“ سال گزرنے کے بعد بھی، ابھی تک قریب قریب قیامت کے کوئی

آثار نہیں ہیں، اور علاماتِ کبریٰ بھی باقی ہیں۔ حالانکہ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دورِ پاک

میں بھی یہ فرمایا تھا: ”میں اور قیامت دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔

(مسلم، کتاب الفتن، وغیرہ) یعنی قیامت انتہائی قریب ہے، حالانکہ (۱۴) صدیاں گزر گئیں

اور ابھی قیامت نہیں آئی۔

اب ہم نجدیوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے تو مذکورہ بالا احادیث (مسلمان بتوں

کی پوجا کریں گے) کا مصداق آج سے ”۲۰۰“ سال پہلے کے زمانہ کو ٹھہرا کر اس وقت بھی

امت کی اکثریت کو مشرک جان کر اُنکا مال و خون مباح قرار دے کر اُنکا قتل عام کر چکے

ہو۔ (کشف المشبات ۹: ”تاریخ نجد و حجاز“)

لہذا تم پر لازم و ضروری ہے کہ ان احادیث میں ”حتی لا تقوم الساعة“

وغیرہ کے وقت و حالات کا تعین کسی صحیح صریح حدیثِ پاک سے کرو۔

حالانکہ آج کے اس پر فتن دور میں بھی، الحمد للہ! اسلام کا نقش باقی ہے،

قرآن سلامت ہے، مساجد میں اذانیں ہو رہی ہیں، لوگ باوجود بے عملی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں، تقویٰ شعار لوگ بھی موجود ہیں۔



حالات کے تعین والی احادیث کیوں چھپاتے ہیں؟:

مذکورہ بالا احادیث کو اُمت کی اکثریت اور آج کے زمانے کے مسلمانوں پر منطبق کر کے ان کو مُشرک کہنا، نجدیوں کا رسول اللہ ﷺ پر صریح بہتان، غلو فی الدین اور اسلام دشمنی ہے۔

چوری اور بددیانتی یہ ہے، اسماعیل دہلوی اور اس کے مقلدین، قبیلہ دوس کی عورتوں کے ذکر والی حدیث (تقویۃ الایمان: ۹۱، مکتبہ خلیل) جو مسلم شریف سے پیش کرتے ہیں، اس سے اگلی حدیث مسلم (جس کی شرح میں دہلوی نے مذکورہ جھوٹ بولے) کو کبھی مکمل چھپا کر اور کبھی آدھا مضمون چھپا کر، (جس طرح دہلوی نے کیا) یہود کی سنت، ”وتکتُموا الحق“، ”کہ تم حق نہ چھپاؤ“، ادا کرتے ہیں۔

اسی حدیث مسلم میں حریص امت ﷺ نے حالات و اوقات کا تعین اور علامات بیان فرمادیں۔۔۔ کہ کب جا کر کچھ قبائل وغیرہ آباء کے دین کی طرف دوبارہ لوٹ آئیں گے۔۔۔ بتوں کی پوجا اور شرک کریں گے۔

۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتیں ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ دن اور رات (کا یہ سلسلہ) اُس وقت تک ختم نہیں ہوگا، جب تک لات وعزیٰ کی عبادت نہ کی جائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے: ”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق الخ“، ”وہ ذات جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اُس کو تمام دینوں پر غالب کر دے، خواہ مشرکین کو یہ ناگوار گزرے“۔ (توبہ: ۳۳) تو میں یہ گمان



کرتی تھی، کہ یہ دین مکمل ہو گیا (اور اب کفر و شرک نہ ہوگا)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے، وہ واقع ہوگا، ”ثم یبعث اللہ ریحاً طیبہ“، اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جس کی وجہ سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ فوت ہو جائیگا، اور جس کے دل میں بالکل خیر نہیں ہوگی وہ باقی ہوگا، اور وہ لوگ اپنے آبائی دین کے طرف لوٹ جائیں گے، (پھر جا کر یہ صرف نام کے مسلمان حقیقت میں بے ایمان شرک کریں گے)۔ (مسلم شریف، کتاب النہن)

اس حدیث پاک میں ”لا یذهب الیل والنہار“، کہ دن رات کا یہ سلسلہ اُس وقت تک ختم نہیں ہوگا، جبکہ لات وعزیٰ کی پرستش نہ کی جائے، سے انتہائی قرب قیامت کے وقت کی طرف اشارہ ہے۔

”ثم یبعث اللہ ریحاً طیبہ“، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، یہ علامت بیان کر کے سید عالم ﷺ نے وقت اور حالات کا خوب تعین فرمادیا۔

مزید یہ کہ اسماعیل دہلوی نے مذکورہ بالا حدیث کے بعد جو حدیث نقل کی ہے، اس میں بھی مزید دو علامتیں موجود تھیں، جن سے اس نے دانستہ طور پر آنکھیں بند کر لیں، اور بددیانتی کی۔۔۔ ملاحظہ کریں۔

۲: ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: دجال نکلے گا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا، وہ دجال کو ڈھونڈ کر ہلاک کر دیں گے: ”ثم یرسل اللہ ریحاً باردة من قبل الشام“، ”پھر اللہ تعالیٰ شام سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا“، جو روئے زمین کے ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لے گی، جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان یا خیر ہوگی۔



پھر برے لوگ باقی رہ جائیں گے، جو چڑیوں کی طرح جلد باز، بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے، وہ نہ کسی نیک بات کو اچھا سمجھیں نہ بری کو برا، ان کے پاس شیطان کسی بھی میں آئے گا، اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟۔۔۔ وہ کہیں گے تم کیا حکم دیتے ہو؟ ”فيا امرهم بعبادة الاوثان“، ”وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا“۔۔۔ وہ اسی میں مصروف کار ہوں گے، ان کا رزق اچھا ہوگا، اور ان کی زندگی عیش و عشرت سے ہوگی، پھر صور پھونک دیا جائے گا۔ (مسلم: کتاب فتن، باب ذر وہل)

### نجدیوں پر سوالات:

ہم ان غالیوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ ”ربح طيبة“ چل چکی ہے؟۔۔۔ اور جو لوگ باقی زندہ ہیں یہ سارے بے ایمان ہیں؟۔۔۔ کہ جن کے دلوں میں ذرہ بھی خیر نہیں رہی؟۔۔۔ تو پھر صرف نجدی ہی ایماندار کیسے رہ گئے؟۔۔۔ اور کیا دجال کا خروج بھی ہو چکا؟۔۔۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آکر تشریف لے گئے؟

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے تو وہ قرب قیامت والی ریح آج سے تقریباً (۱۸۰) پہلے چلا دی۔۔۔ اور لکھ مارا: ”سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا الخ“۔ (تو یہ الایمان: ۹۶، مکتبہ خلیل) یعنی وہ باؤ چل گئی، اور وہ شرک پھیل گیا، اور اب سارے کلمہ گو، حقیقت میں بے ایمان ہی ہیں۔ استغفر اللہ!

غیر مقلدو!۔۔۔ دیوبندیو! تمہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہیے، کہ جس کتاب کے تمام مضامین کی تم تصدیق کرتے ہو۔۔۔ کتاب وسنت کے مطابق کہتے ہو۔۔۔ بڑے فخر و دعوے سے اور دین کی خدمت سمجھ کر بار بار چھاپتے ہو۔ اس کتاب



میں صالحین کی توہین کرنے اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے، کس قدر قصدِ ابڑے بڑے جھوٹ بولے گئے، جن کو تم قیامت تک سچ ثابت نہیں کر سکتے۔ (مزید: ”تقویۃ الایمان اور اسماعیل دہلوی“، ”دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں فرق ہے؟“ عنوانات ملاحظہ کریں)

اور کاش تم لوگ دہلوی کے فہم و تدبیر کے متعلق گھر کے گواہ اس کے چچا عبدالقادر کی اس گواہی اور تحقیق کو یاد رکھتے: ”بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا“۔ (ارواحِ ثلاثہ: ۹۸، از اشرف علی تھانوی)

امت کی اکثریت کو مشرک کہنا، ختم نبوت اور تکمیل دین کا انکار کرنا ہے:

جب عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے لات وعزیٰ کی عبادت کی خبر سنی، تو حیران ہو گئیں، اسی لیے آپ نے (توبہ: ۳۳) سے استدلال کیا۔ (حدیث پاک گزر چکی)

گویا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ مکمل اور غالب دین ہے، اور آپ آخری نبی ہیں، اگر آپ کے وصال کے بعد دوبارہ یہ امت دوبارہ مشرک ہو جائے گی، تو پھر یہ دین مکمل اور غالب کیسے ہوا؟۔۔۔ ام المؤمنین کے استدلال سے بھی معلوم ہوا ”ان نشر کو بعدی“ صرف صحابہ کے ساتھ خاص نہیں۔۔۔ اور رسول کائنات ﷺ نے بھی جواباً حالات کی وضاحت فرمادی: کہ یہ شرک اُس وقت ہوگا، جب ایک بھی آدمی ایسا نہیں رہے گا، جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو۔

لہذا سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے کے انداز سے اور رسول اللہ ﷺ کے جواب سے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ بات ثابت اور واضح ہو گئی کہ ”ثم یبعث اللہ ربعا طیبة“، اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تک امت کی



ایسی اکثریت، کہ جو ”شُرک فی النبوة“ برداشت نہ کرتی ہو۔۔۔ اُس پر ”شُرک فی الالوهیت“ کی تہمت لگا کر اُسکو مشرک کہنا۔۔۔ دین محمدی ﷺ اور رسالت محمدی ﷺ کو نامکمل اور ادھورا جاننا اور ختم نبوت کا انکار کرنا ہے۔۔۔ کہ گویا آپ کی تبلیغ رسالت کا نتیجہ بھی پہلے نبیوں کی طرح نامکمل ہی رہا۔

سعودی تفسیر (ص: ۱۳۹۳) اور شیخ نجدی کی سیرت کی کتابوں میں یہی باور کرایا گیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کا اثر ختم ہو گیا تھا، پوری دنیا میں ہر سو پھر سے شرک پھیل گیا تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ نجدی کو بھیج کر وہی کام لیا، جو رسول اللہ سے لیا تھا۔ (استغفر اللہ!)

اور شیخ نجدی نے پورا پورا رسول اللہ ﷺ جیسا انقلاب برپا کیا۔۔۔ گویا شیخ نجدی کو خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا شریک بنایا گیا، جو کہ ختم نبوت میں ڈاکہ ڈالنا ہے۔  
مجھے بتا تو سہی۔۔۔۔۔ اور کافری کیا ہے؟؟؟

جبکہ سرور کائنات ﷺ کی خبر یہ ہے: میری امت کا امر ہمیشہ مستقیم رہے گا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔ (بخاری: ۷۳۱۳)

قرآن کی بقاء، امت کے ایمان کی بقا کی دلیل ہے:

حدیث پاک: کہ ہر نبی کو وہ معجزہ دیا گیا کہ جس کی مثل (عقل رکھنے والے) لوگ اُس پر ایمان لائیں، اور جو معجزات میں سے مجھے عطا کیا گیا، وہ وحی (قرآن) ہے، جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ (اسی قرآن وجہ سے بھی)، ”اکثر ہم تابعاً یوم القیامة“، کہ روزِ قیامت میری امت کی تعداد سب سے زیادہ



ہوگی۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن)

یعنی جب تک قرآن باقی رہے گا میری اُمت بڑھتی رہے گی، نہ کہ بقول وہابیہ کے مُشرک ہوتی رہے گی۔ لہذا قرآن کی سلامتی، اُمت کے ایمان کی سلامتی کی دلیل ہے۔ اور اگر مومن صرف یہ نجدی ہی ہوں، باقی اہلسنت (سوا دِ اعظم) مُشرک ہی ہوں، تو ان چند نجدیوں پر بڑی اُمت و جماعت کا اطلاق کسے درست ہو سکتا ہے، اور صرف یہی چند ٹوٹرو اُمت کی اتنی (۸۰) صفیں کیسے پوری کر سکتے ہیں۔

(ترمذی: کتاب صفۃ الجہۃ، ابن ماجہ: کتاب الزہد)

ایسا وقت تب آئے گا جب قرآن اُٹھ جائے گا:

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ دانائے غیوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام ایسے ہی پرانا ہو جائیگا، جیسے کپڑے کی رنگت پرانی ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ یہ جاننے والے بھی باقی نہ رہیں گے، کہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ کیا چیز ہے۔

اور کتاب اللہ ایک ہی رات میں ایسی غائب ہو جائے گی کہ اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ اور مسلمانوں کے چند گروہ باقی رہ جائیں گے، جنکے بوڑھے اور بوڑھیاں یہ کہیں گی: کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا تھا، ”لا الہ الا اللہ“۔ اور ہم بھی آج یہ کہتے ہیں۔

صلہ بن زفر رحمۃ اللہ علیہ (حضرت حذیفہ سے روایت کرنے والے تابعی) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کہ جب وہ نماز، روزہ اور قربانی سے منہ پھیرتے رہے (حتیٰ کہ انہیں بھول ہی گئے)، تو انہیں پھر بھی یہ کلمہ کچھ فائدہ دے گا؟



حضرت صلہ نے یہ سوال تین مرتبہ کیا اور ہر بار حضرت حذیفہ منہ پھیرتے رہے، تیسری مرتبہ صلہ کی طرف منہ کر کے حضرت حذیفہ نے (یہ فتویٰ دیا): ”یا صلہ! تُنَجِّیہم من النار، ثلاثاً“، اے صلہ! یہ کلمہ بھی اُنکو دوزخ (میں ہمیشہ جلنے) سے ضرور نجات دے گا، یہ جملہ تاکیدات تین مرتبہ کہا۔۔۔ (سبحان اللہ!)۔

(ابن ماجہ، ابواب النعم، مستدرک للحاکم: ج ۵: ۸۵۰، یہ حدیث صحیح ہے)

اس حدیث پاک میں یہ وضاحت اور ترتیب ہے، کہ پہلے اعمال ختم ہوں گے۔۔۔ پھر اچانک مکمل قرآن اُٹھ جائیگا۔۔۔ باقی چند گروہ مسلمانوں کے رہ جائیں گے، جنہیں صرف کلمہ یاد ہوگا۔۔۔ لہذا یقیناً یہی وہ دور اور زمانہ ہے کہ جب ”بفسی طوائف من الناس“ کہ امتیوں کے چند باقی رہ جانے والے انہی گروہوں میں سے، کچھ قبائل اور گروہ اپنے مشرک باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اور لات وعزى وغیرہ بتوں کی عبادت کریں گے۔

لیکن دہلوی نے پہلے ہی لکھ دیا: کہ (مسلمان) کافروں کے بتوں کو مانتے

ہیں۔ (تقویۃ الایمان: ۹۸، مکتبہ خلیل) بحسب اللہ علی الکاذبین!

حالانکہ اس دور کے مسلمانوں کے ایمان کی تو، ”اعجب ایماناً“ فرما کر محبوب

علیہ السلام نے خود تحسین فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ: ۶۲۸۸۔ ”ایمان رجیکٹ کر دیا“ عنوان ملاحظہ کریں)

مگر نجدیوں نے الٹی چال چلی۔۔۔ اور ترتیب الٹی کر دی کہ امت مشرک

پہلے ہو گئی۔۔۔ ایمان دنیا سے چلا گیا،۔۔۔ قرآن اور اعمال باقی رہ گئے۔

حالانکہ ان توحید کے جھوٹے ٹھیکیداروں کے پاس کوئی ایک بھی دلیل موجود نہیں۔

الحاصل اب اگر کوئی شخص بھی دیانتداری کے ساتھ فہم حق کے لیے ان مذکورہ



احادیث میں غور و فکر کرے گا، اور ان میں تطبیق دے گا۔۔۔ تو انشاء اللہ! یہ کہے بغیر نہ رہ سکے گا کہ آج نجدی جن حدیثوں کو بنیاد بنا کر کے عامۃ المسلمین کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔۔۔ یہ انکار رسول اللہ ﷺ پر صاف بہتان اور امت پر ظلم ہے۔۔۔ اور یہ بھی مانے گا کہ دنیا میں اس نجدی ٹولے سے بڑی جھوٹی اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ کو امت پر کن امور کا خوف تھا؟

۱: پچھلے صفحات میں آپ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک ملاحظہ کی، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر ریا کاری اور خفیہ شہوت کا خوف ہے۔

۲: محمود بن لبید راوی رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر جن چیزوں کا زیادہ خوف ہے، ان میں سے زیادہ خوفناک شے شرک اصغر ہے۔۔۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ریا کاری!۔ (شعب الایمان: ج ۵: ۶۸۳۱، ابن ابی الدنیا، اور امام احمد نے جید اسناد سے روایت کیا)

۳: بخاری شریف کتاب الجنائز کی حدیث پاک کئی بار گزر چکی ہے کہ مجھے تم پر اس چیز کا تو کوئی خوف نہیں رہا کہ میرے بعد شرک کرو گے، ”ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا“، اور لیکن اس چیز کا خوف ضرور ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(یہی مضمون آگے جاری ہے)

آپ کو امت پر شرک کرنے کا نہیں، بلکہ تہمت شرک کا خوف تھا:

۴: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے



فرمایا: ”ان ما اتخوف علیکم رجل“، بیشک مجھے تم پر ایسے شخص کا خوف ہے، جو قرآن پڑھے گا (یعنی بظاہر عالم دین ہوگا)۔ یہاں تک کہ جب اُس پر قرآن کی رونق آنے لگے، اور اُس نے اسلام کی چادر اوڑھ لی ہوگی، تو اُسکی حالت بدل جائے گی، جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، تب وہ اُس چادر اسلام سے نکل جائیگا اور اُسے پس پشت ڈال دے گا۔

”وسعی علی جارہ بالسیف، ورماہ بالشرك“ اور وہ اپنے علاقے کے لوگوں پر شرك کی تہمت لگائے گا، اور اُن پر تلوار سے حملہ آور ہوگا۔

راوی نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ اُن دونوں میں مشرک ہونے کا دراصل حقدار کون ہوگا؟ جس پر شرک کی تہمت لگائی گئی۔۔۔ یا شرک کی تہمت لگانے والا؟

”قال بل الرامی“، آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا حقیقت میں خود مشرک ہوگا!۔ (حافظ ابن کثیر نے کہا: کہ یہ اسناد خوب عمدہ اور کھری ہیں)۔

(تفسیر ابن کثیر، عن مسند ابی یعلیٰ، تحت اعراف ۱۷۵، ج ۲۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۔ مسند بزار، ج ۷۔ تاریخ کبیر امام بخاری، ج ۳۔ معجم الکبیر طبرانی، ج ۲۰۔ مسند شامین طبرانی، ج ۲۔ سنن ابن ابی عامر، ج ۱۔ مجمع الزوائد، ج ۱۔ جامع الاحادیث کبیر سیوطی، ج ۳۔ جامع المسانید والسنن ابن کثیر، ج ۳۔ کشف الکھاری، ج ۱۔ شرح مشکل الآثار طحاوی، ج ۲)۔

خلاصہ احادیث: مذکورہ بالا چاروں احادیث کو خوب ذہن نشین کر کے غور کریں، کہ دانائے غیوب ﷺ کی صفت و شان حریص علیکم ہے، جو سب سے زیادہ اپنی اُمت کی بھلائی چاہنے والے، غم کھانے والے ہیں، اُنکو اپنی اُمت پر کن کن امور کا خوف و اندیشہ تھا، اور آپ کی تعلیمات کیا ہیں؟۔

اور دوسری طرف ان نجدیوں، خارجیوں کی ذہنیت، سوچ، تعلیم اور مشن کو بھی دیکھیے!۔۔۔ اور خود فیصلہ کریں کہ دین اسلام اور نجدی دھرم میں کتنا تضاد و تعارض ہے۔



رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں: کہ مجھے امت کے شرک کرنے کا نہیں، بلکہ ظلماً شرک کی تہمت لگائے جانے کا خوف ہے۔

اور یہ قرن الشیطان کہے: کہ امت کی اکثریت مشرک ہو گئی۔

عمل بالحدیث کے دعوے دار، اگر اس حدیث پاک میں غور و تدبر کرتے، تو ان کو اس حدیث پاک میں اپنی اصلی صورت نظر آ جاتی، اور وہ وہابیت سے تائب ہو جاتے۔

وکان امر اللہ قدراً مقدوراً

جبکہ یہ لوگ جان بوجھ کر (ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتبوا الحق والتم تعلمون) پر عمل کرتے ہو اس روایت کو چھپاتے ہیں، کہ کہیں ہمارے دین باطل کا پول نہ کھل جائے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ جن برائیوں کا رسول اللہ ﷺ کو امت پر خوف تھا، (مثلاً ریا کاری، خفیہ شہوت، عورت، حرم دنیا اور امت پر تہمت شرک) یہ لوگ ان کے خلاف جہاد و تبلیغ کرتے۔ مگر ان کا بڑے سے لیکر چھوٹا، خود ان گناہوں میں مبتلا ہے۔

بلکہ شیخ نجدی نے اپنے گھناؤنے مشن کی تکمیل کے لیے، ابن سعود کی بیوی کو۔ اور ابن سعود کی بیوی نے ابن سعود کو، وسیع سلطنت کا لالچ دے کر ہی گمراہ کیا، اور مزید اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر کے اپنا حامی اور ساتھی بنایا تھا۔

اور دنیا کے لالچ کے لیے ہی نجدیوں نے حرمین شریفین کے مسلمانوں پر شرک کا جھوٹا فتویٰ لگا کر، ان کو تہ تیغ کر کے قبضہ جمایا تھا۔ (نواب صدیق نے بھی یہی لکھا، آگے آ رہا ہے)

یہ بھی دیکھ لیجیے کہ دانائے غیوب ﷺ کی خبر کے مطابق، آج یہ فتنے (ریا، حرم



دنیا، خفیہ شہوت، تہمت شرک) زوروں پر ہیں۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین!)

مسلمانوں کو مشرک کہنے والا، خود مشرک ہوگا:

مذکورہ بالا چوتھی حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے شرک کے جس فتویٰ سے خوف کا اظہار کیا، اس کا ایک بہت بڑا ثبوت ”سعودی تفسیر“ ہے۔

اگر مزید تحقیق درکار ہو تو، وہابی حضرات کے کسی بھی کتب خانے پر چلے جائے، آپ کو آدمی سے زیادہ کتابیں وہی نظر آئیں گی، جو صرف مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اور ایسی تمام کتابوں کے بنیادی ماخذ، ”کتاب التوحید“، ”کشف الشبهات“ اور ”تقویۃ الایمان“ ہیں۔

ان کتابوں میں بلادلیل، محض قرآنی آیات کی خود ساختہ تفسیریں اور معنوی تحریفیں کر کے، ان ان امور کو شرک بنایا گیا کہ جن کو اس قرن الشیطان سے پہلے (سوائے ابن تیمیہ یا اس کے ہموادوں کے) کسی نے بھی شرک نہیں کہا۔

پوری اسلامی تاریخ چھان ماریے آپ کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے علاوہ اس امت میں وہ پہلا شخص اور کوئی بھی نہیں ملے گا، جو اس حدیث پاک کا مصداق ہو۔۔۔ جس نے مسلمانوں کے متواتر عقائد کو شرکیہ قرار دے کر ان کا قتل عام کیا ہو۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے بھی لکھا: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری: ۱/۱۷۱، سعودی تفسیر: ۹۷، پر اسی کتاب کا حوالہ دیا گیا)

اور شیخ نجدی کے بعد دوسرا مصداق اسماعیل دہلوی ہے، جس نے شیخ نجدی



کی ”کتاب التوحید“ کا ”تقویۃ الایمان“ کی صورت میں ہندوستان میں دوسرا ایڈیشن پیش کیا۔ اور یہ کتاب لکھ کر خود اقرار بھی کیا کہ میں نے (قصداً اور ظلمناً) شرک اصغر کو ”شرک اکبر“ لکھ دیا ہے۔ جو یقیناً تفریق امت کا سبب بنے گا، مگر اُمید ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ملخصاً، اکمل البیان: ۱۴۔ ارواح ملاحہ از اثر فعلی تھانوی: ۸۳)۔ (تقویۃ الایمان کے شرک کے فتوؤں کی جھلک عنوان ”تقویۃ الایمان کی بدعات“ ملاحظہ کریں)

### نجدی خود مشرک ہیں:

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اس بات پر نص ہے کہ ”اس امت کو مشرک کہنے والا خود مشرک ہوگا“، جیسے کسی مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

(بخاری: ۹۰۱/۲، مسلم: ۵۷/۱ وغیرہ)

وہابیہ کا ایک (۱) شرک تو یہ ہے کہ جو باتیں انہیں محبوب خدا ﷺ کے متعلق شرک اکبر نظر آتی ہیں، وہی باتیں اپنے مولویوں اور وڈیروں کے متعلق عین توحید دیکھائی دیتی ہیں۔

ان کے شرک کی دوسری (۲) صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ والوں کے لیے کئی ایسی صفات ثابت کرنے کو شرک کہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہی نہیں، مثلاً فوت شدہ سے، دور والے سے مدد مانگنا وغیرہ۔۔۔ جس سے یہ لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ”فوت ہونا“، ”دور و نزدیک ہونا“ صفات ثابت کرتے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق کی صفات خاصہ ثابت کرنا بھی ایسا ہی شرک ہے، جیسا اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ مخلوق کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔

اور شرک کا معنی تو برابری کے ہیں، تو جب فوت ہونا، دور و نزدیک ہونا، اللہ



قدوس کی صفات ہی نہیں۔۔۔ تو پھر فوت شدہ، اور دور والے سے استمداد، اللہ تعالیٰ سے برابری کیسے ہوئی؟۔۔۔ اور اگر برابری نہ ہوئی تو پھر شرک کیسے ہوا؟۔

(ملاحظہ کریں؛ ”شرک کیا ہے؟ اور شرک کون؟“، از علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، اولیٰ بک)

ان کے شرک کی ایک تیسری (۳) صورت، انہیں کے اصول کے مطابق یہ بھی بنتی ہے، کہ جن عقائد کی وجہ سے یہ لوگ ہمیں مشرک کہتے ہیں، وہ سارے عقائد خود ان کے گھر، انہیں کی کتابوں سے بلا انکار و تردید ثابت ہیں۔

(”اختلاف ختم ہو سکتا ہے“، از علامہ ابو الحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، اولیٰ بک، ملاحظہ کریں)

وہابیوں کے شرک کی چوتھی (۴) صورت یہ ہے، کہ چونکہ ان کے دھرم میں فوت شدہ کا وسیلہ اور مدد شرک اکبر ہے، لہذا نجدی پانچ نمازیں پڑھ کر مشرک ٹھہرے۔ کیونکہ پچاس سے پانچ نمازیں، ایک وصال یافتہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ اور مدد سے ہوئیں۔

اگر نجدی کہیں کہ وہ تو ایک معجزہ کی صورت تھی۔۔۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ: کیا معجزہ کی صورت میں شرک جائز ہو جاتا ہے؟۔۔۔ اور دوم، وہابیوں سے پہلے سلف کرام میں سے کس نے معجزہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس وسیلے اور مدد کا انکار کیا؟۔

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف۔

وحید الزماں کی گواہی، کہ مسئلہ شرک میں غالی اور خارجی کون؟:

نام نہاد غیر مقلدین کے مجتہد اور مترجم وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں:

”ہمارے بعض متاخرین نے شرک کے مسئلہ میں بہت غلو و تشدد کیا اور دائرہ



اسلام کو بہت تنگ کر دیا، مکروہ و حرام امور کو بھی شرک قرار دے دیا۔ اگر اس شدت سے اُنکا مقصد شرکِ اصغریٰ ان امور کا سد باب مقصد ہے تو اللہ اُنکو معاف کرے۔ وگرنہ وہ دین میں سخت غالی اور تشدد کرنے والے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لَا تَغْلُوا فِی دِیْنِکُمْ“، کہ دین میں زیادتی نہ کرو۔ دین میں تشدد ”خارجیوں“ کی نشانی ہے جو دین سے خارج اور عہد شکن ہیں۔“

حاشیہ میں لکھا ہے: ”اور وہ“ محمد بن عبدالوہاب نجدی“ ہے، جس نے ان امور کو شرک اکبر قرار دیا (جو شرک نہیں تھے)، اور اس کی اتباع میں ”اسمعیل دہلوی“، نے تقویۃ الایمان میں بھی وہی کارروائی کی ہے، اس پر شیخ نجدی کے (سگے) بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے رد کیا۔“

(ہدیۃ المہدی: ۲۶، عربی)

”الفضل ما شهدت به الاعداء“،

لیجئے جناب! خود اُن کے گھر کے مستند آدمی نے دو ٹوک فیصلہ کر دیا، کہ واقعتاً یہی دونوں حضرات ہیں، جنہوں نے مسئلہ شرک کے متعلق انتہائی غلو سے کام لیا، جو کہ خارجیوں کی نشانی ہے۔ پوری تاریخ اسلامی میں ان دو کے علاوہ اور کوئی نہ ملے گا، جس نے مسئلہ شرک میں اتنا تشدد اور زیادتی کی ہو۔

لہذا واضح ہو گیا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ”شرک کی تہمت لگانے والے آدمی“ کا مصداق، یہی دو حضرات ہیں، اور ان کے متبعین۔

سعودی مفتی کی گواہی، اس حدیث کا مصداق کون؟:

مذکورہ بالا حدیث پاک میں، ”رجل قراء القرآن“، ”ایک ایسا آدمی ہوگا جو قرآن پڑھے گا“، کی دو علامتیں بیان فرمائیں ہیں۔ ا: جارہ بالسيف۔



۲: رماہ بالشرك، ”تکوار سے حملہ کرنا اور شرک کی تہمت لگانا“۔

یعنی قرآن کی آڑ لے کر کافروں کے متعلق آیات مسلمانوں پر چسپاں کر کے شرک کی تہمت لگا کر قتل کرے گا۔ اصلی مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کرنے کی یہ علامت ”بخاری کتاب التوحید“ میں بھی ہے کہ: ”یقتلون اهل اسلام ویدعون اهل الاوثان“، مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دے رہیں گے۔  
یعنی یہود و نصاریٰ سے یارانہ ہوگا، اور اہل ایمان سے دشمنی۔

یہ دونوں علامتیں سعودی مفتی بن باز نے اپنے رسالے میں شیخ نجدی کے حوالے بڑی صراحت سے لکھی ہیں: ”کہ شیخ نجدی نے مسلمانوں کو شرک سمجھ کر ان سے ”جہاد بالسيف“ کیا، اور اس طرح خطہ عرب سے شرک کو مٹایا۔“

(ملاحظہ ہو ”سیرت محمد بن عبد الوہاب“ ۳۱، ۴:، دعوة وارشاد الریاض)

نجدیوں کا یہ جہاد بالمسلمین شیخ نجدی کے مرنے کے بعد بھی وقفے وقفے سے جاری رہا۔ جس کی انتہا ”قبضہ حرمین شریفین ۱۹۲۰ء“ پر ہوئی۔ (نجدیوں کے جہاد باطل اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ گٹھ جوڑ کی تفصیل، ”دالیان نجد و حجاز“، اولیٰ بابک۔ اور ”تاریخ نجد و حجاز“ میں ملاحظہ فرمائیں)  
مزید علامتیں ”نجدی اور تمیمی“ ہونا:

نبی اکرم ﷺ نے اس فتنہ عظیم کے ابھرنے کی جگہ اور نسل و خاندان کے متعلق بھی نشاندہی فرمادی۔

۱: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شام اور یمن کے لیے برکت کی دعا کی، مگر باوجود کچھ لوگوں کے عرض کرنے کے بھی نجد کے لیے دعا نہیں فرمائی۔ تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہونگے، اور وہاں سے شیطان کا گروہ



نکلے گا۔ (بخاری، کتاب الفتن)

۲: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، کہ ذوالخویصرہ تمیمی آیا، اور کہنے لگا: اعدل یا محمد! اے محمد انصاف کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے غضبناک ہو کر فرمایا: کم بخت اگر میں انصاف نہیں کرنے والا، تو میرے سوا اور کون ہے الخ۔ (بخاری، کتاب استنابہ المرتدین)

۳: ایک روایت میں ہے: کہ اس شخص کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی، جو قرآن پڑھیں گے، مگر حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری، کتاب التوحید)

مذکورہ بالا پہلی حدیث شریف میں جگہ کی نشاندہی ہے، کہ ”نجد“ سے شیطانی گروہ نکلے گا۔ دوسری حدیث میں خاندان ”بنو تمیم“ کی نشاندہی ہے۔

اور تیسری میں اس آدمی کی نسل (بنو تمیم) سے، وہ شیطانی گروہ نکلنے کی صراحت ہے۔

شیخ الاسلام سید احمد بن زینی دحلان کی شافعی (۱۳۰۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پر یہی وضاحت فرمائی ہے۔ (الدرر السیہ: ۵۱)

سعودی مفتی ابن باز کے اس مذکورہ رسالے (سیرت شیخ محمد بن عبد الوہاب: ۶) پر

لکھا ہے: ”امام شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی التمیمی الحنبلی النجدی“۔

اس حدیث کا مصداق اگر شیخ نجدی نہیں تو اور کون ہے؟:

قارئین! احادیث مبارکہ میں بیان کی گئیں ساری علامات، کہ قرآن پڑھے

گا۔۔۔ شرک کی تہمت لگائے گا۔۔۔ تلوار سے حملہ کرے گا۔۔۔ اور یہ قرن الشیطان



خاندان بنو تمیم۔۔۔ اور علاقہ نجد سے مد آمد ہوگا۔ یہ ساری علامتیں خود انہی کے مفتی اعظم کے رسالے کی روشنی میں محمد بن عبدالوہاب نجدی پر صادق آتی ہیں۔

ہم دنیائے وہابیت سے مطالبہ کرتے ہیں، اگر حدیث حذیفہ کا مصداق شیخ نجدی نہیں تو اور کون شخص ہے؟۔۔۔ جس نے شیخ نجدی سے بھی پہلے اور اس سے بھی بڑی ”شُرک مٹاؤ“ مہم، اور تحریک چلائی ہو؟۔

اور یہ بھی ثابت کریں ان متنازعہ امور (فوت شدہ کا وسیلہ و شفاعت و استمداد) کو شیخ نجدی سے پہلے بھی کسی نے شرکیہ قرار دیا ہو؟۔

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی شیخ نجدی کی تحریک کے بارے میں فرماتے ہیں: شیخ نجدی نے جو اپنے خانہ ساز عقائد کی عالم اسلام کو دعوت دی اور اُس دعوت کے انکار کو وجہ کفر قرار دے کر تمام مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا، اور جہاں جہاں اُس کا بس چلا، اُس نے اپنے مزموم مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ شیخ نجدی کی اس تکفیر عام، اور بیہمانہ قتل و غارت گری کے خلاف اُس وقت سے لے کر آج تک کے علماء اُس کی تحریک کے بطلان پر کتابیں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔

ہم قارئین کرام کے سامنے ان بے شمار کتابوں میں سے چند کتابوں سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ پہلے شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب (۱۲۰۶ھ) کے بھائی ”علامہ سلیمان بن عبدالوہاب“ (متوفی ۱۲۰۸ھ) کی شہرہ آفاق کتاب ”الصواعق المہیة“ سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

(اس کتاب کا ذکر وحید الزماں غیر مقلد نے بھی کیا۔ ہدیۃ المہدی)



شیخ نجدی کا رد اس کے بھائی، شیخ سلیمان سے: (توحید و رسالت کی گواہی کی اہمیت) لکھتے ہیں: ”تمہارے عقائد اور تکفیر کے صحیح نہ ہونے پر دلیل یہ ہے، توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن نماز ہے۔ اسکے باوجود جو شخص ریا کاری کے طور پر نماز پڑھتا ہے اُسکے بارے میں فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ بلکہ فرمائے گا: میں دوسرے شرکاء کی نسبت اپنے شرک سے زیادہ بے پرواہ ہوں، جس شخص نے اپنے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا، میں اُسکے عمل اور شرک کو چھوڑ دیتا ہوں اور قیامت کے دن ریا کار سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا کر اپنا اجر اُس شخص سے طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں فقہائے اسلام نے یہ کہا ہے کہ اُسکا عمل باطل ہے، یہ نہیں کہا کہ اُسکو قتل کرنا اور اُسکا مال لوٹنا جائز ہے۔ جبکہ تم اس بہت ہلکی اور معمولی بات کو کفر قرار دیتے ہو۔“

سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد: (عبادت کی حقیقت، مسلک سلف کا باغی، نئے دین کا بانی، چیلنج)

مزید لکھتے ہیں: ”اسی طرح نماز کے تمام ارکان میں سب سے اہم رکن سجدہ ہے، اور نذر و نیاز اور غیر اللہ پکارنے کی نسبت سجدہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ حالانکہ فقہائے اسلام نے سجدہ کے احکام میں بھی فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سورج، چاند، ستارے یا بت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص انکے علاوہ کسی اور کو (تعطیسی) سجدہ کرے وہ کفر نہیں، بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔“



لیکن تم فقہائے اسلام اور انکی عبارات کی تقلید نہیں کرتے، بلکہ جو کچھ تم نے (گمان فاسد سے) بطور خود سمجھا ہے، اُسی میں حق کو منحصر سمجھتے ہو، اور (ایک نئے دین کی بنیاد رکھ کر) اُسکو ضروریاتِ دین قرار دے کر اُسکے منکر کو کافر قرار دیتے ہو۔ اور جن مشتبہ عبارات سے تم استدلال کرتے ہو، وہ محض تمہاری مغالطہ آفرینی ہے۔

ہمارا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے خود ساختہ مذہب (دین و شریعت) کی تائید میں فقہائے اسلام میں سے کسی مسلم فقیہ سے نص صریح پیش کرو۔ اور اگر تم ایسی کسی عبارت کے پیش کرنے کی بجائے محض سب و شتم اور تکفیر پر اکتفا کرتے ہو، تو ہم تمہارے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔“

تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث: (ہر پکارنا عبادت نہیں، مسلک سلف) لکھتے ہیں: ”مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح نہیں، کہ غیر اللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں۔ حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے۔ کیوں کہ صحیح حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو“۔ (تاریخ بغداد: ۳۰۳/۹) اور حاکم نے اپنی صحیح میں، ابو عوانہ اور بزار نے سند صحیح کیساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے، تو وہ تین بار کہے: ”یا عباد اللہ! احبسوا“، اے اللہ کے بندوں مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو۔ تو اللہ کے کچھ بندے ہیں جو اُسکو اپنی حفاظت میں لے لیتے

ہیں۔ (مسند ابی یوسف: ۳۱۲۸، عمل الیوم والیلۃ للنسائی: ۵۵۸)



اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے: ”یا عباد اللہ

اعینونی“ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۵۱۸)

اس حدیث کو فقہائے اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے، اور اسکی عام

اشاعت کی ہے، اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اسکا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ امام نووی نے

(کتاب الاذکار: ۸۰۷) میں اسکا ذکر کیا ہے (خود آزمائش بھی کی)۔ اور (امام الوہابیہ) ابن القیم

نے اپنی کتاب ”الکلم الطیب“ میں اسکا ذکر کیا۔ اور ابن مفلح نے ”کتاب الآداب“ میں

اور ابن مفلح نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا: کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے

صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ فرماتے تھے میں نے

پانچ بار حج کیے ہیں، ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور سہ راستہ بھول گیا، میں نے کہا: اے اللہ

کے بندو! مجھے راستہ دکھاؤ، میں یونہی کہہ رہا تھا، حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ گیا۔

تم بغیر کسی نص کے، محض قیاس فاسد سے تکفیر کرتے ہو: (مسلك سلف)

لکھتے ہیں: ”اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو

پکارتا ہے، تم اسکی تکفیر کرتے ہو۔ بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص

کا شرک ان مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے، جو بحر و بر میں عبادت کی غرض سے

غیر اللہ کو پکارتے تھے۔ اور اُسکے رسول ﷺ کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اس

حدیث اور اُسکے تقاضے پر علماء اور آئمہ کے عمل کو اس شخص کے لیے اصل قرار نہیں دیتے

؟ جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اس کو شرک اکبر قرار دیتے ہو۔

(اناللہ وانا الیہ راجعون!) جبکہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، تو اس ”مضبوط



اصل“ کی بناء پر کافر نہیں کہا جائے گا، اور (تمہارے امام) ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ (جبکہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے وہ کسی بدعت کا مرتکب بھی نہیں ہے، کیوں کہ اُس کا یہ فعل ایک مضبوط اصل یعنی حدیث صحیح جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے۔ (الصواعق المہیہ: ۳۵، ۳۶، مکتبہ اشیق استنبول)

تکفیر مسلمین کے رد پر دوسری حدیث: (عقائد اہلسنت پراجماع)

مزید رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”تم نے جو مسلمانوں کی تکفیر کی بنیاد پر اپنے مذہب (اور نئے دین) کو قائم کیا، اُس کے باطل ہونے پر صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، کہ جس کو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کیساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اُس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے اور یہ اُمت ہمیشہ صحیح دین پر قائم رہے گی، یہاں تک کہ قیامت آجائگی۔ (صحیح البخاری: ۱۷۱) اس حدیث کی ہمارے مطلوب پر اس طرح دلالت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک اُمت کے دین پر مستقیم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ حقیقت واقعی ہے کہ جن امور کو تم وجہ کفر قرار دیتے ہو، ”یہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک تمام دنیائے اسلام میں مروج اور معمول ہیں“، پس اگر اولیائے اللہ کے مقابر بڑے بڑے بُت ہوتے اور اُن سے استمداد اور استغاثہ کرنے والے کافر ہوتے، تو تمام اُمت صحیح دین پر قائم نہ ہوتی، بلکہ اُس کے برعکس ساری اُمت کافر اور تمام بلاد اسلام، بلاد کفر بن جاتے، علی الاعلان بتوں کی پوجا جاری ہو جاتی، مایہتوں کی عبادت پر اسلام کے احکام جاری ہوتے، پھر حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس



امت کی دین صحیح پر استقامت کی حدیث کس طرح صحیح ہو سکتی ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ (الصواعق المہیہ: ۴۰)

تکفیر مسلمین کے رد پر تیسری حدیث: (فتنہ مشرق) نجد (سے ظاہر ہوگا)

لکھتے ہیں: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کفر کا گڑھ مشرق کی طرف ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲، صحیح المسلم: ۵۱) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے شام اور یمن کے لیے دعائے برکت فرمائی باوجود تین مرتبہ عرض کرنے کے، آپ ﷺ نے نجد کے لیے دعا نہیں فرمائی، بلکہ فرمایا: وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی یہ احادیث شیخ نجدی کی دعوت اور تکفیر مسلمین کے رد پر کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہیں۔“

حریم اور یمن کے مسلمانوں کا صدیوں سے معمول: (نجد میں پہلا بڑا فتنہ؟)

لکھتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کے بعد جو سرزمین نجد میں جو پہلا فتنہ واقع ہوا، وہ شیخ نجدی کا فتنہ ہے، جس نے مسلمانوں کے درمیان صدیوں سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ بلکہ شیخ نجد نے انکو کافر بنا دیا جو ان مسلمانوں کو کافر نہ کہے۔ حالانکہ مکہ اور مدینہ اور یمن کے علاقوں میں صدیوں سے یہ معمولات رائج ہیں بلکہ ہم کو تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اولیاء کا وسیلہ انکی قبروں سے توسل اور استمداد اور اولیاء اللہ کا پکارنا یہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ یمن اور حریم شریفین میں کے جاتے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قدر عظیم فتنہ سرزمین نجد میں واقع ہوا، وہ کسی



دور میں بھی اور جگہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور اے شیخ نجدی! تمہارا کہنا یہ ہے کہ دنیا کہ تمام مسلمانوں پر تمہاری اتباع واجب ہے۔ اور جو شخص تمہارے مذہب (اور خود ساختہ دین) کی اتباع کرے اور وہ مذہب کے اظہار اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی طاقت نہ رکھے، اُس پر واجب ہے کہ وہ تمہارے شہر کی طرف ہجرت کرے، اور یہ کہ تم بھی طاقتہ منصورہ ہو۔

رسول اللہ نے اکثر امت مشرک ہو جانے کی خبر کیوں نہ دی؟

علامہ سلیمان مزید لکھتے ہیں: ”اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے، کیوں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہونے والے واقعات کا علم عطا فرما دیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے امت پر گزرنے والے تمام واقعات کو بتا دیا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوتا کہ سرزمینِ مسیلمہ یعنی شہر نجد آخر کار دارالایمان بنے گا، اور طاقتہ منصورہ اسی شہر میں ہوگا، حریمین شریفین اور یمن بلادِ کفر بنا جائیں گے جن میں بت پرستی ہوگی۔۔۔ تو رسول اللہ ﷺ خصوصاً نجد کے لیے ضرور دعا فرماتے، اور حریمین شریفین اور اہل یمن کے لیے دعائے ضرر فرماتے۔۔۔ لیکن جب ایسا نہیں ہوا، بلکہ اسکے برعکس رسول اللہ ﷺ نے بالخصوص نجد کے بارے میں خبر دی کہ وہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا اور اُس شہر میں اور اُس شہر سے فتنے نمودار ہونگے اور نجد کے لیے دعا کرنے سے انکار فرما دیا، اور یہ بات تمہارے زعم کے بالکل برعکس ہے، تمہارے نزدیک جن لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی وہ کفار ہیں، اور جس علاقے کے لوگوں کے لیے دعا سے انکار فرمایا اور خبر دی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینک نکلے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری)



(۱۰۳۷) تمہارے عقیدے کے مطابق وہ علاقہ دارالایمان ہے (جو اصل میں دارالشیطان ہے) اور اُسکی طرف ہجرت واجب ہے۔“

تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث (تم نیا دین لائے ہو، ان شرکوا بعدی)

لکھتے ہیں: ”تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت ہے جس کو بخاری اور مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم سب (مسلمان) میرے بعد شرک کرنے لگو گے، لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم کو مال دنیاوی بہ کثرت حاصل ہوگا اور تم مال دنیاوی کی محبت میں متفرق ہو جاؤ گے اور مال و دولت کی وجہ سے تم لوگ آپس میں لڑو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے، جس طرح اس سے پہلی اُمّیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۴) عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ آخری وعظ سنا تھا۔ (آج سعودی عرب میں سیال تیل کے چشموں اور سونے کی کانوں سے روپیہ کی ریل پیل حضور ﷺ کی اس فرمان کی تصدیق ہے کہ اس وقت مرکب فتنہ سعودی عربیہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

یہ حدیث شریف بھی تمہارے مذہب کے بطلان پر اسی طرح دلالت کرتی ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی اُمت پر جس قدر احوال گزرنے تھے، حضور ﷺ نے وہ تمام احوال بیان فرمادیئے، اور اس حدیث صحیح میں حضور ﷺ نے یہ بھی بتا دیا ہے، کہ آپ ﷺ کی اُمت بت پرستی سے محفوظ رہے گی، اور نہ حضور ﷺ کو اپنی اُمت سے بت پرستی کا خطرہ تھا اور نہ اس بات کی آپ ﷺ نے خبر دی ہے۔ اور جس چیز کا خطرہ تھا اور جس چیز سے رسول اللہ نے ڈرایا، وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہے۔ (اور مملکت



مسعودی عربیہ آج اسی فتنہ میں مبتلا ہے۔ سعیدی غفرلہ

اور یہ حدیث تمہارے مذہب کے برعکس ہے، کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امت نے بت پرستی کی اور تمام اسلامی ممالک بت پرستی سے بھر گئے اور اگر تمام دنیا میں کسی جگہ میں اسلام کی کوئی رمتی ہے، تو وہ نجد ہے، یہاں تک کہ تمہارے خیال میں روم، یمن اور مغرب کے تمام علاقے (حریمین شریفین وغیرہ) بت پرستی سے بھرے ہوئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ جو شخص ان لوگوں کو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے، پس تمہارے عقیدے کے مطابق تمام بلاد اسلام کے مسلمان کافر ہیں، سواء نجد شہر کے۔ اور جو نبادین تم لائے ہو اسکی عمر صرف دس سال ہے۔ (الصواعق المہیہ: ۳۵، ۳۶)

(گویا اس سے پہلے گیارہ سو سال تک کے مسلمان العیاذ باللہ کافر تھے، سعیدی غفرلہ)  
تکفیر المسلمین کے رد پر، پانچویں حدیث۔ (جزیرہ عرب میں شرک نہیں ہو سکتا)  
لکھتے ہیں: ”تمہارے مذہب کی بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایات کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں اسکی پرستش کی جائے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۲) اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابوالعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی کی جائے، لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۷) اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر



شرک کا خوف کرتا ہوں، میں نے عرض کیا: حضور! کیا آپ ﷺ کے بعد کی امت شرک کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا ہیں کرے گی، لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵، مسند احمد: ۱۲۳/۴)

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا، اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، اس کی خبر دے دی، رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور حضرت شہاد کی روایت میں آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کی قبور مبارک ہیں، اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں۔ حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جنکی سلامتی و ایمان اور کفر سے برأت کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو انکو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے، لہذا تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہے۔ (الصواعق المہیہ: ۳۶، ۳۵)

چھٹی حدیث، (مکہ شریف میں شرک نہیں ہو سکتا، اہل مکہ نجدیوں پر لعنت کرتے ہیں)

علامہ سلیمان لکھتے ہیں: ”اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسکو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کیساتھ ذکر کیا اور اسکو صحیح قرار



دیا اور امام نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن آس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے شہر میں اُسکی پرستش کی جائے، البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اُسکی پیروی ہوتی رہے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵) اور حاکم نے سند صحیح کیساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اُسکی پرستش کی جائے لیکن اُسکے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے، ان چیزوں میں ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے، پس اس بات سے اعتراض کرنا۔۔۔۔۔ ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر کسی طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بُت پرستی نہ ہونے کی خبر دی اور حضور ﷺ کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے۔ نیز اس میں حضور ﷺ نے اُمت کو بشارت دی ہے اور حضور ﷺ کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی، البتہ اس حدیث میں بُت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے۔

اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو پھر اُنکے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ، شفاعت طلب کرنا اور اُنکی قبروں سے فیض طلب کرنا، سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو ان تمام امور پر تمام اہل مکہ اُنکے عوام، امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں، اُسکے باوجود یہ تمام لوگ اب تمہارے دشمن ہیں۔ تم کو سب و شتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بد عقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ کے علماء اور شرفاء ان تمام امور پر احکام اسلام جاری



کرتے ہیں، حکومت شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کا رد کرتی ہے اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہے۔“ (الصواعق المہیہ: ۴۷)

ناظرین کرام! گھر کے آدمی نے اپنے ہی گھر سے اٹھنے والے ایک فتنہ عظیم کا، جس مضبوط اور جامع انداز میں رد کیا، کوئی بھی انصاف طلب، اور غیر متعصب شخص اس کا انکار نہیں کرے گا۔ اور قیامت تک شیخ نجدی کے قبعین اپنے شیخ الاسلام اور مجدد الدعوة اور اس کے جدید دین کے اصولوں کی اس طرح صریح دلائل سے کبھی صفائی پیش نہیں کر سکتے۔ انشاء اللہ!

علامہ ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)، اور نجدی تحریک (حرین پر قبضہ)

لکھتے ہیں: ”ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حریمین پر قابض ہو گئے اور وہ اپنے کو حنبلی المذہب کہتے تھے، لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا، کہ مسلمان صرف وہ یہ ان کے موافق ہیں اور جو عقائد میں ان کے مخالف ہیں وہ مسلمان ہی نہیں ہیں، بلکہ مشرک ہیں۔ اس بناء پر انہوں نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کے قتل کو جائز رکھا۔“ (رد المحتار: ۳۱۷/۶)

نواب صدیق غیر مقلد اور شیخ نجدی (اہل حرین کی نفرت)

”جب محمد بن عبدالوہاب نے وہابی مشن ظاہر کیا اور قرامطہ اس سے دور ہونے لگے، تو اس نے بن سعود کے دامن میں پناہ لی۔ بن سعود نے اس کی دعوت وہابیت کو قبول کیا، اور اس کی تائید و حمایت پر کمر بستہ ہو گئے۔ ابن سعود کو ابن عبدالوہاب نجدی نے یہ فریب اور لالچ دی، کہ وہ اسے بلاد نجدی کا حکمراں بنا دے گا، یہ واقعہ



۱۷۶۰ء کا ہے۔ اور محمد بن سعود کی شادی ابن عبد الوہاب نجدی کی لڑکی سے ہوئی۔“

(التاج المکمل عربی سے ترجمہ: ۳۰۰)

نواب صاحب مزید اپنے فرقے یعنی غیر مقلدوں کو وہابیت سے بری کرنے کے لیے ایک طویل گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”ہندوستان سے لوگ تجارت اور حریمین شریفین کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، اور حریمین کے لوگ شیخ نجدی کے نام سے بھی ناراض ہوتے ہیں۔ کیوں کہ شیخ نجدی اُنکے لیے مزید تکالیف اور مصائب کا سبب بناتا تھا۔ پس جو شخص بھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ہو کر آتا ہے، وہ اپنے دل میں محمد بن عبد الوہاب کے خلاف سخت غم و غصے کو لے کر آتا ہے۔“

(موائد العوائد من عیون الاخبار والنوائد، ص ۳۸)

حسین احمد دیوبندی کی شیخ نجدی اور دین نجدی کے متعلق تصریحات:

”صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی، ابتداً تیرہویں صدی، نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لیے اُس نے اہلسنت و جماعت سے قتل و قتال کیا، اُنکو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، اُنکے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا، اُنکے قتل کرنے باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حریمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً تکالیف شاقہ پہنچائیں۔“

سلف الصالحین اور اُنکے اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے

الفاظ استعمال کئے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اُسکی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اُسکے اور اُسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔



الحاصل وہ ایک ظالم و باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اُسکے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے، اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس، نہ ہنود سے۔ (الشہاب الثاقب: ۴۲)

چند عقائد و حابیہ کی نشاندہی:

۱: ”محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانانِ دیار، مشرک و کافر ہے اور اُن سے قتل و قتال کرنا، اُنکے اموال کو اُن سے چھین لینا، حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اُسکے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

۲: نجدی اور اُسکے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے، بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین (بلکہ کفار بھی) موت میں برابر ہیں۔

۳: زیارتِ رسول مقبول ﷺ و حضوری و آستانہ شریفہ و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت، حرام (بلکہ شرک) وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے۔۔۔ بعض ان میں کے سفرِ زیارت کو (معاذ اللہ!) ”زنا“ کے درجے کو پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ و سلام ذاتِ اقدس نبوی ﷺ کو نہیں پڑھتے نہ اُس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں (بلکہ حرام و شرک کہتے ہیں)۔

۴: وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالہ جانتے ہیں، اور ائمہ اربعہ اور اُنکے مقلدین کی شان میں الفاظِ وہابیہ، خبیثہ استعمال کرتے ہیں، اور اسکی وجہ سے مسائل



میں وہ گروہ اہلسنت وجماعت کے مخالف ہو گئے۔ چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شیعہ کے پیرو ہیں (اور اب دیوبندی بھی انہی کے پیرو ہیں)، وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقتِ اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا کرتے ہیں، لیکن عمل درآمد انکا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر نہیں۔

۵: مسئلہ ندائے رسول ﷺ میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں۔۔۔ چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ کو سخت منع کرتے ہیں، اور اہل حریمین پر سخت نفریں اس ندا اور خطاء پر کرتے ہیں، اور انکا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلماتِ ناشائستہ استعمال کرتے ہیں (یہی عقیدہ طریقہ آج تمام دیوبندیوں کا بھی ہے) وہابیہ نجد یہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں، کہ یا رسول اللہ ﷺ میں استعانت لغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے۔

۶: وہابیہ خبیثہ کثرتِ صلوٰۃ و سلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام۔۔۔ بعض اشعار کو قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(جیسے محمد بن جمیل زینونجدی نے رسالہ ”ارکان اسلام وایمان“ ۱۶۲، ۱۶۶، ۱۷۴، مکتبہ دعوت وارشاد، پر امام بوصری کو جھوٹا اور مشرک کہا۔ معاذ اللہ!)

۷: وہابیہ ہر شفاعت اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر) کے پہنچا دیتے ہیں۔ (آج یہی عقیدہ، تقویۃ الایمان کی تقلید میں تمام دیوبندیوں کا ہے) حالانکہ اکابر ظاہر و باہر تحقیق اور ثبوت شفاعت کے حضرت رسالت مآب ﷺ کے لیے قائل ہیں۔۔۔ اور زائر کو حکم کرتے ہیں کہ بوقتِ حضوری بارگاہِ مصطفویٰ اسکا سوال کرے۔

صاحبان! آپ حضرات کے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے، جن



میں وہابیہ نے علمائے حریمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے جبکہ انہوں نے غلبہ کر کے حریمین شریفین پر حاکم ہو گئے، ہزاروں کوتاہ تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں، بارہا ان سے مباہلے ہوئے، ان سب امور میں ہمارے اکابر انکے سخت مخالف ہیں۔“ (مخص، اشہاب الثاقب: ۶۸۵۳۳)

دیوبندیوں کی گمراہی، ان کے گھر کی گواہی:

افسوس اور حیرت کی بات یہ ہے حسین احمد مدنی نے تو وہابیہ کے ان عقائد کو بیان کر کے ان کو گمراہ ثابت کیا، اور ان عقائد سے برأت کا اظہار کیا تھا۔ جبکہ انہیں کے حضرت رشید احمد گنگوہی پہلے لکھ چکے تھے، محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲۹۷، رحمانیہ)

اور ظلم کی بات یہ ہے کہ آج یہ سارے عقائد دیوبندیوں نے بھی اپنا رکھے ہیں، جس سے ان کا وہابی اور گمراہ ہونا واضح ہے۔

منظور نعمانی دیوبندی نے بھی شیخ نجدی کو حق کا امام، بے گناہ اور اپنا پیشوا ثابت کرنے کو مکمل ایک کتاب لکھ ماری۔

(’شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ‘، ناشر: الفرقان بکڈ پو، لکھنؤ)

شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی کی تصریح: (شیخ نجدی، پلید اور جاہل تھا)

لکھتے ہیں: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔ (فیض الباری: ۱۷۱/۱)



حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کا شیخ نجدی کے متعلق نظریہ:

لکھا: ”پس اگر ان پیشین گوئیوں کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے، تو مسیلمہ کذاب اور اسود غسی اور حمد ان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں، جنہوں نے اپنے کو نبی سمجھا“۔ (سیف چشتیائی: ۱۰۵، ۱۰۰)

مزید لکھتے ہیں: ”مرزائے قادیانی کے سلسلہ اباحت میں محمد بن عبدالوہاب اور اسکے ہم خیال مطلق العنان لاندہب افراد کا بھی ذکر ضروری تھا، کیوں کہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے پٹے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۰۳)

شیخ نجدی کے مزید عقائد فاسدہ:

شیخ نجدی کے سکے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب، علامہ شامی، نواب صدیق غیر مقلد، حسین احمد دیوبندی، انور شاہ دیوبندی نے شیخ نجدی اور اس کے قسبیین فرقہ وہابیہ کے جن عقائد کا تذکرہ کیا، وہ بھی اصل میں شیخ نجدی ہی کے عقائد ہیں۔ ان کے علاوہ مزید شیخ نجدی کے عقائد ملاحظہ کریں۔ شیخ نجدی، پوری امت کو مشرک ثابت کرتا ہوا، لکھتا ہے:

”تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان (علمائے المسلمین) کا توحیدِ ریویت کا اقرار کرنا، انکو اسلام میں داخل نہیں کرتا، جو ملائکہ، انبیاء کا قصد کرتے ہیں، اور انکی شفاعت کا ارادہ کرتے ہیں، اور ان سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے، جس نے ان (اہلسنت) کی جانوں اور مالوں کا حلال کر دیا، اور اب تم نے اس توحید کو جان لیا ہوگا، جسکی رسولوں علیہم السلام نے دعوت دی ہے، خواہ اسکا اقرار کرنے سے مشرکوں نے انکار



کیا ہو۔ (کشف الشبهات: ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ)

• محمد بن یوسف السورتی وہابی نے لکھا ہے:

شیخ (محمد بن عبد الوہاب نجدی) نے سمجھا کہ آج ”لا الہ الا اللہ“ کی حمایت کرنے والا کوئی بھی نہیں۔ (یعنی پوری دنیا کافرو بے ایمان ہے۔ معاذ اللہ!)۔

(مقدمہ کتاب التوحید: ۱۸)

شیخ نجدی نے سیدنا عبد المطلب اور آپ کے ابا و اجداد کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔

(ایضاً: ۹۱)

لکھا: صحابہ کرام پر شرک کی نوعیت مخفی رہی (یعنی انہیں شرک کی سمجھ نہیں

آئی)۔ (قرۃ عیون الموحدین: ۱۷۸، ۱۷۷، کتاب التوحید مترجم: ۶۴)

محمد بن عبد الوہاب نے مسئلہ توحید کے متعلق لکھا ہے: ”اس مسئلہ کو بہت سے

صحابہ نہیں جانتے تھے“۔ (کتاب التوحید: ۳۸ مترجم)

شیخ احمد بن علی بصری شافعی لکھتے ہیں: ”شیخ نجدی کا یہ کہنا تھا: اگر مجھے حجرہ

رسول ﷺ پر قبضہ و تصرف کا موقع ملے تو میں اُسے ضرور ڈھا دوں گا“۔

(عربی سے ترجمہ فصل الخطاب)

نبی ﷺ علی المرتضیٰ اور شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہما کو بت کہا۔ (سیف چشتیائی: ۱۰۳)



باب: ۳۸

اگر یہ امور شرک تھے تو رسول اللہ نے واضح تعلیم کیوں نہ فرمائی؟



بقول وہابیہ، اگر وصال یافتہ صالحین کو وسیلہ اور شفیع جاننا، اُن سے استمداد کرنا، اُمت کی اکثریت کے شرک کا سبب اور بنیاد تھا، تو اسکے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خدشے کا اظہار اور واضح تعلیم کیوں نہ فرمائی؟

جب دانائے غیوب ﷺ نے قیامت کے حالات و علامات، اور تمام اہم فتنوں کے متعلق خبر دے دی تھی، جن میں آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی اُمت نے مبتلا ہونا تھا۔ مثلاً حرص دنیا، ریاکاری، خفیہ شہوت، مسلمانوں پر شرک کی تہمت کا لگایا جانا، قرآن میں غلط تاویلیں کرنا، فتنہ ”رافضیت“ (کنز العمال: ۵۴۰/۱۱) ”فتنہ نجدیت“ اسی طرح آپ ﷺ نے عملی بد اعمالیوں میں یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے کی خبر دے دی۔ مگر نجدی دین کے، جس خود ساختہ عقیدہ توحید کی، آج نجدیوں کو فکر لاحق ہے، جسکے دفاع کے لیے وہ مسلمانوں کے اجماعی عقائد کی مخالفت اور صالحین کی توہین اور تذلیل کرتے پھرتے ہیں۔ اور اپنے گمان فاسدہ میں وہ رب تعالیٰ کی توحید کو بڑے خطرے میں محسوس کر کے، اس کی پناہ گاہ بنے بیٹھے ہیں۔

اگر فی الحقیقت کوئی ایسی بات ہوتی، تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو ضرور مطلع فرما دیتا، اور آپ ﷺ اسکے متعلق ضرور ہدایات ارشاد فرما دیتے۔

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی اُمت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل (وکالت رسالت عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

اور کیا بدعت کے مسئلے کی طرح اس مسئلے کے متعلق یہ خیال نہیں رہتا کہ دین



مکمل ہو گیا ہے؟ اور ہر مسئلے اور جزی کو (بقول وہابیہ کے) بیان کر دیا گیا۔  
 مگر ہمارا دعویٰ ہے! کہ سارے جہان کے نجدی ملکر کر بھی رسول اللہ ﷺ کی  
 زبانی، اُمت کے اس طرح کے فتنے میں مبتلا ہونے کی کوئی خبر نہیں دیکھا سکتے۔  
 اب یا تو یہ لوگ آپ ﷺ کی تعلیمات اور دین اسلام کو نامکمل کہیں، یا پھر خود  
 اپنی اس تحریک اور مشن کو مردود اور باطل تسلیم کریں۔



باب: ۳۹

حج و عمرے کے ویزے کیوں جاری کیے جاتے ہیں؟  
 جب ان نجدیوں کے نزدیک عامۃ المسلمین (اہلسنت) انبیاء و اولیاء کو وسیلہ و  
 شفیع جاننے کی وجہ سے مشرکین مکہ سے بڑے مشرک ہیں۔ جنکو اس مختصری سعودی تفسیر  
 میں کم از کم پچاس (۵۰) دفعہ مشرک لکھا گیا۔ تو پھر انکے حج و عمرے کیوں جاری کرتے  
 ہیں؟

کیوں کہ قرآن مجید میں ہے: اے ایمان والو! بیشک مشرک بالکل ہی ناپاک  
 ہیں، ”فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم هذا“ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام  
 کے پاس بھی نہ آنے پائیں۔ اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے، تو اللہ تمہیں دولت مند کر دے  
 گا، اپنے فضل سے اگر چاہے۔ اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔ (توبہ: ۲۸)

اب یہ لوگ یا تو اپنے شرک کے فتوؤں کو خود بھی باطل اور سیاسی سمجھتے ہیں، یا پھر  
 مال دنیا کے لالچ اور مفلسی کے خوف سے، (جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہوا) یا اپنی



حکومت کو بچانے کے لیے، اپنے فتوؤں کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہتے۔

کہ اگر امت مسلمہ پر شرک کے لگائے گئے فتوؤں پر عمل کرتے ہوئے، اُنکے حج و عمرے بند کیے گئے، تو عالم اسلام میں تھر تھلی مچ جائے گی، ایک سیلاب اٹھ پڑے گا، جس کا سامنا کرنا بڑا مشکل اور مہنگا پڑے گا، جس کا نتیجہ ہوگا، ”کہ نہ رہے گا بانس، اور نہ بجے گی بانسری“۔۔۔ نہ رہیں ہم اور نہ رہے گی ہماری حکومت۔

جیسا کہ (۱۸۰۳ء) میں سعود بن عبدالعزیز نے حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کے بعد حرم دیا، کہ بیت اللہ کا حج سوائے وہابیوں کے کسی اور کو نہ کرنے دیا جائے، جس کی وجہ سے کئی برس تک لوگ (اہل سنت) حج سے محروم رہے۔

(ترجمانِ وحابیہ: ۳۶، نواب صدیق وہابی)

لہذا ان خارجیوں کی یہ سوچی سمجھی سازش اور منصوبہ ہے، کہ ہمارا بھلا اسی میں ہے، کہ امت مسلمہ کی اکثریت کے حج و عمرے کے لیے ویزے جاری کر کے مال دنیا بھی حاصل کرتے رہو۔ اور قرآن پاک کے آڑ میں، ”سعودی تفسیر“ اور دیگر کتابیں مفت تقسیم کر کے دنیا بھر میں نجدی دین کی اشاعت و ترویج بھی کرتے رہو۔

اس سیاست و مکر کا فائدہ یہ ہوگا، کہ نجدی دین اور حکومت بھی مضبوط ہوتی رہے گی۔ اور بیرونی ممالک سے حاضری حرمین شریفین اور محنت و مزدوری کے لیے آئے ہوئے، بھولے بھالے کم علم مسلمانوں کو شرک کے فتوؤں کے ”بھاؤ پلے“ سے ڈرا کر نہایت آسانی سے وہابی بھی بناتے رہیں گے۔ یعنی۔۔۔ ایک تیر۔۔۔ اور کئی شکار!

ایک پاکستانی وہابی مولوی توصیف الرحمن راشدی (جو اس وقت دعوت اسلامک

سنٹر باض ایگزٹ ۱۶، میں مقیم ہے) سے موبائل پر بات ہوئی، (جس کی ریکارڈنگ محفوظ ہے) اس



پر آخری سوال یہی تھا: کہ اگر ”یا رسول اللہ ﷺ“ پکارنے والے ہمارے نزدیک واقعہ مشرک ہیں۔ تو پھر حکومت سعودیہ ان کے حج و عمرے کیوں جاری کرتی ہے؟۔۔۔ تو وہ کوئی مدلل جواب نہ دے سکا۔

کہنے لگا: جب تک پوری امت ملکر کسی گروہ کو کافر قرار نہ دے، حکومت اس وقت تک پابندی نہیں لگا سکتی۔

اسے کہا گیا: یعنی یہ ان کی سیاسی مجبوری ہے؟ کہنے لگا: یوں ہی سمجھ لیجئے!۔

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف



#### باب: ۴۰

بزرگوں کے نام کا صدقہ حرام، اور کرنے والے مشرک ہیں؟:

سعودی مفسر نے ”ما اهل به لغير الله“۔ (بقرہ: ۱۷۳) کے تحت لکھا: ”بزرگوں کے ایصالِ ثواب کی اشیاء چاول، مٹھائی وغیرہ وار جانور اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیے جائیں پھر بھی حرام ہیں۔ کرنے والے مشرک و مرتد ہیں۔ (ملخصاً ص ۶۹، ۱۱۹، ۳۹۸، ۷۶۰)“

ان مقامات پر مسلمانوں اور مشرکوں، بت کدوں اور مزاراتِ اولیاء کو ایک جیسا ذکر کیا گیا، کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (ملخصاً: ۴۰، ۲۸۴، ۷۶۱)

نجدیوں کا سارا دھندا مسلمانوں پر ”بدگمانی“ سے چلتا ہے:

حاشیہ بیضاوی، در مختار اور علامہ شامی پر بہتان باندھا کہ انہوں نے اس صورت کو، کہ بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا



جائے، بھی حرام کہا ہے اور فاعل کو مرتد۔ (صفحہ: ۷۶۰)

جبکہ علامہ شامی نے (رد المختار، ۱۹۷۵ء) پر صراحت فرمائی ہے، ہم کسی مسلمان کیساتھ بدگمانی نہیں کرتے، کہ وہ اس ذبح کیساتھ غیر اللہ کا ”تقرب علی وجه العبادۃ“ حاصل کریگا، اور تکفیر کا مدار اسی پر ہے، اور یہ صورت مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

فقہائے کرام تو فرمائیں کہ ہم کسی مسلمان سے بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ کسی بزرگ کے نام کا جانور ذبح کر کے اُسکی عبادت کرنا چاہتا ہے، ”بلکہ یہ صورت مسلمان کے حال سے بہت دور ہے۔“

جبکہ مخالفین کے شرک و بدعت کے فتوؤں کا سارا کاروبار علمۃ المسلمین پر بدگمانی سے چلتا ہے۔ یہ خارجی لوگ اپنی سینہ زوری اور بے حیائی سے مسلمانوں کو جو کہ ہر طرح سے برات کا اظہار کرتے ہیں کہ واللہ اسی بزرگ کی عبادت کرنا تو درکنار، ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ان مشرکین مکہ کیساتھ ملا تے ہیں، جو کہ ”غیر اللہ“ کی عبادت کا خود اقرار و اعتراف کرتے تھے، ”ما نعبدہم الا لیقربوا الی اللہ ذلنہ“۔ (زمر: ۳) ”ہم اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں، تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کروئے۔“

کتاب اللہ پر بہتان اور اندھی تقلید:

زیر بحث آیات اور فقہائے کرام نے تو فقط جانوروں کے حلال و حرام کی صورتیں بیان کی ہیں، جبکہ ان مبتدعین نے غلو کرتے ہوئے کھانے کی باقی اشیاء، فروٹ، چاول، بلکہ مزارات پر صندوقی میں ڈالے جانے والی رقم کو بھی حرام کہہ دیا۔ (سعودی تفسیر خلاصہ: ۶۹)



ان نجدیوں کا بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے جانوروں والی معروف صورت  
(جو کہ اہلسنت کا معمول ہے) کو بھی حرام ثابت کرنے کے لیے فقہائے کرام پر بہتان  
باندھنا۔ (ص: ۷۶۰)

جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ان توحید و سنت کے ٹھیکداروں کے  
پاس، اپنے موقف پر قرآن و سنت سے ایک بھی صریح نص موجود نہیں، ورنہ یہاں پر اس  
کو لازماً پیش کرتے، انہیں فقہاء پر تہمت لگانے کے سہارا کی ضرورت نہ پڑتی۔  
سچ ہے! کہ یہ لوگ صرف صالحین دشمنی، ہوائے نفس، گمان فاسد اور اپنے  
گمراہ پیشواؤں کی اندھی تقلید میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہے ان عمل بالقرآن والحدیث کے دعوے داروں اور  
مسلمانوں کو بات بات پر مشرک و بدعتی قرار دینے والوں کی اپنی مفلسی دلائل۔  
نجدی مفسر نے اسی مسئلہ کے متعلق بڑی عیاری سے اہل سنت پر الزام تراشی  
کی، لکھا: ”اسکے مفہوم میں تاویلات رکیکہ اور توجیحات بعیدہ، سے کام لے کر شرک کے لیے چور  
دروازہ تلاش کیا جاتا ہے“۔ (ص: ۷۶۰)

اب تو یہ نجدی ملاں اور اُنکے اندھے مقلدین آنکھیں کھولیں اور اس حقیقت کو  
بغور دیکھیں، کہ ”تاویلات رکیکہ اور توجیحات بعیدہ سے کام لے کر امت مسلمہ کو مشرک  
ثابت کرنے، اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کے لیے چور دروازے کون تلاش کرتا ہے؟۔

ع شرم تم مگر نہیں آتی!

اجماع امت اور مخالفین:

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ”ما اهل به لغير الله“ کا معنی ہے ”وہ



جانور جن کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح جائے، اور یہ اُن مشرکین کے رد میں نازل ہوئی جو جانوروں کو بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے۔

جیسے خود بھی لکھا: ”کہ وہ ذبح کے وقت، صرف بتوں کا نام لیتے، اللہ کا نہ لیتے۔“ (ص: ۳۹۳)

امام ابو بکر الجصاص فرماتے ہیں: ”ولا خلاف بین المسلمین“، مسلمانوں کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے، جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ (احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۲۵)

چند سلفی تفاسیر کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ (تفسیر کبیر، ۱۱/۱۳۳، انوار التزیل، ۳۸/۱، معالم التزیل، ۸/۲، ابی سعود، ۱۹۱/۱، جلالین، ۲۳، بیضاوی، ۱۲۷، ابن جریر، ۵۰/۲، درمنثور، ۱/۱۶۸، ابن ابی حاتم، ۲۸۳/۱، البحر المحیط، ۳۸۸/۱، خازن، ۱۱۲/۱، ۳۶۱، روح المعانی، ۶/۵۷، قرطبی، ۲۳۳/۲، روح البیان، ۱/۲۷۷)

اہل لغت کے نزدیک بھی یہی مفہوم ہے۔ (لسان العرب، ۱۵/۱۲۰، المنجد، ۱۱۳۳) لطف کی بات تو یہ ہے کہ بالخصوص جن دو مفسرین ابن کثیر اور قاضی شوکانی کی تفسیروں، (ابن کثیر، ۲۰۵/۱ اور فتح القدیر) کو اس سعودی تفسیر کا بنیادی مأخذ بنایا گیا، ان کا موقف بھی باقی مفسرین کے ساتھ ہے۔

اب اگر مخالفین امت میں کچھ بھی انصاف ہے، تو باقی مسلمانوں کی طرح ان دو مفسرین کو بھی مشرک کہہ کر ان سے بھی ہاتھ صاف کر لیں اور ٹھٹھاتے کھیڈن!۔

غیر مقلدین کے مجتہد اور وحید الزماں نے بھی بزرگوں کے ایصال ثواب کی اشیاء کو حلال و طیب لکھا اور اس پر اکابرین کا اجماع بیان کیا۔ (ہدیہ الہدی: ۳۸)



نواب صدیق حسن نے بھی اس آیت کا یہی معنی کیا۔ (تفسیر فتح البیان، ۱/۲۲۲)  
غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے لکھا: گیارہویں، بارہویں  
ایصال ثواب کی نیت سے درست ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ۲/۷۱)

صادق سیالکوٹی نے بھی یہی لکھا۔ (ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی، ۲/۳۷)  
اور خود لکھا: ”بعض علما نے سبیل المؤمنین (النساء: ۱۱۵) سے مراد اجماع امت لیا، یعنی  
اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے۔ اجماع امت کا مطلب ہے، کسی مسئلے میں امت کے تمام علماء  
فقہاء کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق، یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی  
ہیں، اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔۔۔۔۔ تاہم ایسے جو بھی مسائل  
ہیں، ان کا انکار بھی صحابہ کے اجماع کے انکار کی طرح، کفر ہے۔ اس لیے کہ صحیح حدیث میں ہے ”اللہ  
تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“ (صحیح ترمذی لا لبانی  
جلد ۲: ۱۷۵۹)۔ (ص: ۲۵۶)

اب بتائیں کہ اس مسئلے میں اجماع امت کا خلاف کر کے منکرین کی کیا  
حیثیت رہ گئی؟۔ (سعودی تفسیر کو سلفی تفاسیر کا خلاصہ کہنے کا جھوٹ بھی بولا۔) ”سعودی تفسیر“، عنوان  
ملاحظہ کریں

شاہ ولی اللہ اور عبدالعزیز محدث دہلوی کا مسلک:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا: ”وآنچه آواز بلند کرده شود در ذبح وے  
بغیر خدا“۔ ”اور جانور جس پر ذبح کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے آواز بلند کی جائے“۔

(ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ، ۱۳۳۱ھ، نور الکبیر میں بھی)



شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ پر بھی یہ بہتان باندھا۔ (ص: ۶۹) کہ گویا اس مسئلہ میں آپ کا موقف بھی ان وہابیہ کے ساتھ ہے۔ جبکہ شاہ صاحب نے خود (فتاویٰ عزیزی، ۱/ ۴۱، ۷۸، ۴۱۷، تحفہ اثناء عشریہ، ص: ۳۹۶، اور زبدۃ الصالح، ص: ۱۳۲) میں وضاحت فرمائی ہے، اور آپ کا مسلک بھی جمہور مفسرین کیساتھ ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔۔۔۔۔ اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔“ (فتاویٰ عزیزی، ۱/ ۵۰۷)

مزید لکھا: ”وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پہنچایا جائے، اور اس پر فاتحہ، قل، درود شریف پڑھا جائے تو وہ تبرک ہو جاتا ہے، اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔“ (ایضاً، ۱/ ۷۸)

یہ سب کچھ لکھ کر شاہ صاحب بھی ان لوگوں کے نزدیک مشرک ٹھہرے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ، ”تفسیر عزیزی“، میں جو کچھ بھی آپ کی طرف منسوب کیا گیا، آپ اس سے بری ہیں، وہ کسی عدو کا الحاق کردہ، اور آپ کے خلاف سازش ہے۔ جیسا کہ (تفسیر روئی، بوارق محمدیہ) میں ذکر کیا گیا۔

اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ جملہ مفسرین اور اپنے باپ اور استاد شاہ ولی اللہ کے خلاف لکھیں۔ اگر کتب احادیث میں تحریف ہو سکتی ہے، تو کتب تفاسیر میں کیوں نہیں ہو سکتی؟



نجدیوں نے ہر چیز حرام کر دی: (تحریف قرآن، ذاکر نائیک)

حضرت شاہ ولی اللہ کا آیت، ”وما اهل به لغير الله“، (بقرہ: ۱۷۳) کا ترجمہ ابھی گزرا: ”اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے آواز بلند کی جائے“۔ جس سے معلوم ہوا کی ایسی مجمل المفہوم آیت کا ترجمہ بالکل لفظی نہیں کرنا چاہیے، بلکہ تفسیری کیا جاتا ہے، تاکہ صرف ترجمہ پڑھنے والا بھی مدعا ئے قرآنی کو سمجھ سکے۔

اسماعیل دہلوی نے بھی غلط ترجمہ کیا: ”کسی مخلوق کے نام کا جانور ٹھہرانا حرام ہے۔“ (تقویۃ الایمان: ۴۶)

مگر سعودی قرآن کے مترجم جو ناگرمی نے اپنے عقیدہ بد کے دفاع کی غرض سے ترجمہ کیا: ”اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے۔“ اب قارئین غور کریں، ”ہر وہ چیز“ کے عموم سے کائنات کی کون سی چیز حلال رہ سکتی ہے؟

اصل میں نجدی ”ہر وہ چیز“ سے جانوروں کے علاوہ ایصال ثواب کی باقی اشیاء کو بھی حرام ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں صرف جانوروں اور ان کے متعلقہ اشیاء کا ذکر ہے، لیکن یہ لوگ دین میں زیادتی کرتے ہوئے ایصال ثواب کی، بلکہ کائنات کی ہر چیز کو حرام کہتے ہیں۔

”ذاکرنائیک“ خارجی یزیدی نے تو حد ہی کر دی، اپنی ایک تقریر میں انہی الفاظ قرآنیہ کا ترجمہ یوں کیا: ”اور وہ“ ”کھانا“ جس کے اوپر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام



لیا جائے، حرام ہے۔“

مزید کہا: ”چاہے وہ محمد ﷺ کا ہی نام ہو حرام ہے۔۔۔ استغفر اللہ!“

(موضوع تقریر ”اسلام کے متعلق غلط فہمیاں“)

یقیناً یہ قرآن کا ترجمہ نہیں، بلکہ تحریف قرآن ہے۔ کس قدر جھوٹ اور مکاری سے فاتحہ و ختم کے کھانے کو حرام کرنے کے لیے، قرآن پاک کے الفاظ کو بدل دیا گیا۔ یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان لوگوں کے اس ترجمے اور تفسیر سے تو قربانی کے جانور بھی حلال نہیں رہ سکتے، کیوں کہ ان پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا جاتا ہے۔

اور یہ وہابی تفسیر، اجماع امت اور نص قرآنی کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے مشرکین کی اس حرکت کا رد فرمایا، کہ وہ کچھ جانور بتوں کی عبادت کے لیے نامزد کر کے اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔۔۔ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں ٹھہرایا، تو بتوں کے لیے مخصوص کر کے، تمہارے حرام سمجھ لینے سے، یہ جانور حرام کیسے ہو جائیں گے۔ (منہوم، مائدہ: ۱۰۳۔ مزید، ص: ۵۸۰، ۴۱۶، ۳۳۱)

ملاحظہ کیا آپ نے! کہ وہ جانور بتوں کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بھی حرام نہیں ہوئے تھے۔ انکا یہ فعل تو شرک ضرور تھا، مگر وہ جانور پھر بھی حلال ہی رہے۔ لہذا مشرکین کا ان جانوروں کو حرام کہنا ”الھواء علی اللہ“ تھا۔

آج وہابیوں کی حالت دیکھیے کہ یہ لوگ اللہ کا نام لے کر ذبح کیے گئے جانوروں کو بھی حرام کہہ کر مشرکین کی سُنّت ادا، بلکہ زندہ کر رہے ہیں۔

لکھا: ان جانوروں کو، چاہے ذبح کے وقت اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا جائے، حرام ہی

ہوں گے۔ (ص: ۶۹)



ان دشمنان اہل اسلام کا دوسری طرف موقف یہ ہے: ”اہل کتاب کا وہ ذبیحہ

حلال ہوگا جس سے خون بہہ جائے۔“ (ص: ۲۸۵)

سچ فرمایا تھا نبی کریم ﷺ نے: مسلمانوں کو قتل کریں گے، مشرکوں کو چھوڑے

رہیں گے۔ (بخاری کتاب التوحید)

یعنی مسلمانوں کے دشمن اور کافروں کے دوست ہوں گے۔

اگر نام پکارنا جرم ہے، تو صدقہ کیسے کریں؟: (تضاد و بدعت)

ایک طرف تو یہ لکھا: ”البتہ دعا اور صدقہ و خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے، اس پر

تمام علماء کا اتفاق ہے۔ (ص: ۱۳۹۸)

جبکہ دوسری طرف ایصالِ ثواب کی اشیاء پر جس کے لیے صدقہ کیا جائے اس

کا نام پکارنے کو حرام اور فاعل کو مشرک و مرتد کہہ دیا۔ (ص: ۷۶۰، ۳۹۸، ۲۸۳، ۶۹)

یہ عجیب تضاد ہے، کہ ایک کام سنت بھی ہے۔۔۔ اور شرک بھی؟

ہم ان غالیوں سے پوچھتے ہیں کہ صدقہ کیسے کرنا چاہیے؟ حالانکہ جو آدمی

صدقہ و خیرات کرے گا، وہ اس چیز پر ضرورتاً اس آدمی کا نام بھی ذکر کرے گا، جس کے

لیے یہ ایصالِ ثواب کر رہا ہے۔۔۔ اور شریعت مطہرہ نے اس بات کا ہمیں مکلف

اور پابند نہیں کیا، کہ جس کے لیے صدقہ کیا جائے، صدقے پر اس کا نام ذکر نہیں کر سکتے

ورنہ شرک و حرام ہوگا۔ یہ قید و شرط نجدیوں کی بدعت اور مداخلت فی الدین ہے، جس کی

ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

گزشتہ سطور میں صحابی رسول ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عمل ملاحظہ فرما چکے

ہیں، کہ انہوں نے کئی پر اپنی والدہ کا نام ذکر کیا، اسکے علاوہ بھی متعدد مثالیں موجود



ہیں جو پیش کی جاسکتی ہیں۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ باقی مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی وہابیہ کا نظریہ دین اسلام اور اہل اسلام سے متضاد اور مختلف ہے، باوجود اسکے انکا خود کو سلفی کہلوانا محض دجل اور فریب ہے۔

گیارہویں کی بجائے اللہ کے نام کا صدقہ کیوں نہیں کرتے؟

معرض جہالت سے یا صلحا کی عداوت سے کہتے ہیں: کہ تم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام کا صدقہ دیتے ہو، اللہ تعالیٰ کے نام کا کیوں نہیں دیتے؟

سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون!

اس کا الزامی جواب اور پھر سوال یہ ہے: کہ تم اپنے بیٹوں کا عقیقہ و ولیمہ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کا کیوں نہیں کرتے؟۔۔۔ یقیناً منکر جوابا یہی گا: کہ کیسی بات کر رہے ہو، توبہ کرو! اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے۔

تو پھر کہنا چاہیے کہ تم بھی توبہ کرو! اس لیے کہ جس طرح غوث پاک کے نام کا صدقہ کیا جاتا ہے، اس سے اللہ عزوجل پاک ہے۔ کیونکہ صدقہ پر غوث الاعظم کا نام آپ کی روح مقدسہ کو ثواب پہنچانے کے لیے لیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کی طرف سے کنواں اور باغ صدقہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے نام کی بجائے، اپنی والدہ کا نام لیا، کہا: ”ہذہ لام سعد“، یہ (پانی کا صدقہ) سعد کی ماں کے لیے ہے۔ (ابوداؤد: ۴۳۲۲، سنن نسائی: ۱۳۳۲، بخاری: ۳۸۶۱)

ہم منکرین گیارہویں شریف سے پوچھتے ہیں! کیا غوث پاک کی طرح اللہ



تعالیٰ کی روح کو بھی ایصالِ ثواب کریں؟ معاذ اللہ!

اور صحابی رسول ﷺ حضرت سعد پر کیا فتویٰ ہے؟۔۔۔ جنہوں نے صدقہ پر اللہ تعالیٰ کا نام مشہور کرنے کی بجائے، اپنی ماں کا نام ذکر کیا، اور کیا یہ کنواں اور باغ ”ما اهل به لغير الله“ کے زمرے میں داخل ہو کر حرام نہیں ٹھہرا؟۔۔۔ نہیں تو آخر کیوں؟ تحقیقی جواب یہ ہے: ہر صدقے کی طرف دواہم نسبتیں ہوتی ہیں۔

(۱) پہلی نسبت ”عبادت“ کی، یعنی صدقہ کرتے وقت جو ثواب و اجر کی امید اور دعا کی جاتی ہے، یہ اللہ جل شانہ کی عبادت ٹھہرتی ہے۔

(۲) دوسری نسبت ”ایصالِ ثواب“ کی ہے، جو اس آدمی کی طرف کی جاتی ہے جس کے لیے کیا جائے۔

چونکہ عبادت کی نسبت تو کسی صورت بھی نہیں بدل سکتی، وہ اللہ تعالیٰ معبود برحق کی طرف ہی رہتی ہے۔۔۔ رہی ثواب کی نسبت، تو وہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ کبھی کسی آدمی کے لیے ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، اور کبھی کسی کے لیے۔۔۔ اسی لیے صدقہ دیتے وقت یہ وضاحت بھی کر دی جاتی ہے، کہ یہ صدقہ کس کی طرف سے دیا جا رہا ہے۔

جس کی وجہ سے صدقے پر عبادت کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بجائے، ایصالِ ثواب کی نسبت سے اس آدمی کا نام ذکر کیا جاتا ہے، جس کے لیے صدقہ دیا جا رہا ہوتا ہے۔

جس طرح خود سرور کائنات ﷺ اپنی طرف سے اپنی آل اور امت کی طرف سے صدقہ دینے کی زبان اقدس سے وضاحت بھی فرمادی۔۔۔ اور جیسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کنوئیں پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بجائے، ایصالِ ثواب کی نسبت سے







کہنا، کہ کیا صحابہ نے گیارہویں شریف کی، محض شرارت، فتنہ اور بے ادبی ہے۔  
وہیے مطلق طور پر تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی آل اور تمام امت کی طرف سے  
قربانی کی ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الضحایا) جو کہ ایصالِ ثواب ہے۔ اور اس میں غوثِ پاک  
بھی آلِ رسول ﷺ اور امتِ رسول ﷺ ہونے کے ناطے شامل تھے!!!۔

اور ”ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب“۔ (ابراہیم: ۴۱) میں  
جو مسلمان عالم ارواح کے اندر ہیں، ان کے لیے بھی دعا بخشش کی جاتی ہے۔۔۔ تو اس  
طرح من جملہ طور پر شروع سے غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے بخشش بھی ہوتی  
رہی!!!۔

گیارہویں وغیرہ کو حرام کہنے والوں کی سزا:

حرام کو حلال جاننے والا مسلمان نہیں رہتا، مرتد ہو جاتا ہے، نکاح بھی ٹوٹ  
جاتا ہے۔ وہابیوں کے آباؤ اجداد سب اہلسنت تھے، جو گیارہویں شریف کو حلال سمجھتے  
تھے۔ نجدیوں کے فتوے کے مطابق وہ منقطع النکاح ٹھہرے، اور ایسی حالت کی اولاد  
حلالی نہیں ہوتی۔

لہذا گیارہویں شریف کو حرام کہنے والے کو دنیا میں یہ سزا ملی، کہ گویا وہ خود کو  
حرامی ثابت کر رہا ہے۔

ایصالِ ثواب کی نیت سے گیارہویں جائز ہے: (وہابی فتوے)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے ایصالِ ثواب کے لیے  
گیارہویں شریف کو جائز قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۷/۲۱)



اسی طرح صادق سیالکوٹی نے بھی۔ (ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی: ۳۷)  
 دیوبندیوں کے پیر و امام رشید احمد گنگوہی نے بھی ایصالِ ثواب کی نیت سے  
 گیارہویں شریف کو جائز کہا۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۳)  
 اسی طرح ختم بخاری کے متعلق کہا بدعت نہیں جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۷)  
 اب جو فتویٰ ہمارے لیے ہے، وہی ان اپنوں پر لگاؤ تو جانیں!!!۔



### باب: ۴۱

کیا حدیث (نور) جابر رضی اللہ عنہ باطل ہے؟

نجدی مفسر نے لکھا: ”یہ حدیث کسی مستند مجموعہ حدیث میں نہیں، علاوہ ازیں صحیح حدیث  
 کے بھی خلاف ہے، ان اول ما خلق اللہ القلم، (ترمذی، ابوداؤد)، محدث البانی لکھتے ہیں کہ یہ باطل  
 ہے۔“ (ص: ۲۹۲)

ایک اور جگہ لکھا: ”کہ آپ ﷺ کی ایک صفت نور ہے، مگر اس سے، ”نور من نور  
 اللہ“، ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔“ (ص: ۹۷۸، ۴۶۰)

محبوبِ خدا ﷺ کا فرمانِ محبت نشان ہے: ”حبك للشئى يعنى ويصم“، کسی  
 چیز سے تمہاری محبت، تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

(جامع المسانید خوارزمی، الامام ابی حنیفہ، ج ۱)

اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ اسی چیز کو اپنے انداز میں بیان فرماتے ہیں:

ع اعظم جتنے دل لگ جاوے اوتھے عیب نظر نہیں اوندھا!

اسی طرح جب دل میں کسی کا بغض اور عداوت ہو تو اُسکی کوئی خوبی نظر نہیں



آتی، صرف عیب نظر آتے ہیں، یہی حال اس پارٹی کا ہے، کہ انکے دل اور آنکھیں محبوبانِ خدا کی دشمنی اور عداوت میں ایسے اندھے ہو چکے ہیں، کہ انہیں ایسی کوئی آیت یا حدیث دکھائی ہی نہیں دیتی، جسمیں اللہ والوں کی عظمتوں اور شانوں کا بیان ہو، بلکہ انکے دین میں کسی اللہ والے کے لیے کوئی کمال ماننا شرک ہے، انکے نزدیک اللہ کے مقبول بندے صرف اُن آیات کے ہی مصداق ہیں جو بتوں کی مذمت اور بے حیثیتی بیان کرنے کے لیے نازل ہوئیں۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۔ وہ حبیبِ پیارا تو عمر بھر، کرے فیضِ وجود ہی عمر بھر

ارے تجھ کو کھائے تپِ سقر، تیرے دل میں کس سے بخار ہے؟

ان لوگوں کی جو تحقیق حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے، اُسکا سبب وہی بخار ہے، جو ان کے دلوں میں محبوبِ دو عالم ﷺ کے متعلق ہے۔ اسی لیے انہیں یہ حدیث کسی مستند مجموعے میں نظر نہ آئی، اور صحیح حدیث کے خلاف نظر آئی، اور یہ بھی پتہ نہیں انکے نزدیک احادیث کے مستند مجموعے کون کون سے ہیں۔

محدث البانی کا حوالہ دیا گیا، حالانکہ وہ ہمارے حجت نہیں، ہمارے نزدیک تو وہ خود بھی باطل ہے۔۔۔ اور تم تو غیر مقلد ہو!۔۔۔ البانی، قرآن ہے۔۔۔ یا حدیث؟

ان بے مروتوں کو محدثین کی وہ جماعت بھی نظر نہ آئی، جنہوں نے اس حدیث (نور) جابر رضی اللہ عنہ کو روایت کیا، انہوں نے صرف اپنے البانی کو حجت بنا کر، بلادلیل اس حدیث نور کو موضوع اور باطل کہہ دیا۔

ع خدا جب دین لیتا ہے، حماقت آہی جاتی ہیں!



مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے ۱۰ گم کشتہ ابواب کی بازیابی:

نامور حافظ الحدیث محدث جلیل امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے شاگرد، امام احمد بن حنبل کے استاد، اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق بن ہمام حمیری صنعانی یمنی کی حدیث شریف کے موضوع پر شہرہ آفاق کتاب ”مصنف“ ہندوستان کے دیوبندی عالم شیخ حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی، لیکن شروع سے نامکمل اور ناقص تھی، اس میں دس ابواب کی کمی تھی، اور وہ دستیاب ہی نہیں ہو سکے، اس کا اعتراف خود انہوں نے کیا۔

(”مصنف عبدالرزاق“، طبع بیروت: ۳/۱۱، حبیب الرحمن اعظمی، ملاحظہ کریں)

اور اس نسخے میں ”حدیث نور، اور نفی سایہ“ نہیں تھیں، منکر بن نورانیت مصطفیٰ ﷺ پھر بھی بڑی بے شری سے یہ کہتے پھرتے تھے: کہ ”مصنف عبدالرزاق“ کا حوالہ دیا جاتا ہے، حالانکہ اس میں یہ ”حدیث نور“ نہیں ہے۔ منکر بن کا یہ کہنا تو تب درست ہوتا، جب ”مصنف“ مکمل چھپی ہوتی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بن انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ”حدیث نور“ زمانہ ماضی کے جلیل القدر آئمہ اور موجودہ دور کے علماء میں مشہور و معروف تھی، عرب و عجم کے علماء نے اسے بغیر کسی اعتراض کے اپنی کتابوں میں اسکی سند بیان کیے بغیر ”مصنف عبدالرزاق“ کا حوالہ دیکر درج کیا، ان کے بارے میں یہ سوچنا بھی جرم تھا کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہوگا۔ (غیر مقلد مولوی عبد اللہ روپڑی نے بھی اس حدیث پاک کی مصنف کی طرف نسبت کو صحیح تسلیم کیا۔) (”فتاویٰ الحدیث: ۲۰۲/۱“، ”نور محمدی کی پیدائش: ۲۵“)

عظمت مصطفیٰ ﷺ، آپ کی نورانیت اور آپ کے اول مخلوق ہونے اور آپ



کے بے سایہ ہونے کو بیان کرنے والی احادیث کا، حدیث شریف کے اہم ماخذ مصنف عبد الرزاق سے سے غائب کر دینے کو کسی طور بھی اتفاقی حادثہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ غیر مسلم قوتوں کی بین الاقوامی سازش کا حصہ ہے۔

الحمد للہ! ”۲۰۰۵ء/۱۴۲۵ھ“ میں ڈاکٹر سید محمد امین میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف، اور مجاہد اسلام جناب حاجی محمد رفیق برکاتی (دوبئی) کی کوششوں سے مصنف عبد الرزاق کا یہ نادر و نایاب مخطوطہ دستیاب ہو گیا، جس میں ”حدیث نور“ اور نفی سایہ، اپنی سندوں کے ساتھ موجود ہیں۔

یہ مخطوطہ جو افغانستان کے ایک تاجر کتب سے دستیاب ہوا وہ ۱۹۳۳ء میں شیخ اسحاق بن عبد الرحمن سلیمانی نے بغداد شریف میں لکھا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر عیسیٰ مانع سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامیہ دوبئی کے مقدمہ اور حواشی کیساتھ، بنام: ”الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف“، پہلے بیروت سے پھر ”مؤتسمة الشرف“ لاہور نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (جس کی تفصیل و تحقیق: ”مصنف عبد الرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب“، مکتبہ قادریہ لاہور میں ملاحظہ فرمائیں)

حدیث نور (جابر)، مع سند:

”عبد الرزاق عن معمر بن ابن المنکدر عن جابر قال: ”سالت رسول اللہ ﷺ عن

اول شئ خلقه الله تعالى؟ فقال: ”هو نور لبيك يا جابر! ثم خلق فيه كل خير، وخلق بعده كل شئ“۔

ترجمہ: ”جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا: جابر رضی اللہ عنہ!



وہ تیرے نبی ﷺ کا نور تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اُس میں ہر خیر اور بھلائی کو پیدا کیا اور اُس کے بعد ہر شے کو پیدا کیا۔ (الجزء المفقود من الجزء الاول من المصحف، طبع بیروت دلاہور: ۳۶)

نوٹ: ڈاکٹر عیسیٰ مانع (دوبئی) نے فرمایا: کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (الجزء المفقود: ۷)

حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے، مزید حوالہ جات:

ذیل میں ہم ان جلیل القدر ائمہ دین کی صرف کتابوں کے حوالے درج کر رہے ہیں، جنہوں نے اس حدیث پاک کو پورے یقین کیساتھ اپنی کتابوں میں درج فرمایا۔

۱: امام زرقانی، شرح زرقانی علی المواہب: ۵۶۱، تاریخ الخمیس: ۲۰۱۔

۲: تفسیر نیشاپوری: ۶۶۸۔

۳: علامہ یوسف بن اسماعیل مہمانی، جواہر البحار: ۲۲۰/۳۔

۴: علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی م ۹۲۳ھ، مواہب الدنیہ مع شرح زرقانی: ۵۵/۱۔

۵: امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی م ۱۰۴۴ھ، سیرت حلبیہ: ۳۱/۱۔

۶: علامہ اسماعیل بن محمد بن عجلونی م ۱۱۶۲ھ، کشف الخفاء: ۲۶۵/۱۔

۷: علامہ عمر بن احمد الخروطی م ۱۲۹۹ھ، شرح قصیدہ بردہ: ۷۳۔

۸: امام عبدالغنی نابلسی م ۱۱۴۳ھ، الحدیث الندیہ: ۳۷۵/۲۔

۹: علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری، م ۹۶۶ھ، تاریخ الخمیس: ۱۹/۱۔

۱۰: علامہ شرف الدین بوسیری کے قصیدہ ہمزہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے

، علامہ سلیمان الجمل (م ۱۲۰۴ھ)، صاحب تفسیر الجمل ”الفتوحات الاحمدیہ بالبحر الحمدیہ“: ۶۔

۱۱: امام علامہ ابن الحاج، المدخل: ۳۴/۲۔

۱۲: علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری الانوارنی مولد النبی محمد ﷺ: ۵۔



انہوں نے یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے، جس سے یہ پتہ چلا کہ یہ روایت صرف حضرت جابر سے ہی مروی نہیں۔

۱۳: علامہ سید محمود الوسی بغدادی م ۱۲۷۰ھ، روح المعانی: ۱۰۵/۱۷۔

ایک اور جگہ حدیث ”اول ما خلق اللہ نوری“ بھی نقل کی ہے: ۷۱۸۔

۱۴: علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م ۱۳۲۰ھ)، نے علامہ ابن حجر مکی کے رسالہ ”لغة الکبریٰ علی العالم“ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے، یوسف بن اسماعیل مہمانی، جواہر البحار: ۳۵۲/۳۔

۱۵: علامہ محمد مہدی فاسی نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے، مطالع المسرات، شرح دلائل الخیرات: ۲۲۱۔

۱۶: علامہ احمد عبد الجواد مشقی نے یہ حدیث امام عبد الرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے، السراج المنیر وبیرۃ المستمیر: ۳۱۔

۱۷: محدث جلیل حضرت ملا علی قاری م ۱۰۱۴ھ، نے مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا، المورد الروی فی المولود النبوی، تحقیق محمد بن علوی مالکی: ۴۰۔

۱۸: مکہ مکرمہ کے نامور فاضل سید محمد مالکی نے حاشیہ المورد الروی: ۴۰۔

۱۹: امام ابن حجر عسقلانی م ۹۷۴ھ، فتاویٰ حیدرہ: ۲۲۷۔

۲۰: مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی، آثار المرفوعة فی الاخبار المودعة: ۳۳۔

۲۱: شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوة: ۲/۲۲۔

۲۲: علامہ یوسف بن اسماعیل مہمانی، حجة اللہ علی العالمین: ۲۸۔

فرض کیجیے کہ کسی محفل میں یہ تمام، علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں، اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں، اور اسکی تصدیق اور توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرات کر سکے گا کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں



؟ (حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ)

اولیت نورِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق، مخالفین کی گواہیاں:

اسمعیل دہلوی لکھتا ہے: جیسے کہ روایت ”اول ما خلق اللہ نوری“ اس پر دلالت کرتی ہے۔ (اسمعیل دہلوی، یک روزہ، طبع ملتان، ص ۱۱)

غیر مقلدین کے امام نواب وحید الزماں لکھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم سے دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نورِ محمدی آسمانوں، زمین، اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لیے مادہٴ اولیہ ہے۔“

حاشیہ میں لکھتے ہیں: کہ قلم اور عقل کی اولیت، اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں ۱۲ اق ن)۔ (وحید الزماں، ہدیۃ المہدی، طبع سیالکوٹ: ۵۶)

علماء دیوبند کے حکیم الامت نے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت، ”بحوالہ امام عبد الرزاق“، نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔ (اشرف علی تھانوی، مولوی: نثر الطیب تاج کہنی، لاہور: ۶)

فتاویٰ رشیدیہ، میں سوال ہوا: ”اول ما خلق اللہ نوری“ اور لو لا کہ لما خلقت الافلاك۔۔۔۔۔ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یہ وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق نے ”اول ما خلق اللہ نوری“ کو نقل کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل ہے۔ (رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۵۷)

وہابی مولویوں کے مزید حوالہ جات:

ثناء اللہ امرتسری نے دو ٹوک لکھا: ہمارے عقیدے کی تشریح یہ ہے کہ رسول



خدا، خدا کے پیدا کیے ہوئے نور ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ج ۲، ص ۹۳، ترک اسلام، ص ۱۳۔ حافظ محمد لکھوی، تفسیر محمدی، ج ۲، ص ۲۹۷۔ صادق سیالکوٹی، جمال مصطفیٰ، ص ۲۱۸، ۴۶۷۔ فیض عالم صدیقی، صدیقہ کائنات، ص ۶۳۔ نواب صدیق بھوپالی، خطیرۃ القدس، ص ۳۷۶، آثار صدیقی، ج ۲، ص ۲۹۔ عبدالستار دہلوی، اکرام محمدی، ص ۲۶۸۔ عبداللہ روپڑی، مظالم روپڑی، ص ۳۷۔ قاضی سلیمان منصور پوری، سید البشر، ج ۲، ص ۶۱، الجہال والکمال، ص ۱۳۔ نور حسین گرجاکی، فضائل مصطفیٰ، ص ۱۔ ابوبکر غزنوی، تقریظ بر رسالہ، بشریت اور رسالت، ص ۱۷)۔

”قد جا کم من اللہ نور و کتاب مبین“ کی تفسیر:

اس آیت میں ”نور“ اور ”کتاب“ دونوں سے قرآن کریم مراد لینے کو امام فخر الدین رازی نے ضعیف کہا ہے۔ کیونکہ عطف، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت چاہتا ہے۔ (تفسیر کبیر، ۳/۳۹۵)

اور ”نور“ سے بھی قرآن مجید، معتزلی مفسرین نے مراد لیا ہے، اہلسنت نے نہیں۔ (تفسیر روح المعانی، ۶/۹۷)

اہلسنت مفسرین کرام نے ”نور“ سے نبی کریم ﷺ کی ہی ذات مقدسہ مراد لی ہے۔ (ابن عباس، تفسیر کبیر، قرطبی، جلالین، ابن جریر، روح المعانی، معالم التنزیل، مدارک، خازن، مظہری، صادی، بیضاوی وغیرہم)

علامہ محمود آلوسی اور بلا علی قاری نے ”نور اور کتاب“ دونوں سے ہی آپ ﷺ کی ذات بابرکات مراد لی ہے۔ (روح المعانی، ۶/۹۷، شرح شفاء، ۱۱۳)

وہابی مولویوں کی تفسیر:

دیوبندی اور غیر مقلد اکابر مولویوں نے بھی اس آیت میں ”نور“ سے ذات رسالت مآب مراد لی ہے، مگر آج کے وہابی مولوی انکاری ہیں۔ (اشرف علی تھانوی، مواہظ میلاد النبی، ص ۱۰۳، ۱۱۱، ۱۲۔ شبیر عثمانی، تفسیر عثمانی، ص ۱۳۶۔ رشید گنگوہی، امداد السلوک، ص ۱۹۹۔ مفتی شفیع، معارف



القرآن، ج ۲، ص ۳۳۱۔ عبد الماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، ج ۱، ص ۲۴۳۔ قاضی شوکانی، فتح القدیر، ۲/۲۳۲، جو اس سعودی تفسیر کا مأخذ ہے۔ نواب صدیق، فتح البیان، ۲/۳۶۸۔ قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ العالمین، ج ۳، ص ۲۲۵۔ ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، ج ۲، ص ۱۱۰۹۔ وحید الزماں، تبویب القرآن: ۱۳۹۔ حافظ محمد لکھوی، تفسیر محمدی، ج ۲، ص ۲۳)۔

تعجب ہے! منکرین کی دورخی پر کہ اگر یہی باتیں ہم اہلسنت کریں، تو ان کے نزدیک، بکے مشرک ٹھہرتے ہیں، اور اگر یہی باتیں انکے اپنے مولویوں کریں، تو وہ پھر بھی انکے امام اور پیشوا ہی رہتے ہیں؟۔

جسم نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا (غیر مقلد مولوی)

نور محمد جوڑا سوتری۔ (شہباز شریعت، ۲۱۰/۱، یاد رہے کہ اسکا حاشیہ حافظ محمد لکھوی نے لکھا ہے اور تائیدی)

نواب صدیق بھوپالی۔ (الشمامۃ العمریہ: ۵۱) محمد لکھوی۔ (تفسیر محمدی، ۱/۱۳۵)

(مزید حوالہ جات اور تفصیل کے لیے ”نورانیت و حاکیت“ از علامہ کاشف اقبال مدنی حفظہ اللہ، (زاویہ پبلشرز) کا ضرور مطالعہ فرمائیں)

اول مخلوق، (نور، قلم اور عقل وغیرہ) کے متعلق احادیث میں تطبیق:

اللہ تعالیٰ نے سب پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟۔۔۔ اس سلسلے میں مختلف روایات ملتی ہیں، مثلاً نبی اکرم ﷺ کا نور۔۔۔ عقل۔۔۔ قلم۔

آئیے ذرا دیکھیں! کہ آئمہ محدثین اور ارباب مشاہدہ نے ان روایات میں کس طرح تطبیق دی ہے؟

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حنبلی رضی اللہ عنہ جن کا نام ابن تیمیہ بھی احترام



سے لیتے ہیں فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح کو اپنے جمال کے نور سے پیدا کیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا اور سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقت محمدیہ ﷺ، اس حقیقت کو نور اسلیے کہا کہ وہ جلالی ظلمات سے پاک ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قد جاکم من اللہ نور و کتاب مبین“، عقل اسلیے کہا کہ وہ کلیات کا ادراک کرنے والی ہے، قلم اسلیے کہا کہ وہ علم کے نقل کرنے کا سبب ہے۔ (عبد القادر جیلانی، سر الاسرار: ۱۲)

محدث جلیل حضرت ملا علی قاری مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں : معلوم ہو گیا کہ مطلقاً سب سے پہلے شے نور محمدی ﷺ ہے، پھر پانی، پھر عرش، اُسکے بعد قلم، نبی اکرم ﷺ کے ماسوا سب میں اولیت اضافی ہے۔ (المورد الروی، ص ۴۴)

اسی بات کو آپ نے (المرقات: ۱۳۶، ۱۶۶، ۱۹۴، ۱۶۷، اور موضوعات کبیر: ۸۶) پر بھی بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: لیکن اس نور کا ظہور، اہل بصیرت کی آنکھ میں ہے، کیوں کہ (صرف) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، لیکن سینوں میں دل (بھی) اندھے ہو جاتے ہیں۔ (موضوعات کبیر، ص ۶۶)۔ (مزید، علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی م ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج ۱۵، ص ۱۰۹۔ علامہ نجم الدین رازی م ۶۵۴ھ، مرصاد العباد، ص ۳۰۔ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی احمد سرہندی مکتوبات، حصہ نہم، دفتر سوم، ۱۵۳۔ عارف باللہ علامہ عبدالوہاب شعرانی م ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۲۰۔ حضرت شیخ عبدالکریم جیلی م ۸۰۵ھ، جواہر البحار، ج ۴، ص ۲۲۰۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری، تاریخ خمیس، ج ۱، ص ۱۹۔ امام المناقب میر سید زاہد ہرودی، حاشیہ ملا جلال، ص ۹۶)

غیر مقلد و حید الزماں حیدر آبادی نے بھی یہی تطبیق دی ہے۔ (ہدیۃ الہدی: ۵۶)

ان سارے آئمہ کرام نے یہی بات بیان فرمائی ہے کہ نور محمدی ﷺ کی



اولیت حقیقی ہے، باقی اشیاء میں اولیت اضافی ہے، یا ہر کوئی اپنی جنس کے افراد میں سے پہلے ہے، یا اسی نور مقدس کو کئی ناموں سے موسوم کیا گیا، یعنی حقیقت ایک ہے صرف تعبیر میں فرق ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

۔ لو بھی تو، قلم بھی، تیرا وجود الکتاب  
گنبد آگینہ رنگ، تیرے محیط میں حجاب

(اقتباس، مصنف عبدالرزاق، اردو، ص ۱۳۸ تا ۱۵۳)

”نور نبیک من نورہ“، (نور من نور اللہ) کی تشریح:

جبکہ عام طور پر وہابی مولوی محض عوام المسلمین کو شکوک و شبہات میں جلا کرنے کے لیے، قصداً کہتے ہیں، اگر ”نور من نور اللہ“، کو الفاظ کو صحیح مان لیا جائے، تو پھر ذات الہی کے نور کو مادہ ماننا پڑے گا، کہ گویا آپ ﷺ ذات الہی کے جزو ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کر کے ایک حصہ تیار کیا۔ یعنی یہ لوگ یہاں پر لفظ ”من“ کو تبعیضیہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ ”من“، کئی دوسرے معنوں کے لیے بھی آتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ لفظ ”من“، ابتدائیہ، اتصالیہ ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کسی چیز کے واسطے کے بغیر، آپ ﷺ کا نور پیدا کیا اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ارشادِ بانی ہے ”و کلمتہ القہا الیٰ مریم وروح منہ“۔ (النساء: ۱۷۱)

علامہ سید محمود الوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: کلمہ ”من“ مجازاً، ابتداء

غایت کے لیے ہے، تبعیضیہ نہیں ہے۔ جیسے کہ عیسائیوں نے گمان کیا، اور کہتے ہیں کہ

ہارون الرشید کے دربار ایک ماہر طبیب عیسائی تھا، اُس نے ایک دن علامہ علی بن حسین



واقعی مروزی سے مناظرہ کیا، اور کہا کہ تمہاری کتاب (قرآن پاک) میں ایک آیت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کا جزو ہیں اور یہی آیت پیش کی: (روح منہ) علامہ واقدی نے یہ آیت پیش کی: ”وَمَسْخَرُ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ“ اور تمہارے لیے وہ سب چیزیں مسخر کی جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اُس کی طرف سے ہیں۔ (الجاثیہ: ۱۳)

کہنے لگے کہ، اگر تمہاری (ان نجدیوں کی بھی) بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ سب چیزیں اللہ کی جزو ہوں؟۔۔۔ عیسائی لا جواب ہو گیا اور اسلام لے آیا۔ اس پر ہارون الرشید بہت خوش ہوا، اور علامہ واقدی کو گراں قدر انعام سے نوازا۔

(روح المعانی، ۶/۲۳۶)

عیسائی کو تو طبیب کی بات سمجھ گیا، اور اسلام لے آیا، لیکن ان منکرین اور معترضین کی عقل میں یہ بات نہیں آتی ہے، اور نہ ہی وہ سمجھنا چاہتے ہیں۔

”میں نہ مانوں“ بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں: یعنی اس نور سے پیدا کیا، جو ذات باری تعالیٰ کا عین ہیں۔ یہ مطلب نہیں، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا گیا۔ بلکہ آپ ﷺ کے نور کیساتھ کسی چیز کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ارادے کا تعلق ہوا۔ (شرح مواہب لدنیہ: ۵۵/۱)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: حاشا للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا، گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ نور رسالت ﷺ یا کوئی اور چیز معاذ اللہ ذات الہی کا جزو، یا عین یا نفس ہے، ایسا عقیدہ ضرور کفر و ارتداد ہے۔ (مجموعہ رسائل (نور و سایہ): ۳۶)۔ (اقتباس،



مصنف عبدالرزاق: ۱۵۹۲۱۵۷

اشرفعلى تھانوى نے بھی، ”نور من نور اللہ“، الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ میں لکھا: (تابایں معنی کہ نور الہی اُسکا مادہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے)۔ (نثر الطیب: ۶)

اس قدر وضاحت کے باوجود بھی وہابی مولوی یہ جھوٹ بولتے ہوئے ذرا حیا اور خوف خدا محسوس نہیں کرتے؛ کہ یہ سنی لوگ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا مانتے ہیں۔

لعنة الله على الكاذبين!

لطیفہ: احسان الہی ظہیر نے لکھا ہے کہ ایک بریلوی نے اردو میں شعر کہا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر  
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

(البریلویہ: ۱۰۵۔ ارکان اسلام محمد بن جمیل (نجدی) مکتبہ مکرمہ: ۱۳۹)

اللہ اکبر! اجلہ علماء اسلام کی ایک جماعت نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے عظمت مصطفیٰ ﷺ کو ظاہر کرنے والی ایک حدیث بیان کی، تو اُسے یہ (نجدی) لوگ بے سند کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور اس طرح انکار حدیث کا دروازہ کھولتے ہیں۔

دوسری طرف خود یہ شعر نقل کر دیا، اور یہ تک نہ سوچا کہ ہم کس منہ سے یہ شعر بریلویوں کے سر تھوپ رہے ہیں، نہ کوئی حوالہ نہ کوئی سند۔

ہمارے نزدیک یہ شعرا اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے غلط ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، مکتبہ قادریہ لاہور: ۱۶۱)



ہمارے آقا و مولیٰ ”نور“ کے بھی قاسم ہیں:

ہمارے آقا و مولا ﷺ نور بھی تقسیم فرمانے والے ہیں، طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بارگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ تو عرض کی: میری قوم کے لیے بھی دعا کریں، اور مجھے اُنکی طرف اپنا مبلغ بنا کر بھیجیں اور کوئی نشانی بھی دیں، کہ واقعتاً میں آپ کا مبلغ ہوں۔

آپ ﷺ نے دعا کی: ”اللہم نور له“، اے اللہ اس کو نور عطا فرما!۔  
تو ان کی پیشانی سے نور کی لاٹ ظاہر ہو گئی۔ (سبحان اللہ!) صحابی نے عرض کی مجھے خوف ہے کہ میری قوم اسکو مثلہ (چہرے کا بگاڑ) نہ سمجھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چھڑی ادھر کر واس میں ڈال دیتا ہوں۔  
صحابی کہتے ہیں کہ وہ چھڑی اندھری راتوں میں نور کا کام دیتی تھی۔ اس وجہ سے وہ ”ذی النور“ (نور والے) مشہور ہو گئے۔ (الاصابہ، ۳/۹۲۲)

حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:  
کہ ان کا لقب ”ذو النور“ تھا۔ (تفسیر ابن کثیر)



باب: ۴۲

کیا اہلسنت رسول اللہ ﷺ کو بشر نہیں مانتے؟:

سعودی مفسر جھوٹ لکھتا ہے: ”جیسا کہ وہ اہل بدعت باور کراتے ہیں، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے بابت ”نور من نور اللہ“ کا عقیدہ گھڑ لیا ہے، اور آپکی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔“ (ص: ۴۹۳، مزید: ۳۳۳، ۶۰۶، ۹۳۶، ۱۰۲۹، ۱۵۸۵)  
لعنة الله على الكاذبين!



نجدیوں کا اہلسنت پر یہ کھلا بہتان ہے۔ اہلسنت کے کسی ذمہ دار عالم دین کی تحریر یا تقریر سے یہ نہیں دکھا سکتے۔

اور یہ الزام تراشی اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ ان لوگوں کے پاس اہلسنت کے عقائد کا رد کرنے کے لیے کوئی ٹھوس دلائل نہیں ہیں۔ نظریات اہلسنت کی تقویت و پختگی سے گھبراہٹ اور جواب سے عاجز آ جانے کی وجہ سے انہیں جھوٹ گھڑنے اور بہتان بازی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

عام طور پر نجدی مولوی عوام کو وہابی بنانے کے لیے مغالطہ آفرینی و دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں: ایک بشر۔۔۔ ”نور“ کیسے ہو سکتا ہے؟

حالانکہ بشر کی ضد، نور نہیں، بلکہ ”جن“ ہے۔ اور نور کی ضد، ”ظلمت“ ہے۔ اسی لیے باوجود جبرائیل علیہ السلام کے نور ہونے کے قرآن کریم نے بشر کہا: فتمثل لها بشرا سويا۔ (مریم: ۱۷)

اگر قرآن حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بشر کہے پھر بھی انکی نورانیت میں کچھ فرق نہیں آتا، تو رسول اللہ ﷺ کی بشریت کا ذکر کرنے سے آپ کے نور ہونے کی نفی کیسے ہو سکتی ہے؟

محض لوازمات بشریت پر نظر کر کے رسول اللہ ﷺ کو اپنی مثل یا محض بشر کہہ کر کمالات نبوت کا انکار کرنا، یہ کفار اور شیطان مردود کا طریقہ ہے۔ اور اہلسنت بھی اسی بدعقیدگی کا رو کرتے ہیں، نہ کہ آپ کی بشریت کا انکار۔

کفار کہتے: قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔ (سین: ۱۵)

اور شیطان نے کہا: قال لم اکن لا سجد لبشر۔ (الحجر: ۳۳)



کسی صحابی رسول ﷺ نے کبھی بھی، انا بشر مملکم، کو دلیل بنا کر، آپ ﷺ کے کمالات کو نظر انداز کر کے، محض آپ ﷺ کے کھانے پینے، نکاح، غزوہ اُحد میں دُندانِ مبارک شہید ہونے وغیرہ کو دلیل بنا کر، آپ ﷺ کی مثلیت کا دعویٰ نہیں کیا، اور نہ ہی اس عنوان پر کبھی تقریر کی۔ گویا وہابی مولویوں کا آپ کی بے مثلیت کا انکار کرنا، اور اس موضوع پر تقریر کرنا بھی انکی بدعت و گمراہی ہے۔

اس آیت، انا بشر مملکم، میں مومنوں سے نہیں، بلکہ کافروں سے خطاب ہے۔ جیسا کہ کافر انکارِ نبوت کے لیے، انبیاء کرام کی بشریت کو دلیل اور بہانا بناتے تھے۔

تو رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ آپ کفار کو بطورِ جواب کہیں: کہ ہاں! (الہ، نہ ہونے میں) تمہاری مثل بشر ہوں ”یوحیٰ الی“ مگر ہوں اللہ کا رسول، کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔“

اور بے مثل بشریت کے لیے یہ فرق کیا کم ہے؟۔۔۔ کہ یہ وہی وحی ہے، لو

انزلنا هذا القرآن علیٰ جبل الخ۔ (حشر: ۲۱)

جیسے کفار اور شیطان کی نظر کمالات و خصوصیاتِ انبیاء سے ہٹ کر صرف انکی بشریت پر ٹھہر جاتی، اور وہ اسی چیز کو بنیاد بنا کر انکی برابری کا دعویٰ کرتے، آج یہی وتیرہ ان منکرین نورانیت و عظمت محبوبِ خدا ﷺ کا ہے۔

عقیدۃ اہلسنت:

شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری، رسول اللہ ﷺ کی بے مثل بشریت



کے متعلق اہلسنت کے عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ حقیقت کے اعتبار سے (بے مثل) نور اور صورت کے اعتبار سے بے مثل بشر ہیں۔

علامہ سید محمود الوسی حنفی بغدادی فرماتے ہیں: کہ بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ کی دو (۲) حیثیتیں ہیں۔۔۔ ایک جہت ملکیت جس کی بناء پر آپ فیض حاصل کرتے ہیں۔

اور دوسری جہت بشریت جس کی بناء پر فیض دیتے ہیں، اسی لیے قرآن کریم آپ کی روح مبارک پر نازل کیا گیا، کیوں کہ آپ ﷺ کی روح ملکی صفات کیساتھ متصف ہے، جس کی بناء پر آپ روح الامین سے استفادہ کرتے ہیں۔

(روح المعانی، طبع بیروت: ۱۳۱/۱۹)

غزنوی خاندان کے مشہور غیر مقلد پروفیسر ابو بکر غزنوی نے بڑی فیصلہ کن بات کی ہے۔ مولانا محمد انوار جیلانی کے رسالہ ”بشریت و رسالت“ پر تقریظ میں لکھتے ہیں: بعض لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ بشر تھے اور نور نہ تھے، اور بعض نے کہا وہ نور تھے بشر نہ تھے، یہ دونوں باتیں افراط اور تفریط کی ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے: کہ وہ بشر بھی تھے اور وہ نور بھی تھے، (اسکے بعد نورانیت اور بشریت سے متعلق دونوں آیتیں نقل کیں، اور کہا) صحیح مسلک یہی ہے، کہ وہ بشر ہوتے ہوئے، از فرق تا بقدم نور کا سراپا تھے۔ (ابو بکر غزنوی، تقریظ رسالہ بشریت و رسالت، ۱۹۸۷ء: ۱۷، تحریر ۱۴ دسمبر ۱۹۷۱ء)

لیجئے جناب! اب تو اختلاف ختم ہو جانا چاہیے، اہلسنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بے مثل بشر بھی ہیں اور نور بھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً



انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ، فرماتے ہیں: جو مطلقاً حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے، قال اللہ تعالیٰ: قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ (فتاویٰ رضویہ، مبارک پور انڈیا، ج ۶، ص ۶۷)

فرماتے ہیں:

۔ وہ نور ایسے، کہ نوریوں میں مثال انکی محال دیکھی

بشر بھی ایسے کہ بزم امکاں میں کوئی ان سا بشر نہیں ہے

ہمارا عقیدہ ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشر ضرور ہیں، لیکن افضل البشر اور

سید الخلق ہیں، امام الانبیاء اور مقتدائے رسل ہیں، اور مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نور ہیں۔

کافروں کا قول ہے: ان انتم الا بشر مثلنا، (۱۰، ۱۳)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے رسولانِ گرامی کی رسالت کا

انکار صرف اس بناء پر نہیں کیا تھا کہ وہ بشر ہیں۔ جیسے کہ ظہیر صاحب (غیر مقلد و محابی، البریلویہ عربی، ص ۱۰۱، ۱۰۲ پر) ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

بلکہ اس لیے انکار کیا کرتے تھے ”کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں“، کفار اگر سمجھ لیتے

کہ ظاہری طور پر ہم جیسے بشر دکھائی دینے والے حضرات، درحقیقت ہم سے کہیں بلند و بالا ہیں، تو وہ راہِ کفر اختیار نہ کرتے، بلکہ ایمان لے آتے۔

یہی وجہ اور نقطہ ہے،۔۔۔ جسے اہلسنت کے مخالفین نہیں سمجھ پاتے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: جیسے کہ کفار



نے انبیائے کرام علیہم السلام کو دوسرے انسانوں کے رنگ میں جان کر نبوت کے کمالات کا انکار کیا۔ (مکتوبات شریف، فارسی، دفتر اول، حصہ دوم: ۱۱۳)

اسماعیل دہلوی کی دریدہ ذہنی: (بشری بھی تعریف نہ کرو)

لکھتا ہے: کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو! اور جو بشر کی سی

تعریف ہو سو ہی کرو، اس میں بھی اختصار کرو۔ (تقویۃ الایمان: ۶۳)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نجدیوں کے اس امام کو اتنا بھی گوارہ

نہیں اللہ تعالیٰ کی کسی محبوب کی اتنی بھی تعریف کی جائے، جو بشری کی شایان شان ہو

، بلکہ میں اس میں بھی اختصار کا مشورہ دیتا ہے۔ (نمودہا للہ)

محبوبانِ بارگاہِ الہی کے بارے میں اسی خطرناک ذہنیت کے مسموم اثرات

زائل کرنے کے لیے علمائے اہلسنت نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر مقربانِ بارگاہ

کی شان میں وہ گلہائے عقیدت پیش کیے کہ ایمان والوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔

(مصنف عبدالرزاق، کی پہلی جلد کے دس کم مکتبہ ابواب، ملخصاً: ۱۳۶ تا ۱۳۳)

صحابہ کرام، رسول اللہ کو بے مثل بشر جانتے: (تعظیم رسول)

اسی لیے تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے لعابِ دہن، وضو مبارک کے پانی کا بھی

ادب کرتے، اُسکوزمین پر نہ گرنے دیتے، اُس سے برکت حاصل کرتے۔

(بخاری، باب الشروط فی الجہاد)

آپ ﷺ جب حجامت کرواتے تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے بال مبارک حاصل

کرنے کے لیے ارد گرد بیٹھ جاتے اور آپ ﷺ کا کوئی ایک بال مبارک بھی زمین پر نہ



گرنے دیتے۔ (شفاء شریف: ۵۹۳/۲)

صحابہ کرام رسول ﷺ کے بول اور خون مبارک کو بھی پاکیزہ اور مطہر سمجھتے تھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا بول شریف نوش جاں کر لیا، حضور ﷺ نے فرمایا: آج سے تجھے پیٹ کی تکلیف نہیں ہوگی۔ (مسند رک للہام: ۶۳/۴)

علامہ زرقانی نے فرمایا: کہ حدیث ”شرب بول“ صحیح ہے۔ (زرقانی علی المواہب: ۲۲۹/۴)

ایک قریشی غلام نے حضور ﷺ کا خون اقدس نوش جاں کر لیا، حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو دوزخ سے رہا کر لیا ہے۔ (ایضاً)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کا خون مبارک پی لیا، آپ نے اُنکو بھی یہی بشارت سنائی۔ (خصائص کبریٰ: ۶۸/۱)

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کا خون اقدس شہد کی طرح بیٹھا اور کستوری کی طرح خشبودار تھا۔ (شرح الشفاء)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل قائم ہیں، اسی وجہ سے آئمہ دین نے اسکو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ (فتح الباری: ۲۷۲/۱، تلخیص الحمیر: ۴۴/۱)

حافظ ابوشامہ نے لکھا ہے: کہ اس حدیث کے راوی ثقہ اور صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد: ۲۷۱/۸، ۲۷۰/۸)

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ نبی اکرم ﷺ کے پیشاب اور آپ ﷺ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے تھے۔ (عمدہ القاری، ج ۳، ص ۷۹)



علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں: کہ بعض آئمہ شافعیہ نے نبی ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے، جیسا کہ المواہب الدنیہ میں علامہ عینی کی شرح بخاری سے منقول ہے اور علامہ بیری نے شرح الاشبہاء میں اسکی تصریح کی ہے۔

(رد المحتار: ۲۵۳/۱)۔ ("تبیان القرآن" ۵۳۷/۶، مزید دلائل کے لیے "شرب بول نبوی" از شیخ

الحدیث والتفسیر مفتی محمد اشرف قادری دام ظلہ، ملاحظہ فرمائیں)

اگر صحابہ کرام آپ ﷺ کو محض اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوتے، تو کبھی بھی ان انداز سے آپ ﷺ کا ادب تعظیم تو قیر نہ کرتے۔

اور پھر لطف یہ کہ ادب کے یہ انداز نہ قرآن میں بیان ہوئے اور نہ حدیث میں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ان منع فرمایا، بلکہ سنت تقریری بنا دی۔

یہی مسلک آج (ما الا علیہ واصحابی، کی روشنی میں) اہلسنت وجماعت کا ہے، کہ جن خاص افعال (مثلاً سجدہ کرنا) سے شرع شریف نے منع فرمایا ہو، اُن کے علاوہ ہر صورت اور ہیئت سے اللہ والوں کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

مگر اہل اللہ کے مقام سے بے خبر لوگ، امورِ ادب کو "بدعت و شرک" سے تعبیر کرتے ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۴۰)۔۔۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق ادب مانگتے ہیں!





جشن میلاد کو بدعت و اسراف کہنا، بے ادبی ہے:  
سعودی مفسر نے جشن میلاد رسول ﷺ کو بدعت اور فضول خرچی لکھا گیا۔

(معاذ اللہ!) (ص: ۵۸۰، ۳۳۷، ۸۳۵) (۷۷۳، ۱۱۹۲، ۱۷۲۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”ابولہب پر عذاب کا کم ہونا، اس ذات مبارک کی تعظیم کی وجہ سے ہے۔“ (فتح الباری، ۱۱۹/۹)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ومن تعظیمہ عمل المولد۔“  
”اہتمام میلاد شریف بھی آپ ﷺ کی تعظیم ہی سے ہے۔“ (روح البیان، ۶۶۱/۵)

ملا علی قاری، امام ابن جزری کا قول نقل کرتے ہیں: ”عیسائیوں سے زیادہ مسلمانوں کو اپنے نبی کی تعظیم کا زیادہ حق ہے، اور بہت درست ہے۔“ (المورد الروی، ۳۱)

امام نووی کے استاذ امام ابوشامہ، امام جلال الدین سیوطی، مفتی مکہ مکرمہ احمد زینی دحلان مکی، محمد کامل ابن مصطفیٰ، علامہ حسن برزنجی مدنی، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہم نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (سبیل الہدی، ۳۶۵/۱، الحاوی للفتاویٰ، ۱۸۹/۱، سیرت نبویہ، ۱۵۱/۱، فتاویٰ کالمیہ، مولد برزنجی، ۲۵، اقامۃ القیامۃ، ۱۷۷)

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے امام ابن تیمیہ نے بھی لکھا: ”اگر میلاد مقدس کا انعقاد عیسائیوں کی نقل نہ ہو، بلکہ محبت و تعظیم رسول ﷺ کے لیے ہو تو، اللہ کی قسم! اس کا ضرور اجر ملے گا۔“ (اقتضاء الصراط المستقیم، ۶۱۹/۲، ۶۲۰، حوالہ الاختصار، ۲۱)

اسماعیل دہلوی کو بھی جشن میلاد کو تعظیم نبی ﷺ قرار دینا پڑا۔

(انوار ساطعہ، ۱۳۴، الدر المنظم، ۱۰۵)



اگر جشن ولادت تعظیم ہے، تو کیا اس کو بدعت و گمراہی کہنا گستاخی نہیں؟

مسلمان جشن میلاد سے خوش ہوتے ہیں:

ملا علی قاری، امام ابن جزری کا قول نقل کرتے ہیں: محفل میلاد کا مقصد شیطان کو ذلیل اور مسلمانوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ (المورد الروی، ۳۷)

امام محدث ابوالقاسم سہیلی فرماتے ہیں: کہ ولادت مصطفیٰ ﷺ ہوئی، تو اس وقت بھی شیطان نے نوحہ و ماتم کیا۔ (الروض الانف، خصائص کبریٰ، ۸۰، ۸۶، مقامات نبوت: ۴۹) اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: ”اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہو (سرکارِ دو عالم کی جلوہ گری نہ) ہوتی تو تم میں سے اکثر شیطان کی پیروی کرتے۔“

(النساء: ۸۳)

اور اسی لیے ہی تو آج بھی جشن میلاد سے شیطان کو تکلیف ہوتی ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو بہت خوبصورت انداز میں لکھا:

۔ غارِ حیرت چل چل پہ ہزار عیدیں ریح الاول

سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

غیر مقلدِ عالم نواب صدیق کا یہ جملہ مشہور ہے: جس کو میلاد کا حال سن کر فرحت نہ ہو، اور

اس نعمت پر شکر نہ کرے، وہ مسلمان ہی نہیں۔ (الشہادۃ العمریہ: ۱۲)

جشن میلاد پر، بدعت کے نعرے لگانا، فرحت یا غضب، شکر ہے یا کفر؟

فضول خرچی کیا ہے؟



ابولہب جیسے سخت کافر نے نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر صرف بھتیجا سمجھتے ہوئے، فرط خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد (صدقہ) کر دیا، تو مرنے بعد اس کو ہر سوموار کے دن تخفیف عذاب کی صورت میں اس کا اجر دیا گیا۔

(بخاری، ۷۶۳/۲، کتاب النکاح۔ فتح الباری، ۱۳۵/۹)

امام ابن جزری، ("عرف التعریف بالمولد الشریف") اسی واقعہ کی شرح میں فرماتے ہیں:۔۔۔ اگر اس کافر کو لونڈی آزاد (خرچ) کرنے کی یہ جزا ملی، تو اس مسلمان کے متعلق کیا کہیے، جو میلاد کی خوشی کرے، اور آپ کی محبت میں اپنی طاقت کے مطابق "مال خدج" کرے۔

اللہ کی قسم! ایسے مسلمان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جزا ہے، کہ وہ اپنے فضل سے اسے "جنت نعیم" میں داخل فرما دے۔

امام ابن جزری کی یہ عبارت تائید کے ساتھ ان کتب ائمہ میں موجود ہے۔

(الحادی للفتاویٰ، ۱۹۶/۱، زرقانی علی المواہب، ۱۳۹/۱، حجة اللہ علی العالمین، ۲۳۸، انسان المعین (سیرت حلبیہ)، ۱۳۷/۱، تاریخ الخمیس، ۲۲۲/۱، بل الصدیقی والرشاد، ۴۵۵/۱، شرح المولد لابن حجر، جواہر البحار، ۳۳۸/۳، مختصر سیرۃ الرسول، ۱۳۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس روایت کی شرح میں، میلاد شریف پر مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ (مدارج النبوة، ۱۹/۲)

یہی بات عبدالحق لکھنوی نے بھی کی۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، ۲۸۲/۲)

شارح بخاری علامہ قسطلانی، علامہ ابن جوزی، سید احمد دحلان مکی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجلہ علماء اسلام نے بطور اظہار مسرت اور حجت اس بات کو بیان کیا ہے، کہ پورے



عالم اسلام (حرمین شریفین، مصر، یمن، شام) میں لوگ ربیع الاول شریف میں خوب صدقہ و خیرات اور مال خرچ کرتے ہیں۔ (مواعظ: ۱۲۸/۱، بیان المیلا والنبوی: ۵۷، سیرت نبویہ: ۳۶/۱)

امام ابن کثیر نے شہنشاہ اربل ابو مظفر کے متعلق لکھا: اس نے علامہ ابو الخطاب ابن دحیہ کو میلاد شریف کے موضوع پر کتاب ”التتویر“ تصنیف کرنے پر ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار بطور انعام دیے۔ وہ ہر سال میلاد شریف پر تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) دینار خرچ کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، ۱۳۶/۱۳)

کیا یہ ائمہ دین بدعت، اسراف اور فضول خرچی کے معنی نہیں سمجھتے تھے۔ اور کیا منکرین کو صرف اللہ والوں کی عظمت و تعظیم کے لیے کیا گیا خرچ ہی فضول نظر آتا ہے۔ اپنی شان و شوکت کے لیے چاہے کروڑوں خرچ کر لیں۔ اس دو غلے پن کا سبب صرف عداوت صالحین ہے اور بس۔

ابن عباس، سفیان ثوری اور حسن بن سہل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ”یس فی الخیر اسراف“، کہ نیکی کے کاموں خرچ، فضول نہیں ہے۔

(معنی الحکم: ۳۹۳/۱، حلیۃ الاولیاء: ۲/۳۸۲، المعظم: ۲۳۰/۱۱)

امام مجاہد فرماتے ہیں: اگر پہاڑ برابر سونا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو اسراف نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر، ۳۵۶/۶۔ مزید نجد یوں کی فضول خرچیوں کے متعلق ”مزار پر گنبد“ عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

لطیفہ: ثویبہ کو ابولہب کے آزاد کرنے کی روایت کی وجہ سے وہابی مولوی یہاں تک بھی بک دیتے ہیں، کہ میلاد رسول کی خوشی کرنا، سنت بولہبی ہے۔ جس کا مناظر اہل سنت علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی مدظلہ نے بڑا خوبصورت



جواب ارشاد فرمایا: کہ ابولہب نے تو آپ ﷺ کو نبی نہیں بلکہ بھتیجا جان کر خوشی کی، اور ہم اہل سنت سرکارِ دو عالم ﷺ کو اپنا نبی و رسول سمجھ کر خوشی کرتے ہیں، نہ کہ بھتیجا جان کر۔۔۔ ایک تم بھی ہو کہ اپنے پیچھے کی پیدائش پر تو خوب خوشیاں کرتے ہو، مگر میلادِ رسول ﷺ کی نہیں۔

اب بتاؤ! فی الحقیقت ابولہب کی سنت پر کس کا عمل ہے، ہمارا یا تمہارا؟  
اب منکرین کی چاہت ہے، کہ وہ جشن ولادت کو بدعت اور فضول خرچی کہیں، یا ان سلف کرام اور ائمہ حضرات کی طرح تعظیمِ نبوی ﷺ کہیں۔



باب: ۴۴

### علم غیب اور عالم الغیب (تضاد و عباہ)

مسئلہ علم غیب میں ہم بات کو طویل نہیں کرنا چاہتے۔ فقط اس مسئلہ میں نجدیوں کی بے اصولی، تضاد، دورنگی کا تھوڑا سا نمونہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ کبھی تو یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرنے کے جوش میں بے ہوش ہو کر، آپ ﷺ کے لیے علم غیب کی مطلق نفی کر دیتے ہیں۔

اور کبھی خود ہی تسلیم بھی کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس اتنا علم غیب ضرور تھا، جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرما۔ اور یہ واضح تضاد ہے۔

ان کے پیشوا اسماعیل دہلوی کا بھی یہی حال ہے، لکھا: ”غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے، جتنا، جسکو چاہے بخش دے، اُس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ



سکتا۔ (تقویۃ الایمان: ۲۳)

دوسری جگہ لکھ مارا: ”غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول ﷺ کو کیا خبر“۔ (ایضاً: ۶۶)  
یعنی دہلوی کے نزدیک اللہ نے آپ ﷺ کو علم غیب عطاء کرنا نہیں چاہا۔ العیاذ باللہ!۔ جب  
کہ اللہ تعالیٰ رسولوں میں سے جس کو چن لے، اور پسند کر لے، اس کو اپنے غیب پر مطلع  
کرتا ہے۔ (آل عمران: ۱۷۹، الجن: ۲۷، ۲۸)

گویا یہ دہلوی کی، اللہ تعالیٰ سے جنگ ہے۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے تو حد ہی کر دی۔ آپ ﷺ  
کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرنے کی شدت میں، آپ ﷺ کے اس علم مقدس، جس کو  
اللہ تعالیٰ نے فضل عظیم کہا ہے۔ (انشاء: ۱۱۳) کے متعلق لکھا: ایسا علم غیب تو (جیسا رسول اللہ  
ﷺ کو حاصل ہے) زید و عمرو، بلکہ ہر مہمی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی  
حاصل ہے، تو چاہیے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ (حفظ الایمان: ۸)

تھانوی کا امام، دہلوی کہتا ہے: ”رسول کو غیب کی کیا خبر“۔۔۔ اور دہلوی کا  
مقتدی، تھانوی کہتا ہے: ”جانوروں کو بھی علم غیب ہے“۔

یہ جھوٹ اور بہتان ہے کہ اہلسنت، رسول اللہ ﷺ کو ”عالم الغیب“ مانتے  
ہیں۔ یعنی خود بخود جان لینے والا۔ (مس: ۱۴۳، ۳۳۳، ۲۵۵، ۶۱۳، ۱۶۳۳)

جبکہ الحمد للہ! ہم خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے ”عالم الغیب“ کا لفظ  
بولنا جائز نہیں سمجھتے، اور نہ ہی ذاتی طور پر اور خود بخود جان لینے والا کہتے ہیں۔

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ  
قطعاً بے شمار غیوب، و ما کان و ما یكون کے عالم ہیں، مگر عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کو کہا



جائے گا۔ جیسے آپ ﷺ عزت و جلالت والے ہیں، مگر محمد و جل کہنا جائز نہیں۔ اور یوں کہنا بھی مناسب نہیں، کہ فلاں کے پاس علم غیب ہے۔ بلکہ مقید کر کے یوں کہا جائے، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے غیب کا علم دیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ۸۱/۹ مطبوعہ کراچی، بحوالہ تبيان القرآن: ۳۸۶/۳)

دوسری جگہ فرمایا: اور یہ حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرے کا بھی علم ذاتی مانے، تو یقیناً کافر ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ۳۳/۳)

ملک التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہم بھی اس لفظ (عالم الغیب) کے اطلاق کو شریعت کی اصطلاح کے مطابق خدا

تعالیٰ کی ذات کیساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ (ذیروزیر: ۶۷، زلزہ: ۳۵)

ان مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہوا، کہ اگر دنیا میں کوئی جھوٹ بول لینے کی

ماسٹر قوم ہے، تو وہ وحابی ہے۔ اور اگر یہ جملہ طبع نازک پر گراں ہو، تو پھر اپنے دعوے

کے مطابق کوئی ایک حوالہ ہی دکھا دو؟ جس میں اہل سنت کے کسی بھی ذمہ دار عالم دین

نے نبی ﷺ کو ”عالم الغیب“ لکھا ہو، یا بولنا جائز قرار دیا ہو، یا آپ ﷺ کے علم پاک

کو ذاتی کہا ہو۔ ولن تفعلوا۔۔۔ فاتقوا النار

اور جن آیات قرآنیہ میں آپ سے علم غیب کی نفی کی گئی، وہاں ذاتی اور

استمراری طور پر جاننے کی نفی ہے۔ (تفسیر خازن: ۱۶۷/۳، روح المعانی: ۱۳۷/۹، نسیم الریاض

۱۵۰/۳، خزائن العرفان، وغیرہم)

ان مقامات پر انبیاء کرام کے لیے مطلق علم غیب کا انکار کیا ہے۔

(ص: ۳۳۹، ۳۵۷، ۳۷۲، ۵۳۶، ۶۱۳، ۷۱۹، ۷۱۹، ۱۰۳۹، ۱۳۵۷)



اور ان مقامات پر انبیاء کرام کے لیے علم غیب تسلیم کیا گیا ہے۔ (مس ۱۹۲، ۲۵۳، ۶۱، ۱۰۶، ۱۶۳۳)

ذرا دیکھو عقل، بے عقلاں دی

اقرار دی اے، انکار دی اے

کیا آپ کو غیب کا علم نہیں، اطلاع دی گئی؟

نجدی مولوی لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھاتے ہیں، کہ آپ کو علم غیب نہیں، بلکہ اطلاع علی الغیب دی گئی۔ جبکہ ان کے اکابرین نے آپ کے علم مقدس کے لیے ”علم غیب“ کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔

عبداللہ روپڑی نے لکھا: آسمان وزمین میں، موجود اشیاء کا علم کلی (آپ ﷺ

کے لیے) معلوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ الی حدیث: ۲۲۱/۱)

نواب صدیق: اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم (غیب) عطا کیا ہے، جو اوروں کو

نہیں دیا گیا۔ (المجلد: ۹۶)

داؤد غزنوی نے لکھا: کہ اس نے بعض غیب کی باتوں کا علم اپنے رسول پاک کو

عطا فرمایا ہے۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کا علم اولین و آخرین سے بڑھ کر ہے۔ (داؤد غزنوی: ۳۳۲)

صادق سیالکوٹی: ہاں اللہ جتنا چاہے علم غیب اپنے پیغمبر کو بتا دیتا ہے۔

(شان رب العالمین: ۵۷)

اب براہ کرم! اپنے ان مولویوں پر بھی فتویٰ صادر فرمادیں، تاکہ آپ کا خلوص

دینیہ واضح ہو جائے!





## باب: ۲۵

حرمین پر نجدیوں کا قبضہ، صداقت کی دلیل اور انعام الہی ہے؟  
جب یہ قطعی طور پر ثابت ہے، کہ یہ نجدی لوگ رسول اللہ ﷺ اور دیگر  
صالحین کی شان اقدس میں بے ادبی کرنے والے، امت کے اجماعی اور مسلمہ مسائل کی  
وجہ سے عامۃ المسلمین کو مشرکین مکہ سے بڑا مشرک کہتے ہیں۔

..... اسی طرح امام کعبہ عبدالرحمان السدیس نجدی نے بھی حج کے موقع پر اپنی تقریر  
میں، عالم اسلام کی اکثریت کو مشرک کہا۔ (المدینہ اخبار: ۲۰۰۷-۱-۱۳ء)

ان لوگوں نے ۱۹۲۵ء میں حرمین شریفین کے مسلمانوں کو انہیں عقائد متواترہ  
کی وجہ سے مشرک جانتے ہوئے، اُن کا قتل عام کر کے قبضہ جمایا۔ اس روشن حقیقت پر  
مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی شخص محض اپنی جہالت یا تعصب کی بناء پر انکے حرمین پر  
ظالمانہ قبضے کو انعام الہی قرار دے، اور کہے: ”کہ اگر یہ لوگ اتنے ہی خبیث اور بے  
دین ہوتے تو انکو اللہ تعالیٰ حرمین کا قبضہ کیوں دیتا،۔۔۔ اس کا انتظام کیوں سونپتا  
؟۔۔۔ اور ان پر اب تک عذاب الہی کیوں نازل نہ ہوا۔“

ایسی فکر کو ماسوائے دماغی خرابی، ہٹ دھرمی اور جہالت کے اور کچھ نہیں کہا  
جاسکتا۔ اس لیے کہ ظلم و جبر کو انعام اور خوشنودی خدا کہنے والے پر خود کفر کا خطرہ ہے۔

یزیدی لشکر کا حرمین پر حملہ، مگر فوراً عذاب نہ آنا:

اگر حرمین پر نجدیوں کا محض قبضہ اور ان پر عذاب الہی نازل نہ ہوتا، ان کے  
مذہب کے صداقت کی دلیل ہے۔ تو پھر شہزادہ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت



کے بعد، یزیدی لشکر کا مکہ معظمہ، مدینہ منورہ پر حملہ کرنا، مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھنا، تین دن تک اذان و جماعت نہ ہونا، کنواری عورتوں سے بدکاری کرنا، صحابہ و تابعین کو تہ تیغ کرنا، اور کعبہ شریف پر پتھراؤ کرنا، جس سے غلاف کعبہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح ہونیوالے مینڈھے کے سینک جل گئے وغیرہ۔ باوجود اسکے اُن پر فوری طور پر عذاب نہ آیا، تو کیا یہ اُنکی صداقت کی دلیل ہے؟

قرامطہ کا حایوں کا قتل، کعبہ کی بے حرمتی، حجر اسود اکھاڑ لے جانا:

✽..... امام ابن کثیر لکھتے ہیں: ۳۱۱ھ میں قاہر محمد بن المتصد باللہ کے دور خلافت میں (دینی گمراہوں کے ٹولے) قرامطہ نے حرم مکہ پر (۸ ذی الحجہ) کو حملہ کیا، اُنکا امیر ابو طاہر کعبہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، اور کہہ رہا تھا: ”میں اللہ ہوں، خالق ہوں“۔ اور کعبہ شریف کی شدید بے حرمتی کی گئی، غلاف پھاڑ دیا گیا، دروازہ اکھاڑ دیا گیا، حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گئے، جو بائیس (۲۲) سال کے بعد واپس ہوا۔ زمزم کا گنبد گرا دیا، بیشمار حجاج کو تہ تیغ کر کے، بغیر نماز جنازہ کے اُنکی لاشوں کو زمزم کے کنوئیں میں گرا دیا گیا۔ اُنکا امیر چلا کر کہہ رہا تھا: ”وہ ابا بیل نامی پرندے کہاں ہیں؟۔۔۔ وہ نشان زدہ کنکریاں کہاں ہیں؟۔ (مخص، البدایہ، ۱۱/۱۶۰)

✽..... (شیخ نجدی نے ابتداً اسی قرامطہ کی باقی ماندہ نسل کا سہارا لیا، مگر جب اُس نے وہابی مشن کا اظہار کیا، تو وہ اسکو چھوڑ گئے۔ (نواب صدیق غیر مقلد، کتاب التاج المکمل: ۳۰۰)

اتنے عظیم ظلم اور بے ادبی کے باوجود قرامطہ پر فوراً عذاب الہی نازل نہ ہونا، کیا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُنکی صداقت کی دلیل ہے؟۔

✽..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اُس سیاہ آدمی کیساتھ ہوں (یعنی دیکھ رہا ہوں) جو



ٹانگیں پھیلائے ہوئے ہے، اور کعبے کا ایک ایک پتھر اُکھاڑ دے گا۔ (بخاری، کتاب الحج)

اب اگر کوئی اسلام دشمن یہ کہے کہ اگر تم مسلمان سچے ہو، اور کعبے کا کوئی مالک اور محافظ ہے تو پھر ایسا کیوں ہوگا؟۔۔۔ تو جواباً کیا کہیں گے؟۔۔۔ یہی نہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں، آزمائشیں اور نظام ہے، ”تلك الايام لداولها بين الناس“، ”یہ دن ہیں، جنہیں ہم انسانوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں“۔ (القرآن)

بعض احادیث مبارکہ میں یہ وضاحت ہے کہ یہ ممکن ہے کہ مدینہ طیبہ میں بھی بدعتی اور گمراہ لوگ اپنی گمراہیاں پھیلا سکتے ہیں۔ جیسے فرمایا: ”مدینہ منورہ“ غیر سے یہاں تک حرم ہے، جس نے اس میں خلاف دین کام کیا، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے فرض اور نفل قبول نہیں کرے گا۔ (بخاری: ۱۰۸۴۲، مسلم: ۴۴۲۱)

ہم بھی ان نجدی سعودیوں کے ظالمانہ قبضے کے متعلق یہی کہیں گے، کہ ان کے بے دین اور ظالم ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، مگر ان پر اب تک عذاب نازل نہ ہونا یہ اللہ کی حکمت اور آزمائش ہے۔

حرمین شریفین میں قریباً ۳۵ سال تک اہلسنت کا انتظام اور عقائد رہے۔ ان نجدیوں کو تو قبضہ جمائے ابھی بمشکل (۸۵) سال ہوئے ہیں۔ کیا خبر کب کوئی مردِ مجاہد اُٹھے اور ان خارجیوں اور نجدیوں سے حرمین کی مطہر زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کر دے۔

فانتظروا وانا معکم من المنتظرین!

خدا تعالیٰ کبھی کافرو فاسق سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے:

• رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ان الله يؤيد هذا الدين بالرجل“



الفاجر“، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو فاسق اور فاجر سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان)

..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان مردود نے آیۃ الکرسی کی فضیلت اور وظیفہ بتایا۔  
(بخاری، کتاب الولائیہ) اس کے علاوہ متعدد دلائل ہیں، اختصار مانع ہے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت ان نجدیوں کو اہلسنت اور حرمین کے کام میں لگا دیا، کہ یہ میرے محبوب کے غلاموں کے لیے انتظامات کیا کریں اور بس!۔

کیا حج امام کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؟

اکثر نجدیت زدہ لوگ جہالت سے یا فریب دینے کے لیے نجدیوں کی حمایت میں کہتے ہیں: ”کہ اگر نجدی تمہارے نزدیک اتنے ہی بد عقیدہ اور پلید ہیں، تو پھر تمہارا حج نجدی سعودی امام کے پیچھے کیسے ہو جاتا ہے؟“۔

عوام کے لیے یہ دوسوہ کافی سخت اور کارگر ثابت ہوتا ہے، اور وہ بیچارے خاموش اور حیران ہو جاتے ہیں، سوچتے ہیں کہ بات تو کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ ہم یہاں پر خود سعودیہ سے چھپنے والے ایک رسالے سے حج کے ارکان نقل کر دیتے ہیں، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حج کا کوئی ایک رکن بھی، امام کی اقتداء میں ادا نہیں ہوتا۔ نجدی مؤلف لکھتا ہے: ”حج کے لیے درج ذیل کام کرنا مطلوب ہیں۔

۱: احرام باندھنا۔ ۲: منیٰ میں راتیں گزارنا۔ ۳: عرفات میں ٹھہرنا۔ ۴: مزدلفہ

میں رات گزارنا۔ ۵: کنکریاں مارنا۔ ۶: قربانی کرنا۔ ۷: بال منڈھانا۔ ۸: طواف کرنا۔



۹: سعی کرنا۔ (ارکان الاسلام والايمان: ۱۲۲، محمد بن جمیل زینو، مکتبہ دعوت وارشاد الریاض)

اب کہیے ان میں سے وہ کونسا رکن ہے، جو امام کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؟  
دورانِ حج تمام حاجیوں کے لیے نمازوں کا کسی ایک امام کی قتا میں ادا کرنا، حج کے ارکان میں سے نہیں ہے۔ اگر صحیح العقیدہ امام نہ ملے تو اپنی الگ نمازیں پڑھ لینے سے بھی حج کی عبادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسے ہمارے اکابرین اہل سنت کا طریقہ ہے۔  
..... شارح بخاری، مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھا: کہ ہم نے مسجد نبوی شریف میں فجر کی نماز بھی اپنی الگ جماعت سے پڑھی، اور میدان عرفات میں بھی خیمہ ہی میں عصر کی الگ جماعت کروائی۔ (مقالات)

..... علامہ فیض احمد اویسی لکھتے ہیں: اس کو بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے مانا  
ﷺ کا علم غیب کہیے، کیونکہ فتنہ نجد آپ کی نگاہوں کے سامنے تھا، حالات بدلتے رہیں گے، حرمین شریفین میں بد مذہب امام بھی مقرر کیے جائیں گے۔ اگر دورانِ حج ایک ہی امام کی اقتداء میں نمازوں کی ادائیگی رکن ٹھہر جاتی، تو خوش عقیدہ مسلمانوں کے لیے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ (امام حرم اور ہم: ۳۳)

لہذا تمام علماء و مشائخ و اہلسنت کا قطعی فیصلہ ہے کہ نجدی سعودی امام کے پیچھے ہماری نماز درست نہیں۔۔۔ خود (راقم) جب عمرہ شریف کی سعادت سے (۱۰-۴-۷۴) مشرف ہوا، تو اپنے بزرگوں کے فتویٰ کے پیروی کرتے ہوئے، (الحمد للہ!) کوئی ایک نماز بھی نجدی امام کے پیچھے ادا کر کے ضائع نہیں کی۔

اس بات پر بھی غور کریں کہ جب بغیر روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیے، سلام عرض کیے، ان نجدیوں کا حج ہو جاتا ہے، تو نجدی امام کی اقتداء میں نماز پڑھے بغیر،



ہم اہلسنت کا حج و عمرہ کیوں نہیں ہو سکتا؟۔

بعض منہ زور قسم کے نجدی تو اس بات کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں: ”کہ میں جب حج پہ گیا تو روضہ رسول ﷺ پر حاضری نہیں دی، کیا حج کی تکمیل کے لیے روضہ رسول ﷺ کی حاضری ضروری ہے؟“۔

ہم بھی بباگ و مل کہتے ہیں، کہ کیا حج و عمرہ کی تکمیل کے لیے، بے ادب نجدی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا ضروری ہے؟۔

امام عاشقاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ اپنی عقیدت کا اظہار فرماتے ہیں:

۔ اس کی طفیل رب نے حج بھی کرا دیے

اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

۔ حاجو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے، اب کعبے کا کعبہ دیکھو

امام لائق امامت ہو، تو کہیں بھی امامت درست ہے۔ ورنہ گستاخ رسول

ﷺ اگرچہ کعبے کا امام ہو، اس کی امامت صحیح نہیں۔

..... فتح مکہ کے دن، آپ ﷺ کے حکم سے صحابہ نے، کعبہ شریف کے غلاف

میں چھپے ہوئے، رسول ﷺ کے ایک گستاخ کو قتل کر دیا۔ (بخاری: کتاب الحج)

نجدی امام (حرم) کے پیچھے نماز کا حکم:

..... حضرت سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک شخص ایک

قوم کا امام تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے قبلہ کی سمت تھوکتے دیکھ لیا۔ آپ ﷺ نے

فارغ ہونے کے بعد اس کے مقتدیوں سے فرمایا: کہ یہ شخص (آئندہ) تمہیں نماز نہ



پڑھائے۔ جب اسکے بعد دوبارہ اس نے اپنی قوم کو نماز پڑھانا چاہی، تو انہوں نے اسے امامت سے روک دیا، اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان پاک کی خبر دی۔ تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سبب معلوم کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! (میں نے روکا ہے)۔

راوی بیان کرتے ہیں، میرا خیال ہے، کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: انک اذیت اللہ ورسولہ، ”یعنی تو نے (قبلہ سمت تھوک کر) اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، موارد النظم، ص ۲۰۳، طبرانی کبیر بحوالہ مرقاۃ، ج ۲، ص ۲۲۵)

غور فرمائیے! اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے امت کو امامت کی ایک اہم شرط کی تعلیم دی ہے۔ اور یہ صحابی رسول ﷺ تھے، انہوں نے قبلہ طرف قصداً نہیں تھوکا تھا، یقیناً توبہ بھی کر لی تھی، اس کے باوجود بھی رسول کائنات ﷺ نے ان کو دوبارہ امامت کرنے کی رخصت نہیں دی، ہمیشہ کے لیے منع فرما دیا۔۔۔ اور فرمایا: تو نے اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے!۔

اے خواہش کے بندے! ذرا آنکھیں کھول، ہوش میں آ، مفتی اور محقق مت بن! بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی تعلیم میں غور کر! اور یہ بھی دیکھ کہ یہ لوگ صحابی نہیں، بلکہ وہابی ہیں، جو بھولے سے یا لاعلمی سے نہیں، بلکہ قصداً اور ہٹ دھرمی سے رسول اللہ ﷺ کو مردہ، آپکی ﷺ کی قبر انور کو بت، گنبد خضراء کو معبودِ باطل، آپکے ﷺ وسیلے اور طلبِ شفاعت کو شرک، آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام، آپکے ﷺ والدین کریمین کو کافر، مشرک اور جہنمی (معاذ اللہ!) اور پورے عالم اسلام کو ان عقائد کی وجہ سے مشرکین مکہ سے بدتر مشرک کہتے ہیں۔۔۔ کیا یہ ساری باتیں محبوبِ خدا ﷺ کی اذیت کا باعث نہیں بنتی ہوں گی؟۔



اب تم ہی کہو!۔۔۔ کیا ایسی خبیث ذہنیت کے حامل لوگوں کی امامت جائز ہو سکتی ہے؟

علمائے اہلسنت کا اتفاق، اور یہ پہلا دور نہیں:

اس نجدی دور سے پہلے بھی ایسے گزرے ہیں، جن میں حرمین شریفین میں ایسے امام مقرر ہوئے، جن کی امامت کے درست ہونے میں علماء اسلام میں اختلاف پیدا ہوا۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، اور حجاج بن یوسف کے دور میں۔

مفتی وقار الدین قادری فرماتے ہیں: حرمین طہیین کے امام اور حجاز کی حکومت سب نجدی وہابی ہیں، اہلسنت و جماعت کی نماز نجدیوں کے پیچھے نہیں ہوتی۔

مزید لکھتے ہیں: توہین نبوت کا یہ سارا فتنہ نجد سے شروع ہوا، اور ان کی اولاد حرمین طہیین پر حملہ کر کے ترکی کے (اہل سنت) مسلمانوں کی حکومت (کو مشرک سمجھ کر ان) سے جنگ کر کے غاصبانہ طور پر حرمین پر قابض ہو گئی، اور اُسکی اولاد حرمین میں اب بھی امام ہے، اُنکے پیچھے نماز کو کوئی بھی سنی عالم جائز نہیں کہتا۔ (دقار الفتاویٰ، ۱۹۲/۲، ۱۹۹)

ہم یہاں پر اختصار کے پیش نظر صرف ان مشائخ و علمائے کرام کے نام درج کر رہے ہیں، جنہوں نے دورانِ حاضری حرمین شریفین کے، نجدی سعودی امام کے پیچھے کبھی نماز ادا نہیں کی، بلکہ نجدی امام کے پیچھے نماز کے ناجائز ہونے کے متعلق فتوے صادر فرمائے اور اپنے عقیدت مندوں اور مقتدیوں کو اس سے منع فرماتے رہے۔



”میر سید مہر علی شاہ، امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، سید جلال الدین شاہ بھکلی شریف، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری، علامہ سید احمد سعید کاکلی، شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی، محمد عمر اچھروی، علامہ فیض احمد اولیسی، ابوالبیان علامہ سعید احمد مجددی، مفتی سید شجاع علی قادری، مفتی مختار احمد نعیمی گجراتی، مفتی گل احمد عتقی، مفتی احمد میاں برکاتی، مفتی غلام سرور قادری، مفتی ابولنصر علامہ منظور احمد فریدی، مفتی عبدالعظیم مدرسہ نعیمیہ، مفتی غلام رسول رضوی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مفتی آف ادارہ منہاج القرآن وغیرہم۔ (تفصیل: ”بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم“، علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی حفظہ اللہ (اولیسی بک) میں ملاحظہ فرمائیں)

کیا کوئی تھوڑی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی یہ کہہ سکتا ہے!۔۔۔ کہ یہ کثیر تعداد علماء و مشائخ عظام بے علم، کم فہم، یا۔۔۔ متعصب تھے؟۔

عوام کا حال تو یہ ہے کہ کسی عملی فاسق یعنی جھوٹے، دھوکہ باز، ان کے باپ کی توہین کرنے والے کی امامت تو کجا، اس کی اذان بھی گوارہ نہیں کرتے۔

ہم کہتے ہیں کہ جو کسی کی ایک بالشت زمین پر ناحق قبضہ جمالے، وہ قابل امامت نہیں رہتا، تو جن نجدیوں نے پورے حجاز پر اور بالخصوص حرمین طیبین پر ناحق اور ظلماً قبضہ جمایا، انکی امامت کیسے جائز ہو سکتی ہے؟۔

بندۂ مومن کے دین و ایمان کی اصل، تعظیم و ادب مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کیا یہ دینی بے غیرتی، اور ایمان کی ہلاکت نہیں کہ محبوبِ خدا ﷺ کی شان میں جن لوگوں کی بے ادبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ پھر بھی ہم بلا دلیل محض اپنی جہالت، تعصب۔۔۔ یا اس شیطانی وسوسے کی بناء پر، کہ ”وہ حرمین شریفین کے متولی و منتظم ہیں“، ان کے پیچھے نماز کو جائز سمجھیں۔۔۔ اور کیا امام کعبہ کے بارے میں کوئی خاص نص وارد ہوئی ہے، کہ وہاں



جیسا بھی امام ہو، اس کی ضرورت اقتدا کرو؟۔

جن شخصیات کے ابھی نام گزرے یہ علم اور تقویٰ کے مینار تھے، ان کے مقابل ہماری رائے کی کیا حیثیت ہے؟۔۔۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے طریقے کی پیروی کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔۔۔“

مولانا حسن رضا خاں رضی اللہ عنہ یہی احساس دلاتے رہے ہیں:

گر تیرے باپ کو گالی دے کوئی بے تہذیب، غصہ آئے ابھی، کچھ اور ہو حالت تیری  
گالیاں دیں انہیں شیطان لعین کے پیرو، جن کے صدقے میں ہے ہر دولت و نعمت تیری  
تو نے کیا باپ کو سمجھا ہے زیادہ ان سے، جوش میں آئی جو اس درجہ حرارت تیری  
انکے دشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے، شرم اللہ سے کرا! کیا ہوئی غیرت تیری

صرف سنی امام کے پیچھے نماز پڑھو!:

پہلی بات یہ ذہن نشین کر لیں کہ حق پر صرف ایک گروہ ہے نہ کہ کئی، جیسے بعض جاہل کہہ دیتے ہیں: کہ کسی کو گمراہ نہ کہو، اپنی جگہ سب صحیح ہیں، دین کا کام کر رہے ہیں۔

جب کہ یہ فلسفہ غلط ہے، کیونکہ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا: اس امت میں ایک جماعت نکلے گی، تم ان کے سامنے اپنی نمازوں کو معمولی سمجھو گے، قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے ایسے خارج ہونگے جیسے تیر شکار

سے۔ (بخاری: ۱۰۲۳)۔ (مزید حوالہ جات ”گمراہ ٹولے کی علامات“ عنوان ملاحظہ فرمائیں)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ (سارے نہیں بلکہ صرف) ایک جماعت جنتی ہوگئی

، باقی بہتر (۷۲) فرقے دوزخی ہونگے۔ (ترمذی: ۱۹۳۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”جنتی اور دوزخی ہر گز برابر نہیں ہو سکتے“۔ (حشر: ۲۰)



اہل سنت جنتی ہیں۔۔۔ باقی فرقے فرقاں جہنمی ہیں، لہذا اہلسنت کی نماز باقی فرقوں کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بد مذہب کا نہ روزہ قبول ہے، نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ نفل، نہ فرض، وہ اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔ (ابن ماجہ: ۶)

تو جب گمراہ امام کی اپنی نماز ہی قبول نہیں، تو مقتدیوں کی کیسے قبول ہوگی؟ بعض روایات میں صراحت فرمایا: ”ولا تصلوا معهم ولا تصلوا علیہم“ کہ نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھنا، اور نہ ہی ان پر نماز پڑھنا۔ (شفاء: ۲۶۶، ابن حبان، مستدرک، مجمع الزوائد، حلیۃ الاولیاء، تاریخ بغداد، جمع الجوامع، کنز العمال، معجم کبیر، تفسیر قرطبی، السنۃ لابن عاصم، لسان المیزان) ایک مقام پر فرمایا: کہ خود بھی ان (گمراہوں) سے دور رہنا اور ان کو بھی اپنے سے دور رکھنا، کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ مسلم) امام ذہبی غفرہ اللہ، امام اجل سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت نقل کرتے ہیں: کہ تم نماز صرف اس (امام) کے پیچھے پڑھو، جس پر تمہیں یقین اور اعتماد ہو، کہ وہ، ”من اہل سنۃ“، ”کہ وہ اہل سنت ہے“۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۰۷)

امام کمال بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کیا ہے: کہ بد عقیدہ لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ (فتح القدیر علی المحدث: ۱/۳۰۴)

لہذا یہ فکر کسی صورت بھی درست نہیں کہ نماز ہی پڑھنی ہے جس کے پیچھے بھی پڑھ لو۔





## اسماعیل دہلوی کی ”صراط مستقیم“

ہندوستان میں بانی وہابیت اسماعیل دہلوی کی کتاب ”صراط مستقیم“ کو وہابی مولوی اس کتاب کی مشہور گستاخانہ اور کفریہ عبارت کی وجہ سے اس کتاب کے صرف پہلے باب کو اسماعیل کی تحریر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کفریہ اور گستاخانہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔ ”کہ نماز میں آپ ﷺ کی طرف اپنا دھیان لگا دینا، بتل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ کیونکہ کہ اس سے شرک ہو جاتا ہے“۔ (معاذ اللہ)

غلام رسول مہر نے لکھا: صرف پہلا باب اسماعیل کا ہے۔ (”مقدمہ تفتیہ الایمان“ ص ۱۱، نعمانی کتب خانہ (المحدیث) ۱۹۹۲ء)

مناظرہ راولپنڈی، مابین مناظر اہل سنت: علامہ محمد حنیف قریشی حفظہ اللہ تعالیٰ، اور وہابی مناظرین طالب الرحمان، اور عمر صدیق۔ ان دو چوٹی کے ذمہ دار وہابی مناظرین نے بھی، ”صراط مستقیم“ کی مشہور گستاخانہ عبارت سے دہلوی کو بچانے کے لیے، دو غلا پالیسی اور مکر سے کام لیتے ہوئے، سارا زور اسی بات پر لگا دیا، کہ صرف پہلا باب شاہ اسماعیل کا ہے۔ اور یہ عبارت عبدالحی دیوبندی کی ہے، اور کفریہ ہے۔ اگر یہ عبارت پہلے باب میں ہو، جو کہ شاہ اسماعیل کا ہے، تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہابیوں کے نزدیک اس کتاب ”صراط مستقیم“ کا پہلا باب مسلمہ ہے، اور آج بھی حجت ہے۔



”صراط مستقیم“ کے متعلق، دہلوی کا اپنا بیان:

”لما بعد! عاجز و لیل، خداوند جلیل کی رحمت کا امیدوار بندہ ضعیف محمد اسماعیل عرض کرتا ہے۔۔۔ اس کتاب کے اثنائے تحریر میں چند اوراق جناب افادیت مآب، قدوہ فضلائے زمان، زبدۂ علماء دوران مولانا عبدالحی دام اللہ برکاتہ، ”جو حضرت سید صاحب کی باگاہ عالی کے ملازموں کے سلک میں منسلک ہیں“، کے لکھے ہوئے، جن میں چند مضامین ہدایت آگین حضرت سید صاحب کی زبان سے سن کر مولانا نے تحریر کیے تھے، ملے پس ان اوراق کو حلوائے بے دود اور غنیمت سے بے مشقت سمجھ کر اس کتاب کے دوسرے اور تیسرے باب میں درج کر دیا۔“ (صراط مستقیم، ص ۱۵، ۱۳، اسلامی اکیڈمی)

اس بیان سے پتہ چلا کہ سید احمد کی اس گستاخانہ عبارت سمیت، جس کا راوی عبدالحی یا خود دہلوی ہے، کتاب کے سارے مضامین کو بذات خود اسماعیل دہلوی نے ہی درج کیا ہے۔ اور یہ ساری کتاب اسماعیل دہلوی، اور غیر مقلد و دیوبندی حضرات پر حجت ہے۔ (حرید تفصیل اور حوالہ جات کے لیے کتاب، ”روئیداد مناظرہ راولپنڈی“ گستاخ کون؟“ (اسلامک بک راولپنڈی) کا ضرور ملاحظہ کریں)

اسماعیل دہلوی اور حدیث قدسی کا مفہوم: (تائید نظریات صوفیاء)

صراط مستقیم کا پہلا باب، جس کو چار و ناچار مولوی اسماعیل ہی کا مانا جاتا ہے۔ اسی باب اول (چوتھی ہدایت، دوسرا افادہ، فتاویٰ کے مقام کا بیان) سے ایک اقتباس بصورت خلاصہ آپ کی نظر کرتا ہوں، جس میں صوفیائے کرام کے نظریات کو حق سمجھ کر بیان کیا گیا ہے۔ لکھا: ”جیسے لوہا آگ میں جا کر، آگ کی سی صورت و خاصیت تو اختیار کر جاتا



ہے، مگر ہوتا پھر بھی لوہا ہی ہے۔ اور وہ سارے احکام اور آثار اب بھی آگ پر ہی مرتب ہوتے ہیں، جس نے لوہے پر غلبہ اور اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ آگ نے اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی سواری بنا کر اپنی سلطنت کا تخت قرار دے رکھا ہے، اس لیے وہ آثار و احکام لوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کیے جاسکتے ہیں۔

چنانچہ آیہ ”وما فعلته عن امری“، اس کیفیت کا بیان ہے، اور آیہ ”فادرك ربك“ اسی کی طرف اشارہ ہے۔۔۔ الغرض اگر اس آگ میں، اس آہن پارہ کو بولنے کی طاقت ہوتی، تو سوزبان کے ساتھ آگ اور اپنی عینیت اور یک جان ہونے کا شور اور غل مچاتا، اور خواہ مخواہ ضرور ایک ساعت کے لیے اپنی حقیقت سے غافل ہو کر یہ بول اٹھتا: کہ میں جلانے والی آگ کا انگارہ ہوں، اور میں ہر وہ چیز ہوں کہ باورچیوں، لوہاروں اور ستاروں بلکہ تمام پیشہوروں کاریگروں کے کاروبار میرے ساتھ وابستہ ہیں اسی طرح جب اس طالب (ولی) کے نفس کامل کو رحمانی کشش اور جذب کی موجیں دریائے احدیت کی گہری نہ میں کھینچ لے جاتی ہیں، تو (۱) ”انا الحق“ اور (۲) ”لیس فی جنبی سوی اللہ“ کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے۔

اور یہ (۳) حدیث قدسی: ”كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويد التي يبطش بها“، ایک اور روایت کی رو سے: ”السا له الذي يتكلم به“، اسی حال کی حکایت ہے۔۔۔ اور حدیث: ”اذ قال الله على لسان نبيه سمع الله لمن حمده۔۔۔“۔

اور حدیث (۴): بقضی اللہ علی لسان نبيه ما شاء“ اسی سے کنایہ ہے۔ (۵) اور یہ نہایت باریک بات اور نہایت نازک مسئلہ ہے۔ چاہیے کہ تو اس میں تامل و غور کرے، اور اس کی تفصیل کو دوسرے مقام پر چھوڑے۔



ترجمہ شعر: اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا کیوں کہ وہ ایسا مجید ہے، جس سے بولنے والی زبان گونگی ہے۔ (۶) اور زہار خردار اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا!، کیوں کہ جب وادی مقدس کی آگ سے ندائے: ”الی انا اللہ رب العالمین“، صادر ہوئی، تو پھر اشرف الموجودات سے جو حضرت ذات سبحانہ و تعالیٰ کا نمونہ ہے، اگر (۷) ”انا الحق“ کی آواز صادر ہو تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔

اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے، (۸) عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا، اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا، اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا، (۹) اور آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا۔ اور اس معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں موجود ہے: ”لئن سالنی لاعطینہ ولن استعاذنی لاعیلہ“۔ اور منجملہ لوازم اس مقام کے ایک یہ ہے کہ اس (۱۰) ”صاحب حال“ کے دشمن و بداندیش پر ہر وبال اور مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی: ”من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب“۔ اسی مضمون کا فائدہ دیتی ہے۔

تیسرے افادہ، کا یہ جملہ بھی بڑا اہم ہے۔

لکھا: ”اس مقام کے لوازم میں سے ہے، (۱۱) ”وحدت الوجود“ سے دم مارنا، (۱۲) اور معارف الہیہ کے ساتھ لب کھولنا“۔ ”اور جو موجودات کے ذرات میں سے کسی ذرے میں چمکتا ہے، ”سب کو اس کے جمال لا یزال کا عکس سمجھتا ہے“، اور جو نقصان ممکنات میں سے کسی ممکن کے اندر ہوتا ہے، سب کو اس کے بارگاہ جلال سے دور اعتقاد کرتا ہے، پس ساعت فساد اس کی قدرت کے عجائبات کے دریا میں غوطے لگاتا ہے۔“

(پہلا افادہ، سعید وہ ہے جو ازل سے سعید لکھا جا چکا ہے)

یہ سارا وحدت الوجود کی کیفیت کا بیان ہے، اور دہلوی کی زبان ہے۔



مسلک صوفیاء کرام (وحدت الوجود وغیرہ) اور اسماعیل دہلوی:

بارہویں شریف کی نسبت سے یہ بارہ جملوں کی نشاندہی ہے۔ جو کہ وہابیت کش اور اہل سنت کے مؤید (تائید کرنے والے) ہیں۔ اور چھٹا پوائنٹ قابل غور ہے۔ (۶) ”زنہار خبردار! اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا۔“

یہ وہی باتیں ہیں، جن کا اسی دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں خود ہی انکار کیا، اور شرک و بدعت قرار دیا۔۔۔ لہذا یہ اپنے ہی فتوے سے، شرک اور بدعتی ٹھہرا۔ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے بھی ”وحدت الوجود“ کے معنی ”وحدت الموجد“ لیے ہیں، کہ یہ معنی اس آیت کے مطابق ہیں، ”اللہ نور السموات والارض“، یعنی کائنات کو وجود بخشنے والا، بنانے والا ”واحد“ ہے۔ اصل میں اسی کا وجود ہے، باقی سب حادث و قانی ہیں۔“ (جیسے، کل من علیہا فان)

وحدت الوجود کا معنی ”وحدت الموجودات“، کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔۔۔ کوئی اہل شرع نہیں لیتا، بد قسمتی سے یہی مشہور ہو گیا۔ (ظن، تادیبی ثانیہ: ۱۳۹/۱) کاش کہ غیر مقلد حضرات، اپنے شیخ الاسلام کی اس ہدایت اور تحقیق کو اپنے پیش نظر رکھتے۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا: ”بزرگان دین کی خدمت اسلام سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔۔۔ یہ حضرات اپنے اپنے مسلک کے مطابق متبع سنت تھے۔“ (ایضاً: ۱۵۱) پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے امرتسری نے کہا: آپ صوفی منش بزرگ، اور وحدت الوجود کے معتقد تھے۔

(اخبار امرتسر ۱۳، ۲۱، ۲۲ مئی ۱۹۳۷ء)



شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”انفاس العارفین“ میں صوفیا کرام کے اس نظریے کی توضیح و تائید کی ہے۔

صوفیا کرام کے یہی وہ اقوال و احوال (انا الحق، وحدت الوجود وغیرہ) ہیں، جن کی وجہ سے، سعودی پالتو وہابی مولوی تمام صوفیاء کرام، بالخصوص بایزید بسطامی، جنید بغدادی، معین الدین چشتی، داتا گلی بخش، شیخ اکبر ابن عربی وغیرہم رضی اللہ عنہم کی شان میں مکمل کر زبان درازی کرتے ہیں، انہیں بے ایمان، زندیق اور گستاخ رسول تک کہتے ہیں۔

اور کہتے ہیں: کہ قبر پرستی والا سارا دین انہیں (اولیاء اللہ) نے ہی پھیلایا ہے، یہ سارا گند انہیں نے ہی مارا ہے۔ (استغفر اللہ!)

اب اگر ایسے نجدی مولویوں میں کچھ بھی غیرت و حیا کا مادہ ہے، تو وہ شاہ ولی اللہ، اسماعیل دہلوی، اور ثناء امرتسری کو بھی زندیق و بے ایمان کہیں، اور علی الاعلان ان سے برأت کا اظہار کریں۔

میر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی کچھ شریک و غیر مقلدین نے صوفیا کے بارے ”وحدت الوجود“ کی وجہ سے طوفان بدتمیزی برپا کیا تھا۔ جس کا آپ نے مکمل محاسبہ فرمایا۔ وہ پھر بھی کچھ حیا والے تھے، ان کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

(ملاحظہ کریں: ”شیخ اکبر کی تائید میں انعامی دعوت مناظرہ اور علمائے اہل حدیث کا سکوت“۔ (مہر نیر، ۲۶۵)

مگر آج کے یہ ایسے بے حیا، اور ہٹ دھرم ہیں، بکتے ہی جاتے ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: توحید ایمان ہے،

”وحدت الوجود“ حق۔ زہم اتحاد، الحاد (کہ سب کچھ اللہ ہی ہے، یہ بے دینی) ہے۔ صوفیا

اہل تحقیق ہیں، ان کے ایسے مقلدین طحطاح و زندیق ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۲۸۰)



یہ بے لحاظ لوگ مجذوب اولیاء کا انکار اور بے ادبی کرتے ہیں، لیکن دہلوی کے لڑکے کو بجائے پاگل لکھنے کے، لکھا: ”صرف ایک بچہ ہوا، جس کا نام شاہ محمد عمر تھا، اس کی پوری زندگی نیم مجذوبیت کی حالت میں گزری“۔ (مقدمہ، تقویۃ الایمان: ۱۰، نعمانی کتب خانہ)

مسئلہ وحدت الوجود، بزرگوں کے شطحیات وغیرہ پر تحقیق، اور منکرین کا محاسبہ ملاحظہ کرنے کے لیے۔ (روئیداد مناظرہ راولپنڈی؛ کتاب ”گستاخ کون؟“ (اسلامک بک راولپنڈی) کا ضرور ملاحظہ کریں)

### حضرت داتا علی ہجویری کی گستاخی:

وہابی مولوی ”کشف المحجوب“ کی ایک عبارت: ”رسول اللہ ﷺ کی نظر زید کی بیوی پر پڑی تو وہ زید پر حرام ہو گئیں“۔ (سکرو صحو کا بیان)

پیش کر کے سر عام داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو گستاخ رسول ثابت کرنے کی خبیث کوشش کرتے ہیں۔

حالانکہ ”وتخفی فی نفسک۔۔۔۔۔ الخ“۔ (احزاب: ۳۷) جہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دینے اور آپ ﷺ سے نکاح کر دینے کا ذکر ہے۔ اس کے تحت امام ابن کثیر نے لکھا ہے: اس مقام پر ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے بہت سی غیر صحیح روایات ذکر کی ہیں، جن سے ہم عدم صحت کی بنا پر صرف نظر کرتے ہوئے درج نہیں کرتے۔ مسند احمد میں بھی ایک غریب روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اسے بیان کرنا بھی ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سعودی مفسر نے لکھا: ”اسی طرح ہاروت و ماروت کے بارے میں بھی تفاسیر میں اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے۔ لیکن کوئی صحیح مرفوع روایت اس بارے میں ثابت



نہیں۔ (ص: ۴۲)

مزید لکھا: اسی لیے بعض مفسرین نے تو اسرائیلی روایات کو بنیاد بنا کر ایسی باتیں لکھ دیں ہیں، جو ایک نئی کی شان سے فروتر ہیں۔ (ص: ۱۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ جب بقول ابن کثیر اور سعودی مفسر کے ابن ابی حاتم اور ابن جریر وغیرہ قدیم و سلف مفسرین نے بھی ایسی کئی اسرائیلی روایتیں نقل کیں ہیں، جو انبیاء کرام کی عصمت کی مطابق نہیں، اور یقیناً ”کشف المحجوب“ کی یہ روایت بھی انہیں تفسیروں سے نقل کی گئی ہے۔

تو پھر نجدی بے ادب، قرن الشیطان صرف حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ہی کیوں پڑے ہیں، اور صرف ان کو ہی تنقید و طعن کا نشانہ کیوں بناتے ہیں، اور صرف آپ کے متعلق ہی گندی زبان کیوں استعمال کرتے ہیں۔

اور اگر ان گستاخ لوگوں کو (جن کی بنیاد ہی ”تقویۃ الایمان“ ہے، جس میں جی بھر کر انبیاء و اولیاء کی بے ادبیاں کی گئیں) نقد و رسالت کا اتنا ہی پاس ہے، تو پھر ایسے تمام قدیم مفسرین اور اپنے دہلوی وغیرہ کو بھی گستاخ رسول کہیں۔ تاکہ ان کے خلوص محبت رسول کا پتہ چلے۔ لیکن مقصد کوئی اور ہے،۔۔۔ اور وہ ہے کہ ان لوگوں نے شیطان کی اتباع میں صالحین دشمنی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اسی لیے رسول کائنات ﷺ نے اس فرقے کو ”قرن الشیطان“ کا لقب دیا۔

ان لوگوں کو اولیاء کرام سے اصل میں یہ عداوت کیوں ہے؟ اس کا اظہار ایک وہابی مولوی نے کیا، کہنے لگا: ”عوام کہتے ہیں کہ برصغیر میں اسلام انہیں بزرگان دین نے ہی پھیلایا ہے۔ ہاں یہ قبر پرستی کا سارا دین انہیں نے ہی پھیلایا ہے۔ یہ سارا گند



انہوں نے ہی مارا ہے۔“

چونکہ قرآن پاک صراطِ مستقیم بزرگانِ دین کے رستے کو قرار دیا ہے۔ لہذا صالحین اور عام مسلمانوں کی راہ سے جدا چلنا، خود ان کی گمراہی اور ضلالت کا ثبوت تھا۔ اس لیے ان لوگوں کی مجبوری تھی کہ وہ جیسے تیسے بھی ہو، مشہور معروف صالحین اور قدیم مسلمانوں کو مشرک اور گمراہ ثابت کریں، تاکہ خود کو سچا باور کرا سکیں، تو اس کے لیے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا، اور اب بکتے ہی رہتے ہیں۔

اور یہ بھول گئے کہ: ”من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب؟“

صراطِ مستقیم، پہلے باب کے مفید حوالہ جات (تائیدِ اہلسنت)

ہم صراطِ مستقیم کے پہلے باب، جو کہ وہابیوں کی نزدیک مسلمہ طور پر اسماعیل دہلوی کا ہی ہے، سے ایسی عبارات پیش کر رہے ہیں جو عقائدِ اہل سنت کی تائید کرتی ہیں، اور نجدیت سوز ہیں۔

❖..... اور (ولایت کے) اس مقام کے لوازم میں سے ہے، عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا، اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا، اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا، آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا۔ اور اس معنی کی تصریح اس حدیثِ قدسی میں موجود ہے: ”لئن سالنی لاعطینہ ولنن استعاذنی لاعینہ“۔ (ص: ۳۴)

❖..... سید احمد سب سے بڑی نعمت، ہادی زمانہ، مرشد یگانہ ہے۔ لوگوں کو ان سے دیر تک فائدہ اور نفع پہنچے۔ (ص: ۱۴)

❖..... سید احمد کی ذات ابتداء فطرت سے آپ ﷺ سے کمال کی مشابہت پر پیدا کی گئی۔ (ص: ۱۵)



❖ ..... عبدالحی کے برکات اللہ تعالیٰ ہمیشہ رکھے۔ (ص: ۱۵)

❖ ..... سید احمد کی زبان برکت نشان ہے۔ (ص: ۱۵)

❖ ..... سلف کی اصطلاحات سے تطبیق دینے کی ضرورت پڑی۔ طریق ملاحہ، قادریہ، چشتیہ

، نقشبندیہ جو زیادہ مشہور ہیں، کے اشغال کی تجدید کرنی ہے۔ (ص: ۲۳)

❖ ..... اور کمالات حق کا عکس اپنے اندر دیکھا، حدیث: ”وان الله خلق آدم على صورته“

، اسی طرف اشارہ ہے۔ (ص: ۲۶)

❖ ..... کسی بزرگ کا مقولہ ہے: کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں

جلی فرمائے تو میں اس کی طرف التفات نہ کروں۔ (ص: ۳۰)

❖ ..... محض خشک زاہد ہو جاتا ہے۔ (ص: ۳۱)

❖ ..... اسی عبادت میں لذت اور طاعت میں شرعی پانے کی سبب سے خشک ملائی سے دور

اور الحاد و بے راہی سے پاک ہوتا ہے، اسی وجہ سے امر تقویٰ و عبادت میں افراط و تفریط سے محفوظ رہتا

ہے۔ (شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی والد گرامی نے وصیت کی تھی، کہ خشک مولوی نہ بننا، بلکہ

عاشق بننا۔ (مقدمہ ”مدارج النبوت“)۔ (ص: ۶۱)

❖ ..... شعائر اللہ کی تعظیم، یعنی منعم کے نام، کلام، لباس، ہتھیار، سواری اور مکان کا ادب

کرنا۔ (ص: ۳۷)

❖ ..... کسی بزرگ کو ہیئتہ نخی اور جواد نہیں کہا جاسکتا۔ (ص: ۳۹)

❖ ..... صمدیت اور تعظیم، ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ عبادت تب کسی کی جائز ہوگی، جب اس کی

صمدیت ثابت ہوگی۔۔۔ ہر مذہب کا آدمی اپنے معبود کے مستحق ہونے پر اسی صمدیت کی وجہ سے

استدلال کرتا ہے۔۔۔ شارع علیہ السلام نے بھی، معبودان باطلہ کی معبودیت کو اسی صمدیت کے نہ

ہونے سے باطل کیا، جا بجا ان کی محتاجی کو ثابت کیا۔۔۔ علم تفسیر میں مہارت رکھنے والے اس اصول



کو خوب جانتے ہیں۔ (دوسری فصل پہلی ہدایت، پہلی تمہید، ص ۴۰، ۴۱)

..... تفرّد بالالوہیت کو جو کہ وحدیت کی اصل ہے۔ (دوسری تمہید: ص ۴۲)

..... یہ ایک وجدانی امر ہے، کہ تقریر و تحریر کا دائرہ اس کے بیان و تصویر سے تنگی کرتا ہے، بجز وجدان صحیح اور قلب سلیم کے کسی کو اس کا رخانہ میں دخل نہیں۔ (ص ۵۱)

..... اور اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے کہ۔۔۔ اور ہر فقیر جو کسی خانقاہ میں ڈیرہ لگائے ہوئے ہوتا ہے۔۔۔ اپنی حیثیت کے مطابق بجالاتا ہے۔ (ص ۵۳)

..... یہ بزرگ زیادہ تر سعادت مشاہدہ و مکالمہ سے کامیاب ہونے والے ہیں۔ (ص ۵۵)

..... اسی استغراق ہمت اور فنائے عزیمت کے نتائج سے ہے، کل ماسوی اللہ سے تمام علاقے حبیبہ اور بعضیہ کا۔۔۔ منقطع ہو جانا، اور خوف خدا و محبت الہی کی وجہ سے طلب مشکل کشائی اور دفع بلیات و استدعا منافع وغیرہ کا اسی میں منحصر ہو جانا۔ (ص ۵۶)

..... خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ، یا۔۔۔ پیغمبروں یا ولیوں کی طرف کسی کام کے سر انجام دینے کا حکم ہوتا ہے، یا رغبت دلائی جاتی ہے، یا اس واقعہ کا تمام حال اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے۔ (ص ۶۹، ۷۰)

..... امور کے طلب کرنے میں صرف دعا کرنا اور غیب کی طرف متوجہ ہونا محدثین اور حواریین کی عادت ہے۔۔۔ ان کی دعا بھی تقدیر کے ظاہر ہونے کے لباسوں اور فیض غیبی کی صورتوں میں سے ایک ہے۔ اس مقام کی تحقیق اور اس مقصود کی تفصیل صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہم بزرگوں کے حالات سے طلب کرنی چاہیے، حاصل کلام اس راستے کے امام اور گروہ کے بزرگ ان فرشتوں کے زمرے میں شمار کیے جاتے ہیں، جن کو ملائعہ اعلیٰ کی طرف سے تدابیر امور کے بارے میں الہام ہوتا ہے۔۔۔ پس ان بزرگوں کے احوال کو بزرگ فرشتوں کے احوال پر قیاس کرنا چاہیے۔ (ص ۶۸، ۶۹)

..... بعض مردان حق اسی کمال پر پیدا ہوتے ہیں۔ (ص ۶۹)



❖ اگرچہ ظاہری تسلط ان کو نصیب نہ ہوگا، اگرچہ جہلا ان کی ریاست کو نہ مانیں۔ (م: ۷۴)

❖ یہ مت سمجھنا کہ اس کمال والے لوگ اس جہاں سے منقطع ہو چکے ہیں، اور قرب الوجود

روئے زمین سے محو ہو گیا ہے۔ (م: ۷۷)

❖ ان کے کمال پر مطلع ہونے والا، ان کو تہہ دل سے دوست رکھتا ہے اور اس کے علموں اور

خبروں کو تہہ دل سے مانتا ہے، اور ایسے لوگوں کی محبت دلی تقویٰ کی علامت ہے۔

(ج: ۳۲)۔ (م: ۷۹)

❖ نیابت عن اللہ کے مقام سے ظلی طور پر انبیاء کی وسیلے سے بعض بزرگوں کو بھی کچھ حصہ ملتا

ہے۔ (م: ۸۰)

❖ ہر دور کی ہدایت کو کمال تک پہنچانا، یہ مقام مستقل طور پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔

(م: ۸۲)

❖ کتاب فتوح الغیب کو جو ولیوں کے پیشوا اور صاحبان فنا و بقاء کے امام، فضیلتوں اور

بزرگیوں والے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ (م: ۸۳)

❖ قرآن و حدیث کی تحصیل کے بعد یہ نازک اور باریک علم، بعض لوگوں کے واسطے اکسیر

اعظم کا حکم رکھتے ہیں۔۔۔ فنون عربی کے استادوں اور اجتہاد کے اماموں، اور علم کلام کے دانائوں اور

تہذیب اخلاق اور حکمت ایمانیہ والوں کی کوشش سے، وہ باریک علم ظاہر ہوئے، اور ان بزرگوں کی

کوششوں سے۔ ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“۔ (م: ۸۸)

یوں تو ساری کتاب ہی دہلوی کی مرتب کردہ ہے، بعض اوراق چاہے عبدالحی

کے ہیں جیسے دہلوی کا اپنا بیان ابھی گزرا ہے۔ لیکن یہ ساری عبارات پہلے باب کی

ہیں، جو کہ وہابیوں کے تمام مکاتب فکر پر حجت ہیں۔





## وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مختصر تعارف

وحید الزماں غیر مقلد نے ”علامہ قسطلانی“ کے حوالے سے بعد از وصال آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنے پر سلف کا اجماع نقل کیا ہے، اور یہ بھی لکھا کہ اس اجماع کو توڑنے والا پہلا شخص وہابیوں کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہے۔ (ہدیۃ المہدی: ۴۷ تا ۴۹)

ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) وہ شخص ہے، جس نے متعدد مسائل میں اجماع امت سے انحراف کیا اور کئی بدعتیں نکالیں، اور نجدیوں کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے، اسی کی مخصوص تعلیمات کو اساس بنا کر شیخ نجدی نے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی، اس کی چند بدعتیں یہ ہیں۔

۱: مثلاً رسول اللہ ﷺ کے روضے پاک کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام قرار

دیا۔ (مجموع الفتاوی: ۲۷/۲۷، از ابن تیمیہ، فتاویٰ حدیثیہ: ۱۱۶، از علامہ ابن حجر عسقلانی)

سعودی مفتی ابن باز نے بھی ابن تیمیہ کی مذموم تقلید میں اس سفر طیبہ کو ناجائز کہا، اور وجہ یہ بتائی کہ اس سے آپ ﷺ کی قبر پر میلہ لازم آتا ہے۔

(زیارت مدینہ منورہ: ۳۷، ۳۸)

بعض نجدی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کو معاذ اللہ ”زنا“ کے گناہ

تک پہنچاتے ہیں۔ (شہاب القاب ص ۲۲۵، از حسین احمد دیوبندی)

جبکہ علامہ نووی نے اس مقدس سفر کے مستحب ہونے پر شروع سے لیکر اپنے

زمانے (۶۷۶ھ) تک اجماع نقل کیا ہے، کہ مسلمان آج تک قبر النبی ﷺ کی زیارت



اور صحابہ کرام کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے یہ مبارک سفر اختیار کرتے رہے ہیں، قربتوں میں سے اہم قربت ہے۔ (نودی بر مسلم: ۸۳/۱، مجموع: ۲۰۲: ۸)

امام قسطلانی فرماتے ہیں: جان لو زیارت قبر رسول ﷺ سب سے بڑا ذریعہ تقرب ہے، ایسی اطاعت ہے، جس کی قبولیت کی امید زیادہ کی جاسکتی ہے، یہ بلند درجات کی طرف ایک راستہ ہے، جس (ابن تیمیہ اور اس کے متبعین نجدی حضرات) نے اس کے علاوہ عقیدہ اختیار کیا، اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا، اللہ اس کے رسول اور علماء کبار کے جماعت کی مخالفت کی۔۔۔۔۔ قاضی عیاض نے فرمایا: یہ مسلمانوں کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے، ایسی فضیلت ہے جو مسلمانوں میں بہت مرغوب ہے۔ (مواہب الدنیہ: ۳/۳۰۳)

سفر معراج میں جبریل علیہ السلام نے بڑے اہتمام کے ساتھ وہ راستہ اختیار کیا جہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر اور دیگر مقدس مقامات تھے، آپ ﷺ نے قبر موسیٰ علیہ السلام کے پاس نماز بھی ادا کی۔ (مسلم: ۲۳۷۴، روح البیان: ۲/۳۹۵، سنن نسائی: ۱/۷۸، طبرانی کبیر: ۷/۲۸۳، ابن کثیر: ۳/۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن تیمیہ کی اس بدعت کو نفرت کے ساتھ نقل کر کے رد کیا ہے۔ (فتح الباری: ۳/۶۵)

ملا علی قاری نے اسی بنا پر ابن تیمیہ کی تکفیر کی تصویب کی، کہ اس نے ایک اجتماعی مستحب کو ناجائز کہا۔ (شرح شفاء: ۳/۵۱۳)

۲: قبر النبی ﷺ کی طرف منہ کر کے سلام عرض کرنے اور دعائے مانگنے کو ناجائز کہا، اور امام اعظم رحمہ اللہ پر جھوٹ باندھا، کہ آپ کا بھی یہی قول ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۷/۱۱۷)



سعودی مفتی ابن باز نے سلف امت پر جھوٹ باندھا: کہ کسی نے بھی یہ نہیں کیا، اور یہ نئی بدعات میں سے ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۲۷)

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ صحابہ و تابعین کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نبی ﷺ کی قبر پر آؤ تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو، اور منہ قبر انور کی طرف کرو، پھر کہو، ”السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته“۔ (مسند امام اعظم مع شرحہ لقاری: ص ۱۰۳، فتح القدیر: ۹۵/۳، علامہ ابن ہمام، المسلك المتقسط: ص ۳۳۷، علامہ علی قاری، شفاء: ۷۰/۲، المدخل: ۲۱/۱، علامہ ابن الحاج مالکی، المغنی: ۲۹۸/۳، علامہ ابن قدامہ حنبلی، شرح المہذب: ۲۷۳/۸، علامہ نووی، المواہب اللدنیہ: ۳۹۲/۲)

اس کے علاوہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے جب عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے فتویٰ پوچھا: ”کہ جب میں دربار رسالت ﷺ میں حاضری دوں، تو اپنا منہ کس طرف کرو؟۔۔۔ آپ نے جواب دیا: امیر المؤمنین! آپ اس ذات کی طرف سے اپنا منہ کیسے پھیر سکتے ہیں، جو قیامت کے دن آپ کی، اور حضرت آدم علیہ السلام کی شفاعت ہوگی۔ آپ قبر النبی ﷺ کی طرف منہ کریں، اور آپ سے شفاعت طلب کریں، اللہ تعالیٰ شفاعت قبول فرمائے گا۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے، ”ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك الخ“۔ (النساء: ۶۳) عیاض مالکی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے، الشفاء: ۴۱/۲۔ شرح شفاء خفاجی: ۳۹۸/۳۔ المواہب، علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، اس واقعے کے منکرین زور ہیں۔ اتحاف الزائر: ۱۵۳۔ بدلیۃ السالک: ۱۳۸/۳، میں امام ابن جماعہ فرماتے ہیں، اس کے منکرین کر خواہش نفس نے ہلاک کر دیا ہے۔ شفاء السقام: علامہ سبکی۔ خلاصۃ الوفاء، علامہ سمودی۔ تحفۃ الزوار اور الجوہر المظلم، از ابن حجر مکی۔ طی التجل، سید محمد مہدی الرواس الرقاعی)

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کو مکروہ کہا کہ کوئی کہے کہ میں نے قبر انور کی زیارت کی ہے، کہ یہ عامیانہ الفاظ ہیں، مستحب یہ



ہے کہ یوں کہا جائے کہ میں نے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا ہے۔ (شفاء: ۵۸۳)

۳: قبر النبی ﷺ کی جگہ کی ساری روئے زمین پر افضلیت کا انکار کیا، اور مزید

یہ کہ افضلیت دینے کو بدعت اور اصول اسلام کے خلاف کہا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲، ص ۳۷)

جبکہ قاضی عیاض مالکی نے افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (شفاء: ۵۸۲، حرید

حوالہ جات، علامہ خفاجی، نسیم الریاض: ۵۳۱/۳۔ علامہ قسطلانی، المواہب اللدنیہ: ۳۹۵/۲۔ ملا علی قاری، مرقات:

۱۹۰/۲۔ علامہ علائی، درمختار علی ہاشم الرو: ۳۵۲/۲۔ علامہ شامی، رد المحتار: ۳۵۲/۲۔ علامہ محمد بن یوسف، بل الہدیٰ

والرشاد: ۳۵۲/۳، ۳۵۱)

معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ نے تعصب میں آکر اجماع امت کو بدعت اور مخالف

اسلام کہہ دیا۔ (معاذ اللہ!)

۴: سرور عالم ﷺ سے مدد مانگنے (وسیلہ) کا منکر تھا، جس وجہ سے علماء نے

زندیق کہا۔ (الدر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۴، از حافظ ابن حجر عسقلانی، ہدیۃ المہدی، ص ۳۹۵/۲)

۵: کہا کہ خواب میں یا جاگتی آنکھوں جس کسی کو بھی کسی نبی یا ولی، حتیٰ کہ رسول

اللہ ﷺ کی زیارت ہو، تو حقیقت میں وہ ہستی نہیں ہوتی جس کو وہ گمان کرتا ہے، بلکہ وہ

شیاطین ہوتے ہیں۔ (استغفر اللہ!) (خلاصہ عبارات، التوسل والوسیلہ ص ۱۷، ۲۵، از ابن تیمیہ)

۶: ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک قرار دیا۔ (مجموع الفتاویٰ: ۳۳، ص ۱۱۔ شریف برقلاوی

ثانیہ: ۲۲۰، ۲۱۶/۱۔ لکھنؤ، ۱۲۹۶ھ۔ فتاویٰ الہمدیہ ج ۱، ص ۷۔ تحفۃ وہابیہ ص ۷۳)

۷: خلفائے راشدین پر طعن کیا، انہیں بدعتی باور کرایا۔

(الدر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۵، از حافظ ابن حجر عسقلانی۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۱۴)

اسی کی تقلید میں ذاکر نائیک بھی یہی کہتا ہے۔ (سی ڈی)

۸: اللہ تعالیٰ کے لیے جسم و جسمانیات کا قائل تھا۔



(الدر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۳۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۱۶)

ابن تیمیہ کے انہیں مکروہ عقائد اور بدعات کی وجہ سے علماء امت نے اسے بدعتی، گمراہ، غالی، زندیق و منافق قرار دیا۔۔۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے باوجود علم کے گمراہ کر دیا، اور نصیحت کی کہ ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم کی کتابوں سے بچ کر رہنا!۔

(الدر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۳، از حافظ ابن حجر عسقلانی۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۹۹، ۱۱۶، ۱۷۳، از علامہ ابن حجر عسقلانی۔ شرح شفاء، ج ۳، ص ۵۱۳، از ملا علی قاری)

شیخ نجدی کی گمراہی کا سبب بھی انہیں دو حضرات کی تصنیفات بنیں۔ ملاحظہ

کریں: (از علامہ علی طنطاوی جوہری مصری، بحوالہ تاریخ نجد و حجاز۔ مختصر زاد المعاد: ۱۳، تالیف ”محمد بن عبد الوہاب نجدی تیمی“، دعوة و ارشاد سعودیہ، ۱۴۲۹ھ۔ ”امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“، ص ۵۹، ۴۵، دار الکتاب والنسخہ سعودیہ، ۱۴۲۰ھ۔ ”شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ“: ۱۰، از منظور نعمانی دیوبندی۔ ”محمد بن عبد الوہاب“: ۱۵، ۱۶)

جو تیری پیروی کرے اس کے لیے بربادی ہے:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ابن تیمیہ کے شاگردوں اور عقیدہ مندوں میں سے تھے، جب اس کی گمراہی پر مطلع ہو گئے، تو ابن تیمیہ کو ایک خط میں کہا تھا: کہ اس (وہابیوں) کے لیے بربادی ہے جو تیری پیروی کرے۔۔۔۔۔ تو کب تک خود کو سچا سمجھ کر سلف کی تحقیر کرتا رہے گا۔ (الصیغۃ الذبیہ)

علامہ علاؤ الدین بخاری نے فتویٰ دیا: کہ جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ

کافر ہے۔ (الدر الکامنہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن تیمیہ کے نظریات کو باطل

قرار دیا ہے، کہ اس نے اہل بیت اور صوفیا کی توہین و تحقیر کی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی اردو: ۴۱۵)



(ابن تیمیہ کے متعلق علماء اسلام کے نظریات کی تفصیل جاننے کے لیے، کتاب: ”گستاخ کون؟“ اسلامک بک سنٹر واپنڈی، ملاحظہ کریں)

کہ علماء اہل سنت کے نزدیک اس کی یہ حیثیت ہونے کے باوجود بھی یہ نام نہاد اہل حدیث، اجماع سلف کو چھوڑ کر متعدد مسائل میں اس آدمی کی اندھی تقلید کرتے ہیں، پھر بھی سلفی کہلاتے شرم محسوس نہیں کرتے۔

حالانکہ سعودی مفسر نے اجماع امت کی مخالفت کفر لکھا ہے۔ (ص: ۲۵۶)

مزید: مسلک و منہج سلف کی پیروی کی دعویٰ کیا گیا۔ (ص: ۱۱۳، ۱۱۴)

اس سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (بنام ”تفسیر احسن البیان“، مکتبہ دارالسلام) کے مقدمے میں اس تفسیر کو سلفی تفاسیر کا خلاصہ کہا، جو کہ سلف کرام پر بہتان عظیم اور سفید جھوٹ ہے۔  
صالحین نے رسول اللہ کو دیکھا یا شیطان کو؟:

ابن تیمیہ نے لکھا: کہ جب کوئی خواب میں یا بیداری میں، قبر کے پاس یا کہیں اور دیکھتا ہے یا سنتا ہے کہ اسے فلاں نبی یا ولی کی زیارت ہوئی، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بھی، تو وہ حقیقت میں شیطان ہوتا ہے (معاذ اللہ!)۔ (ملخص، التوسل والوسيلة ص ۱۷، ۲۵، از ابن تیمیہ)

حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری کتاب التعمیر)

آپ ﷺ اپنے صحابی، حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کے خواب میں تشریف لائے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمیت کئی اور صحابہ کرام نے تصدیق و توثیق کی۔

انوکھی شان والے عاشق رسول، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ وصال محبوب ﷺ کے بعد شام چلے گئے، آپ ﷺ خواب میں ملے اور فرمایا: بلال! یہ کیسی جفا ہے،



کہ تم ہماری زیارت کو نہیں آتے؟۔ (شفاء القام: ۴۴، بحوالہ ابن عساکر و قال باسناد جید)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ متعدد اسناد کے ساتھ اس واقعے کو بیان کر کے لکھتے ہیں:۔۔۔ حضرت بلال کا خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھنا، (حق ہے) شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا۔ (شفاء القام ص ۴۶)

سعید بن مسیب (تابعی) رضی اللہ عنہ، یزیدیوں کے مدینہ شریف پر حملے کے دنوں میں سرور عالم ﷺ کی قبر شریف سے اذان و اقامت کی آواز سن کر نماز ادا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف، داری ۴۳/۱، دلائل النبوة لابن نعیم ۵۶/۲، سل المحدثی والرشاد ۳۵۷/۱۳، طبقات لابن سعد ۱۳۲/۵)

سرور عالم ﷺ نے امام محمد بن عبد اللہ عقی کے خواب میں آکر فرمایا: کہ ابھی ابھی میری قبر پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے والے اعرابی کو خوشخبری دے دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۳۰۶/۲، تحت النساء ۶۴، تفسیر قرطبی، تفسیر نسفی، شعب الایمان ۴۹۵/۳، وغیرہم)

امام طبرانی نے اپنے دو ساتھیوں سمیت روضہ نبوی پر بھوک کی شکایت کی، تو با خبر نبی ﷺ نے ایک علوی صاحب کے خواب میں آکر حکم دیا کہ میرے مہمانوں کی تواضع کرو۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۶۰/۱۴۰۰، از امام ذہبی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۵۱/۲، امام تاج الدین سبکی، مصباح المظاہر، از امام محمد بن موسیٰ الراشی)

مزید اس طرح کے واقعات ملاحظہ کرنے کے لیے، ”پکارو یا رسول اللہ“ عبدالحکیم شرف قادری، کا مطالعہ فرمائیں۔

اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ جب عیسائیوں نے (۶۵۰ء) میں



سازش کے تحت دو آدمیوں کو مدینہ پاک بھیجا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا جسد پاک یہاں سے نکال لیا جائے۔ سرنگ لگا کر جب وہ آپ ﷺ کے جسم پاک کے بالکل قریب پہنچے، تو آپ ﷺ نے مصر کے عادل حکمران سلطان نور الدین زنگی کو خواب میں آکر اس واردات کی اطلاع دی۔ (وفاء الوفا ج ۲ ص ۶۴۸۔ بحوالہ ”مسجد نبوی شریف“ ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی ص ۱۳۵، مدینہ منورہ، مکتبہ ملک فہد سعودیہ)

کیا ان تمام صالحین امت نے بقول ”امام الوہابیہ ابن تیمیہ“ کے (معاذ اللہ!) شیطان کو دیکھا؟  
لعنة الله على الضالین!

ہم بھی بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں غلامانہ التجاء کرتے ہیں:  
- نگاہِ لطف کے امید وار ہم بھی ہیں  
لیے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں!  
- سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں  
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ ﷺ!



باب: ۴۸

سعودی تفسیر کے حوالہ جات: (قوائد و مسائل)

- ✽ زاد المعاد: ۸۰، ۱۳۳۲ پر۔ ✽ تحفۃ المودود: ۱۳۱ پر۔ ✽ عون المعبود: ۱۰۱ پر۔ ✽ نیل
- الادوار: ۸۴، ۱۰۰، ۲۵۰، ۳۰۵، ۳۲۹، ۵۹۰ پر۔ ✽ ارواء الغلیل: ۲۳۵، ۲۶۲، ۸۶۳ پر۔
- ✽ انور شاہ کشمیری دیوبندی: ۹۷ پر۔
- واجب، سنت، مستحب اور مباح:



لکھا: ”مستحبات پر کی بھی پابندی کرتے ہیں“۔ (م: ۱۱۳۳، حرید: ۱۸۳، ۱۸۲، ۳۳۱، ۳۱۵،

۵۵۰، ۸۶۲، ۹۲۱، ۹۲۳، ۹۲۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۸۶، ۱۱۳۳، ۱۱۳۳، ۱۱۹۰، ۱۲۲۷، ۱۳۵۵، ۱۳۹۱، ۱۵۱۹، ۱۵۳۹، ۱۶۰۶،

۱۶۳۳، ۱۶۴۷، ۱۶۶۶)

متفرق حوالہ جات (مسائل):

✽: ”دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء اور علماء بھی (مہاجرین صحابہ کے ساتھ) اس

(آیت) کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ (م: ۱۲۰) ✽: ”کہ مسجد، مدرسے یا اور کسی کار خیر کے لیے کوئی

چندہ لینے پہنچ جائے“۔ (م: ۱۱۸) ✽: ”غائبانہ نماز جنازہ کا ذکر“۔ (م: ۳۲۳)

✽: ”اس قول کے مطابق حلال ہے“۔ (م: ۲۸۳) ✽: ”اہل کتاب کا وہ ذبیحہ حلال

ہوگا جس سے خون بہہ جائے (مگر بزرگوں کے ایصالِ ثواب کا جانور ان نجدیوں کے نزدیک حرام ہے

م: ۶۹)۔ (م: ۲۸۵) ✽: ”اندرونِ صلوٰۃ جواب پڑھنا مشروع نہیں“۔ (م: ۱۵۲۰)

قواعد:

✽ عرف کا اعتبار۔ (م: ۱۲۵۰، ۳۲۵) ✽ حدیث کا صحیح مرفوع اور متصل ہونا ضروری

ہے۔ (م: ۳۱۱) ✽: حالات و ظروف کی تبدیلی سے بعض مسائل کا بدل جانا۔ (م: ۲۱۸،

۲۳۸، ۳۹۸، ۵۲۹، ۹۳۰، ۱۱۹۲، ۱۶۰۱، ۱۶۲۹) ✽: کسی طریقہ کی ظاہری صورت اگر حیلہ ہو جو نفس کے

خلاف نہ ہو تو جائز ہے۔ (م: ۶۶۳) ✽: مجتہد کو غلطی پر بھی اجر ملتا ہے۔ (م: ۹۰۱) ✽: ضعیف

حدیث سے تائید ہوتی ہے۔ (م: ۹۱۱) ✽: لغوی سے ہٹا کر اصطلاحی معنی خاص کر لیا ہے۔

(م: ۱۵۹۰، ۱۵۵۲) ✽: عبادت کے معروف معنی۔ (م: ۱۷۲۸) ✽: جزو بول کر کُل مراد لیا۔

(م: ۱۷۵۲) ✽: مومن و مسلم میں فرق؟، لغت، اور حقیقتِ شریعہ۔ (م: ۱۲۷۷) ✽: عرب میں

استعمالِ اسود کے معنی میں ہے۔ (م: ۱۶۷۰) ✽: قصداً ثقہ راویوں کو ضعیف و تاویل

کرنا۔ (م: ۲۳۳) ✽: قرآن کا سیاق اس کی تائید نہیں کرتا۔ (م: ۳۲) ✽: قرآنِ محاورہ عرب



کے مطابق نازل ہوا۔ (ص: ۶۳۳) ❀: عربی اسلوب کا لحاظ۔ (ص: ۸۸۶، ۱۷۵۰) ❀: محاورہ بولا گیا۔ (ص: ۱۵۱۴) ❀: آپ کے تمام افعال احوال، اقوال میں اقتدا ضروری ہے۔ (ص: ۱۱۷۲) حقیقی و مجازی کی تقسیم:

(ص: ۳۶، ۱۴۹، ۲۷۸، ۳۶۳، ۵۳۶، ۸۳۶، ۸۷۶، ۷۷۸، ۱۴۳۳، ۱۴۱۴، ۱۶۷۹، ۱۷۳۲)

آیات میں عموم ذکر کیا:

(ص: ۸۳، ۱۱۹، ۱۱۱، ۱۲۰، ۱۵۳، ۳۱۶، ۲۸۱، ۲۳۸، ۲۳۰، ۴۶۷، ۴۷۶، ۴۹۵، ۵۰۶، ۷۰۴، ۷۳۷، ۷۵۹، ۷۹۰، ۸۰۸، ۸۳۰، ۹۲۹، ۹۷۱، ۱۰۷۹، ۱۰۰۰، ۱۱۷۲، ۱۱۷۷، ۱۱۸۷، ۱۱۹۸، ۱۲۲۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۲۱، ۱۳۵۶، ۱۵۰۸، ۱۵۳۸، ۱۵۸۹، ۱۶۱۲، ۱۶۲۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۶)

عمر صدیق وہابی مناظر نے کہا: ”یہ حضرت عمر کے زمانے کی بات ہے، حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے، نہ سنت ہے، نہ اجماع ہے، نہ قیاس ہے۔“ (استغفر اللہ!) (مناظرہ: رکعات تراویح) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی دلائل شرع چار (۴) ہیں۔

سعودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے: علمائے متقدمین اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت کرنے اور حلال و حرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔ اولاً: کتاب اللہ۔ ثانیاً: سنت رسول اللہ ﷺ۔ ثالثاً: اجماع علمائے امت۔ رابعاً: قیاس۔ ”وجوب العمل بالسنة النبوية و كفر من انكارها“، راسمۃ ادارة البحوث العلمیة والافتاء (الریاض)

سعودی مفتی ابن باز کے فتوے:

❀ ”آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔“ (”زیارت مدینہ منورہ“ ۳۶: ”پریزیڈنسی جنرل (وکالت رسالت عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)



❖ ”ضعیف حدیث شواہد سے حسن بن جاتی ہے۔“ (فتاویٰ ابن باز: ۴۹، اردو، دارالسلام  
الریاض) ❖ ”ممانت میں کوئی صحیح، صریح نص نہیں آئی۔“ (ایضاً، ص: ۵۰، ۵۳) ❖ ”تحیۃ المسجد  
سنت مؤکدہ ہیں۔“ (ایضاً، ص: ۶۰) ❖ کراہت تزکیہ پر محمول ہے اور انکا (عثمان بن ابی  
العاص) اپنا اجتہاد تھا، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ (ایضاً، ص: ۵۳) ❖ ”ذاکوان تراویح میں دیکھ کر  
قرآن پڑھتے تھے، بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا مگر سند مذکور نہیں۔“ (ایضاً، ص: ۷۹) ❖ ”عالمنا امام  
مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔“ (ایضاً، ص: ۶۱) ❖ ”مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنے کے وجوب  
میں اختلاف ہے۔“ (ایضاً، ص: ۶۹) ❖ ”اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے  
اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔“ (ایضاً، ص: ۷۴)



میں اس کتاب کا خاتمہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی  
نقشبندی علیہ الرحمۃ کی دعا کے ساتھ کرتا ہوں: ”اللہم ثبتنا علی معتقدات اہل السنۃ  
والجماعۃ وامتنا فی زمرتہم واحشونا معہم۔“ (دفتر دوم، مکتوب: ۶۷)  
اللہم ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم، بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه  
وآله واصحابه اجمعين۔  
(رمضان المبارک: ۱۴۳۳ھ، اگست ۲۰۱۱ء)



## خلاصہ الكتاب

سعودی تفسیر اصل میں قرآن مجید کے نام پر نجدی دھرم پھیلانے کی خطرناک سازش ہے جس میں عامۃ المسلمین کو مشرکین مکہ کی طرح کا مشرک، بدعتی، قبر پرست، مردہ پرست صالحین کی عبادت کرنے والا مشرک مسلمان، اور کئی جگہ مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک لکھا۔

انبیاء و اولیاء کرام کی گستاخیاں کی گئیں، ان کو ظالم، باطل، مردہ، بے نفع، بہرہ، اندھا، شفاعت کے مفہوم سے بھی بے خبر، خدا تعالیٰ کا مقابل و شریک ثابت کرنے کی خبیث کوشش کی گئی۔

جو عقائد و نظریات صحابہ کرام، سلف عظام رضی اللہ عنہم سے آج تک امت میں مسلسل جاری ہیں، ان کو محض ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی کی پیروی اور تقلید میں شریک اور کفریہ لکھا، جس سے صحابہ اور دیگر سلف بھی مشرک ٹھہرے۔

الحاصل اس کتاب میں قرآن، حدیث، سلف صالحین اور خود مخالفین کی کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا کہ وہابی نیا اور گمراہ فرقہ ہے جن کی توحید و شرک کے تمام اصول، دین اسلام سے متعارض و متضاد ہیں درحقیقت یہ لوگ خود ہی مشرک و بدعتی ہیں، ان کے مخصوص نظریات کا قرآن و سنت اور صحابہ و سلف سے کچھ تعلق نہیں۔

افکار ہی بدلیں تو بدلیں، ایمان بدلنا مشکل ہے  
تفسیر بدلنا آسان سہی قرآن بدلنا مشکل ہے

**مکتبہ قادریہ عالمیہ**

نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات 0300-6272130